معارف النزول (۱)

قرآنی آیات کا شانِ نزول

پسند فرمودہ

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی نور اللہ مرقدہ

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

مؤلف

اخلاق الرحمان قاسمی

استاذ حدیث وفقہ جامعہ امین القرآن، پالنپور، سابر کانٹھا، شمالی گجرات

ناشر

مکتبہ البلاغ دیوبند

تفصیلات

نام کتاب	:	معارف النزول (جلد اوّل)
مؤلف	:	مولانا اخلاق الرحمان قاسمی
پسند فرمودہ	:	حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈوی علیہ الرحمہ
باہتمام	:	عبداللہ جمیل قاسمی
جدید ایڈیشن	:	اگست ۲۰۲۰ء
صفحات	:	
تعداد	:	گیارہ سو

ناشر

مکتبۃ البلاغ دیوبند

ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا، پن ۲۴۷۵۵۴

MAKTABA AL-BALAGH

Near Darul Uloom Waqf, Deoband - 247554

Distt. Saharanpur (U.P.) INDIA

Contact: 09997861769

فہرست معارف النزول

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ
۱	انتساب	۲۱
۲	پیش لفظ	۲۲
۳	تقریظات	۲۶
	مقدّمہ	۲۹
۴	فن اسباب النزول میں تالیفات	۳۰
۵	نزول کے اقسام اور سبب نزول کی اہمیت	۳۰
۶	وحی اور اسکی حقیقت	۳۱
۷	حضور ﷺ پر نزول وحی کے طریقے	۳۴
۸	تاریخ نزول قرآن شریف	۳۶
۹	اسباب نزول کا دارومدار روایت یا سماع	۳۷
۱۰	سبب نزول کی آیت میں عموم	۳۸
۱۱	ایک آیت کے چند اسباب نزول	۳۸
۱۲	نزول قرآن کے اقسام	۴۱
۱۳	مدنی سورتیں	۴۴
۱۴	مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورتیں	۴۵
۱۵	مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی سورتیں	۴۵
۱۶	سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت	۴۶
۱۷	مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت	۴۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۸	مدینہ طیبہ میں اوّل نازل ہونے والی سورتیں	۴۷
۱۹	مختلف فیہ سورتوں کا بیان	۴۸
۲۰	مکی سورتوں میں مدنی آیات	۵۶
۲۱	مدنی سورتوں میں مکی آیات	۶۳
۲۲	مکی اور مدنی سورتوں کی شناخت کے طریقے	۶۳
۲۳	قرآن کریم کا نزول	۶۵
۲۴	ایک ہی آیت کا متعدد بار نزول	۶۶
۲۵	ایک سبب نزول سے متعلق مختلف آیات	۶۸
۲۶	سب سے اوّل نازل ہونے والی آیات	۶۹
۲۷	سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت	۷۱
۲۸	آیت تسمیہ کا نزول	۷۲
۲۹	کون کونسی سورتیں کس سن میں نازل ہوئیں	۷۲
۳۰	سبب نزول سے خالی سورتوں کی تفصیلات	۷۳

فہرست سورۃ البقرۃ

نمبرشمار	نمبرآیات	صفحہ
۱	سورہ فاتحہ کا نزول	۷۵
۲	نزول سورہ بقرہ	۷۶
۳	۲-۳-۴-۵	۷۶
۴	۶-۷	۷۷
۵	-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰	۷۸
۶	۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵	۸۱
۷	۲۶-۲۷	۸۲
۸	۴۴	۸۵
۹	۶۲	۸۶
۱۰	۷۵	۸۶
۱۱	۷۹	۸۷
۱۲	۸۰	۸۸
۱۳	۸۹	۸۹
۱۴	۹۷-۹۸	۹۰
۱۵	۹۹	۹۱
۱۶	۱۰۲	۹۱
۱۷	۱۰۴	۹۳
۱۸	۱۰۶	۹۴

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۱۹	۱۰۸	۹۵
۲۰	۱۰۹	۹۶
۲۱	۱۱۳	۹۷
۲۲	۱۱۴-۱۱۵	۹۸
۲۳	۱۱۶	۱۰۲
۲۴	۱۱۹	۱۰۳
۲۵	۱۲۰	۱۰۴
۲۶	۱۲۱	۱۰۵
۲۷	۱۳۳	۱۰۶
۲۸	۱۳۵-۱۳۶	۱۰۶
۲۹	۱۳۸	۱۰۷
۳۰	۱۴۲	۱۰۸
۳۱	۱۴۳	۱۰۸
۳۲	۱۴۵	۱۱۱
۳۳	۱۴۶-۱۴۷	۱۱۲
۳۴	۱۵۴	۱۱۳
۳۵	۱۵۸	۱۱۴
۳۶	۱۶۴	۱۱۵
۳۷	۱۶۸-۱۶۹	۱۱۶
۳۸	۱۷۴	۱۱۷
۳۹	۱۷۷	۱۱۸

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۴۰	۱۷۸-۱۷۹	۱۱۹
۴۱	۱۸۶	۱۲۰
۴۲	۱۸۷	۱۲۱
۴۳	۱۸۸	۱۲۳
۴۴	۱۸۹	۱۲۴
۴۵	;;	۱۲۵
۴۶	۱۹۰-۱۹۱	۱۲۶
۴۷	۱۹۴	۱۳۱
۴۸	۱۹۵	۱۳۳
۴۹	۱۹۶	۱۳۴
۵۰	۱۹۷	۱۳۵
۵۱	۱۹۸	۱۳۵
۵۲	۱۹۹	۱۳۶
۵۳	۲۰۰	۱۳۷
۵۴	۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷	۱۳۹
۵۵	۲۰۷	۱۴۳
۵۶	۲۰۸-۲۰۹	۱۴۵
۵۷	۲۱۴	۱۴۵
۵۸	۲۱۵	۱۴۹
۵۹	۲۱۷	۱۵۰
۶۰	۲۱۸	۱۵۱

نمبرشمار	نمبرآیات	صفحہ
۶۱	۲۱۹	۱۵۴
۶۲	۲۲۰	۱۵۸
۶۳	۲۲۱	۱۵۹
۶۴	۲۲۲	۱۶۱
۶۵	۲۲۳	۱۶۱
۶۶	۲۲۴	۱۶۳
۶۷	۲۲۶-۲۲۷	۱۶۵
۶۸	۲۲۹	۱۶۵
۶۹	۲۳۰	۱۶۶
۷۰	۲۳۲	۱۶۸
۷۱	۲۵۰	۱۶۹
۷۲	۲۵۶	۱۷۱
۷۳	۲۶۲	۱۷۲
۷۴	۲۶۷	۱۷۴
۷۵	۲۷۱	۱۷۵
۷۶	۲۷۲	۱۷۶
۷۷	۲۷۴	۱۷۷
۷۸	۲۷۸	۱۷۹
۷۹	۲۸۰	۱۸۰
۸۰	۲۸۵	۱۸۱

فہرست سورة آل عمران

نمبر شمار		نمبر آیات	صفحہ
۰	آل عمران		۱۸۳
۸۱		۱۲-۱۳	۱۸۴
۸۲		۱۸	۱۸۸
۸۳		۲۳	۱۸۹
۸۴		۲۶-۲۷	۱۹۱
۸۵		۲۸	۱۹۳
۸۶		۳۱-۳۲	۱۹۴
۸۷		۶۰-۶۱	۱۹۶
۸۸		۶۸	۱۹۸
۸۹		۶۹	۲۰۳
۹۰		۷۲	۲۰۳
۹۱		۷۷	۲۰۴
۹۲		۷۹	۲۰۶
۹۳		۸۳	۲۰۷
۹۴		۸۶-۸۷-۸۸-۸۹	۲۰۸
۹۵		۹۰	۲۰۹
۹۶		۹۴	۲۱۰
۹۷		۹۶	۲۱۱

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۹۸	۱۰۰-۱۰۱	۲۱۲
۹۹	۱۰۲-۱۰۳	۲۱۳
۱۰۰	۱۱۰	۲۱۴
۱۰۱	۱۱۱	۲۱۵
۱۰۲	۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵	۲۱۵
۱۰۳	۱۱۸	۲۱۶
۱۰۴	۱۲۱	۲۱۷
۱۰۵	۱۲۸	۲۲۲
۱۰۶	۱۳۵-۱۳۶	۲۲۴
۱۰۷	۱۳۹	۲۲۶
۱۰۸	۱۴۰	۲۲۸
۱۰۹	۱۴۴-۱۴۵	۲۲۹
۱۱۰	۱۵۱-۱۵۲	۲۳۶
۱۱۱	۱۶۱	۲۳۷
۱۱۲	۱۶۵	۲۴۰
۱۱۳	۱۶۹	۲۴۱
۱۱۴	۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵	۲۴۴
۱۱۵	۱۷۹	۲۴۹
۱۱۶	۱۸۰	۲۵۱
۱۱۷	۱۸۱-۱۸۲	۲۵۳
۱۱۸	۱۸۳	۲۵۵

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۱۱۹	۱۸۶	۲۵۷
۱۲۰	۱۸۸	۲۶۰
۱۲۱	۱۹۰	۲۶۲
۱۲۲	۱۹۵	۲۶۴
۱۲۳	۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸	۲۶۵
۱۲۴	۱۹۹	۲۶۶
۱۲۵	۲۰۰	۲۶۷

فہرست سورۃ النساء

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۱۲۶	۲	۲۶۹
۱۲۷	۳	۲۷۰
۱۲۸	۶	۲۷۲
۱۲۹	۷	۲۷۴
۱۳۰	۱۰	۲۷۵
۱۳۱	۱۱	۲۷۶
۱۳۲	۱۹	۲۷۸
۱۳۳	۲۲	۲۸۰
۱۳۴	۲۴	۲۸۱
۱۳۵	۳۲	۲۸۲
۱۳۶	۳۳	۲۸۴
۱۳۷	۳۴	۲۸۵

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۱۳۸	۳۷	۲۸۷
۱۳۹	۴۳	۲۸۷
۱۴۰	۴۹	۲۹۱
۱۴۱	۵۱-۵۲	۲۹۲
۱۴۲	۵۴-۵۵	۲۹۴
۱۴۳	۵۸	۲۹۵
۱۴۴	۵۹	۲۹۸
۱۴۵	۶۰-۶۱	۲۹۹
۱۴۶	۶۵	۳۰۳
۱۴۷	۶۶-۶۷-۶۸	۳۰۴
۱۴۸	۶۹-۷۰	۳۰۶
۱۴۹	۷۷	۳۰۷
۱۵۰	۷۸	۳۰۹
۱۵۱	۸۳	۳۱۰
۱۵۲	۸۴	۳۱۱
۱۵۳	۸۸	۳۱۳
۱۵۴	۹۲	۳۱۵
۱۵۵	۹۳	۳۱۷
۱۵۶	۹۴	۳۱۹
۱۵۷	۹۵	۳۲۱
۱۵۸	۹۷-۹۸-۹۹	۳۲۲

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۱۵۹	۹۷-۹۸-۹۹	۳۲۳
۱۶۰	۱۰۰	۳۲۳
۱۶۱	۱۰۲	۳۲۵
۱۶۲	۱۰۵	۳۲۶
۱۶۳	۱۱۳	۳۳۲
۱۶۴	۱۲۳	۳۳۳
۱۶۵	۱۲۴	۳۳۴
۱۶۶	۱۲۷	۳۳۴
۱۶۷	۱۲۸	۳۳۶
۱۶۸	۱۳۵	۳۳۷
۱۶۹	۱۳۶	۳۳۸
۱۷۰	۱۴۱	۳۳۹
۱۷۱	۱۴۸	۳۳۹
۱۷۲	۱۵۳	۳۴۰
۱۷۳	۱۶۶	۳۴۱
۱۷۴	۱۷۱	۳۴۱
۱۷۵	۱۷۲	۳۴۲
۱۷۶	۱۷۶	۳۴۳

فہرست سورۃ المائدۃ

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۰	سورت سے متعلق شان نزول	۳۴۵
۱۷۷	۲	۳۴۶

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۱۷۸	۳	۳۴۹
۱۷۹	۴	۳۵۱
۱۸۰	۸	۳۵۳
۱۸۱	۱۱	۳۵۴
۱۸۲	۱۳	۳۵۶
۱۸۳	۱۹	۳۵۷
۱۸۴	۳۳	۳۵۷
۱۸۵	۳۸	۳۶۰
۱۸۶	۴۱	۳۶۰
۱۸۷	۴۹	۳۶۶
۱۸۸	۵۱	۳۶۷
۱۸۹	۵۵-۵۶	۳۶۹
۱۹۰	۵۷-۵۸	۳۷۱
۱۹۱	//	۳۷۲
۱۹۲	۵۹-۶۰	۳۷۳
۱۹۳	۶۷	۳۷۵
۱۹۴	۸۲-۸۳	۳۷۷
۱۹۵	۷۸-۸۸	۳۸۱
۱۹۶	۸۹	۳۸۲
۱۹۷	۹۰	۳۸۴
۱۹۸	۹۳	۳۸۶

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۱۹۹	۱۰۰	۳۸۷
۲۰۰	۱۰۱	۳۸۸
۲۰۱	۱۰۵	۳۸۹
۲۰۲	۱۰۶	۳۹۰
۲۰۳	۱۰۷	۳۹۲

فہرست سورۃ الانعام

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۰	سورۂ انعام سے متعلق	۳۹۵
۲۰۴	۷	۳۹۵
۲۰۵	۸	۳۹۶
۲۰۶	۱۳	۳۹۶
۲۰۷	۱۹	۳۹۶
۲۰۸	۲۵	۳۹۷
۲۰۹	۲۶	۳۹۷
۲۱۰	۳۳	۳۹۹
۲۱۱	۳۵	۴۰۱
۲۱۲	۳۷	۴۰۱
۲۱۳	۵۰	۴۰۱
۲۱۴	۵۲	۴۰۲
۲۱۵	۵۴	۴۰۴
۲۱۶	۵۷	۴۰۵
۲۱۷	۹۱	۴۰۶

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۲۱۸	۹۳	۴۰۷
۲۱۹	۱۰۰	۴۰۸
۲۲۰	۱۰۸	۴۰۹
۲۲۱	۱۰۹	۴۱۱
۲۲۲	۱۱۱	۴۱۲
۲۲۳	۱۱۴	۴۱۳
۲۲۴	۱۱۶	۴۱۴
۲۲۵	۱۱۸	۴۱۴
۲۲۶	۱۲۱	۴۱۴
۲۲۷	۱۲۲	۴۱۵
۲۲۸	۱۲۴	۴۱۶
۲۲۹	۱۲۵	۴۱۷
۲۳۰	۱۶۴	۴۱۸

فہرست سورۃ الاعراف

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۲۳۱	۲۶	۴۱۹
۲۳۲	۳۱	۴۱۹
۲۳۳	۳۲	۴۲۰
۲۳۴	۱۷۵	۴۲۱
۲۳۵	۱۸۷	۴۲۳
۲۳۶	۱۸۸	۴۲۴
۲۳۷	۲۰۴	۴۲۵

فہرست سورۃ الانفال

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۰	سورۃ انفال سے متعلق	۴۲۶
۲۳۸	۱	۴۲۶
۲۳۹	۹-۱۰	۴۲۹
۲۴۰	۱۸	۴۳۰
۲۴۱	۱۹	۴۳۳
۲۴۲	۲۱	۴۳۴
۲۴۳	۲۲	۴۳۵
۲۴۴	۲۵	۴۳۵
۲۴۵	۲۶	۴۳۷
۲۴۶	۲۷	۴۳۷
۲۴۷	۳۲	۴۳۹
۲۴۸	۳۳	۴۳۹
۲۴۹	۳۵	۳۴۰
۲۵۰	۳۶	۳۴۰
۲۵۱	۳۸	۴۴۱
۲۵۲	۵۵	۴۴۲
۲۵۳	۶۷	۴۴۲
۲۵۴	۶۸	۴۴۵
۲۵۵	۶۹	۴۴۵
۲۵۶	۷۰	۴۴۶

فہرست سورۃ التوبہ

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
•	سورت سے متعلق	۴۴۹
۲۵۷	۱۲	۴۵۱
۲۵۸	۱۷-۱۸	۴۵۶
۲۵۹	۱۹-۲۱-۲۲	۴۵۷
۲۶۰	۲۳	۴۶۰
۲۶۱	۲۴	۴۶۲
۲۶۲	۳۴	۴۶۳
۲۶۳	۳۶	۴۶۶
۲۶۴	۳۸	۴۶۸
۲۶۵	۳۹	۴۷۵
۲۶۶	۴۱	۴۷۶
۲۶۷	۴۹	۴۷۷
۲۶۸	۵۳	۴۷۸
۲۶۹	۵۸	۴۷۹
۲۷۰	۶۱	۴۸۱
۲۷۱	۶۴	۴۸۲
۲۷۲	۶۵-۶۶	۴۸۳
۲۷۳	۷۵	۴۸۵
۲۷۴	۷۹	۴۸۷
۲۷۵	۸۰	۴۹۱

نمبر شمار	نمبر آیات	صفحہ
۲۷۶	۸۴	۴۹۳
۲۷۷	۸۴	۴۹۴
۲۷۸	۹۲	۴۹۵
۲۷۹	۹۷	۴۹۶
۲۸۰	۱۰۱	۴۹۶
۲۸۱	۱۰۲	۴۹۷
۲۸۲	۱۰۶	۵۰۰
۲۸۳	۱۰۷	۵۰۱
۲۸۴	۱۱۱	۵۰۴
۲۸۵	۱۱۳-۱۱۴	۵۰۶
۲۸۶	۱۱۵-۱۱۶	۵۰۹
۲۸۷	۱۲۲	۵۱۰

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

کائنات انسانیت کے اس محسن عظیم کے نام

جنہوں نے ''نزول وحی، اور باری تعالیٰ سے ہمکلامی'' کے ذریعہ چشم زدن میں تہذیب وتمدن، اور انسانیت وآدمیت سے کوسوں دور --- وحشی زندگی بسر کرنے والے، خالق ومالک کی عبادت کے بجائے سیکڑوں معبودان باطلہ کی پرستش کرنے والے --- کے مردہ دلوں میں خدا شناسی، محبت رسول، ایثار وقربانی، ریاضت ومجاہدہ، اور آہ نیم شبی، انابت الی اللہ اور تعلق مع اللہ اخلاص واختصاص، حمیت ایمانی، اور حمیت دینی، غیرت وخودداری، استغناء وتوکل، زہد وقناعت اور جفاکشی، صداقت وسچائی، حق گوئی وبیباکی، صبر وشکر، استقلال وثابت قدمی کے ایسے نقوش ثبت کر دیئے کہ جن سے ہر فرد جو کبھی اپنی منزل سے ناآشنا تھے اب نسل انسانی کے راہ رو، اور گوہر شب تاب اور پوری انسانیت کے مقتداء اور مہتدی ہیں۔

یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں قرآن نے ''رضی اللہ عنہم'' کے معزز خطاب سے نوازا۔ اور زبان رسول نے ''نجوم تاباں'' سے۔

فقط

اخلاق الرحمن قاسمی

مدرسہ چشمۂ فیض ملل مدھوبنی بہار

۲۱ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

میری فراغت ۱۹۹۲ء میں ایشیا اور برصغیر کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے ہوئی۔اس سے قبل مظاہر علوم میں تقسیم سے پہلے شرح جامی اور مختصر المعانی کی تعلیم حاصل کی۔

فراغت کے بعد متصلاً مہاراشٹر کے صنعتی شہر بھیونڈی میں مدرسہ مفتاح العلوم ہندوستانی مسجد میں تدریسی فرائض انجام دینے میں مشغول رہا۔

وہاں درجۂ چہارم کی کتابیں سلم کنز وغیرہ میرے سپرد رہیں، اور تفسیر بھی، تفسیر پڑھانے کے دوران شان نزول بتلانے کی بھی ضرورت پڑتی رہی۔ خیال پیدا ہوا کہ صرف شان نزول اور اسباب النزول کی آیات کو جمع کرلیا جائے تو کیا اچھا ہوگا۔ چنانچہ اس موضوع پر کام شروع کیا ۱۹۹۵ء میں کام مکمل ہوگیا۔ اور تقریبا آٹھ سو صفحات پر مکمل کتاب "معارف النزول فی اسباب النزول" تیار ہوگئی۔

لیکن مکمل طور پر ایجاز واطناب سے پاک نہ تھی، اسے تہذیب اور تراشنے کی ضرورت تھی۔ اس درمیان میں دوبارہ مزید کوشش کا ارادہ ہی ہوتا رہا۔ اور زمانے کے حالات کے تغیرات کچھ اس سلسلہ میں زیادہ مخل بنے رہے۔

کافی عرصہ کے بعد اپنے وطن کے ایک مدرسہ میں تدریسی خدمت کیلئے بلالیا گیا۔ جو فاربس گنج ضلع ارریا بہار میں شہر سے متصل ہے۔

یہاں کے حالات بھی ہمارے لئے سازگار نہ ہوسکے اسکے بعد جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں تدریسی خدمت کیلئے جانا ہوا۔ مگر وہاں رہنا بھی مقدر میں نہ تھا۔

سوچا کہ حیدرآباد ایک علمی سرزمین ہے۔ اور اہل علم وہاں رہتے ہیں۔ جامعہ سے رخصت سفر باندھا اور پٹنہ آیا۔ روانہ ہونا چاہ ہی رہا تھا کہ مدرسہ چشمہ فیض ململ کے ناظم اعلیٰ جناب حضرت مولانا وصی احمد صدیقی قاسمی صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جو مجھے ولی صفت اور صاحب نسبت بزرگ معلوم ہوئے۔ حضرت

موصوف کے ہر لفظ سے اخلاص وللّٰہیت کی خوشبو آرہی تھی۔ خوبصورت، وجیہ، بارعب اور بارونق چہرہ، دردمند، فکرمند دل بیدار مغز اور بہت سارے محاسن وکمالات سے متصف بزرگ نے اپنے مدرسہ میں تدریسی خدمت انجام دینے کی فرمائش کی۔ بزرگ کی باتوں کو ماننے ہی میں کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اسلئے حسب ارشاد اس خدمت کو قبول کرلیا۔ میں حضرت موصوف کا اعماق قلب اور دل کی گہرائیوں سے شکرگذار ہوں کہ انہوں نے دین کی خدمت کرنے کا مزید موقع فراہم کیا۔

چنانچہ فی الحال مدرسہ چشمۂ فیضململ میں تدریسی خدمات انجام دے رہا ہوں۔ ہدایہ مشکوٰۃ شریف ریاض الصالحین اور دوسری جماعتوں کی کتابیں میرے سپرد ہیں اور تفسیر بھی۔

ارادہ ہوا کہ بھولا ہوا سبق یاد کیا جائے۔ چنانچہ میں نے کام معارف النزول کا ازسرنو شروع کیا۔ پہلے سے زیادہ مرتب حوالجات سے مزین واضح اور صاف اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ اوّل حصہ مقدمہ سورۂ فاتحہ تا سورۂ توبہ کے سبب نزول سے متعلق آیات پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ سورۂ یونس تا سورۂ ناس کے سبب نزول سے متعلق ہے۔ اس میں ہماری کوشش کہاں تک کامیاب ہے وہ تو ناظرین کے فیصلہ پر ہے۔ عبارت میں کہیں سُقم اور کمزوری نظر آئے تو میری کوتاہی سمجھی جائے گی۔ اور اطلاع فرمائیں تاکہ دوبارہ اسکی تصحیح کی جاسکے۔

آیت کے سلسلہ میں جو سبب نزول ہے اس میں تفصیل یہ ہے کہ کبھی مآخذ کے بعض کتابوں میں سبب نزول مختصراً اور کبھی تفصیل کبھی آیت سے متعلق مختلف سبب نزول بعض ماخذوں میں ذکر کیا جاتا ہے اور بعض ماخذوں میں اسی آیت سے متعلق ایک سبب نزول بیان کیا جاتا ہے۔

ہر ایک ماخذ ومراجع ذکر کرنے کے بعد جن ماخذوں میں چند سبب نزول بیان کئے گئے ہیں صفحہ نمبر اور جلد نمبر ذکر کرنے کے بعد تفصیلاً لکھ دیا گیا ہے۔ اور جن مآخذوں میں صرف ایک ہے مگر وہ مختصر ہے تو صفحہ اور جلد نمبر دینے کے بعد مختصراً، بعضاً لکھ دیا گیا ہے۔ کبھی کسی مآخذ میں -- نزلت -- یا -- انزل -- کا لفظ نہیں ہوتا ہے لیکن مضمون نزول کے سبب کو بتلا رہا ہوتا ہے تو صفحہ اور جلد نمبر کے بعد مضموناً یا معناً کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

بعض مقام پر واضح کر دیا گیا ہے کہ فلاں کتاب میں اس قدر شان نزول ہیں اور فلاں کتاب میں اس قدر، اور فلاں کتاب میں ایک یا چند ہیں۔

تفسیر کی کتاب میں بہت سارے مواقع پر اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اور سبب نزول غزوات وواقعات سے متعلق ہوتا ہے تو اس بارے میں واضح طور پر تفصیل کتب سیر اور مغازی سے کر دی گئی ہے۔ اور حوالے دے دیئے گئے ہیں۔ کبھی ایک ہی واقعہ معمولی تبدیلی کے ساتھ چند آیات کے نزول کا سبب ہوتا ہے۔ ہر ایک مقام پر واقعہ کو دہرا دیا گیا ہے جس ماٴ خذ سے جس قدر مضمون لیا گیا ہے اس کی صراحت کر دی گئی ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اتنی باتیں یہاں ہیں اور وہاں۔

چند مقامات پر مراجع میں بیان کردہ تفصیلات سے راقم الحروف نے اختلاف کیا ہے اور استشہاد دوسری روایت ہے یا عقل اور فکر معنوی۔

جہاں چند سبب نزول آیات سے متعلق ذکر کئے گئے ہیں تو وہاں دفع تعارض کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ اکثر سبب نزول کم از کم پانچ ماٴ خذ کے حوالوں سے پیش کیا گیا ہے کسی آیت میں نو دس کتابوں کے حوالے نقل کئے گئے ہیں اور کسی مقام پر اس سے زائد پندرہ کتابوں کے حوالے درج کر دیئے گئے ہیں۔ ایسا اس وجہ کیا گیا ہے کہ اگر کوئی طالب تحقیق --تحقیق کرنا چاہیں اور ممکن ہے انکے پاس سارے ماٴ خذ نہ ہوں تو مذکورہ ماٴ خذوں میں سے جو بھی موجود ہو۔ اس سے تحقیق کرنا ان کیلئے آسان ثابت ہو۔

بعض آیات کے تحت سبب نزول ذکر کرنے کے بعد (ف) کا نشان یا فائدہ کا لفظ لکھنے کے بعد مفید اور ضروری وضاحت جو نزول کے سبب سے کسی نہ کسی درجہ تعلق رکھتی ہے لکھدی گئی ہے اور حوالہ بھی۔

اخیر میں اپنے ان عزیزوں اور شاگردوں کا شکریہ لازم سمجھتا ہوں جس نے کتاب مذکور کے مضامین کو نقل کرنے میں بے پناہ قربانیاں پیش کی ہیں اور اپنے قلم کو رواں دواں رکھا۔ خصوصاً عالیہ اولی سے محمد ابراہیم خلیلی کمیوی، اور اسعد اللہ در بھنگوی اور ثانویہ رابعہ سے نور السلام بن عبد السلام جماپور در بھنگوی کے اسماء سرفہرست ہیں ان کے علاوہ دوسرے

طلبہ نے بھی کسی نہ کسی حد تک معاونت کی ہے۔ ہر ایک کا شکر گذار ہوں۔ اسکے ساتھ ہی مدرسہ چشمہ فیض کے مؤقر استاذ جناب مولانا معین احمد صاحب ندوی صدر مدرس مدرسہ ہذا کا بے حد ممنون اور شاکر ہوں کہ جس وقت جن کتابوں اور مأخذوں کی ضرورت پڑی ان کتابوں کے دینے میں ذرا بھی تأمل نہیں کیا۔ اور ہر طرح کی سہولت بہم پہنچاتے رہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں پر مخدومی ومکرمی جناب حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کا ذکر میرے لئے قابل شکر ہی نہیں بلکہ قابل فخر بھی ہے کہ مخدوم مکرم نے میری اس تالیف کو طبع کراکر میرے حوصلے کو بلند سے بلند تر کردیا ورنہ اس حوصلہ شکن دور میں کس کو کیا پڑی ہے۔ خدا پاک حضرت موصوف کا سایہ تادیر قائم رکھے اور ہمیں خوب سے خوب استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

چلتے چلتے ناظرین سے التماس ہے کہ اس ناکارہ اور غریق فی بحر الذنوب کو بھی اپنے مخصوص دعاؤں میں یاد رکھیں ساتھ ہی یہ اعتراف ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ کے فضل وکرم سے ہوا، ورنہ مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے۔ ؎

میری طلب کسی کے کرم کا صدقہ ہے قدم خود اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر آدمی کسی کام کو درجہ تکمیل تک پہونچائے اور اپنی سعی وکوشش کو تکمیل مقصد کا باعث قرار دے تو یہ کبر وفخر ہے۔ لیکن اگر وہ ہر نعمت کو منجانب اللہ سمجھے اور اسے اپنی درماندگی اور بیچارگی کا پوری طرح احساس ہو تو کبر نہیں بلکہ شکر ہے۔ مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا ❁ ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا کرم سے تیرے ❁ جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

فقط

اخلاق الرحمٰن قاسمی

خادم مدرسہ چشمۂ فیض ململ مدھوبنی، بہار

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تقریظ

مبسلاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

فاضل نوجوان عزیزم مولوی اخلاق الرحمن قاسمی مدرس مدرسہ چشمہ فیضململ ضلع مدھوبنی مظاہر علوم وقف سہارنپور کے ابنائے قدیم میں سے ہیں جو چند سالوں سے درس وتدریس تعلیم وتعلم کے بابرکت مشغلہ میں مصروف عمل ہیں، اللہ پاک نے عزیز موصوف کو تصنیفی وتالیفی ذوق بھی عطاء کیا ہے جس کے نتیجہ میں انہوں نے چھوٹے بڑے رسائل تصنیف کئے ہیں اس وقت ایک اہم موضوع پر ایک نئی کتاب ''معارف النزول'' کے نام سے تالیف کی ہے جس میں (اسباب النزول للواحدی، اور الدالمنشور للسیوطی زادالمسیر للجوزی، اور علامہ سید محمود آلوسی کی مشہور ومعروف کتاب روح المعانی اور دیگر کتب تفسیر سے مدلل ہے، یہ سب کتابیں جن علماء کرام اور مشائخ عظام کی طرف منسوب ہیں ان کی برگزیدہ ہستیاں ہر زمانے میں مسلم الثبوت رہی ہیں۔

اس لئے ''معارف النزول'' کے اعتماد واستناد کیلئے ان قابل قدر شخصیات کے اسماء گرامی ہی کافی ضمانت ہیں۔

میں نے پیش نظر مجموعہ ''معارف النزول'' کے بعض عنوانین ومضامین کو طائرانہ نظر سے دیکھا ہے جس کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ اس رسالہ میں موضوع سے متعلق کافی مواد جمع ہوگیا ہے جو عزیزم مولف سلمہ کی محنت وکاوش کا نتیجہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ مؤلف کی اس سعی کو مقبول ومبرور فرمائے اور اس مجموعہ کو قبول عالم سے نوازے۔ فقط

حضرت مولانا ومفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ
ناظم اعلیٰ مظاہر علوم وقف سہارنپور (یوپی)
۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ مطابق ۶/ جولائی ۲۰۰۰ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

قرآن حکیم کے پڑھنے وسمجھنے کیلئے مختلف علوم کی ضرورت پڑتی ہے، منجملہ علوم میں سے اسباب نزول بھی ہے، قرآن حکیم کے سمجھنے کیلئے اس علم سے واقفیت انتہائی ضروری ہے علماء متقدمین کی توجہ اس علم کی طرف رہی ہے اور اس علم میں علامہ واحدی کی ''اسباب النزول'' اور علامہ سیوطی کی ''لباب النقول فی اسباب النزول'' وغیرہ کتب ملتے ہیں مگر آج کل سہل پسندی کا دور ہے، علماء وطلبہ کیلئے مکمل استفادہ دشوار تھا اسلئے ضرورت تھی کہ اس علم کی کوئی کتاب اردو میں ہو، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے محترم مولانا اخلاق الرحمن قاسمی کو انہوں نے اسکی ضرورت واہمیت کے پیش نظر ان ہی ذخائر وکتب سے اخذ کر کے اردو میں ''معارف النزول'' کی ترتیب وتالیف فرمائی ہے، موصوف کے نوک قلم سے متعدد رسائل وکتب نکل چکی ہیں بندہ نے ''معارف الزول'' کے بعض مقامات کو پڑھا الحمدللہ کافی مواد جمع کر دیا گیا ہے البتہ بعض مقامات پر تعبیر کی اصلاح کا مشورہ عرض کیا جسکو فاضل مؤلف نے بخوشی قبول فرمایا کتاب کی زبان سلیس ومربوط ہے، اگر ایک آیت کے متعدد اسباب نزول ہیں تو انکو فاضل مولف نے نقل فرما کر انکے مابین تطبیق فرمائی ہے، یا رفع تعارض فرما کر منقح کیا ہے یا وجہ ترجیح لکھی ہے۔ ان خصوصیات کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے فن ونوعیت کے اعتبار سے اردو میں پہلی کتاب ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسکو قبول عام وتام فرمائے اور خلائق کیلئے نفع عام فرمائے اور مؤلف کیلئے ذخیرۂ آخرت ونجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین) فقط

(مولانا) نذر توحید مظاہری
مہتمم جامعہ رشید العلوم چترا ہزاری باغ (بہار)
۴/ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ مطابق ۷/ جولائی ۲۰۰۰ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

عزیزی المؤقر مولوی اخلاق الرحمن قاسمی استاذ مدرسہ چشمہ فیض ململ مدھوبنی بہار۔ ایک باصلاحیت نوجوان فاضل ہیں، اور درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں، عزیز موصوف نے بہت سارے تحقیقی اور فقہی مقالات بھی لکھے ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ''معارف النزول فی اسباب النزول'' بھی ہے، جس میں عزیز موصوف نے ان تمام آیات قرآنیہ کو جمع کر دیا ہے، جو کسی نہ کسی پس منظر کے تئیں نازل ہوئی ہیں، اسی کیساتھ جن مستند اور معتبر کتب تفسیر سے سبب نزول، اور شان نزول کو نقل کیا ہے ان تمام کتابوں کے حوالے جلد اور صفحے کیساتھ درج ہیں۔

ان تمام خصوصیات کے ساتھ ساتھ متعارض روایت جو سبب نزول سے متعلق ہیں ان میں تطبیق، یا قوت دلیل کی بنیاد پر ترجیح دینے کی ممکنہ کوشش کی ہے۔

اردو زبان میں خالص ''شان نزول'' اور ''سبب نزول'' سے متعلق کوئی کتاب نہ تھی، جبکہ بہت سارے قرآنی نصوص، بغیر ''سبب نزول'' کی معرفت کے ---نہیں سمجھے جاسکتے، اللہ عزیز موصوف کو جزائے خیر دے کہ اس خلاء کو پر کرنے کی ممکنہ سعی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ عزیز موصوف کی اس کاوش کو قبول عام عطاء فرمائے۔ اور مزید کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ فقط

جمیل احمد سکروڈوی

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مقدّمہ

معارف النزول

فی اسباب النزول

تالیف

اخلاق الرحمٰن قاسمی

خادم التدریس مدرسہ چشمۂ فیض ململ، مدھوبنی (بہار) الہند

۲۹؍جون ۲۰۰۰ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فن اسباب النزول میں تالیفات

سبب نزول اور شان نزول میں سب سے پہلی تالیف شیخ مدینی امام بخاری کے استاذ کی ہے، اور اس بارے میں زیادہ مشہور تالیف علامہ واحدی متوفی ۴۶۸ھ کی ہے، اور سبب نزول کو سند کیساتھ بیان کیا ہے، اس سلسلہ میں تیسری تالیف جعبری کی ہے انہوں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا ہے۔ بلکہ علامہ واحدی نیشاپوری نے اسباب نزول کو جن اسناد کیساتھ بیان کیا ہے انہوں نے سندوں کو حذف کردیا ہے، اور متن حدیث کو ذکر کردیا ہے۔ اس بارے میں چوتھی تصنیف ابوالفضل ابن حجرؒ کی ہے۔ لیکن حالات کے انقلاب نے انکے مسودہ کیلئے ضیاع کے اسباب پیدا کردیئے، اور منصۂ شہود پر نہ آسکی۔ اس سلسلہ میں پانچویں کتاب علامہ سیوطی کی ''لباب النقول فی اسباب النزول'' ہے، علامہ سیوطی اپنی اس کتاب کی اہمیت و مرتبت پر خود ہی تبصرہ کرتے ہیں۔

وقد ألفت فيه كتابا حافلا موجزًا۔ محرّرًا لم يؤلف مثله في هذ النوع. سميته "لباب" النقول في "اسباب النزول" (الاتقان ص ۸۳ ج۱)

کہ میں نے فن سبب نزول میں ایسی وقیع اور بے مثال تالیف کی ہے کہ ایسی تالیف کسی نے نہیں کی، اور میں نے اسکا نام ''لباب النقول فی اسباب النزول'' رکھا۔

نزول کی اقسام اور سبب نزول کی اہمیت!

قرآن کریم کی آیتیں دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ آیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی سبب کے نازل فرمائیں، یعنی کوئی خاص واقعہ یا کسی کا کوئی سوال وغیرہ ان کے نزول کا سبب نہیں بنا، دوسری آیات وہ ہیں کہ جنکا نزول کسی خاص واقعہ کی وجہ سے یا کسی سوال کے جواب میں ہوا، جسے اُن آیتوں کا پس منظر کہنا چاہیئے۔ یہ پس منظر مفسرین کی اصطلاح

میں ’’سبب نزول‘‘ یا ’’شان نزول‘‘ کہلاتا ہے۔ (اتقان ص ۸۳ ج ۱)

قرآن کریم کی تفسیر میں ’’شان نزول‘‘ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ بہت سی آیتوں کا مفہوم اس وقت تک صحیح طور سے سمجھ میں نہیں آ سکتا جب تک ان کا شان نزول معلوم نہ ہو۔ [۱]

وحی اور اسکی حقیقت

نزول قرآن کا واحد ذریعہ وحی ہے، اس لئے سب سے پہلے وحی کے بارے میں چند ضروری باتیں سمجھ لینی چاہئے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں آزمائش کے لئے بھیجا ہے۔ اور اس کے ذمہ کچھ فرائض عائد کر کے پوری کائنات کو اس کی خدمت میں لگا دیا ہے، لہذا دنیا میں آنے کے بعد انسان کیلئے دو کام ناگزیر ہیں، ایک یہ کہ وہ اس کائنات سے اور اس میں پیدا کی ہوئی اشیاء سے ٹھیک کام لے، اور دوسرے یہ کہ اس کائنات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو مد نظر رکھے، اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔

ان دونوں کاموں کیلئے انسان کو ’’علم‘‘ کی ضرورت ہے، اسلئے کہ جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اسکی کون سی چیز میں کیا خواص ہیں؟ ان سے کسطرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؟ اسوقت تک وہ دنیا کی کوئی بھی چیز اپنے فائدے کے لئے استعمال نہیں کرسکتا، نیز جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟ وہ کون سے کاموں کو پسند اور کن کو ناپسند فرماتا ہے؟ اسوقت تک اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ تین چیزیں ایسی پیدا کی ہیں کہ جسکے ذریعہ اسے مذکورہ باتوں کا علم حاصل ہوتا رہے، ایک انسان کے حواس، یعنی آنکھ، کان، زبان، ناک اور لمس، دوسرے عقل اور تیسرے وحی، چنانچہ انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں، بہت سی عقل کے ذریعہ اور جو باتیں ان دونوں

---

[۱] اتقان للسیوطی ص: ۸۴ ج ۱ / اسباب النزول واحدی ص ۴ / ومقدمہ معارف القرآن للمفتی شفیع احمد دیوبندی مفتی اعظم پاکستان

ذرائع سے معلوم نہیں ہوسکتیں ان کا علم وحی کے ذریعہ عطا کیا جاتا ہے۔

علم کے ان تینوں ذرائع میں ترتیب کچھ ایسی ہے کہ ہر ایک کی ایک خاص حد اور مخصوص دائرہ کار ہے، جس کے آگے وہ کام نہیں دیتا، چنانچہ جو چیزیں انسان کو اپنے حواس سے معلوم ہوجاتی ہیں، ان کا علم خالص عقل سے نہیں ہوسکتا، مثلاً ایک دیوار کو آنکھ سے دیکھ کر آپ کو یہ علم ہوجاتا ہے، کہ اسکا رنگ سفید ہے، لیکن اگر آپ اپنی آنکھوں کو بند کر کے صرف عقل کی رو سے اس دیوار کا رنگ معلوم کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے، اسیطرح جن چیزوں کا علم عقل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ صرف حواس سے معلوم نہیں ہوسکتیں، مثلاً عالم کی تخلیقات کو دیکھ کر باری تعالیٰ کے وجود کا علم خالص عقل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ جب معمولی اشیاء کا وجود بغیر صانع کے نہیں ہوسکتا تو اتنی بڑی دنیا کا وجود بغیر صانع کیوں کر ہوسکتا ہے۔

غرض جہاں تک حواس خمسہ کام دیتے ہیں وہاں تک عقل کوئی رہنمائی نہیں کرتی، اور جہاں حواس خمسہ جواب دیتے ہیں وہیں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے، لیکن اس عقل کی رہنمائی بھی غیر محدود نہیں ہے، یہ بھی ایک حد پر جا کر رک جاتی ہے اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا علم نہ حواس کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے اور نہ عقل کے ذریعہ، مثلاً مطلقاً دیوار کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اسکو کس طرح استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی اور کس طرح استعمال کرنے سے ناراض ہوگا، یہ نہ حواس کے ذریعہ سے ممکن ہے نہ عقل کے ذریعہ، اس قسم کے سوالات کا جواب انسان کو دینے کے لئے جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے یعنی اسے اپنا پیغمبر قرار دیدیتا ہے، اور اسپر اپنا کلام نازل فرماتا ہے، اسی کلام کو ''وحی'' کہا جاتا ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ وحی انسان کے لئے وہ اعلیٰ ترین ذریعہ ہے جو اسے اسکی زندگی سے متعلق ان سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے، جو عقل اور حواس کے ذریعہ حل نہیں ہوسکتے، لیکن ان کا علم حاصل کرنا اسکے لئے ضروری ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لئے کافی نہیں بلکہ اسکی ہدایت کے لئے وحی الٰہی ایک ناگزیر ضرورت ہے، اور چونکہ بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اس جگہ آتی ہے جہاں

عقل کا کام نہیں دیتی، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہو ہی جائے، بلکہ جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں بلکہ حواس کا کام ہے، اسی طرح بہت سے دینی عقائد کا علم عطا کرنا بھی عقل کے بجائے وحی کا منصب ہے، اور ان کے ادراک کے لئے خالص عقل پر بھروسہ کرنا درست نہیں۔

جو شخص (معاذ اللہ) خدا کے وجود ہی کا قائل نہ ہو، اس سے تو وحی کے مسئلے پر بات کرنا بالکل بے سود ہے، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود اور اسکی قدرت کاملہ پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے وحی کی عقلی ضرورت، اس کے امکان اور حقیقی وجود کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں، اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کائنات ایک قادر مطلق نے پیدا کی ہے، وہی اس کے مربوط اور مستحکم نظام کو اپنی حکمت بالغہ سے چلا رہا ہے اور اسی نے انسان کو کسی خاص مقصد کے تحت یہاں بھیجا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اسنے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے بالکل اندھیرے میں چھوڑ دیا ہو، اور اسے یہ تک نہ بتایا ہو کہ وہ کیوں اس دنیا میں آیا ہے؟ یہاں اسکے ذمہ کیا فرائض ہیں؟ اسکی منزل مقصود کیا ہے؟ اور وہ کسطرح اپنے مقصد زندگی کو حاصل کرسکتا ہے کیا کوئی شخص جس کے ہوش وحواس سلامت ہو ایسا کرسکتا ہے کہ اپنے کسی نوکر کو ایک خاص مقصد کے تحت کسی سفر پر بھیجدے، اور اسے نہ چلتے وقت سفر کا مقصد بتائے، اور نہ بعد میں کسی پیغام کے ذریعہ اس پر یہ واضح کرے کہ اسے کس کام کے لئے بھیجا گیا ہے؟ اور سفر کے دوران اسکی ڈیوٹی کیا ہوگی؟ جب ایک معمولی عقل کا انسان بھی ایسی حرکت نہیں کرسکتا تو آخر اس خداوند قدوس کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جاسکتا ہے جسکی حکمت بالغہ سے کائنات کا یہ سارا نظام چل رہا ہے؟ یہ آخر اس سے کیسے ممکن ہے کہ جس ذات نے چاند، سورج، آسمان، زمین، ستاروں کا ایسا محیر العقول نظام پیدا کیا ہو وہ اپنے بندوں تک پیغام رسانی کا کوئی ایسا انتظام بھی نہ کرسکے جسکے ذریعہ انسانوں کو ان کے مقصد زندگی سے متعلق ہدایات دی جاسکیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر ایمان ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اسنے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کی رہنمائی کے لئے باقاعدہ نظام ضرور بنایا ہے، بس رہنمائی کے اسی باقاعدہ نظام کا نام وحی

ورسالت ہے۔

اس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ وحی محض ایک دینی عقائد ہی نہیں بلکہ ایک عقلی ضرورت ہے، جسکا انکار درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا انکار ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نزول وحی کے طریقے

وحی ورسالت کا یہ مقدس سلسلہ سرکار دوعالم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم ہوگیا، اب کسی انسان پر نہ وحی نازل ہوگی اور نہ اسکی ضرورت ہے آنحضرتؐ پر مختلف طریقے سے وحی نازل ہوتی تھی، صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حارث بن ہشامؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ آپؐ پر وحی کسطرح آتی ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے، اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو جو کچھ اس آواز نے کہا ہوتا ہے، مجھے یاد ہوچکا ہوتا ہے، اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے۔ (صحیح بخاری ص ۱/۲)

اس حدیث میں آپ نے وحی کی آواز کو گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دی ہے، شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک تو وحی کی آواز گھنٹی کی طرح مسلسل ہوتی ہے اور بیچ میں ٹوٹتی نہیں، دوسرے گھنٹی جب مسلسل بجتی ہے تو عموماً سننے والے کو اسکی آواز کی سمت متعین کرنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ اسکی آواز ہر جہت سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور کلام الٰہی کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ اسکی کوئی ایک سمت نہیں ہوتی، بلکہ ہر جہت سے آواز سنائی دیتی ہے، اس کیفیت کا صحیح ادراک تو بغیر مشاہدہ کے ممکن نہیں لیکن اس بات کو عام ذہنوں سے قریب کرنے کے لئے آپؐ نے اسے گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دے دی ہے۔

(فیض الباری ص: ۱۹/۲۰ ج: ۱)

جب اس طریقے سے آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا، حضرت عائشہؓ اسی حدیث کے آخر میں فرماتی ہیں کہ میں نے سخت جاڑوں کے دن میں آپؐ پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھی ہے، ایسی سردی میں بھی جب وحی کا سلسلہ ختم ہوتا تو آپؐ کی مبارک پیشانی پسینہ سے شرابور ہوچکی ہوتی تھی، ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ بیان

فرماتی ہیں کہ جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ کی سانس رکنے لگتی چہرۂ انور متغیر ہوکر کھجور کی شاخ کی طرح زرد پڑ جاتا، سامنے کے دانت سردی سے کپکپانے لگتے، اور آپؐ کو اتنا پسینہ آتا کہ اسکے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ (الاتقان ص ۱/ ۴۶)

وحی کی اس کیفیت میں بعض اوقات اتنی شدت پیدا ہوجاتی کہ آپ جس جانور پر اس وقت سوار ہوتے وہ آپؐ کے بوجھ سے دب کر بیٹھ جاتا، اور ایک مرتبہ آپؐ کا سر اقدس حضرت زید بن ثابتؓ کے زانو پر رکھا ہوا تھا کہ اسی حالت میں وحی نازل ہونی شروع ہوگئی، اس سے حضرت زید کی ران پر اتنا بوجھ پڑا کہ وہ ٹوٹنے لگی۔ (زاد المعاد ص ۱/ ۱۸/ ۱۹)

بعض اوقات اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دوسروں کو بھی محسوس ہوتی تھی، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔ (تبویب سند احمد کتاب السیرۃ النبویہ ص ۲۱۲ ج: ۲۰)

وحی کی دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپؐ کے پاس آکر اللہ کا پیغام پہونچا دیتا تھا، ایسے موقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی رسول حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے البتہ بعض اوقات کسی دوسری صورت میں بھی تشریف لائے ہیں، بہرکیف! جب حضرت جبرئیلؑ انسانی شکل میں آتے تو نزول وحی کی یہ صورت آنحضرتؐ کے لئے سب سے آسان ہوتی تھی۔ (الاتقان ۱/ ۴۶)

وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام کسی انسان کی شکل اختیار کئے بغیر اپنی اصلی صورت میں دکھائی دیتے تھے، لیکن ایسا آپؐ کی تمام عمر میں صرف تین مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ اسوقت جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی، دوسری مرتبہ معراج میں اور تیسری مرتبہ نبوت کے بالکل ابتدائی زمانے میں، مکہ مکرمہ کے مقام اجیاد پر، پہلے دو واقعات تو صحیح سند سے ثابت ہیں، البتہ یہ آخری واقعہ سنداً کمزور ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۱۸، ۱۹)

چوتھی صورت براہ راست اور بلا واسطہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہمکلامی کی ہے، یہ شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری کی حالت میں صرف ایک بار، یعنی معراج کے وقت حاصل

ہوا ہے، البتہ ایک مرتبہ خواب میں بھی آپؐ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے ہیں۔ (الاتقان ۱/۴۶)

وحی کی پانچویں صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی بھی صورت میں سامنے آئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک میں کوئی بات القاء فرما دیتے تھے، اسے اصطلاح میں **"نفث فی الروع"** کہتے ہیں۔ (ایضاً)

تاریخ نزول قرآن شریف

قرآن کریم دراصل کلام الٰہی ہے، اس لئے ازل سے لوح محفوظ میں موجود ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے: **بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾** (بلکہ یہ قرآن مجید ہے، لوح محفوظ میں)

پھر لوح محفوظ سے اسکا نزول دو مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ یہ پورے کا پورا آسمان دنیا کے بیت عزت میں نازل کر دیا گیا تھا۔ بیتِ عزت (جسے البیت المعمور) بھی کہتے ہیں، کعبۃ اللہ کے محاذات میں آسمان پر فرشتوں کی عبادت گاہ ہے، یہ نزول لیلۃ القدر میں ہوا تھا، پھر دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت نازل کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ تئیس ۲۳ رسال میں اسکی تکمیل ہوئی، نزول قرآن کی یہ دو صورتیں خود قرآن کریم کے انداز بیان سے بھی واضح ہیں، اسکے علاوہ نسائی، بیہقی، اور حاکم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں جنکا خلاصہ یہی ہے کہ قرآن کریم کا پہلا نزول یکبارگی آسمانِ دنیا پر ہوا، اور دوسرا نزول بتدریج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (اتقان ص: ۴۱ ج: ۱) قرآن کریم کو پہلی مرتبہ آسمان دنیا پر نازل کرنے کی حکمت امام ابوشامہؒ نے یہ بیان کی ہے کہ اس سے قرآن کریم کی رفعت شان کو ظاہر کرنا مقصود تھا اور ملائکہ کو یہ بات بتانی تھی کہ یہ اللہ کی آخری کتاب ہے، جو اہل زمین کی ہدایت کیلئے اتاری جانے والی ہے۔

شیخ زرقانیؒ نے یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ اسطرح دو مرتبہ اتارنے سے یہ بھی جتانا مقصود تھا کہ یہ کتاب ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کے علاوہ یہ دو جگہ اور بھی محفوظ ہے، ایک لوح محفوظ میں اور دوسرے بیت عزت میں۔ (مناہل العرفان ۱/۳۹) واللہ اعلم

اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ قرآن کریم کا دوسرا تدریجی نزول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا اسکا آغاز اسوقت ہوا جب آپکی عمر چالیس سال تھی، اس نزول کی ابتداء بھی صحیح قول کے مطابق لیلۃ القدر میں ہوئی ہے، اور یہی وہ تاریخ تھی جس کے چند سال بعد غزوۂ بدر پیش آیا، لیکن یہ رات رمضان کی کونسی تاریخ میں تھی؟ اس بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی، بعض روایات سے رمضان کی سترھویں ۱۷، اور بعض سے انیسویں ۱۹، اور بعض سے ستائیسویں ۲۷، شب معلوم ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن جریرؒ ۱۰/۷)

(مقدمہ معارف القرآن جلد اول)

اسباب النزول کا دارومدار۔روایت یا سماع

''اسباب النزول'' یا شان نزول کا دارومدار علماء کے اجتماعی رائے اور قیاس پر نہیں ہے، بلکہ علامہ واحدی نے اس بارے میں بڑی اچھی اور صاف بات کہی ہے کہ ''کسی کیلئے یہ امر جائز نہیں ہے کہ کتاب اللہ کی آیتوں کے نزول کے بارے میں اپنی رائے اور قیاس سے کچھ کہے، مگر روایت کی بنیاد پر اور ان لوگوں کے سماع پر اعتماد کرتے ہوئے، جنھوں نے ازخود مشکوٰۃ نبوت سے اسے حاصل کیا ہو---- کو بنیاد بنا کر کہنے کی اجازت ہے، اسلئے نزول قرآن کے اسباب وعلل اور پس منظر کو بہت احتیاط سے بیان کرنے کی ضرورت ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے جو بلا تامل شان نزول بیان کرتے رہتے ہیں۔ **اللھم احفظنامنه** (اسباب النزول ص: ۴ وایضافی الاتقان ۸۹ ج ۱)

علامہ واحدی کے الفاظ یہ ہیں:

لا یحل القول فی اسباب نزول الکتاب الابالروایة والسماع هن شاهدوا التنزل ووقفوا علی الاسباب۔وقد ورد الشرع بالوعید للجاهل ذی العثار فی هذا العلم بالنار ص ۴۔

''کہ کسی کیلئے اسباب النزول میں بلا کسی روایت اور صحیح خبر کے لب کشائی اور رائے زنی کرنا جائز اور درست نہیں، اور جو کوئی بغیر آگاہی اور واقفیت کے اپنے رائے اور قیاس کے ذریعہ سبب نزول کے بیان کا دروازہ کھولتا ہے، تو ایسے جاہل اجڈ کیلئے جہنم اور برا ٹھکانہ ہے''۔

سبب نزول کی آیت میں عموم

وہ آیت جو کسی خاص واقعہ کے تحت نازل ہوتی ہے آیا وہ آیت اسی واقعہ کے ساتھ رہتی ہے یا اسمیں عموم رہتا ہے، تو اس بارے میں صحیح ترین قول یہ ہیکہ آیت نزول کے اعتبار سے اور مورد کی وجہ سے اگرچہ خاص ہوتی ہے لیکن حکم میں عموم ہوتا ہے، مثلاً آیت ظہار اس کا نزول سلمہ بن صخر کے بارے میں ہے، اسی طرح آیت لعان کا نزول ہلال بن امیہ کے بارے میں ہے اور آیت حد قذف حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ اس بارے میں مکمل تفصیل آئندہ اپنی جگہ پر آرہی ہے، تو مذکورہ آیتوں کا نزول گرچہ خاص خاص لوگوں کے بارے میں ہوا ہے لیکن حکم ان تمام افراد کیلئے متعدی ہوگا، جو بھی اس طرح کے جرائم میں شریک ہوں گے، اور اس طرح کے جرائم کا ارتکاب کریں گے۔ (الاتقان ص ۸۶ ج ۱)

ایک آیت کے چند اسباب نزول

آئندہ آیتوں میں یہ بات بار بار پڑھنے اور دیکھنے میں آئے گی کہ حضرات مفسرین کبھی کبھی ایک آیت ہی کے مختلف سبب نزول ذکر کریں گے، اب ظاہر ہے کہ کوئی بھی آیت کسی خاص واقعہ یا کسی خاص فرد کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہوگی، لیکن سبب نزول دو یا تین اور متعدد ہونا یہ اس وجہ سے نہیں ہوتا ہے کہ ہر واقعہ سے متعلق وہی آیت جو ایک مرتبہ نازل ہو چکی ہے دوبارہ بھی نازل ہوئی ہو، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ایک راوی نے کسی بھی آیت کا جو سبب نزول ہوتا ہے اسے ذکر کردیا۔ دوسرا واقعہ اسی طرح کا اسی کے ہم شکل رونما ہو گیا، اس نے دیکھا کہ اس آیت میں اس واقعہ سے متعلق حکم موجود ہے تو اس نے کہد یا **ھذہ الآیۃ نزلت فی کذا**۔ (الاتقان ص ۹۱)

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک راوی نے آیت کا جو سبب نزول ہوتا ہے اسے بیان کیا لیکن دوسرے راوی کو اس بارے میں واقفیت نہیں ہے کہ یہ آیت پہلے کسی سبب کے تحت نازل ہو چکی ہے جب اسی قسم کا کوئی واقعہ پیش آیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوا، آپ نے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی، راوی نے یہ سمجھا کہ یہ آیت

اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی ہے، حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہوتا ہے۔

اس بارے میں ایک واضح مثال یہ ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات متفقہ طور پر "اِقْرَاْ" کی شروع کی پانچ آیات ہیں، لیکن حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلی آیت نزول کے اعتبار سے "سورۂ مدثر" ہے حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت جابرؓ نے اخیر قصہ کو سنا ہو--- اور اوّل قصہ کو نہ سنا ہو۔ اس لئے ان کو یہ وہم ہو گیا ہو کہ اوّل نازل ہونے والی آیت "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" ہے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ سورۂ "اِقْرَاْ" کی چند آیات کے نزول کے بعد۔ نزول کا سلسلہ رک گیا---- اور یہ سلسلہ تین سال تک رہا، اسے "فترت" کا زمانہ کہا جاتا ہے، اس طویل مدت کے بعد، سب سے پہلی آیت "یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ" نازل ہوئی، (اسباب النزول ص۶/۷) اس کی تائید حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علیؓ بن حسین کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو آئندہ۔ "سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت" کے عنوان کے تحت آرہی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعتاً ایک آیت کا سبب نزول متعدد اور مکرر ہو--- یعنی آیت کا نزول دو سبب یا اس سے زیادہ سبب کے پیش آجانے کے بعد ہوا ہو، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ--- حدیث شریف میں یہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ہلال بن امیہ نے شریک بن سحماء کو اپنی عورت کیساتھ ناروا حرکت کرتے دیکھا، دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی بیوی کے بارے میں جو کچھ کہنا تھا کہا-- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر واقعہ سچ ہے تو گواہ پیش کرو۔ ورنہ تہمت کے نتیجے میں قذف کا حکم جاری ہوگا، ہلال بن امیہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کوئی شخص اسے کبھی برداشت کر سکے گا کہ اپنی بیوی کو اس نازیبا اور ناروا حرکت کرتے ہوئے دیکھے پھر کوئی گواہ تلاش کرنے کیلئے نکلے اور گواہ کو لاکر دکھلائے تو کیا اسکی غیرت اسے گوارہ کریگی؟ حضرت ہلال نے مزید ہمت باندھ کر بصد احترام آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کیساتھ بھیجا ہے میں اپنے کلام میں سچا ہوں اور ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم نازل فرمائیں گے جو میری پیٹھ کو حد قذف کی سزا سے بری کردیگا یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ جبرئیل امین یہ آیات۔ جن میں لعان کا قانون ہے۔ لیکر نازل ہوئے۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ الآیة (سورۂ نور)

اس طرح کا دوسرا واقعہ امام بغوی نے بروایت ابن عباس اس طرح نقل فرمایا ہے کہ زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کرنے کے احکام جن آیات میں نازل ہوئے یعنی وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الآیۃ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ آیات لوگوں کو سنائیں مجمع میں عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے یہ کھڑے ہو گئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جان آپ پر قربان ہو، اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو کسی مرد کیساتھ مبتلا دیکھے، تو اگر وہ اپنے دیکھے ہوئے واقعہ کو بیان کرے، تو اس کو سو کوڑے لگائے جاویں گے، اور ہمیشہ کے لئے مردود شہادت کر دیا جاویگا، اور مسلمان اسکو فاسق کہا کریں گے، ایسی حالت میں ہم گواہ کہاں سے لائیں گے، اور اگر گواہوں کی تلاش میں نکلیں گے تو گواہ آنے تک تو مبتلاء بہ شخص مقام ابتلاء سے بھاگ چکا ہوگا۔

یہ سوال ایک جمعہ کے دن کیا گیا تھا اسکے بعد یہ قصہ پیش آیا کہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا ایک چچازاد بھائی عویمر رضی اللہ عنہ تھا جسکا نکاح بھی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی چچازاد بہن خولہ سے ہوا تھا، عویمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز دیکھا کہ ان کی بیوی خولہ شریک بن سحماء کیساتھ مبتلاء ہے اور شریک بن سحماء عاصم کا چچازاد بھائی تھا، عویمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا عاصم نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور اگلے روز جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھلے جمعہ میں میں نے آپ سے جو سوال کیا تھا افسوس ہے کہ میں خود اسمیں مبتلا ہو گیا کیونکہ میرے ہی اہل بیت میں ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا، بغوی نے ان دونوں کو حاضر کرنے اور پھر آپس میں لعان کرانے کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے (مظہری) اور صحیحین میں اسکا خلاصہ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ ساعدی کی روایت سے یہ مذکور ہے کہ عویمر رضی اللہ عنہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر کوئی اپنی بیوی کیساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ جس کے نتیجہ میں لوگ اس کو قتل کریں گے یا پھر وہ کیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے معاملہ میں حکم نازل فرما دیا ہے، جاؤ بیوی کو لیکر آؤ۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو بلا کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے اندر لعان کرایا (جس کی صورت واقعہ سابقہ میں بیان ہوچکی ہے) جب دونوں طرف سے پانچوں شہادت پوری ہوکر لعان ختم ہوا تو عویمرؓ عجلانی نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں اب اسکو بیوی بنا کر رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا اسلئے میں اسے تین طلاق دیتا ہوں۔

امام سیوطیؒ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں واقعہ کے پیش آجانے کے بعد آیت لعان نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ہلال بن امیہ تم اور تمہارے ساتھی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، پھر آیت لعان پڑھکر سنائی، اس سے معلوم ہوا کہ کبھی آیت ایک ہی ہوتی ہے، لیکن سبب اس کے دو ہوتے ہیں یا اس سے زائد اور اسکے بعد آیت کا نزول ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور شیخ الاسلام نووی نے دونوں میں تطبیق یہ دی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلا واقعہ ہلال بن امیہ کا تھا اور آیات لعان کا واقعہ اسی کے بارے میں نازل ہوا۔ اس کے بعد عویمرؓ کو ایسا ہی واقعہ پیش آگیا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا --- ان کو ہلال بن امیہ کا واقعہ سابقہ معلوم نہ ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتلایا کہ تمہارے معاملہ کا فیصلہ یہ ہے۔ اور قرینہ اسکا یہ ہے کہ ہلال بن امیہ کے واقعہ میں تو الفاظ حدیث کے یہ ہیں **فنزل جبرئیل** اور عویمر کے واقعہ میں الفاظ یہ ہیں **قدانزل اللہ فیک**- جسکا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واقعہ کی طرح ایک دوسرے واقعہ میں اسکا حکم نازل فرمادیا ہے۔ [۱]

ان تمام حوالہ جات میں دونوں واقعے تفصیلا مذکور ہیں۔ مزید تفصیل سورۂ نور میں آیت نمبر ۱ رتا ۱۰ ر کے بحث میں انشاء اللہ آئیگی۔

نزول قرآن کے اقسام

قرآن میں جو آیتیں یا سورتیں ہیں ان کے نزول کے چار طریقے ذکر کئے گئے ہیں۔

[۱] حوالات اتقان ص: ۹۱ ج: ۱/ص: ۹۴ ج: ۱/ص: ۹۵ ج: ۱/مختصراً وایضاً زادالمسیر ص: ۱۳ ج: ۶/تفسیرات احمدیہ ص: ۲۶۵ معالم التنزیل ص: ۱۷۴ تا ۱۷۰ ج: ۴/المقتطف ص: ۴۹۸ ج: ۳ اسباب النزول ص: ۱۸۱ ۱۹۰/ابن کثیر ص: ۲۵۰/۲۵۱ ج: ۳ روح المعانی ص: ۱۰۴ ج: ۹ پارہ نمبر: ۱۸/معارف ص: ۳۵۷-۳۶۱ ج: ۶

{۱} مدنی {۲} مکی {۳} بعض مکی اور بعض مدنی {۴} نہ ہی مکی نہ ہی مدنی۔

اہل علم نے مکی اور مدنی سورتوں اور آیتوں کے سلسلے میں تین اصطلاحیں بیان فرمائی ہیں۔

۱- مکی سورتیں یا آیتیں وہ ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی آیات اور سورتیں وہ ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں، خواہ مکہ میں ہوئیں ہوں، یا مدینہ میں، فتح مکہ کے سال، یا حجۃ الوداع کے موقع سے، یا کسی سفر میں۔ عثمان بن سعید رازی نے یحیٰ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو آیتیں یا سورتیں مکہ میں اور اسی طرح مدینہ کے راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ پہونچنے سے قبل نازل ہوئیں، وہ مکی ہیں اور اسی طریقے سے مدینہ سے سفر کرنے کے بعد دوران سفر جو آیتیں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں، اس وضاحت میں ایک لطیف اشارہ یہ ملتا ہے کہ جو آیتیں ہجرت کے سفر میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اس اصطلاح کے مطابق جو ابھی چند سطر پہلے گذری۔

۲- مکی سورتیں اور آیتیں وہ ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں اگر چہ ہجرت کے بعد کیوں نہ ہو، اور مدنی سورتیں اور آیتیں وہ ہیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اس تشریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیتیں اور سورتیں جو دوران سفر نازل ہوئی ہیں، وہ نہ مکی ہیں اور نہ مدنی، اور حضرت سلیم بن عامر سے بروایت ابو امامہؓ مروی ہے کہ قرآن کا نزول تین مقامات پر ہوا (۱) مکہ (۲) مدینہ (۳) اور شام۔ ابو ولید نے کہا کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے۔ علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ وہ آیتیں بھی مکی کہلائینگی جو مکہ کے اطراف میں نازل ہوئیں ہیں۔ جیسے۔ منیٰ میں، عرفات میں، اور حدیبیہ میں۔ اسی طرح سے وہ آیتیں بھی مدنی کہی جائیں گی جو مدینہ کے اطراف میں نازل ہوئیں ہوں، جیسے، مقام بدر میں نازل ہونے والی آیتیں، اور اسی طرح احد اور سلع پہاڑ پہ نازل ہونے والی آیتیں مدنی کہی جائیں گی۔

۳- مکی سورتیں اور آیتیں وہ ہیں جن میں خطاب اہل مکہ کیلئے ہو اور مدنی وہ آیتیں اور سورتیں ہیں جن میں خطاب اہل مدینہ کیلئے ہو۔

قاضی ابو بکر نے کہا کہ مکی اور مدنی کی شناخت و معرفت صحابہ اور تابعین کے نقل پر مبنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلے میں کوئی قول وارد نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ

تعالیٰ نے اس مقصد کیلئے مبعوث نہیں فرمایا تھا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سلسلے میں کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ اگرچہ ان آیتوں اور سورتوں میں سے بعض کی معرفت اہل علم پر ضروری ہے۔ اور یہ بھی کبھی کبھی بغیر رسول اللہؐ کے وضاحت کے جان لی جاتی ہے۔

بخاری شریف میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں قرآن کریم کی کوئی بھی آیت ایسی نہیں نازل ہوئی مگر اسکے بارے میں میں واقفیت رکھتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی، اور کس کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت ایوبؒ نے فرمایا ایک آدمی نے حضرت عکرمہؒ سے قرآن کریم کی آیتوں کے متعلق سوال کیا انہوں نے پہاڑ کی چوٹی سلع کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ اس پر نازل ہوئی، ابونعیم نے حلیۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور بہت سے صحابیؓ نے بیان فرمایا کہ کچھ آیتیں اور سورتیں وہ ہیں جو مکی اور مدنی کے علاوہ ہیں۔ پھر اس کے بعد ان سے یہ بھی منقول ہے کہ کچھ آیتیں اور سورتیں وہ ہیں جن کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ یعنی وہ مکی ہیں یا مدنی۔

ابن سعد نے کہا کہ مجھے واقدی نے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے قدامہ بن موسیٰ نے بیان کیا اور ان سے سلمٰی بن حزامی نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے ابیؓ بن کعب سے دریافت فرمایا کہ وہ کون سی آتیں ہیں۔ جو مدینہ میں نازل ہوئیں انہوں نے کہا کہ ستائس (۲۷) سورتیں ایسی ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں اور باقی مدینہ میں نازل ہوئیں۔

ابوجعفر نحاس نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں کہا ہے کہ مجھ سے **یموت بن المزرع** نے بیان کیا ہے ان سے **ابوحاتم سھل بن السجستانی** نے ان سے **ابوعبیدہ معمر بن المثنی** نے ان سے یونس بن حبیب نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے مجاہد سے قرآن کریم کی مدنی اور مکی آیتوں کی تلخیص سے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سورۃ

الانعام پوری کی پوری مکہ میں نازل ہوئی، اور وہ مکی ہے۔ مگر تین آیتیں اسکی مدینہ میں نازل ہوئیں۔ ''قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ'' سے پوری تین آیات تک اور اس سے پہلے جو سورتیں گذری ہیں وہ مدنی ہیں اور سورۃ اعراف، یونس، ہود، سورۃ یوسف، سورۃ رعد، ابراھیم، حجر، اور سورۃ نحل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ صرف اخیر کی تین آیتوں کے علاوہ چوں کہ وہ مکہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان جنگ احد سے واپسی کے دوران نازل ہوئیں۔ اور سورۃ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء اور سورۃ حج صرف تین آیتوں کے ''ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ'' سے پوری تین آیتوں کے جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، اور سورۃ مومنین، فرقان اور سورۂ شعراء کے آخیر کے پانچ آیتوں کے علاوہ سب مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں ''وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾'' سے اخیر تک سورۃ النمل قصص، عنکبوت، روم، لقمان تک اور سوائے تین آیات کے مدینہ میں نازل ہوئیں یعنی وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ اگلی پوری تین آیت تک اور سورۂ سجدہ سوائے تین آیت اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ پوری تین آیت سورہ سبا، فاطر، یٰسین، صافات، صٓ، اور زمر سوائے تین آیات کے مدینہ میں نازل ہوئیں وہ وحشی سے متعلق ہے جس نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا پوری تین آیت تک اور سورۂ نون حٰمٓ اور ق، زاریات، طور، نجم، قمر، رحمٰن، الواقعہ، صف اور سورۃ تغابن سوائے اخیر آیات کے مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اور سورۃ ملک، نون، حاقہ، سأل سورۃ نوح، جن اور سورۃ مزمل۔ قرآن کے اخیر تک مگر اذا زلزلت الاض، اذا جاء نصر اللّٰہ، قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ مدنیات میں شامل ہیں یعنی یہ مدنی سورتیں ہیں۔

مدنی سورتیں

سورۃ انفال، براءۃ، نور، احزاب، محمد، فتح، حجرات اور حدید اور اس کے بعد تحریم تک مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اسکی تخریج بطوح نے کی ہے اسکی اسناد جید ہے اور اسکے تمام رواۃ ثقاۃ اور علم وادب میں مشہور و معروف ہیں۔

مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورتیں

حضرت امام بیہقی نے (دلائل النبوۃ) میں فرمایا کہ خداوندقدوس نے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل سورتوں کو مکہ مکرمہ میں نازل فرمایا یعنی ان سورتوں کا نزول مکہ میں ہوا۔

اقرأباسم ربک ، ن ، مزمل ، مد ثر، تبت یدا ابی لهب، اذالشمس كورت ، سبح اسم ربک الاعلی، اللیل اذا یغشی، الفجر، الضحی، الم نشرح، والعصر، والعادیات، الکوثر، الهاکم التکاثر وأرأیت، قل یا ایهاالکافرون، اصحاب الفیل، الفلق، قل اعوذبربالناس، قل هوالله احد، النجم، عبس، اناانزلناه، والشمس وضحاها، والسماء ذات البروج ، والتین والزیتون، ولإیلاف قریش، القارعة ، لااقسم بیوم القیامة، الهمزة، المرسلات، ق، لااقسم بهذاالبلد، والسماء والطارق، اقتربت الساعة، ص، الجن، لیس، الفرقان، الملائکة، طه ، الواقعه، طس، طسم، بنی اسرائیل، والتاسعةوهود، یوسف، اصحاب الحجر، الانعام، الصافات، لقمان، سبأ، الزمر ، حم المؤمن، حم الدخان،حم السجدة، حم عسق، حم الزخر ف، الجاثیة، الأحقاف، الذاریات، الغاشیة، اصحاب الکهف، النحل، نوح،ابراهیم، الأنبیاء، المومنون،الم السجدة ، الطور، تبارک، الحاقة، سأل،عم یتساء لون، النازعات، اذاالسماء انشقت، اذاالسماء انفطرت، الروم، العنکبوت۔

مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی سورتیں

اورجن سورتوں کا نزول مدینہ طیبہ میں ہواان میں درج ذیل سورتیں شامل ہیں:

ویل للمطففین، البقرة، آل عمران، الأنفال، احزاب، المائدة، الممتحنة، النساء، اذازلزلت، الحدید، محمد، الرعد، الرحمٰن هل اتی علی الانسان، الطلاق، لم یکن، الحشر، اذاجاء نصرالله، النور، الحج، المنافقون، المجادلة، الحجرات، یاایها النبی لم تحرم، الصف، الجمعة، التغابن، الفتح، برائة

امام بیہقی نے کہا ہے کہ التاسعہ سے مراد سورۃ یونس ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس روایت کی بنیاد پر سورۃ فاتحہ اور سورۃ اعراف، **کھیعص** مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر قرآن کریم کی جس سورت کو اوّل نازل فرمایا وہ اقراء باسم ربک ہے تو انہوں نے اس حدیث کے معنی کا بھی ذکر فرمایا اور سورتوں کا تذکرہ کیا جو روایت اول سے ساقط ہوگئی، جو مکہ میں نازل ہوئیں اس کے تذکرہ میں اور حدیث شاہد ہے جس کا ذکر اوپر گذرا۔

مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورتیں

حضرت ابن ضریس فضائل قرآن میں فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں سورۃ فاتحہ کا نزول ہوا تو میں نے اس کو مکہ ہی میں لکھ لیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مزید اس میں اضافہ فرمایا جتنا چاہا۔ اور قرآن مقدس کی جو سب سے ابتدائی اور پہلی سورت نازل ہوئی وہ اقرأ باسم ربک ہے پھر اس کے بعد، ن پھر **یاایھا المزمل، یاایھا المدثر، تبت یدابی لھب، اذالشمس کورت، سبح اسم ربک الاعلی، واللیل اذایغشی، الفجر، الضحیٰ، الم نشرح، والعصر، والعادیات، انااعطیناک، الھاکم التکاثر، أریت الذی یکذب، قل یاایھاالکافرون، الم ترکیف فعل ربک، قل اعوذبرب الفلق، قل اعوذبرب الناس، قل ھو اللہ احد، النجم، عبس، اناانزلناہ فی لیلۃ القدر، والشمس وضحاھا، والسماء ذات البروج، والتین، لایلاف قریش، القارعۃ، لااقسم بیوم القیامۃ، ویل لکل ھمزۃ، المرسلات، ق، لااقسم بھذاالبلد، والسماء والطارق، اقتربت الساعۃ، ص، اعراف، قل اوحی، یس، الفرقان، الملائکۃ، کھیعص، طٰہ، الواقعۃ، طسم الشعراء، طس القصص، بنی اسرائیل، یونس، ھود، یوسف، الحجر، الأنعام، الصافات، لقمان، سبأ، الزمر، حم، المؤمن، حم السجدۃ، حم عسق، حم الزخرف، الدخان، الجاثیۃ، الاحقاف، الذاریات، الغاشیۃ، الکھف، النحل،**

اناارسلنا نوحاً، سورۃ ابراھیم، الأنبیاء، المومنون، تنزیل السجدۃ، الطور، تبارک الملک، الحاقۃ، عم یتساء لون، النازعات، اذا السماء انفطرت، اذاالسماء انشقت، الروم، العنکبوت پھرویل للمطففین، مذکورہ تمام سورتیں وہ ہیں جس کواللہ تبارک وتعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں یکے بعد دیگرے نازل فرمایا۔یعنی ترتیب وار۔

مدینہ طیبہ میں اوّل نازل ہونے والی سورتیں

اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ مدینہ میں نازل فرمائی پھراس کے بعد سورۃ الانفال پھرآل عمران، الاحزاب، الممتحنۃ، النساء،اذازلزلت الارض، الحدید، القتال، الرعد، الرحمن، الإنسان، الطلاق لم یکن، الحشر، اذاجاء نصراللّٰہ، النور، الحج، المنافقون، المجادلۃ، الحجرات، التحریم، الجمعۃ، التغابن،الصف، الفتح، المائدۃ پھران سبھوں کے بعدسورۃ براءۃ کانزول ہوا۔

اورحضرت ابوعبیدہ نے فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ مندرجہ ذیل سورتوں کانزول مدینہ طیبہ میں ہوا:

سورۃ البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدہ، الأنفال، التوبۃ، الحج، النور، الأحزاب الذین کفروا، الفتح، الحدید، المجادلۃ، الحشر، الممتحنۃ، الحوارین اس سے مرادالصف، التغابن، یاایھا النبی اذا طلقتم النساء، یاایھا النبی لم تحرم، الفجر، واللیل، اناانزلناہ فی لیلۃ القدر، لم یکن، اذازلزلت، اذاجاء نصر اللّٰہ ہےاوراس کے بعدکی تمام سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں قرآن کریم میں سے یہ یہ سورتیں نازل ہوئیں البقرۃ،آل عمران، النساء،المائدۃ، براءۃ،الرعد، النحل، الحج، النور، الاحزاب، محمد،الفتح،الحجرات،الحدید،الرحمٰن، المجادلۃ، الحشر، الممتحنۃ،الصف، الجمعۃ، المنافقون، التغابن، الطلاق، یاایھاالنبی لم تحرم شروع کی دس آیت تک اذازلزلت، اذاجاء نصراللّٰہ اور بقیہ پوراقرآن مجید مکہ میں نازل ہوا۔

مختلف فیہ سورتوں کا بیان

حضرت ابوالحسن بن الحصار اپنی کتاب (الناسخ والمنسوخ) کے اندر لکھتے ہیں کہ متفقہ طور پر مدنی سورتوں کی تعداد بیس ہے(۲۰) اور مختلف فیہ بارہ سورتیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ بقیہ سورتیں متفقہ طور پر مکی ہیں۔

سورۃ الفاتحہ: اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ مکی ہے، بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نازل ہونے والی سورتوں میں پہلی سورت ہے جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائیگا۔

اور سورۃ الحجر باتفاق مکی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر احسان کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا نزول اس سے پہلے ہے اسلئے کہ یہ بات بعید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کریں ایسی چیزوں سے کہ اسکے بعد کچھ نازل نہ کیا ہو۔ اس کے اندر تو کوئی اختلاف نہیں کہ نماز کی فرضیت مکہ میں ہوئی تھی۔ لیکن یہ بات محفوظ نہیں ہے کہ بغیر فاتحہ کے اسلام میں نماز ہو۔ جس کو ابن عطیہ اور اس کے علاوہ دیگر حضرات نے ذکر کیا ہے۔ اور واحدی اور ثعلبی نے علاء بن المسیب کے طریقہ سے وہ فضل بن عمرو سے اور انہوں نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب مکہ مکرمہ میں اس خزانہ سے نازل ہوئی جو عرش کے نیچے ہے۔ لیکن حضرت مجاہد کا اس سلسلہ میں یہ قول مشہور و معروف ہے کہ سورہ فاتحہ مدنی ہے مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ جس کو فریابی نے اپنی تفسیر میں اور حضرت ابوعبیدہ نے فضائل قرآن میں بالکل صحیح ترین سند سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ حضرت الحسین بن الفضل فرماتے ہیں کہ یہ حضرت مجاہد سے خطا اور لغزش صادر ہوگئی ہے، کیونکہ جمہور علماء اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اور ابن عطیہ نے اسی قول کو امام زہری سے اور عطاء اور سواد بن زیاد اور عبداللہ بن عبید بن عمیر سے نقل کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرۃؓ سے صحیح اسناد کے ساتھ وارد ہے امام طبرانی نے اپنی کتاب الاوسط کے اندر تحریر کیا ہے جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جس وقت سورۃ فاتحہ کا نزول ہو رہا تھا تو اس وقت شیطان ابلیس رو رہا تھا اور وہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ لیکن اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آخری جملہ مجاہد کے قول سے نقل کیا گیا ہے۔ اور بعض حضرات

اس جانب گئے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کا نزول دومرتبہ ہوا ہے ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔ اسکے معظم و مشرف ہونے کیوجہ سے۔ اور ایک چوتھا قول یہ ہے کہ دوحصوں میں نازل ہوئی۔ نصف مکہ میں نازل ہوئی اور نصف مدینہ طیبہ میں اس کو ابوالليث السمرقندی نے بھی نقل کیا ہے۔

سورۃ النساء: نحاس کا کہنا ہے کہ یہ مکی ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اشارہ کررہا ہے کہ (**ان اللہ یامرکم**) یہ آیت کریمہ مکہ میں باتفاق خانہ کعبہ کی چابی کے بارے میں نازل ہوئی اور جوف کعبہ میں نازل ہوئی اس کے باوجود یہ آیت مدنی کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس بارے میں راجح قول یہی ہے کہ جو آیت یا سورتیں، ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔ اور اس روایت سے بھی تائید ہوجاتی ہے جس کو امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب سورۃ بقرہ اور سورۃ مائدہ نازل ہوئیں تو میں اس وقت وہیں پر موجود تھی۔ اور وہ متفقہ طور پر ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہجرت کے وقت نازل ہوئیں۔ (اور دونوں سورتیں مدنی کہی جاتی ہیں)

سورۃ یونس: مشہور ترین روایت یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس سلسلے میں دو روایت منقول ہے چنانچہ الآثار السابقہ کے حوالہ سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ مکی ہے۔ اور اس کو ابن مردویہ نے عوفی کے طریق سے نقل کیا ہے۔ اور ابن جریج کے طریق سے عطاء نے اور خصیف کے طریق سے مجاہد نے اور ابن الزبیر نے۔ اور انہوں نے عثمان بن عطاء کے طریق سے اس کے والد نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ مدنی ہے۔ اور وہ مشہور ترین روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ جس کو ابن حاتم نے ضحاک کے طریق سے نقل کیا ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو عرب نے اسے ناپسند کیا اور انکار کیا۔ یا ان میں سے جس نے انکار کیا ان لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات سے بالاتر ہے کہ وہ اپنا رسول کسی انسان کو بنائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا

سورۃ الرعد: حضرت مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ اور حضرت علی بن ابی طلحہ

سے یہ منقول ہے کہ مکی ہے اور بقیۃ الآ ثار میں لکھا ہے کہ یہ مدنی ہے۔ اور ابن مردویہ نے ثانی قول کو عوفی کے طریق سے ابن عباس کی روایت سے نقل کیا ہے ابن جریج کے طریق سے عثمان بن عطاء نے اور وہ ابن عباس سے اور مجاہد کے طریق سے ابن زبیر نے اور ابوشیخ نے بالکل اسی طرح حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے۔ اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ حضرت ابوعوانہ نے ابوبشیر سے روایت کیا ہے کہ میں نے سعید بن جبیر سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ کیا اس سے مراد عبداللہ بن سلام ہیں تو پھر انہوں نے عرض کیا کہ یہ سورت پھر کیسے مکی ہو سکتی ہے اور اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ مدنی ہے۔ جس کو طبرانی اور اس کے علاوہ دیگر حضرات نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى سے شَدِيۡدُ الۡمِحَالِ تک جو زید بن قیس اور عامر بن طفیل کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ دونوں حضرات حضور صلعم کی خدمت میں مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس اختلاف کے باوجود بھی مکی ہے مگر چند آیات مدنی ہیں۔

سورۃ الحج: حضرت مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ کی یہ روایت گذر چکی ہے کہ یہ مکی ہے۔ مگر کچھ آیتیں ہیں جو اس سے مستثنیٰ ہیں اور آثار الباقیہ کے اندر لکھا ہے کہ وہ مدنی ہے۔ اور ابن مردویہ نے عوفی کے طریق سے ابن عباس کی روایت ابن جریج اور عثمان کے طریق سے عطاء اور ابن عباس کی روایت اور مجاہد کے طریق سے ابن الزبیر کی روایت کو نقل کیا ہے۔ کہ یہ مدنی ہے ابن الغرس نے احکام القرآن کے اندر یہ کہا ہے کہ اس سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ صرف آیت کریمہ هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مدنی ہے صرف چار آیات مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ سے عَقِيۡمٍ تک حضرت قتادہ اور اس کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی کہا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ پوری سورت مدنی ہے یہی قول ضحاک اور اسکے علاوہ دیگر حضرات کا بھی ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سورت ملی جلی ہے۔ جس میں مکی اور مدنی

دونوں طرح کی آیات ہیں جمہور کا بھی یہی قول ہے۔ جمہور کے قول کی تائید ان آیتوں سے بھی ہوتی ہے جن آیتوں کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ مدنی ہیں جیسا کہ امام سیوطی نے ''لباب النقول فی اسباب النزول'' میں تحریر کیا ہے۔

سورۃ الفرقان: ابن غرس فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ اور ضحاک نے کہا ہے کہ یہ مدنی ہے۔

سورۃ یٰس: ابو سلیمان الدمشقی نے ایک قول نقل کیا ہے کہ یہ مدنی ہے حالانکہ ایسا مشہور نہیں ہے۔

سورۃ ص: جبیری نے یہ بیان کیا ہے کہ مدنی ہے لیکن جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ یہ مکی ہے اور اس پر اجماع ہے۔

سورۃ محمد: حضرت نسفی نے ایک قول غریب نقل کیا ہے کہ یہ مکی ہے۔

سورۃ الحجرات: اس سلسلے میں شاذ قول یہ ہے کہ یہ مکی ہے۔

سورۃ رحمٰن: جمہور علماء کے نزدیک یہ مکی ہے۔ اور یہی درست اور ٹھیک ہے اور وہ دلیل پیش کرتے ہیں جس کو ترمذی اور حاکم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلعم نے صحابہ کرام کے نزدیک سورۂ رحمٰن تلاوت فرمائی اور جب تلاوت سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو خاموش دیکھتا ہوں جواب دینے کے اعتبار سے جن تم سے بہتر ٹھہرے کہ میں نے ان کے سامنے جب بھی **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ** پڑھی تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا **و لا بشیٔ نعمک ربنا نکذب و لک الحمد.** حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جنات کا قصہ مکہ ہی میں پیش آیا تھا۔ جس کو امام احمد نے اپنے مسند میں چند سند کے ساتھ اسماء بنت ابی بکر سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حالت میں سنا ہے کہ مسجد نبوی کے ایک ستون کی جانب رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان حق کیلئے حکم فرماتے اور مشرکین اس کو سنتے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ**

اس حالت میں سنا ہے کہ رسول اللہؐ ستون کی جانب رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور اب تک اس آیت کی تلاوت مشرکین کے کان میں نہیں پہونچی تھی اس میں اس بات کی دلالت بھی موجود ہے کہ اس سورت کا نزول سورۂ حجر کے نزول سے پہلے ہے۔

سورۃ الحدید: ابن الغرس نے کہا ہے کہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے [۱] اور ایک جماعت مکی قرار دیتی ہے اور میں بھی اسی کا قائل ہوں چنانچہ مسند البزاز میں اور اس کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت عمر کا یہ قصہ منقول ہے کہ جب وہ اسلام لانے سے قبل اپنی بہن کے یہاں تشریف لے گئے تو ان کی بہن کے ہاتھ میں سورۃ الحدید کا شروع والا حصہ تھا چنانچہ آپ نے اسکو پڑھا اور یہ پڑھنا ہی آپ کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ اور حاکم اور اس کے علاوہ دیگر حضرات نے ابن مسعودؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی چیز حائل نہیں ہوئی۔ اس کے اسلام اور اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے درمیان جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اظہار ناراضگی فرمایا صرف چار سال تک، اور وہ آیت جس کے ذریعہ اللہ نے ایک عرصہ دراز تک اظہار ناراضگی فرمایا وہ آیت یہ ہے (وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ)

سورۃ الصف: پسندیدہ قول کے مطابق یہ سورت مدنی ہے۔ اور اس کو ابن الغرس نے جمہور علماء کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جس کی حاکم اور دیگر محدثین نے عبد اللہ بن سلام سے تخریج کی ہے کہ ہم صحابہ کی ایک جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے تو ہم لوگ آپس میں محو گفتگو تھے تو ہم نے کہا کہ اگر ہم یہ جانتے اور ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے تو ہم اس پر عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی (سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞) ختم سورت تک۔ اور عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اللہ کے رسولؐ نے اس پوری سورت کی تلاوت ہم لوگوں کے سامنے فرمائی۔

[۱] اس کے مدنی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن شروع کی بعض آیتوں میں شبہ ہو گیا ہے کہ مکی ہیں۔

سورة الجمعة: اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ اور دلیل اس پر وہ روایت ہے جس کو امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو اس مجلس کے اندر سورۂ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی (وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ) تو میں نے کہا یا رسول اللہ اس سے کون مراد ہے۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ہجرت کے کچھ دنوں بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول (قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا) یہ یہود سے خطاب ہے اور یہودی مدینہ کے اندر مقیم تھے اور سورۃ جمعہ کا آخری حصہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوا جنہوں نے اپنی توجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ دینے کے وقت دوسری طرف مرکوز کر لیا تھا جب ایک قافلہ مدینہ کے اندر اشیاءِ خوردنی کے فروخت کیلئے آیا تھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ مکمل سورت مدنی ہے۔

سورة التغابن: قول ضعیف کے مطابق مدنی ہے۔ اور ایک قول ضعیف یہ ہے کہ مکی ہے مگر اس کی آخری ایک آیت مدنی ہے۔

سورة الملک: اس سلسلے میں غیر مشہور قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

سورة الانسان: ایک قول مدنی ہے اور ایک قول مکی ہے اور وہ بھی صرف ایک آیت کے سلسلہ میں (وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ؕ ۲۴)

سورة المطففين: ابن الغرس فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ اور کچھ لوگوں کے خیال کے مطابق یہ مدنی ہے اسلئے کہ اہل مدینہ ناپ تول میں کمی کرنے کے اندر بڑے ماہر تھے اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مگر تطفیف کا قصہ مدنی ہے۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی۔ اور امام سیوطی نے فرمایا کہ نسائی اور اس کے علاوہ دیگر محدثین نے سند صحیح کے ساتھ عبداللہ بن سلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ کی حالت یہ تھی کہ اہل مدینہ ناپ تول میں بہت زیادہ کمی بیشی کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ نازل فرمائی۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے ناپ تول میں کمی بیشی کرنا ترک کر دیا۔

سورۃ الاعلی: جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ ابن الغرس فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مدنی ہے۔ کیوں کہ اس میں عید کی نماز اور صدقہ فطر کا تذکرہ ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا کہ امام بخاری کی اس روایت سے بھی جو انہوں نے حضرت براء بن عازب سے نقل کی ہے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ سب سے پہلے جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہمارے پاس تشریف لائے ہیں وہ مصعب بن عمیر اور ابن مکتوم ہیں یہ دونوں ہمیں قرآن پڑھاتے پھر عمار، بلال، سعد پھر اسکے بیس دن کے بعد عمر بن خطاب آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اس دن اہل مدینہ سب سے زیادہ خوش تھے اور اس دن ہم نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ پڑھی۔

سورۃ الفجر: ابن الغرس نے اس سلسلہ میں دو قول نقل کیے ہیں، ابوحیان اور جمہور نے کہا ہے کہ مکی ہے۔

سورۃ البلد: ابن الغرس سے اس سورت کے بارے میں بھی دو قول ہیں۔ ایک مدنی ہونے کے بارے میں اور ایک مکی ہونے کے بارے میں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول بِهٰذَا الْبَلَدِ اس سے مدنی ہونے کی تردید ہو جاتی ہے۔

سورۃ اللیل: مشہور و معروف قول یہ ہے کہ یہ مکی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ مدنی ہے۔ کیوں کہ اس آیت کے نزول کے سبب میں نخلہ کا قصہ نقل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے لباب النقول میں بیان کیا ہے۔ اور نخلہ کا تعلق مدینہ سے ہے۔ اس لئے مدنی ہونے کا قول بھی ایک اعتبار سے صحیح ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مکی اور مدنی دونوں ہے۔

سورۃ القدر: اس کے اندر دو قول ہیں زیادہ تر لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ مکی ہے۔ اور اسکے مدنی ہونے کی بھی دلیل پیش کی جاتی ہے۔ جس کو امام ترمذی اور حاکم نے حسن بن علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ---- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو امیہ کو اس کے منبر پر دیکھا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار محسوس ہوا، اس وقت اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ نازل ہوئی۔

سورۃ لم یکن: ابن الغرس فرماتے ہیں کہ قول مشہور کے مطابق یہ مکی ہے۔ میں نے کہا اس کے بالمقابل دلیل پیش کی جاتی ہے۔ جس کو امام احمد نے ابی حبیبہ البدری کی اس روایت کو نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الٰی آخر الآیۃ نازل ہوئی تو جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول بلاشبہ آپ کا پروردگار آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اسکو پڑھتے رہیں خودداری کے ساتھ۔ ابن کثیر نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ مدنی ہے اور اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

سورۃ الزلزلۃ: اس کے اندر بھی دو قول ہیں اور اس کے مدنی ہونے کی دلیل وہ پیش کی جاتی ہے جس کو ابن ابی حاتم نے ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ اور پوری آیت کریمہ نازل ہوئی تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں بھی اپنے عمل کو دیکھ لوں گا۔ اور ابوسعید اس دن مدینہ میں تھے اسلئے مدنی ہوئی۔

سورۃ العادیات: اس کے اندر بھی دو قول ہیں۔ اور اس کے مدنی ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو حاکم وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دستہ کو بھیجا تو میں نے ایک مہینہ قیام کیا اور اس میں مال غنیمت حاصل نہ ہوا اس وقت الْعٰدِيٰتِ نازل ہوئی۔ اور مدینہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دستہ روانہ کیا تھا۔ اس سورت کے مدنی ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

سورۃ الھاکم: مشہور و معروف قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ اور وہ اسکے مدنی ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں اور وہی پسندیدہ اور مختار قول ہے۔ جس کو ابن حاتم نے ابن بریدہ سے نقل کیا ہے۔ یہ سورت قبائل انصار میں سے دو قبیلہ والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ اور انہوں نے بھی حضرت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ یہ سورت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور امام بخاری نے ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ ہم قرآن کے اس حصہ کے بارے میں سمجھتے تھے یعنی اگر ابن آدم کیلئے ایک وادی سونے کی ہوتی یہاں تک کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔ اور امام ترمذی

نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ ہم برابر عذاب قبر کے بارے میں شک کرتے رہے یہاں تک کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی۔ اور عذاب قبر کا تذکرہ مدینہ ہی میں ہوا ہے جیسا کہ بخاری میں یہود کے بارے میں یہ قصہ منقول ہے۔

سورۃ أرأیت: اس کے اندر بھی دو قول ہیں جس کو ابن الغرس نے بیان کیا ہے۔

سورۃ الکوثر: صحیح قول یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور امام نووی نے بھی شرح مسلم میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مابین تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کو ہلکی پھلکی نیند یا اونگھ آئی تو آپ نے اپنے سر مبارک کو تبسم فرماتے ہوئے اٹھایا اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت ابھی ابھی یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ تو آپ نے بسم اللہ پڑھی اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یہاں تک کہ مکمل سورت پڑھی۔

سورۃ الاخلاص: اس میں دو قول ہیں دونوں حدیثیں سبب نزول میں متعارض ہیں اور بعض نے ان دونوں اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اس کا نزول تکرار کیساتھ ہوا ہے۔ اور علامہ سیوطی نے فرمایا غور وفکر کے بعد یہ بات ظاہر ہوئی ہے جیسا کہ انہوں نے اسباب النزول میں فرمایا ہے۔

سورۃ المعوذتان: مختار قول یہ ہے کہ دونوں سورتیں مدنی ہیں کیونکہ یہ دونوں سورتیں لبید بن اعصم کے جادو کے قصہ سے متعلق نازل ہوئیں جیسا کہ بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل میں بیان کیا ہے۔

مکی سورتوں میں مدنی آیات

امام بیہقی نے ''دلائل نبوت'' میں کہا کہ بعض سورتیں وہ ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں لیکن اسکی بعض آیات مدینہ میں نازل ہوئیں۔ لیکن ان آیتوں کو مکی سورتوں کے ساتھ ضم کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کی بات ابن حصار نے کہا کہ ہر مکی اور مدنی سورتوں میں کچھ نہ کچھ دوسری آیتیں ہیں یعنی مکی سورتوں میں مدنی آیات اور مدنی سورتوں میں مکی آیات۔ لیکن واضح رہے کہ یہ وضاحت اجتہاد اور تفحص پر مبنی ہے نقل روایت پر مبنی نہیں ہے۔ حافظ

ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ بعض ائمہ کبار نے ایسی آیتوں کے جمع وترتیب کا خاص اہتمام کیا ہے جو استثنائی ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ ایک سورت کا نزول مکہ میں ہو رہا ہو۔ پھر اس کا نزول مؤخر ہو گیا ہو اور مدینہ ہجرت کرنے تک مؤخر رہا ہو۔

فاتحة: اس بارے میں تفصیل ماقبل میں آچکی ہے سورہ فاتحہ نصف مکہ میں اور نصف ثانی مدینہ میں نازل ہوئی لیکن اس بات پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ نماز مکہ میں فرض ہو اور آدھی سورۃ فاتحہ کے ساتھ نماز پڑھی جاتی ہو۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ مکمل سورہ فاتحہ کا نزول مکہ اور مدینہ میں مکمل طور پر ہو اسکی وجہ سورہ فاتحہ کی فضیلت وعظمت ہو۔ اسلئے اس سورت کا نام السبع المثانی بھی یعنی وہ سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور بار بار نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ علماء نے لکھا ہے۔

سورة البقرة: مدنی سورت ہے۔ صرف دو آیت مکی ہیں۔

{ ۱ } فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا { ۲ } لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ

سورة الانعام: مکی ہے اور اس میں کچھ آیات مدنی ہیں ابن حصار نے ۹/آیات کو اس میں مدنی قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بات اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مکمل سورۃ انعام ایک دفعہ نازل ہوئی۔

اور علامہ سیوطی نے اسے تسلیم نہیں کیا ہے کہ اس میں بہت ساری آیات مدنی ہیں اور پھر تعداد اور آیات مدنیہ میں حضرات مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی نے کہا کہ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے استثناء منقول ہے کہ عبداللہؓ نے فرمایا قُلْ تَعَالَوْا سے تین آیت اور باقی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ مدنی ہیں اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیتیں مالک بن صیف کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور ارشاد باری ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا یہ دو آیتیں مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور ارشاد باری اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ - الخ اور ارشاد باری اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ یہ سب استثنائی آیات مدنی ہیں اور کلبی سے روایت ہے کہ سورہ انعام مکمل

مکہ میں نازل ہوئی صرف دو آیتیں ایک یہودی کے بارے میں مدینہ میں نازل ہوئیں۔اوروہ آیت یہ ہے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ فریابی نے کہا کہ سورہ انعام مکمل طور پر کی ہے مگر قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ بعد تک مدنی آیات ہیں۔

سورۃالاعراف: مکمل طور پر مکی ہے مگر آیت وَ سْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ اور بعض حضرات نے کہا کہ اس آیت کے علاوہ ایک دوسری آیت بھی مدنی ہے اوروہ آیت وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ ہے۔

سورۃالانفال: مدنی ہے۔لیکن اسکی بعض آیتوں کے بارے میں منقول ہے کہ مکی ہے۔اوروہ آیت یہ ہے۔وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مقاتل کے بقول مکہ میں نازل ہوئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ مکی ہے اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے بعد نازل ہوئی،اور بزار نے اسے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

سورۃالبراۃ - یا -سورۃ التوبہ: ابن الغرس نے کہا کہ مکمل سورت مدنی ہے۔مگر دو آیتیں مکی ہیں لَقَدْ جَآءَكُمْ سے اخیر تک۔لیکن امام سیوطی نے اسکا انکار کیا ہے اور کہا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے آخری آیت ہے۔جو مدینہ میں نازل ہوئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الاٰية جو خواجہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی مکی ہے۔اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تھا کہ **لاستغفرن لک مالم أنه عنک۔**

سورۃیونس: مکی ہے۔مگر ارشاد باری وَ اِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ - دو آیت مدنی ہیں۔اسی طرح ارشاد باری وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ مدنی ہے یہود کے بارے میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ شروع سے چالیس آیات تک مکی ہیں باقی مدنی ہیں۔

سورۃھود: مکی ہے۔مگر تین آیتیں مدنی ہیں (۱) فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ (۲) اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ (۳) وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ یہ تینوں آیتیں مدنی ہیں اور آخری آیت ابوبسر کے بارے میں مدینہ میں نازل ہوئی۔

سورۃیوسف: مکی ہے مگر شروع کی تین آیتیں مدنی ہیں۔

سورۃالرعد: مدنی ہے مگر ایک آیت وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَۃٌ مکی ہے۔

سورۃابراھیم: مکی ہے۔ صرف دو آیت مدنی ہیں: اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَھَنَّمَ یَصْلَوْنَھَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾

سورۃالحجر: مکی ہے بعض لوگوں نے وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا کو مدنی قرار دیا ہے علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ بھی مدنی ہے اور اسکی تائید دوسری روایت سے ہوتی ہے جسکو امام ترمذی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ آیت صفوف الصلوٰۃ کے سلسلے میں نازل ہوئی اور ظاہر ہے کہ صفوف الصلاۃ کا واقعہ مدینہ میں پیش آیا۔

سورۃالنحل: مکی ہے مگر آخری آیت مدنی ہے شعبی نے فرمایا کہ سورہ نحل مکمل طور پر مکی ہے مگر وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ سے آخر تک مدنی ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ سورہ نحل کی آیت وَ الَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا سے آخر تک مدنی ہے اور جو اس سے پہلے ہے اور جو اسکے بعد ہے آخر سورت تک مکی ہے۔ حضرت جابر بن زید نے کہا کہ سورہ نحل کی چالیس آیات مکی ہیں باقی مدنی ہیں۔ اور اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ بھی مدنی ہے۔

سورۃالاسراء- یا- بنی اسرائیل: مکی ہے لیکن وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ اسی طرح وَ اِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ سے اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ﴿۸۱﴾ تک اور اسی طرح قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ اور وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا اسی طرح اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖ یہ سب آیتیں مدنی ہیں۔

سورۃالکھف: مکی ہے مگر شروع سے لیکر جُرُزًا تک اور وَ اصْبِرْ نَفْسَکَ اور اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آخر تک یہ سب آیتیں مدنی ہیں۔

سورۃمریم: مکی ہے مگر آیت سجدہ اور وَ اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا مدنی ہے۔

سورۃ طٰہٰ: مکی ہے مگر فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ مدنی ہے اسی طرح وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ مدنی ہے اور دلیل اس پر وہ روایت ہے جس کو بزار نے ابورافع سے بیان کیا ابورافع حضورؐ کے غلام تھے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے پاس ایک مہمان آیا، مہمان کی ضیافت کیلئے گھر میں کچھ کھانے پینے کا نظم نہ تھا۔ ابورافع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک یہودی سے جو قرضہ لینے دینے کا معاملہ کرتا تھا کہ اس سے کچھ آٹا لے آؤ یہودی نے اس شرط پر دینا منظور کیا کہ اسکے پاس کچھ سامان گروی رکھ دیا جائے ابورافع نے جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم زمین کے اوپر آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ امین کوئی نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زرہ گروی رکھ دی اور اس کے بعد آٹا لاکر مہمان کی ضیافت کی، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ قصہ مدینہ میں پیش آیا جیسا کہ علامہ واحدی نے اسباب النزول میں اور علامہ جوزی نے زادالمسیر میں اور صاحب روح المعانی نے بیان کیا ہے اس آیت کے تحت میں تفصیلی طور پر آئندہ بیان کریں گے۔ انشاء اللہ

سورۃ الانبیاء: مکی ہے صرف ایک آیت مدنی ہے: اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ

سورۃ الحج: مکی ہے مگر کچھ آیتیں مدنی ہیں جسکا تذکرہ ماقبل میں ہو چکا ہے۔

سورۃ المؤمنون: مکی ہے اور آیت حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ سے مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ تک مدنی ہے۔

سورۃ الفرقان: مکی ہے اور آیت وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ سے رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ تک مدنی ہے۔

سورۃ الشعراء: مکی ہے اور آیت وَالشُّعَرَآءُ سے آخیر تک اور اَوَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾ مدنی ہے جیسا کہ ابن الغرس نے کہا ہے۔

سورۃ القصص: مکی ہے اور اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴿۵۵﴾ تک مدنی ہے۔ طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ سورت اور سورۃ حدید کا آخری حصہ اصحاب نجاشی کے بارے میں نازل ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے تھے اور ان کے آنے کا قصہ احد کے سال پیش آیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ بھی مدنی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

سورۃ العنکبوت: مکی ہے مگر شروع سورت سے وَ لَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ تک مدنی ہے اور وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ بھی مدنی ہے۔

سورۃ لقمان: مکی ہے اور وَ لَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ سے تین آیت تک مدنی ہے۔

سورۃ السجدۃ: مکی ہے اور اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا سے تین آیت تک مدنی ہے اور تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ بھی مدنی ہے۔ حضرت بلالؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے اور کچھ صحابہ مغرب سے عشاء تک نماز پڑھتے رہتے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ السباء: مکی ہے مگر وَ يَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مدنی ہے

سورۃ یٰس: مکی ہے لیکن اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى مدنی ہے اور آیت وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مدنی ہے اس آیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔

سورۃ الزمر: مکی ہے اور قُلْ يٰعِبَادِيَ تین آیت تک اسی طرح قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اسی طرح اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ مدنی ہیں جیسا کہ ابن جزری نے نقل کیا ہے۔

سورۃ الغافر: مکی ہے لیکن اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ سے لَا يَعْلَمُوْنَ تک مدنی ہے یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی، جب انہوں نے دجّال کا ذکر کیا۔

سورۃ الشوریٰ: مکی ہے مگر اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى سے بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ تک مدنی ہے۔ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔ اور آیت وَ لَوْ بَسَطَ اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور یہ مدنی ہے۔ اسی طرح وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ سے مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ تک مدنی ہے۔ اس کو ابن الغرس نے نقل کیا ہے۔

سورۃ الزخرف: مکی ہے اور وَ سْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مدنی ہے۔ کہا گیا ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اس وقت نازل ہوئی۔

سورۃالجاثیة: مکی ہے اور قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مدنی ہے۔

سورۃالاحقاف: مکی ہے مگر آیت قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدنی ہے عوف بن مالک اشجعی سے صحیح سند سے مروی ہے کہ یہ آیت مدینہ میں عبداللہ بن سلام کے اسلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ لیکن مسروق کی روایت میں یہ ہیکہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ اور عبداللہ بن سلام کے بارے ہی میں نازل ہوئی۔ اگر چہ انکے اسلام لانے کا قصہ مدینہ میں ہے لیکن مکہ میں ایک مرتبہ انکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مباحثہ ہوا تھا۔ اور بعض حضرات نے وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ چار آیت تک اور ارشاد باری فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ کو بھی مدنی قرار دیا ہے۔

سورۃق: مکمل سورت مکی ہے۔ مگر وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ مدنی ہے۔ اور یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔

سورۃالنجم: مکی ہے مگر اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ سے- اَبْقٰى -تک مدنی ہے اور بعض نے- اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾- سے -نو آیت تک- کو بھی مدنی قرار دیا ہے۔

سورۃالقمر: مکی ہے مگر آیت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ مدنی ہے۔ اور بعض لوگوں نے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ سے دو آیت تک کو بھی مدنی قرار دیا ہے۔

سورۃالرحمٰن: مکمل سورت مکی ہے مگر آیت يَسْـَٔلُهٗ مدنی ہے۔

سورۃالواقعة: مکمل سورت مکی ہے مگر ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ اور وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ مدنی ہیں۔ اور ارشاد باری فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ سے تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ تک مدنی ہیں۔

سورۃالحدید: اس سورت کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اسکا آخر حصہ مکی ہے اور باقی مدنی ہے۔

سورۃالمجادلة: مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ مدنی ہے باقی مکمل سورت مکی ہے۔

سورۃالتغابن: آخری آیت مکی ہے باقی مدنی ہے۔

سورۃالتحریم: شروع سے دس آیت تک مکی ہے باقی مدنی ہے۔

سورۃالملک: مکمل سورت مکی ہے مگر تین آیتیں مدنی ہیں۔

سورۃالنون: اِنَّا بَلَوۡنٰهُمۡ سے لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾ تک اور فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّكَ سے فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۵۰﴾ تک مدنی ہے۔

سورۃالمزمل: وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ سے دو آیت مدنی ہیں، اسی طرح اِنَّ رَبَّكَ یَعۡلَمُ سے اخیر سورت تک مدنی ہیں۔

سورۃالانسان: مکمل سورت مکی ہے مگر فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّكَ مدنی ہے۔

سورۃالمرسلات: مکمل سورت مکی ہے لیکن وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ ارۡکَعُوۡا لَا یَرۡکَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾ مدنی ہے جیسا کہ ابن الغرس نے کہا ہے۔

سورۃالمطففین: مکمل سورت مکی ہے مگر شروع کی چھ آیات مدنی ہیں۔

سورۃالبلد: مکمل سورت مکی ہے مگر شروع کی چار آیت مدنی ہیں۔

سورۃاللیل: مکمل سورت مکی ہے مگر شروع کی ایک آیت مدنی ہے۔

سورۃأرأیت: شروع کی تین آیت مکی ہیں اور باقی مدنی ہیں۔

مدنی سورتوں میں مکی آیات

اسی طرح بہت ساری آیات وہ ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں لیکن مدنی سورتوں کیساتھ ضم ہیں۔ اور اسکے اسباب اور علل ماقبل میں ذکر کئے جا چکے ہیں، تفصیل کیلئے اتقان دیکھئے۔

مکی اور مدنی سورتوں کی شناخت کے طریقے

علماء تفسیر نے مکی اور مدنی سورتوں کا استقراء کر کے ان کی بعض ایسی خصوصیات بیان فرمائی ہیں جن سے پہلی نظر میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی ان میں سے بعض خصوصیات قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور بعض اکثری، قواعد کلیہ یہ ہیں۔

۱- ہر وہ سورت جس میں لفظ کلا (ہرگز نہیں) آیا ہے، وہ مکی ہے، یہ لفظ پندرہ سورتوں میں ۳۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ ساری آیتیں قرآن کریم کے آخری نصف حصہ میں ہیں۔

۲- ہر وہ سورت جس میں (حنفی مسلک کے مطابق) کوئی سجدہ کی آیت آئی ہے۔ مکی ہے۔

۳-سورۃ بقرہ کے سوا ہر وہ سورت جسمیں آدمؑ وابلیس کا واقعہ مذکور ہے وہ مکی ہے۔
۴-ہر وہ سورت جس میں جہاد کی اجازت یا اس کے احکام مذکور ہیں، مدنی ہے۔
۵-ہر وہ آیت جس میں منافقوں کا ذکر آیا ہے، مدنی ہے۔

اور مندرجہ ذیل خصوصیات عمومی اور اکثری ہیں، یعنی کبھی کبھی ان کے خلاف بھی ہوجاتا ہے لیکن اکثر وبیشتر ایسا ہی ہوتا ہے۔

۱-مکی سورتوں میں عموماً يَاَيُّهَا النَّاسُ (اے لوگوں) کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے، اور مدنی سورتوں میں يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا (اے یمان والو) کے الفاظ سے۔

۲-مکی آیتیں اور سورتیں عموماً چھوٹی اور مختصر ہیں اور مدنی آیات وسورتیں طویل اور مفصل ہیں۔

۳-مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت، اور آخرت کے اثبات، حشر ونشر کی منظر کشی، اور آنحضرتؐ کو صبر وتسلی کی تلقین اور پچھلی امتوں کے واقعات پر مشتمل ہیں، اور ان میں احکام وقوانین کم بیان ہوئے ہیں، اس کے برعکس مدنی سورتوں میں خاندانی اور تمدنی قوانین، جہاد وقتال کے احکام اور حدود اور فرائض بیان کئے گئے ہیں۔

۴-مکی سورتوں میں زیادہ تر مقابلہ بت پرستوں سے ہے، اور مدنی سورتوں میں اہل کتاب اور منافقین سے۔

۵-مکی سورتوں کا زیادہ تر اسلوب پرشکوہ ہے۔ اسمیں استعارات اور تشبیہات اور تمثیلیں زیادہ ہیں، اور ذخیرہ الفاظ بہت وسیع ہے۔ اسکے برخلاف مدنی سورتوں کا انداز نسبتاً سادہ ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں کے انداز واسلوب میں یہ فرق دراصل حالات، ماحول، اور مخاطبوں کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ مکی زندگی میں چونکہ مسلمانوں کا واسطہ زیادہ تر عرب کے بت پرستوں سے تھا۔ اور کوئی اسلامی ریاست وجود میں نہیں آئی تھی، اس لئے اس دور میں زیادہ تر زور عقائد کی درستگی، اخلاق کی اصلاح، بت پرستوں کی مدلل تردید، اور قرآن کریم کی شان اعجاز کے اظہار پر دیا گیا، اس کے برخلاف مدینہ طیبہ میں ایک

اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی، لوگ جوق در جوق اسلام کے سائے تلے آرہے تھے، علمی سطح پر بت پرستی کا ابطال ہو چکا تھا، اور تمام تر نظریاتی مقابلہ اہل کتاب سے تھا، اس لئے یہاں احکام وقوانین، اور حدود وفرائض کی تعلیم، اور اہل کتاب کی تردید پر زیادہ تر توجہ دی گئی، اور اسی کے مناسب اسلوب بیان اختیار کیا گیا۔

قرآن کریم کا نزول

پیچھے آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم کا نزول دفعۃً اور یکبارگی نہیں ہوا ہے۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تیئس سال میں اتارا گیا ہے۔ بعض وقت حضرت جبرئیلؑ ایک چھوٹی سی آیت بلکہ آیت کا ایک جز لیکر تشریف لائے، اور بعض مرتبہ کئی کئی آیتیں بیک وقت نازل ہوئیں۔ قرآن کریم کا سب سے چھوٹا حصہ جو مستقلاً نازل ہوا وہ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ (سورۃ النساء ۹۵) ہے جو ایک طویل آیت کا ٹکڑا ہے دوسری طرف پوری سورت سورۃ الانعام ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہے۔ (ابن کثیر ص:۱۲۲ ج:۲)

قرآن کریم یکبارگی نازل ہونے کے بجائے تھوڑا تھوڑا کیوں نازل کیا گیا؟ یہ سوال خود مشرکین عرب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا، باری تعالیٰ نے ان کے اس سوال کا جواب خود ان الفاظ میں دیا ہے:

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝۳۲ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝۳۳

”اور کافروں نے کہا کہ آپ پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اس طرح ہم نے قرآن کو تدریجاً اتارا ہے، تاکہ ہم آپکے دل کو مطمئن کر دیں، اور ہم نے اسکو رفتہ رفتہ پڑھا ہے، اور وہ کوئی بات آپکے پاس نہیں لائیں گے مگر ہم آپکے پاس حق لائیں گے اور عمدہ تفسیر پیش کریں گے۔“ (فرقان ۳۲ / ۳۳)

امام رازی تدریجی نزول کی حکمتوں پر روشنی ڈالتے ہیں فرمایا کہ

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امّی تھے لکھے پڑھے نہ تھے، اس لئے سارا قرآن ایک مرتبہ

نازل ہو گیا ہوتا تو اس کا یاد رکھنا اور ضبط کرنا دشوار ہو جاتا، اسکے برخلاف موسیٰؑ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اسلئے ان پر تورات ایک ہی مرتبہ نازل کردی گئی۔

۲- اگر پورا قرآن ایک دفعہ نازل ہو جاتا تو جملہ احکام کی پابندی بیک وقت لازم ہو جاتی، اور یہ اس حکیمانہ تدریج اور طرز کے خلاف ہوتا جو شریعت محمدی میں ملحوظ رہی ہے۔

۳- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے ہر روز نئی نئی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ جبرئیلؑ کا بار بار قرآن لیکر آنا ان اذیتوں کے مقابلے کو آسان بنا دیتا تھا۔ اور آپ کے لئے تقویت قلب کا سبب بنتا تھا۔

۴- قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ لوگوں کے سوالات کے جوابات اور مختلف واقعات سے متعلق ہے۔ اسی لئے ان آیتوں کا نزول اسی وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کئے گئے یا وہ واقعات پیش آئے، اس سے مسلمانوں کی بصیرت بھی بڑھتی تھی، اور قرآن کریم کی عینی خبر بیان کرنے سے اسکی حقانیت بھی اور زیادہ آشکارا ہو جاتی تھی۔ (مقدمہ معارف ص:۱۱ ج:۱ / بحوالہ تفسیر کبیر ص:۳۳۶ ج:۶)

ایک ہی آیت کا متعدد بار نزول

کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک ہی آیت کا نزول بار بار ہوا ہے۔ اور اس کی بکثرت مثالیں ہیں چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱- صحیحین میں امام بخاری اور مسلم نے مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواجہ ابوطالب کی وفات کے وقت حاضر خدمت ہوئے اور فرمایا کہ آپ اسلامی کلمہ پڑھ لیں تاکہ روز قیامت ہمیں سفارش کا موقع مل سکے لیکن قسمت میں ایمان نہ تھا تو ایمان نہ لاسکے۔ اور اسی حالت میں اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے اس وقت فرمایا کہ "**لاستغفرن لک مالم انه عنه**" یعنی میں آپ کے لئے اس وقت تک مغفرت چاہتا رہونگا جب تک میں اس سے روک نہ دیا جاؤں، اس وقت آیت کریمہ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ) نازل ہوئی جسکا مطلب یہ ہے کہ کسی نبی کیلئے مشرکین کیلئے دعاء مغفرت کرنا درست نہیں۔

یہی آیت دوسری مرتبہ بھی دوسرے واقعہ کے موقع پر نازل ہوئی، تفصیل دوسری مرتبہ آیت کے نزول کے بارے میں یہ ہے کہ۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ اپنے مشرک والدین کیلئے دعاء مغفرت کرر ہے تھے جو حالت کفر میں انتقال کر چکے تھے۔تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اس شخص سے کہا کہ تم اپنے والدین کیلئے دعاء مغفرت کرر ہے ہو حالانکہ حالت شرک میں دونوں رخصت ہوئے ہیں۔اس شخص نے کہا کہ حضرت ابراھیمؑ نے بھی تو اپنے مشرک باپ کیلئے دعاء مغفرت کی تھی۔ میں نے یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ۔اس قصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اس وقت مذکورہ آیت یعنی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ نازل ہوئی۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کے لئے قبر پر حاضر ہو کر دعاء مغفرت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا۔اور آیت (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ) نازل ہوئی، مزید تفصیل اپنے مقام پر آئندہ آرہی ہے۔

۲-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جب حضرت حمزہؓ شہید ہوئے اور حضرت حمزہؓ کو مثلہ کر دیا گیا۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ ضرور بالضرور ستر مرتبہ حضرت حمزہؓ کے بدلہ انہیں مثلہ کرونگا (اور صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اگر موقع ملا تو انہیں ایسا مزہ چکھاونگا کہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائیگا۔اس وقت آیت کریمہ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖؕ اخیر سورت تک نازل ہوئی (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین اور بدلہ اسی حساب سے لینے کا حکم فرمایا جتنا کفار کی جانب سے نقصان پہونچا ہے چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ارادے سے رک گئے اور قسم کا کفارہ ادا کیا جیسا کہ علامہ واحدیؒ نے اسباب میں اور علامہ جوزیؒ اور علامہ آلوسیؒ، علامہ بغویؒ نے اس آیت کے تحت ذکر کیا ہے تفصیل آئندہ آرہی ہے)

یہی آیت دوسری مرتبہ بھی نازل ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ

غزوۂ احد کے دن جب ۷۰ رصحابہ کرامؓ شہید ہو گئے ۶۴ ر انصار تھے اور ۶ رمہاجر تھے حضرات انصار نے فرمایا کہ ان پر موقع پا کر ایسا دنداں شکن جواب دیں گے کہ برسوں

یادرکھیں گے۔ یہ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کو زبردست طریقے سے غلبہ حاصل ہوا۔اب موقع تھا کہ غزوۂ احد کا بدلہ لیا جاتا اور کفر وشرک کو یکسر ختم کر دیا جاتا۔اور یہ مکمل امکان تھا کہ مسلمان غصہ کی وجہ سے بدلہ لینے میں حد سے آگے بڑھ جاتے تو ایسے وقت اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ آیت) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا نازل فرمائی تو ظاہر ہے اسکے نزول میں فتح مکہ تک تاخیر ہوئی۔

ابن حصار نے کہا ہے کہ اس آیت کا نزول تین مرتبہ ہوا، اولاً مکہ میں ہجرت سے قبل مکی سورت کے ساتھ، پھر احد میں، اور- پھر- یوم الفتح میں-تو آیت تو ایک ہی ہے لیکن سبب نزول متعدد ہے-جیسا کہ علامہ سیوطی نے فرمایا ہے۔دیکھئے۔(الاتقان، سیوطی ص:۹۶/۹۵ ج:۱)

ایک سبب نزول سے متعلق مختلف آیات

ابھی ماقبل میں یہ گذرا ہے کہ کبھی قرآن شریف کا نزول اور سبب نزول کا باہم یہ رشتہ رہا ہے کہ آیت ایک ہی ہوتی ہے لیکن اسکے نزول کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔اور مختلف ہونے کے اسباب بھی دو ہوتے ہیں کبھی تو واقعۃً اسباب دو یا دو سے زیادہ ہوتے ہیں۔لیکن کبھی اسباب نزول میں اختلاف ہوتا ہے جبکہ آیت ایک ہوتی ہے وجہ اسکے راوی کا اول واقعہ سے عدم واقفیت ہے جیسا کہ تفصیلاً ابھی گذرا۔

یہاں زیر بحث یہ ہے کہ آیات مختلف ہیں لیکن ہر ایک آیت کے نزول کا سبب ایک ہی واقعہ ہے چنانچہ قرآن شریف میں ایسی بہت ساری آیات ہیں جو نزول کے اعتبار سے مختلف ہیں اور ہر آیت کے نزول کا زمانہ علیحدہ ہے۔لیکن اسکے باوجود سبب نزول جملہ آیتوں کا ایک ہی ہے۔وضاحت اس طرح ہے کہ

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں عورت کا ذکر نہیں سنتی ہوں کہ عورتوں کے ہجرت کرنے پر یہ ثواب ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ الخ)

حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ مردوں کا تذکرہ تو آتا ہے۔لیکن عورتوں کا تذکرہ نہیں ہے۔اس وقت آیت کریمہ (اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ

الْمُسْلِمٰتِ) اور آیت کریمہ (اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی) نازل ہوئیں۔

حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ! مرد حضرات غزوہ میں جاتے ہیں جسکے تئیں مال غنیمت وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور مال فئی سے بھی ----- ہم عورتیں غزوات وغیرہ سے محروم ہیں جسکے نتیجے میں مال غنیمت وغیرہ سے محروم رہنا ظاہر ہے۔ ہاں ایسا کیوں نہ ہو کہ میراث کے مال سے ہم عورتوں کو نصف ملے تاکہ کچھ تو عورتوں کے حصے کا اوسط بڑھ جائے۔ اس وقت ارشاد باری (وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ) اور (اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ) نازل ہوئیں۔ (الاتقان ص:۹۷ ج:۱)

یہ سب آیتیں آپس میں مختلف ہیں اور مختلف سورتوں میں ہیں لیکن سبب نزول ایک ہے۔ مزید تفصیل **الاتقان فی علوم القرآن** ص:۹۷ میں دیکھئے اسی طرح **البرھان فی علوم القرآن** میں۔

سب سے اوّل نازل ہونے والی آیات

صحیح قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیات اتریں ہیں، وہ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ بیان درج ہیکہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی کی ابتداء تو سچے خوابوں سے ہوئی تھی، اس کے بعد خلوت میں آپ کو عبادت کرنے کا شوق پیدا ہوا، اور اس دوران آپ غار حراء میں کئی کئی راتیں گزارتے، اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، یہاں تک کہ ایک دن اسی غار میں آپکے پاس اللہ کی جانب سے ایک فرشتہ آیا، اور اس نے سب سے پہلی بات یہ کہی کہ ''اِقْرَاْ'' یعنی پڑھو حضورؐ نے فرمایا کہ ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' اس کے بعد خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میرے اس جواب پر فرشتے نے مجھے پکڑا اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھ پر مشقت کی انتہا ہوگئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور دوبارہ کہا کہ ''اقرا'' میں نے جواب دیا کہ ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' فرشتے نے پھر مجھے پکڑا۔

اور جس طرح پہلی مرتبہ بھینچا تھا اس مرتبہ بھی ویسا ہی کیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ کر کہا کہ ''اِقرا'' میں نے جواب میں وہی کہا جو پہلی مرتبہ کہا تھا، اس پر اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑا اور بھینچ کر چھوڑ دیا۔ پھر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵

''پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا۔ پڑھو۔ اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھلائیں جو وہ نہیں جانتا تھا''

یہ آپ پر نازل ہونے والی پانچ آیات تھیں۔ اس کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا، اسی زمانہ کو ''فترت وحی'' کا زمانہ کہتے ہیں، پھر تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آپ کو آسمان اور زمین کے درمیان دکھائی دیا، اور اس نے سورۃ ''مدثر'' کی آیات سنائیں اس کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ (اسباب النزول ص:۵ مقدمہ معارف القرآن ص:۸ بحوالہ مناہل العرفان)

باقی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ کی روایت میں اول نازل ہونے والی آیت ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱'' کا جو ذکر آتا ہے اس سے سابق روایت کی مخالفت یا تردید نہیں ہوتی، کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت جابر ؓ نے اخیر حصہ کو سنا ہو، اور اوّل حصہ کو نہیں سنا ہو، اسلئے ان کو وہم ہو گیا ہو کہ اول نازل ہونے والی آیت ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱'' ہے ہاں یہ بات صحیح ہے کہ سورہ ''اقرا'' کی چند آیات کے بعد۔ جو فترت کا زمانہ گذرا ہے اسکے بعد سب سے پہلی آیت ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱'' کی نازل ہوئی ہے۔ (اسباب النزول ص:۶/۷)

ذیل کی دو روایتوں سے بھی اوّل روایت کی جسے حضرت عائشہ ؓ نے بیان فرمایا ہے تائید ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت عکرمہ ؓ اور حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کا جو حصہ مکہ میں سب سے پہلے نازل ہوا۔ وہ بسم اللہ ہے۔ اور سب سے پہلی سورت جو مکہ میں نازل ہوئی وہ سورہ

''اِقرأ'' کی ابتدائی ۵/آیات ہیں۔(الاتقان ص ۶۹ ج:۱)

۲-حضرت علی بن حسینؓ فرماتے ہیں کہ مکہ میں رہتے ہوئے جو سب سے پہلی سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سورہ ''اِقرأ'' ہے، اور آخری سورت سورہ مومنون، ہے، اور ''عنکبوت'' کے بارے میں بھی ایک قول ہے۔ اور اوّل سورت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں سکھائی وہ سورۃ ''نجم'' ہے، اور آخری سورت جو مدینہ میں نازل ہوئی وہ سورہ ''براءت'' ہے، اور آخری آیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی وہ (وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللهِ) ہے اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹۰/دن اس دنیا میں زندہ رہے۔(اسباب النزول ص:۷)

ان دونوں روایتوں کے بعض مضمون سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات سورہ ''اِقرأ'' ہی کی چند آیات ہیں۔

سب سے اخیر میں نازل ہونے والی آیت

بخاری کتاب التفسیر کی روایت میں ہے کہ سب سے اخیر میں نازل ہونے والی آیت (یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ) ہے لیکن گذری ہوئی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری آیت (وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللهِ) ہے۔ تو دونوں روایت میں توافق نہیں، علامہ واحدیؒ نے اس عقدہ کا یہ حل کیا ہے کہ یہ آیت یعنی اتَّقُوْا الخ اور سورۃ نساء کی آیت قُلِ اللهُ یُفْتِیْكُمْ الخ دونوں نزول کے اعتبار سے آخری قرآن ہے۔

باقی حاکم کی روایت میں جو آخری آیت نزول کے اعتبار سے ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' الخ کے بارے میں ہے۔ تو اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا آخری دور مراد ہے۔(اسباب النزول ص:۸: الاتقان ص:۸۷ ج:۱) [1]

[1] آخری آیت نزول کے اعتبار سے کون سی ہے، تفصیل گذر چکی ہے لیکن مشہور قول اس بارے میں یہ ہے کہ آخری آیت نزول کے اعتبار سے آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ ہے، لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس آیت کے بعد آیت ربوا اور آیت دیت اور آیت کلالہ نازل ہوئی، اس لیے تطبیق کی شکل یہ ہے کہ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ کامل ومکمل دین ہونے کے اعتبار سے ہے، مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کفار ومشرکین کو حج وغیرہ کرنے کی بالکل اجازت نہ تھی، اور حدودِ حرم سے کفار ومشرکین کو جلاوطن کردیا گیا، اس اعتبار سے مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ نے ہر اعتبار سے مضمون کو مکمل کردیا نہ یہ کہ یہ آخری آیت ہے۔(الاتقان ص ۸۲، ج ۲)

آیت تسمیہ کا نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اول مرتبہ حضرت جبرئیلؑ سے آنحضرتؐ کی ملاقات ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اے محمد-اعوذ باللہ- پڑھئے اور بسم اللہ- بھی- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دوسری روایت اس بارے میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم سورت کو نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ بسم اللہ نازل ہوئی تو اس سے حضور نے یہ سمجھا کہ جب سورت کے بعد بسم اللہ آجائے تو پہلی سورت کے ختم ہونے کی علامت ہے۔ (اسباب النزول ص:۹) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کیلئے نازل ہوئی ہے۔ (اسباب النزول ص:۱۰)

کون کون سی سورتیں کس سن میں نازل ہوئیں

۱- ابتداء ۱ سنہ نبوی: العلق، القلم، المزمل، المدثر

۲- ۲ سنہ نبوی: الاعلیٰ، التکویر، القیامۃ، الاخلاص، الفیل، قریش، الفجر، التین، اللھب، الفلق، الناس

۳- ۳ سنہ نبوی: الشمس، اللیل، الضحیٰ، الانشراح، البلد، الطارق، البروج، عبس، الفاتحہ، الشعراء، الطور، الذاریات، ق، الغاشیۃ، العادیات، التکاثر

۴- ۴ سنہ نبوی: الفرقان، النمل، سبا، فاطر، النجم، القمر، الرحمٰن، الواقعہ، الملک، الحاقہ، المعارج

۵- ۵ سنہ نبوی: المرسلات، الدھر، نوح، ص، طٰہٰ، مریم، الماعون، الکوثر، الصافات، حم سجدہ

۶- ۶ سنہ نبوی: یٰس، النبا، العصر، التطفیف، الانفطار، الکافرون

۷- ۶-۷ سنہ نبوی: النازعات، الانشقاق، الروم، القارعۃ، الانبیاء

۸- ۸ سنہ نبوی: القدر، البینۃ، الھمزۃ

۹- ۹ سنہ نبوی: العنکبوت، السجدۃ، لقمان، الزلزال

۱۰- ۱۰ سنہ نبوی: النمل، المومنون، الشوریٰ، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الجن
۱۱- ۱۰-۱۱ سنہ نبوی: الاحقاف
۱۲- ۱۱ سنہ نبوی: المومنون، الانعام، یونس، ھود، یوسف، الرعد، ابراہیم، الحجر
۱۳- ۱۱-۱۲ سنہ نبوی: الزمر، الاعراف
۱۴- ۱۲ سنہ نبوی: بنی اسرائیل، الکہف، القصص، جزء حم السجدۃ
۱۵- ۱۲ سنہ نبوی تا ۱ سنہ ھ: الحج، التغابن، محمد
۱۶- ۱-۲ سنہ ھ: البقرۃ، الانفال
۱۷- ۲-۳ سنہ ھ: آل عمران
۱۸- ۳ سنہ ھ: النساء، المائدۃ، الصّف
۱۹- ۳-۴ سنہ ھ: الجمعۃ
۲۰- ۴ سنہ ھ: الحشر
۲۱- ۵ سنہ ھ: المنافقون، الاحزاب، النور
۲۲- ۶ سنہ ھ: الطلاق، الفتح، المجادلۃ
۲۳- ۷ سنہ ھ: التحریم، جزء الاحزاب
۲۴- ۸ سنہ ھ: الممتحنہ، الحدید
۲۵- ۹ سنہ ھ: التوبہ، الحجرات
۲۶- ۱۰ سنہ ھ: النصر، اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَ رَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا

سببِ نزول سے خالی سورتوں کی تفصیلات

الشعراء، النمل، السبا، الفاطر، الصافات، المؤمن، الذاریات، الطور، النجم، الرحمٰن، نوح، المزمل، النازعات، انفطار، انشقاق، البروج، الاعلی، الفجر، البلد، الشمس، الم نشرح، التین، البینۃ، الفارعۃ، العصر، الفیل،

قریش، إبراهیم

ان سورتوں کے علاوہ جتنی سورتیں ہیں تمام کی تمام کسی نہ کسی حد تک سببِ نزول سے متعلق ہیں، ایسی تمام سورتوں کی تفصیلات ہر دو جلد کی فہرست اور قرآنی فہرست سے بھی معلوم ہوسکتی ہیں۔

یہاں یہ واضح رہے کہ مندرجہ بالا سورتیں سبب نزول سے خالی ہیں اور ان کے علاوہ جو سورتیں ہیں وہ کسی نہ کسی حد تک سبب نزول سے متعلق ہیں اور یہ تعیین وتحدید استقرائی ہے قطعی نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ فاتحہ کا نزول

۱-سورۂ فاتحہ کے نزول کے بارے میں حضرات مفسرین کا اختلاف ہے لیکن اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ اور قرآن کا نزول جس زمانے میں شروع ہوا ہے اسی زمانے میں اس کا نزول بھی ہوا ہے۔

حضرت ابومیسرہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آواز سنی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیکر آواز دی گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز سے خوف زدہ ہوئے اور وہاں سے چل پڑے اور ورقہ بن نوفلؓ (حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی) سے ماجرا کہہ سنایا------تو حضرت ورقہ بن نوفل نے کہا کہ جب تم اس طرح کی آواز سنو تو رک جاؤ جب تک کہ تم کہنے والے کی بات سن نہ لو، پھر پہلے ہی کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیکر آپکو پکارا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے جواب میں لبیّک فرمایا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبیّک کہنے کے بعد منادی نے کہا" **اشهدان لااله الاالله واشهدان محمدرسول الله**" پڑھو، پھر منادی نے کہا کہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الخ" پڑھو------یہ آخری ٹکڑا حضرت علی بن ابی طالبؓ کا قول ہے۔ بعض دوسری روایت میں سورۂ فاتحہ کا نزول مدینہ میں ہونا بتلایا گیا ہے۔ روایت اسلئے قابل قبول نہیں ہے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں تیرہ سال بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھی ہو۔ اور مدنی ہونے کا قول حضرت مجاہد کا ہے حضرت مجاہد کا قول خالص تفرد پر مبنی ہے۔ علماء نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ اور حسین بن فضل نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہر عالم کی ایک لغزش ہوا کرتی ہے۔ مجاہد کیلئے یہ بھی لغزش سے کم نہیں ہے۔ اور اس بات کی مزید تائید کہ سورۂ فاتحہ مکی ہے۔ خود قرآن کی آیت ہے (وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ

الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾)''کہ ہم نے آپ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور قرآن مجید عطا کیا ہے''(اسباب النزول ص: ۱۰۰،۱۱۱ اور یہ آیت مکی ہے)

نزول سورۂ بقرہ

۲-سورۂ بقرۃ بالاتفاق مدنی سورت ہے۔یعنی ہجرت مدینہ طیبہ کے بعد نازل ہوئی، اگرچہ اس کی بعض آیات مکہ مکرمہ میں حج کے وقت نازل ہوئی ہیں۔مگروہ باصطلاح مفسرین مدنی کہلاتی ہیں۔

سورۂ بقرۃ قرآن کی سب سے بڑی سورت ہے اور مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے اس کا نزول شروع ہوا ہے اور مختلف زمانوں میں مختلف آیتیں نازل ہوتی رہی ہیں یہاں تک کہ ربوا یعنی سود کے متعلق جو آیات ہیں وہ آنحضرتؐ کی آخری زندگی میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئیں۔اور اس کی ایک آیت ''وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ'' تو قرآن کی بالکل آخری آیت ہے جو ۱۰ھ میں دس ذی الحجہ کو منیٰ میں نازل ہوئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے فرائض ادا کرنے میں مشغول تھے (قرطبی) اور اس کے اسیّ ،نوے دن کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔

(معارف القرآن ص:۹۴ ج:۱)

۳-الٓمّٓ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ: الم۔یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو، اور خدا سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر، اور قائم کرتے ہیں نماز کو، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں پس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو انکے

پروردگار کی جانب سے ملی ہے اور یہ لوگ پورے کامیاب ہیں۔

شانِ نزول: مذکورہ چار آیتیں ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے اپنے عمل کو بالکل قرآن کے مطابق بنالیا۔ جنکا لقب قرآن کی اصطلاح میں متقین اور مومنین کاملین ہے۔ (اسباب النزول ص:۱۱)

۴- اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۞ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَ عَلٰی سَمْعِھِمْ ؕ وَ عَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ ۫ وَّ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۞

ترجمہ: بیشک جولوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے انکے حق میں خواہ انکو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ وہ ایمان نہ لاویں گے۔ بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر اور انکی آنکھوں پر اور انکے لئے سزا بڑی ہے۔

شانِ نزول: یہ دو آیتیں ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنکے متعلق حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ ایسے ہی کافروں کا حال یہ بتلایا کہ انکے لئے کوئی وعظ ونصیحت کارگر نہیں ہوگی۔ ان کے دلوں پر مہر لگی ہے۔

کیونکہ یہ حضرات کفر وانکار میں ضد اور عناد تک پہونچ گئے تھے اور اس ضد کی وجہ سے وہ کسی حق بات کو سننے اور روشن دلیل کو دیکھنے کیلئے بھی تیار نہ تھے۔ ایسے لوگوں کیلئے سنۃ اللہ یہی ہیکہ ان کو ایک سزا اسی جہاں میں نقد دی جاتی ہے۔ کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ کانوں اور آنکھوں کو حق وصداقت کے قبول کرنے سے بند کر دیا جاتا ہے۔ گویا ان کا حال ایسا ہوجاتا ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہوتا۔

(معارف القرآن ص:۱۳۶ ج:۱/ اسباب النزول ص:۱۱)

حضرت ضحاکؒ نے بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ آیت (اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا) ابوجہل کے بارے میں اور اس کے ۵/ اہل خانہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کلبی نے کہا ہے کہ یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے (تعارض جملہ روایتوں میں اس لئے نہیں ہوسکتا ہے کہ آخر سارے کے سارے کفار ومشرکین ہی ہیں: باقی رہے یہود تو ان کا حال بھی کفار سے کم

نہیں۔)(اسباب النزول ص ۱۲)

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ
اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا
فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ
لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا
اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى
شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ
بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ
الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ
تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا
يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ ۙ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ
يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَ اللّٰهُ
مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ
لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ
بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع

ترجمہ: اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں چال بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے ہیں اور واقع میں کسی کیساتھ چالبازی نہیں کرتے

بجز اپنی ذات کے اور وہ اسکا شعور نہیں رکھتے ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے، سو اور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں یاد رکھو بے شک یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اسکا شعور نہیں رکھتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ، کہتے ہیں کیا ہم ایمان لاوینگے جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بیوقوف یاد رکھو بے شک یہی ہیں بے وقوف لیکن اسکا علم نہیں رکھتے اور جب ملتے ہیں وہ منافقین ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بیشک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی استہزا کر رہے ہیں ان کیساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں ان کو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی بجائے ہدایت کے تو سود مند نہ ہوئی ان کو یہ تجارت اور نہ ٹھیک طریقہ پر چلے ان کی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کر دیا ہو اس آگ نے اس شخص کے گرداگرد کی سب چیزوں کو ایسی حالت میں سلب کر لی ہو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو انکو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے، بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہونگے یا ان منافقوں کی مثال ایسی ہے جیسے بارش ہو آسمان کی طرف سے اس میں اندھیری بھی ہو، گرج اور بجلی بھی جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں وہ ٹھونس لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشۂ موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہیں کافروں کو برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکی بینائی اس نے لی جہاں ذرا انکو بجلی کی چمک ہوئی تو اس کی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب ان پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے تو انکے گوش و چشم سب سلب کر لیتے بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

شان نزول: اول چار آیتوں میں ماننے والوں کا تذکرہ متقین کے عنوان سے ہے پھر دو آیتوں میں اپنے زمانے والوں کا ذکر ہے جو کھلے طور پر قرآن کا معاندانہ انکار کرتے تھے جیسا کہ گذرا ان تیرہ آیتوں میں ایسے منکرین اور کفار کا ذکر ہے جو ظاہر میں اپنے آپ کو مومن مسلمان کہتے تھے مگر حقیقت میں وہ مسلمان نہیں تھے ان لوگوں کا نام قرآن میں منافقین رکھا گیا ہے اور انکا عذاب دوسرے کھلے کافروں سے زیادہ سخت بتلایا گیا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں رکھے جائیں گے۔ (معارف القرآن ص:۶۸ ج:۱ اسباب النزول للواحدی ص:۱۱)

اور وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آیت مبارکہ کے نزول کے بارے میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی اور انکے ہمنشینوں کے بارے میں نازل ہوئی واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن یہ حضرات اپنی کسی غرض سے باہر نکلے راہ چلتے ہوئے حضرات صحابہؓ سے ملاقات ہوگئی حضرات صحابہ نے انکا پرتپاک استقبال کیا اور خیر و خیریت معلوم کی عبداللہ بن ابی نے اپنے ہمنشینوں سے کہا کہ دیکھو! آج میں انہیں کس طرح بیوقوف بناتا ہوں عبداللہ بن ابی آگے بڑھا اور حضرت ابوبکر سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ ابوبکر صدیق کیلئے مرحبا اور خوش آمدید ہے کہ آپ قبیلہ بنی تمیم کے سردار اور شیخ الاسلام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں اور اللہ پر مال و جان قربان کرنے والے ہیں اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ یہ ہیں عمر، مرحبا ہو انکے لئے کہ بنی عدی بن کعب کے سردار ہیں، حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں ،ثابت قدمی میں قوی ہیں، اپنے مال و جان اور اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول پر قربان کرنے والے ہیں پھر اس کے بعد حضرت علیؓ سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ علیؓ بھی بہت ساری خصوصیتوں کے مالک ہیں رسول اللہ کے چچازاد بھائی ہیں داماد ہیں مزید بنی ہاشم کے سردار ہیں، اس کے بعد ان کو جہاں جانا تھا چلے گئے اور آپس میں یہ تذکرہ کرتے گئے کہ دیکھا آج میں نے انکا کیسا مذاق اڑایا اور دیکھو! تم بھی ایسا ہی ان کے ساتھ حسب موقع کیا کرو۔ یعنی انکے سامنے تعریفی کلمات کہدیا کرو ادھر حضرات صحابہ آنحضر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انکے

بارے میں اچھے تاثرات دیئے اس وقت مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔ (اسباب النزول ص:۱۲)

۶- یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اے لوگو! عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اوران لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گذر چکے ہیں عجب نہیں کے تم دوزخ سے بچ جاؤ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی پھر پردۂ عدم سے نکالا بذریعہ اس پانی کے پھلوں سے غذا کو تم لوگوں کے واسطے اب تو مت ٹھہراؤ اللہ پاک کے مقابل اور تم تو جانتے بوجھتے ہو اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا تم بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اسکا ہم پلہ ہو اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو پھر تم اگر یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے اور خوشخبری سنا دیجئے اے پیغمبر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی بیشک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہونگی انکے نیچے نہریں جب کبھی پاجاویں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمکو ملا تھا اس سے پیشتر

اور ملیگا بھی انکو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا اور انکے واسطے ان بہشتوں میں بیویاں ہونگی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ بسنے والے ہوں گے۔

شان نزول: حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کے آیت یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (الی قولہ) لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آیت وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ آخر تک مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کی جزاء کا تذکرہ کیا آیت مذکورہ میں یعنی۔ النَّارَ الَّتِيْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ کے ذریعہ تو اس کے ساتھ ہی مومنوں کے انجام خیر کا تذکرہ بھی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے: وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الیٰ قولہ خٰلِدُوْنَ

(اسباب ص: ۱۲)

فائدہ: پہلی دو آیتوں میں چند ایسے کام مذکور ہیں جو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا مثلاً زمین آسمان پیدا کرنا آسمان سے پانی پیدا کرنا اور پانی سے پھل پھول پیدا کرنا تو جس طرح زمین و آسمان کی بناوٹ، پانی برسانے اور اس سے پھل پھول نکالنے سے انسانی طاقت کا عاجز ہونا اس کی دلیل تھی کہ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ اسی طرح کلام الٰہی کی نظیر اور مثال پیش کرنے سے پوری مخلوق کا عاجز رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

اور اگر تم اس جیسا کلام لانا چاہو تو لے آؤ؟ لیکن لا نہیں سکتے۔ اور اس کا تمہیں خود احساس ہے کہ تم عاجز اور بے بس ہو، اس کے باوجود ایمان نہ لانا اپنے ہاتھوں جہنم میں اپنا ٹھکانا کرنا ہے اسلئے اس سے بچو۔

۷۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَا ذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي

الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرماتے اس بات سے کہ بیان کردیں کوئی مثال بھی خواہ مچھر ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یہی یقین کرینگے کے بیشک یہ مثال بہت ہی موقع کی ہے انکے رب کی جانب سے اور رہ گئے وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں سو چاہے کچھ ہی ہو جائے وہ یونہی کہتے رہینگے وہ کون مطلب ہوگا جسکا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے، گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کو اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس مثال سے کسی کو مگر صرف بے حکمی کرنے والوں کو جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس کے استحکام کے بعد اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں بس یہ لوگ ہیں پورے خسارہ میں پڑنے والے۔

شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کے معبودان باطلہ کی مذمت فرمائی بایں الفاظ کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ (سورۃ الحج)

ترجمہ: جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہو جائیں اگر کچھ چھین لے ان سے مکھی چھڑا نہ سکیں گے وہ اس سے بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اور مثال ان لوگوں کی جنہوں نے پکڑا اللہ کو چھوڑ کر اور حمایتی جیسے مکڑی

کی مثال بنالیا اس نے ایک گھر سب گھروں میں بودا سو مکڑی کا گھر اگر انکو سمجھ ہوتی۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کی اوران کے معبودوں کی مذمت کی اور حقارت بیان فرمائی کہ ان کے معبود تو ایسے ہیں کہ مچھر اور مکھی ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتے اور گویا ان کی مثال عنکبوت کی طرح ہے جو پھسپھسا گھر بناتی ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح ان کے معبودوں کی کوئی حقیقت نہیں تو قرآن کا ان کے بارے میں مثال بیان کرنا ان کو برا لگا، اس پر یہود کہنے لگے کہ ایسی حقیر اور گھناونی چیز کے ذکر سے اللہ کا کیا مقصد ہے اور مشرکین کہنے لگے ہم ایسے معبود کی عبادت کیونکر کر سکتے ہیں جو اس قدر خسیس اور گھناونی چیزوں کے ذریعہ مثال بیان کرے ان کی شان تو اس سے اعلی وارفع ہے اور بڑے لوگ ایسی چیزوں کے ذکر سے شرم محسوس کرتے ہیں اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں جس میں فرمایا کہ جب کسی حقیر اور ذلیل چیز کی مثال دینی ہو تو کسی ایسی ہی حقیر چیز سے مثال دینا مقتضائے عقل وبلاغت ہے اس غرض کیلئے کسی حقیر گھناونی چیز کا ذکر کرنا شرم وحیا کے قطعاً منافی نہیں اسلئے اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں کے ذکر سے نہیں شرماتے اور یہ بھی بتلادیا کہ ایسے احمقانہ شبہات صرف ان لوگوں کو پیدا ہوا کرتے ہیں جن کے قلوب اور دماغ سے ان کے کفر کی وجہ سے سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی ہو ایمان والوں کو کبھی ایسے شبہات دامنگیر نہیں ہوتے۔

اس کے بعد اسکی ایک اور حکمت بھی بتلادی کہ ایسی مثالوں سے لوگوں کا امتحان بھی ہوتا ہے نظر وفکر کرنے والوں کے لئے یہ مثالیں ہدایت کا سامان پیدا کرتی ہیں اور بے پروائی برتنے والوں کیلئے اور زیادہ گمراہی کا سبب بنتی ہیں اس کے بعد یہ بھی بتلادیا کہ قرآن کریم کی ان مثالوں سے صرف ایسے سرکش لوگ گمراہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں اور جن تعلقات وروابط کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے یہ لوگ ان کو توڑتے ہیں جسکا نتیجہ زمین میں فساد پھیلانا ہوتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور بعض دوسرے حضرات صحابہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے قول مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا (الیٰ قولہ) مُحِيطٌ بِالْكٰفِرِينَ ﴿١٩﴾ اور أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ (الی آخر قولہ) إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾

کے ذریعہ منافقین کی مثال بیان فرمائی تو اس پر منافقین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس طرح کی مثال بیان کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اللہ کی شان بہت بلند و بالا ہے اس پر یہ آیت الْخٰسِرُوْنَ تک نازل ہوئی۔

لہٰذا دونوں سبب نزول میں کوئی تعارض نہیں کچھ لوگوں نے یہ کہا ہو اور کچھ لوگوں نے وہ کہا ہو جو مذکور ہوا ان دونوں کے مناسب یہی آیت تھی جو جواباً نازل فرمائی۔ (معالم التنزیل ص:۵۸ ج:۱/ وابن کثیر ص:۵۵ ج:۱/ واسباب النزول:۱۲/ ومعارف القرآن ص:۱۹۱/ ج:۱ مختصر المقتطف ص:۵۷ ج:۱)

۸- اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: کیا غضب ہے کہ اور لوگوں کو نیک کام کرنے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کو کہتے ہیں اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی یعنی تورات کی (جس میں جا بجا ایسے عالم بے عمل کی مذمت مذکور ہے جو تمہاری نظر سے گذرتی رہتی ہے) تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کہ خود اس مذمت کے مصداق بنے جاتے ہو اور تم کو حبّ مال وجاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار معلوم ہوتا ہے۔)

شان نزول: مذکورہ آیت علماء یہود کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہ لوگ اپنے قرابت داروں اور رشتے داروں سے کہا کرتے تھے کہ وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے تھے کہ ان کا دین کیسا ہے؟ اور یہ خود کیسے ہیں؟ تو جواباً فرماتے کہ ان کا دین حق ہے اور ان کا قول سچ ہے اسلئے تم اسکی مکمل اتباع کرو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم خود تو دوسروں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اپنی ذات سے غافل ہو۔

فائدہ: اس آیت میں اگرچہ خطاب بنی اسرائیل کے لئے ہے لیکن اس توبیخ میں ہر ایسا واعظ شریک ہوگا جو اچھی باتیں تو بتلاتا ہو لیکن خود اس پر عمل نہ کرتا ہو۔ (المقتطف ص:۸۷ ج:۱/ ابن کثیر ص:۷۳ ج:۱/ معالم التنزیل ص:۶۶ ج:۱ اسباب النزول ص:۱۳/ معارف القرآن ص:۱۵۶ ج:۱/ بحوالہ قرطبی)

۹- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین جو شخص یقین رکھتا ہواللہ تعالیٰ پراورروز قیامت پراورکارگذاری اچھی کرے ایسوں کیلئے ان کاحق الخدمت بھی ہے پروردگار کے پاس اورکسی طرح کااندیشہ بھی نہیں ہے ان پراورنہ وہ مغموم ہوں گے۔

شان نزول: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی آنحضرت صلعم کے پاس تشریف لائے اوراصحاب الدِّیرُ یعنی اپنے ساتھیوں کے بارے میں تعریفی کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوسنانے لگے کہ وہ بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے اوربہت زیادہ روزہ رکھتے تھے اورآپ کی نبوت کااقرار کرتے تھے حضرت سلمانؓ اپنے ساتھی کی مدح سرائی سے فارغ ہوگئے توآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ توجہنمی ہیں اورنارمیں ہیں۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خبرسے میرے پیرتلے سے زمین کھسکنے لگی اورمیرے خوف وغم کی انتہانہ رہی اس پرمذکورہ آیت نازل ہوئی حضرت سلمان نے فرمایاکہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعدمجھے ایسامعلوم ہواجیساکہ میرے اوپرسے پہاڑہٹالیاگیاہو۔(اسباب النزول ص:۱۳/ابن کثیرص:۸۹ج:۱)

۱۰- اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: کیااب بھی تم توقع رکھتے ہوکہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آوینگے حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ جواللہ تعالیٰ کاکلام سنتے تھے اورپھر اس کوکچھ کاکچھ کرڈالتے تھے اس کوسمجھنے کے بعدحالاں کہ وہ جانتے تھے۔

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباسؓ اورمفسرقرآن حضرت مقاتل بیان

فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمائش کی کہ ہم تمہارے خدا پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم ان کو دیکھ نہ لیں اور انکے کلام کو سن نہ لیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو لیکر مقام طور پر پہونچے اور سب نے اللہ کے کلام کو سنا اور اللہ نے کچھ چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا اور کچھ چیزوں کے نہ کرنے کا حکم فرمایا ایک جماعت نے تو جس طرح سنا تھا اسی طرح من وعن بیان کر دیا اور ایک جماعت نے کہا کہ اللہ نے یقینا کچھ چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا اور کچھ چیزوں کے نہ کرنے کا حکم فرمایا لیکن اس کے ساتھ ایک اور لفظ فرمایا ہے کہ جو تم سے نہ ہو سکے تم نہ کرنا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مذکورہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے رجم والی آیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے اندر تغیر و تبدل کر دیا تھا۔ دونوں ہی واقعے سبب نزول ہو سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ آیت دونوں ہی واقعوں کے مضمون کو شامل ہے۔ (ابن کثیر ص:۱۰۰ ج:۱/ معالم التنزیل ص:۸۷ ج:۱/ اسباب النزول ص:۱۵)

فائدہ: مطلب یہ کہ جو لوگ ایسے بیباک اور اغراض نفسانی کے اسیر ہوں کہ وہ کسی کے کہنے سننے سے باز آنے والے اور سننے والے ہی نہ ہوں۔

اور کلام اللہ سے مراد توریت ہے اور سماع سے مراد بواسطہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ اور تحریف سے مراد اسکے بعض کلمات، یا تفاسیر، یا دونوں بدل ڈالنا ہے یا کلام سے مراد وہ کلام ہے جو ان ۷۰ آدمیوں نے بطور تصدیق موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر سنا تھا اور سماع سے بلا واسطہ اور تحریف سے مراد قوم سے یہ نقل کر دینا ہے کہ اخیر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو حکم تم سے ادا نہ ہو سکے وہ معاف ہے۔

امور مذکورہ بالا میں سے کسی امر کا صدور گوان یہودیوں سے نہ ہوا جو آنحضرتؐ کے زمانے میں موجود تھے چونکہ یہ لوگ بھی اپنے اسلاف کے ان عمال پر انکار و نفرت نہ رکھتے تھے اسلئے حکماً یہ بھی ویسے ہی ہوئے۔

۱۱- فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ

وَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: تو بڑی خرابی انکی ہوگی جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں سو بڑی خرابی آویگی انکو اسکی بدولت جسکو انکے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اسکی بدولت جسکو وہ وصول کیا کرتے تھے۔

شان نزول: مذکورہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جو توریت میں مذکور تھے اس کے اندر تغیر وتبدل کردیا اور مقصد اس سے یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف صحیح طریقہ سے نہ آئیں جس کے نتیجہ میں ہم جو کچھ کہیں گے لوگ اسے مانیں گے اور اسکے ذریعہ سے ہم مال جمع کرتے رہیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ جو کچھ کررہے ہیں انکے لئے بڑی خرابی ہے۔ (اسباب النزول ص: ۱۴ / ابن کثیر ص: ۱۰۱ ج: ۱ / المقتطف ص: ۱۱۲ ج: ۱ معالم التنزیل ص: ۸۹ ج: ۱)

۱۲-وَ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: اور یہودیوں نے کہا کہ ہرگز ہم کو آتش نہیں چھوئے گی مگر تھوڑے روز جو شمار کرلئے جاسکیں آپ یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے حق تعالیٰ سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف ہرگز نہیں کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگارہے ہو جسکی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے۔

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ یہ دنیا سات ہزار سال باقی رہے گی اور ہمیں اپنے گناہ کے عوض اگر عذاب میں مبتلا ہونا ہی پڑا تو صرف سات دن اس طرح پر کہ ہر ایک ہزار کے عوض ایک دن اس اعتبار سے سات دن جہنم میں رہنا پڑیگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح یہود کہا کرتے تھے کہ ہم نے چالیس روز بچھڑے کی پرستش کی ہے۔ لہٰذا

اس اعتبار سے چالیس دن جہنم میں رہنا پڑیگا اور بس ان کے اس خیال کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی ہے غرض یہ کہ یہود کے دعویٰ کا حاصل یہ تھا کہ چونکے انکے بہ زعم دین موسوی منسوخ نہیں ہے لہذا وہ مومن ہیں۔

اور انکار نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کافر نہیں ہوئے پس اگر کسی عصیان کے سبب دوزخ میں چلے بھی گئے پھر نکال لئے جائیں گے چونکہ یہ دعویٰ بناء الفاسد علی الفاسد ہے کیونکہ دین موسوی کی ابدیت کا دعویٰ خود غلط ہے لہٰذا انکار نبوت مسیحیہؑ و محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب وہ لوگ کافر ہوں گے اور کفار کیلئے بعد چندے دوزخ سے نجات پا جانا کسی بھی آسمانی کتاب میں نہیں ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے عہد سے تعبیر فرمایا پس ثابت ہوا کہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے۔ [۱]

۱۳- وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: جب انکو ایک ایسی کتاب پہونچی یعنی (قرآن مجید) جو منجانب اللہ ہے اور اس کتاب کی بھی تصدیق کرنیوالی ہے۔ جو پہلے سے ان کے پاس ہے (یعنی توارات) حالانکہ اس سے قبل خود بیان کرتے تھے کفار سے یعنی مشرکین عرب سے کہ ایک نبی آنے والے ہیں اور ایک کتاب لانے والے ہیں) پھر جب وہ چیز آپہونچی جسکو وہ خوب جانتے پہچانتے تھے تو اس کا صاف انکار کر بیٹھے سو بس خدائی مار ہوا ایسے منکروں پر (کہ جان بوجھ کر محض تعصّب کے سبب انکار کریں)

شان نزول: یہود خیبر کی جب قبیلۂ غطفان سے لڑائی ہوئی اور شکست سے دو چار ہوئے تو آنحضرت کے جو اوصاف توریت میں مذکور تھے ان کو بیان کیا مثلاً آخری زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے چناں چہ آں حصرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے دعا کی کہ **اللھم إنّا نسألک بحق النبی الأمی الذی وعدتناان تخرجه لنافی آخرالزمان الاان**

[۱] المقتطف ص:۱۱۵ ج:۱/ابن کثیر ص:۱۰۳ ج:۱/معالم التنزیل ص:۱۱۲ ج:۱/ اسباب النزول ص:۱۴/معارف القرآن ص:۱۹۴ ج:۱

نصرتنا علیھم.

ترجمه: کہ اے اللہ ہم تیرے نبی امیؐ اخرالزماں کا واسطہ دیکر سوال کرتے ہیں کہ ہماری ان پر مدد فرما (چنانچہ جب یہ آنحضرتؐ کو واسطہ بنا کر دعاء کرتے تو کامیاب ہوجاتے اور دشمن کو شکست کھانی پڑتی لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کفر اختیار کیا اور مکر گئے اللہ کی لعنت ہو ان پر) [۱]

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمه: آپ ان سے کہئے کہ جو شخص جبرئیل سے عداوت رکھے۔ انہوں نے یہ قرآن پاک آپکے قلب تک پہونچادیا ہے خداوندی حکم سے (تو لانے والی کی خصوصیت کیوں دیکھی جاتی ہے خود قرآن کو دیکھو کہ کیسا ہے سو اسکی یہ حالت ہے کہ) تصدیق کررہا ہے اپنے سے قبل والی آسمانی کتابوں کی اور رہنمائی کررہا ہے اور خوشخبری سنارہا ہے ایمان والوں کو جو شخص خدائے تعالیٰ کا دشمن ہو اور فرشتوں کا ہو اور پیغمبروں کا ہو اور جبرئیل کا ہو اور میکائیل کا ہو، تو ان سب کا وبال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔ اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور انکار نہ کریں گے ان کا مگر وہی جو نافرمان ہیں۔

شان نزول: حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہود کے چند افراد آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم ہم آپؐ سے چند چیزوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں اگر آپؐ نے ہمارے سوالوں کا جواب عنایت کیا تو پھر ہم آپ کی اتباع کرہی لیں گے۔

عرض کیا کہ ہر نبی کے پاس اللہ کی جانب سے ایک فرشتہ پیغام رسالت اور وحی لیکر آتا

[۱] معالم التنزیل ص:۹۳ ج:۱/ والمقتطف ص:۱۲۳ ج:۱/ وابن کثیر ص:۱۰۸ ج:۱/ واسباب النزول ص:۱۵

ہےتو آپ ہمیں یہ بتائیے کہ آپ کے پاس کونسا فرشتہ وحی لیکر آتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس وحی لے کر آتا ہے اس کا نام جبرئیلؑ ہے اس پر انہوں نے کہا کہ کیا جبرئیل ہی وحی لاتا ہے، یہ تو قتل وقتال کا حکم لیکر اترتا ہے اس کی وجہ سے ہماری قوم تباہ وبرباد ہوگئی ہے یہ تو دشمن ٹھہرے۔ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر حضرت میکائیلؑ کا نام پیش کرتے تو پھر ہم آپکی اتباع ضرور کرتے کیونکہ حضرت میکائیلؑ بارش اور رحمت کا حکم لیکر اترتے ہیں اس پر مذکورہ تین آیتیں فاسقون تک نازل ہوئیں۔[1]

۱۵- وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۚ

ترجمہ:اوپر گذر چکا۔

شان نزول: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابن صوریا یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ پرکوئی ایسی واضح دلیل نازل نہیں ہوئی جس کو ہم بھی جانتے پہچانتے۔اسکے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ تو ایک ہی واضح دلیل کو لئے پھرتے ہیں ہم نے تو آپ کے پاس بہت سی دلائل واضحہ نازل کی ہیں جنکو وہ بھی خوب جانتے ہیں سو یہ انکار نہ جاننے کی بناء پرنہیں بلکہ یہ انکار عدول حکمی کی عادت کیوجہ سے ہے (اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) کوئی انکار نہیں کرتا (ایسے دلائل کا) مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں۔(تفسیر ابن کثیر ص:۱۱۶ ج:۱ / اسباب النزول للواحدی نیشاپوری ص:۱۷ / معارف القرآن ص:۲۱۱ ج:۱)

۱۶- وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَ مَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ یَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا

---

[1] المقتطف ص: ۱۲۸ ج:۱ / ابن کثیر ص:۱۱۲ ج:۱ / اسباب الــنزول ص:۱۵ / تفسیر بغوی ص:۹۶ ج:۱

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

ترجمہ: اورانہوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین حضرت سلیمانؑ کی سلطنت میں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا مگر شیاطین کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے۔ اوراس کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت تھا اوروہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سوتو کافر مت ہو سولوگ ان دونوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ سے کسی مرد اوراس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے۔ اور یہ لوگ اسکے ذریعہ سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے حکم سے اورایسی چیزیں سیکھ لیتے ہیں جوان کو ضرر رساں ہے اوران کو نافع نہیں ہے اورضرور یہ بھی جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بیشک بری ہے وہ چیز جس میں وہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں۔ کاش ان کو عقل ہوتی اوراگر وہ لوگ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو خدا تعالیٰ کے یہاں کا معاوضہ بہتر تھا، کاش عقل ہوتی۔

شانِ نزول: حضرت عمرانؓ بن حارث نے کہا کہ ایک دن میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس دوران حضرت ابن عباس نے حضرت سلیمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ شیاطین حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں آسمان پر جاتے تھے اور چوری چھپے کچھ باتیں سن لیتے تھے پھراس میں بہت ساری جھوٹی باتیں ملا دیا کرتے تھے اگرایک بات صحیح ہوتی تواس میں ۷۰ رجھوٹی باتیں شامل کر دیتے حضرت سلیمانؑ کو جب اس کی اطلاع ملی تو حضرت سلیمانؑ نے ان چیزوں کو چھین کر اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا حضرت سلیمانؑ کا جب انتقال ہو گیا تو شیاطین نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں سلیمان کے خزانے کا پتا نہ بتاؤں کہ اس سے بڑھ کر کوئی خزانہ نہیں ہوسکتا ہے لوگوں نے کہا! ہاں کیوں نہیں

شیاطین نے کہا کہ وہ سلیمانؑ کے تخت اور اس کی کرسی کے نیچے دفن ہے چنانچہ سلیمانؑ کی قوم نے اس دفینہ کو باہر کیا اور یہ خبر پھیلا دی کہ یہی وہ سلیمان کا سحر ہے جس سحر کے ذریعہ لوگوں پر حکومت کرتے تھے اور یہ زعم باطل کا سلسلہ چلتا رہا اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی بہت سارے یہودیوں کا یہی خیال تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور سلیمان کے عذر کو بیان کیا کہ جادو والا عمل سلیمان نے نہیں کیا ہے جو کفر ہے یہ شیاطین کے کارنامے ہیں۔ (ابن کثیر ص:۱۷۷ ج:۱ / اسباب النزول ص:۱۷)

علامہ ابوالفرج بن محمد جوزی بغدادی نے اس آیت کے سبب نزول کے سلسلہ میں دو قول ذکر فرمائے ہیں۔ (۱) یہود آنحضرت ﷺ سے توریت کے مضامین کے متعلق پوچھتے رہا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ انکے ہر سوال کا جواب دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے جادو کے متعلق سوال کیا اور سلیمان علیہ السلام کی طرف نسبت سحر کی آنحضرت ﷺ نے اسکی تردید کی تو الٹے ہی آنحضرت ﷺ سے جھگڑ گئے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی (۲) ایک مرتبہ سلیمانؑ کا تذکرہ قرآن میں آیا اور آنحضرتؐ نے اسکو بیان فرمایا تو یہود مدینہ اپنے زعم باطل کے نتیجہ میں کہنے لگے کہ محمد ﷺ کو تو دیکھو کس طرح بے ہودہ بکواس کرتے ہیں کہ ابن داؤد یعنی سلیمانؑ کے بارے میں نبی ہونا بتلاتے ہیں حالانکہ وہ تو ساحر اور جادوگر تھے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

مذکورہ اسباب نزول کے علاوہ اور بھی بہت ساری طولانی باتیں ہیں جسے طوالت کی وجہ سے اور خاطر خواہ فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے۔ کیونکہ حاصل ان یہودیوں کے زعم باطل کو واضح کرنا اور نزول کا مقصد سلیمانؑ کی برائت ظاہر کرنی ہے جو مذکورہ وضاحت سے ہوگئی۔

۱۷- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

---

[۱] زادالمسیر ص:۱۲۰ ج:۱ / صفوۃ التفاسیر ص:۸۴ ج:۱ / المقتطف ص:۱۳۳ ج:۱ / روح المعانی ص:۳۳۸ ج:۱ / پارہ نمبر ۱

ترجمہ: اے ایمان والو! تم راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہہ دیا کرو اور سن لی جیو اور کافروں کو سزائے دردناک ہوگی۔

شان نزول: بعض یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہؐ کے حضور میں آ کر لفظ راعنا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں ایک بددعا کے ہیں اور وہ اسی نیت سے کہتے تھے مگر عربی زبان میں معنی ہماری مصلحت کی رعایت فرمایئے کے ہیں اس لئے عربی داں اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے تھے اور اس اچھے معنی کے قصد سے بعضے مسلمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان شریروں کو اور گنجائش ملی آپس میں بیٹھ کر ہنستے تھے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ میں برا کہتے تھے اب اعلانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آ گئی ہے کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا۔ [۱]

۱۸- مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: ہم کسی آیت کا حکم موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کے مثل لے آتے ہیں کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں حق تعالیٰ ہر شئ پر قدرت رکھتے ہیں۔

شان نزول: ایک موقعہ پر تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا تو اس پر یہود یا مشرکین نے کہا کہ محمد کی طرف تو دیکھو اپنے ساتھیوں کو کبھی ایک چیز کرنے کا حکم بھی کرتے ہیں اور کبھی اس سے منع کر دیتے ہیں ان کا بھی عجیب معاملہ ہے معلوم ہوا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۲]

---

[۱] اسباب النزول ص:۱۸/ابن کثیر ص:۱۲۹ ج:۱/معالم التنزیل ص:۱۰۲ ج:۱/المقتطف ص:۶۱۳ ج:۱/روح المعانی ص:۳۴۸ ج:۱ پارہ نمر ۱/معارف القرآن ص:۲۲۳ ج:۱/بحوالہ قرطبی

[۲] روح المعانی ص:۳۵۱ ج:۱/پارہ نمبر ۱/تفسیر بغوی ص:۱۰۳ ج:۱ المقتطف ص:۱۳۸ ج:۱/اسباب النزول ص:۱۹/زاد المسیر ص:۱۲۷ ج:۱) تحویل قبلہ کا واقعہ آیت نمر ۱۱۵ میں انشاء اللہ تفصیلا۔

۱۹- اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ كَمَا سُٮِٕلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ۞

ترجمہ: ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول (وقت) سے درخواستیں کرو جیسا کہ اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواستیں کی جا چکیں ہیں۔ جو شخص ایمان لانے کے بجائے کفر کرے بیشک وہ شخص راہ راست سے دور جا پڑا۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

(۱) رافع بن خزیمہ اور وہب بن زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ ہم ایک شرط کیساتھ آپ پر ایمان لائیں گے کہ آپ آسمان سے ہمارے پاس کتاب لائیے اور مکہ کی سرزمین میں نہر جاری فرما دیجئے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمائش کی کہ مکہ کے صفاء پہاڑ کو سونا بنا دیں اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ ہمارا کفارہ بنی اسرائیل کے کفارہ کی طرح ہوتا تو کیا اچھا ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہم ایسا بالکل نہیں چاہتے کیونکہ اللہ نے جو کچھ ہم کو دیا ہے وہ بنی اسرائیل سے بہت بہتر ہے کیونکہ بنی اسرائیل جب کوئی گناہ کرتے تھے تو صبح سویرے ان کے دروازے پر لکھا ہوا ہوتا تھا۔ پھر اگر وہ اس کا کفارہ ادا کر دیتے تو ان کیلئے دنیا میں رسوائی مقدر ہوتی تھی۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۞ (سورۃ النساء) اس آیت کی تلاوت کے بعد آگے فرمایا: **الصلوۃ خمس والجمعۃ الی الجمعۃ کفارۃ لما بینھن** پھر یہ آیت نازل ہوئی یعنی اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا

(۴) عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی اور قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ ہم آپ پر اسی شرط کے ساتھ ایمان لا سکتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس اللہ اور اس کے فرشتوں کی ایک جماعت پیش کیجئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۵) مشرکین کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ ہم ایمان

اسی شرط پرلائیں گے کہ آپ مکہ کی زمین میں بہتا ہوا چشمہ بنا دیجئے اور دوسرے نے کہا کہ اسی شرط پرایمان لائیں گے کہ مکہ کے پہاڑ کو آپ ہنکا دیجئے۔اور عبداللہ ابن ابی امیہ نے کہا کہ ہم ایک ہی صورت میں آپ پرایمان لاسکتے ہیں کہ آپ میرے پاس ایسی کتاب لایئے جو آسمان سے اتری ہواور جس میں لکھا ہو **من اللہ رب العالمین الی ابی بن امیہ** اور دوسرے نے کہا کہ کیوں نہیں آپ ایک ہی دفعہ اپنی کتاب لے آتے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: اس آیت کے مخاطبین کے بارے میں تین قول ہیں (۱) اس کے مخاطب قریش ہیں اسکو ابن عباس اور مجاہد نے کہا ہے (۲) یہود ہیں اسکے قائل مقاتل ہیں (۳) تمام عرب ہیں اسکے قائل ابوسلیمان دمشقی ہیں۔ [۱]

۲۰-وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًاۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: ان اہل کتاب میں سے بہتیرے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کوتمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کرڈالیں محض حسد کی وجہ سے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان پر حق سوتم معاف کرواور درگذر کرو جب تک حق تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

(۱) حيي ابن اخطب اور ابو یاسر یہ دونوں لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے تھے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اسے ابن عباس نے بیان فرمایا ہے۔

(۲) کعب بن اشرف یہودی جوایک شاعر شخص تھا آنحضرت ﷺ کی اپنے اشعار کے ذریعہ ہجو کیا کرتا تھا۔اور اپنے اشعار کے ذریعہ کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا۔اور آنحضرت ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو کفار اور مدینہ

[۱] **زادالمسیر ص:۱۲۸/۱۲۹ ج:۱/ و اسباب النزول ص:۱۹/ روح المعانی ص:۲۵۵ ج:۱/ وتفسیر بغوی ص:۱۰۴ ج:۱/** (فائدہ صرف زاد سے ماخوذ ہے)

کے یہود آنحضرت ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کو طرح طرح سے اذیت دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے درگذر کا حکم فرمایا اس وقت یہ آیت فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا تک نازل ہوئی۔

(۳) بعض یہود نے حضرت حذیفہؓ اور حضرت عمار بنؓ یاسر کو دین یہودیت کی طرف بلایا انہوں نے انکار کر دیا اس پر مذکورہ آیت اتری۔

(زاد المسیر ص:۱۰۹ ج:۱ / اسباب النزول ص:۱۹ / ابن کثیر ص: ۱۳۳ ج:۱)

سبب نزول نمبر ۳ر کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباس سے مروی ہے کہ جب مسلمانوں کو غزوۂ احد میں شکست ہوئی تو یہود کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے اب بھی موقع ہے ہمارے دین کو قبول کرو اور بھلائی اور خیر حاصل کرو۔

(روح المعانی ص:۳۵۶ ج:۱ / پارہ نمبر ۱ / اسباب النزول ص:۱۹ معالم التنزیل ص:۱۰۵ ج:۱)

۲۱- وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: اور یہود کہنے لگے کہ نصاری کسی بنیاد پر نہیں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں، حالانکہ یہ سب کتابیں پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ جو کہ بے علم ہیں ان کا سا قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کر دیں گے قیامت کے روز ان تمام مقدمات میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔

شان نزول: حضرت ابنؓ عباس سے مروی ہے کہ مذکورہ آیت مدینہ کے یہود اور نجران کے نصاری کے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نجران کے نصاری کا ایک وفد آیا جب ان کے آنے کی خبر یہود کے علماء کو ملی تو یہ لوگ نجران کے پاس آئے اور ان سے بحثہ بحثی کرنے لگے اور مناظرہ کا بازار گرم ہو گیا آوازیں بلند ہونے لگیں یہود نے نصاری سے کہا کہ تم لوگ کسی دین پر نہیں ہو کیونکہ تم نے عیسیٰ اور انجیل کا انکار کیا اور اسکے ساتھ کفر کیا اور نصاری نے یہودیوں

سے کہا کہ تم کسی دین پر نہیں ہو کیونکہ تم نے موسیٰ اور توریت کے ساتھ کفر کا معاملہ کیا اس پر یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(ابن کثیر ص:۱۳۵ ج:۱ / اسباب النزول ص:۱۹ / ۲۰ معالم التنزیل ص:۱۰۶ ج:۱ /صفوۃ التفاسیر ص:۸۸ ج:۱)

فائدہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کے اس اختلاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں قومیں جہالت کی باتیں کر رہی ہیں دونوں میں سے کوئی بھی جنت کا ٹھیکیدار نہیں۔ اور نہ ہی دونوں کے مذہب بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ بلکہ دونوں مذہبوں کی صحیح بنیاد موجود ہے۔ غلط فہمی کا سبب اصل یہ ہے کہ انہوں نے مذہب وملت کی اصل روح یعنی عقائد واعمال اور نظریات کو چھوڑ کر نسلی یا وطنی بنیاد پر کسی قوم کو یہود ٹھہرالیا اور کسی کو نصرانی سمجھ لیا۔ (معارف القرآن ص:۳۰۵ ج:۱)

۲۲-وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىِٕفِیْنَ ؕ۬ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۚ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا۔ ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور ان کو آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی۔ اور اللہ ہی کی مملوک ہیں مشرق اور مغرب تو تم لوگ جس طرح بھی منہ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کا رخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ محیط ہیں کامل العلم ہیں۔

شان نزول: مذکورہ دو آیتوں میں سے پہلی آیت کے بارے میں نزول کا واقعہ اور سبب اس طرح ہے کہ زمانۂ اسلام سے پہلے جب یہودیوں نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا تو روم کے نصاری نے ان سے انتقام لینے کی خاطر عراق کے مجوسی بادشاہ بخت نصر کے ساتھ ملکر اپنے بادشاہ طیطوس کی سرکردگی میں شام کے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے انکو قتل وغارت کیا اور توریت کے نسخے جلا ڈالے بیت المقدس میں نجاسات اور خنزیر ڈال

دیئے اس کی عمارت کو خراب و ویران کر دیا۔ بنی اسرائیل کی قوت وشوکت کو بالکل پامال اور ختم کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک تک بیت المقدس اسی طرح ویران و منہدم پڑا تھا۔

فاروق اعظم کے عہد میں جب شام و عراق فتح ہوئے تو آپکے حکم سے بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر کرائی گئی زمانۂ دراز تک پورا ملک شام و بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا پھر ایک عرصہ کے بعد بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا اور تقریباً سو سال یورپ کے عیسائیوں کا اس پر قبضہ رہا تا آنکہ چھٹی صدی ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے پھر اس کو فتح کیا۔

رومی نصاریٰ کی گستاخی کہ توریت کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب و ویران کر کے اسکی بے حرمتی کی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یہ قول مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس کا ہے۔ حضرت ابن زید اور دوسرے مفسرین وغیرہ نے آیت کا شان نزول یہ بتلایا ہے کہ جب مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعۂ حدیبیہ کے وقت مسجد حرام میں داخل ہونے اور طواف کرنے سے روک دیا تو یہ آیت اتری ابن جریر نے پہلی روایت کو اور ابن کثیر نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ بہر حال آیت کا شان نزول تو مفسرین کے نزدیک ان دونوں واقعوں میں سے کوئی خاص واقعہ ہے۔

مگر اس کا بیان عام لفظوں میں ایک مستقل ضابطہ اور قانون کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے تا کہ یہ حکم انہیں نصاری یا مشرکین وغیرہ کیلئے مخصوص نہ سمجھا جائے۔ بلکہ تمام اقوام کیلئے عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں خاص بیت المقدس کا نام لینے کے بجائے "مساجد للہ" فرما کر تمام مساجد پر اسکے حکم کو عام کر دیا گیا۔ اور آیت کا مضمون یہ ہوگا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی مسجد میں لوگوں کو اللہ کا ذکر کرنے سے روکے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے مسجد ویران ہو جائے تو وہ بہت بڑا ظالم ہے مساجد اللہ کی عظمت کا مقتضی یہ ہے کہ ان میں جو شخص داخل ہو ہیبت و عظمت اور خشوع کے ساتھ داخل ہو جیسے کسی شاہی دربار میں داخل ہوتے ہیں۔ [۱]

[۱] معارف القرآن ص: ۲۴۲/۲۴۱ ج: ۱/تفسیرات احمدیہ ص: ۲۶ اسباب النزول ص: ۲۰/معالم التنزیل ص: ۱۰۷ ج: ۱/زاد المسیر ص: ۱۳۴ ج: ۱ المقتطف ص: ۱۴۳ ج: ۱/روح المعانی ص: ۳۶۳ ج: ۱/ابن کثیر ص: ۱۳۶ ج: ۱

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- جابر بن عبداللہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا جس میں، میں خود بھی تھا۔ چنانچہ ایک مقام پر جہاں ہم سب کا ٹھہرنا ہوا۔ رات کے وقت پہونچے اور رات بھی بڑی تاریک تھی جسکی وجہ سے ہمارے لئے قبلہ کی شناخت مشکل بن گئی اور فریضۂ صلاۃ بھی ادا کرنا تھا۔ اس شش و پنج میں ہم لوگ تھوڑی دیر پڑے رہے پھر ایک جماعت نے کہا کہ قبلہ شمال کی جانب ہے چنانچہ شمال کی جانب رخ کر کے نماز پڑھ لی گئی اسکے ساتھ ہی اس جانب نشان لگا دیا گیا اور ہم میں سے بعض نے کہا کہ قبلہ جنوب کی جانب ہے چنانچہ جنوب کے جانب خط کھینچ دیا گیا جب سویرا ہوا تو دیکھا کہ خطوط اور نشانات غیر قبلہ کی جانب ہیں سفر سے واپسی پر آنحضرتؐ کے پاس سارا قصہ رکھا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت فرمایا اور اسی موقع سے یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- ربیع کے والد نے کہا ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، حالت سفر میں تاریک رات میں نماز ادا کی گئی۔ رات کے تاریک ہونے کی وجہ سے قبلہ کا کچھ پتہ نہ چل سکا چنانچہ جن کو جو رخ سمجھ میں آیا ادھر ہی رخ کر کے نماز ادا کی جب سویرا ہوا تو رات والا ماجرا آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیت نفل نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور نفل نماز کیلئے قبلہ شرط نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ (ھدایہ ص:۱۵۰ ج:۱)

۳- حضرات علماء سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ حبشہ کے بادشاہ ''نجاشی'' کا جب انتقال ہوا تو جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ نجاشی کا تو انتقال ہو چکا ہے۔ اب اس پر آپ کو جنازہ کی نماز پڑھنی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع ہونے کا حکم فرمایا اس وقت جو صحابہ موجود تھے سب حاضر ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صف بندی کی اور نماز جنازہ پڑھانے کیلئے آگے

بڑھے۔اور صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ نجاشی کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور اللہ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اسلئے جنازہ کی نماز پڑھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ہم ایسے شخص کے جنازہ کی نماز کیسے پڑھیں جو اس حال میں مرا ہو کہ ہمارے قبلہ کے علاوہ کی طرف نماز پڑھتا تھا اور یہ خیال پیدا ہوا کہ نجاشی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ اور اس وقت مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہو چکا تھا اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی (جس میں یہ حکم ہوا ہے کہ **"لاجناح علیه لان الشرع لایلزمه الابالسماع وهو لم یسمع"** تفسیرات احمدیہ ص:۲۹ اور جنازہ کے بارے میں یہ سوال اسلئے بھی نہیں ہونا چاہئے کہ جنازہ کی نماز دراصل نماز ہی نہیں ہے بلکہ دعاء ہے اور دعا کسی طرف رخ کر کے کی جاسکتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

۴- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور مدینہ میں چونکہ زیادہ تعداد یہودیوں کی تھی تو مصلحۃً اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کریں اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے یہودیوں کو بڑی فرحت ہوئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علامہ واحدی کے بیان کے مطابق دس ماہ سے زیادہ اور دوسری روایت کے مطابق سواسترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی خواہش قبلۂ ابراہیمیؑ کی طرف ہی نماز پڑھنے کی رہتی تھی، چنانچہ جب دوبارہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے بجائے خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تو یہودیوں کو یہ چیز اچھی نہ لگی۔ اور تحویل قبلہ کے حکم پر اعتراض کرنے لگے کہ مسلمان اس جہت سے دوسری جہت کی طرف کیوں پھر گئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

مذکورہ واقعات میں سے کوئی ایک واقعہ آیت کا سبب نزول ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ آیت کے نزول کا جو زمانہ ہے اسی کے قریب قریب سارے واقعات واقع ہوئے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں جب آیت تلاوت فرمائی ہو تو مخاطب نے یہ سمجھا ہو کہ اس واقعہ سے متعلق یہ آیت اتری ہے۔ اور انہوں نے اپنے سمجھنے کے اعتبار سے بیان

کر دیا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ----مورد اگرچہ آیت کا کوئی ایک واقعہ ہے لیکن تمام واقعات کا حل اس آیت میں موجود ہے اسلئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ بھی آیت کا سبب نزول بن سکتا ہے اور وہ واقعہ بھی۔ [۱]

۲۳-وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولا د رکھتا ہے سبحان اللہ بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب ان کے محکوم ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱-ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا بیٹا قرار دیا۔

۲-نجران کے نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ لوگ عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔اس روایت کو مفسر قرآن حضرت مقاتل نے بیان فرمایا ہے۔

۳-مشرکین عرب اور نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی اسلئے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہا اور مشرکین عرب نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا۔اس روایت کو ابراہیم بن سرّی نے ذکر کیا۔

۴- یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب کے بارے میں نازل ہوئی اس کو ثعلبی نے ذکر کیا ہے۔ [۲]

فائدہ: اللہ نے اس قول کی قباحت اور بطلان کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے کیونکہ اولاد ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ اور حق تعالیٰ عیب سے پاک ہیں۔عقلاً بھی جیسا مسلم

[۱] اسباب النزول ص:۲۰/۲۱ تفسیر احمدیہ ص:۲۸/۲۹ زاد المسیر لابن جوزی ص:۱۳۴ ج:۱/ روح المعانی ص:۳۶۵ ج:۱/معالم التنزیل ص:۱۰۷/۱۸۹ ج:۱/ابن کثیر ص:۱۳۸/۱۳۷ ج:۱

[۲] زاد المسیر ص:۱۳۵ ج:۱/معالم التنزیل ص:۱۰۸/ج:۱/اسباب النزول ص:۲۱/ابن کثیر ص:۱۳۹ ج:۱/روح المعانی ص:۳۶۶ ج:۱ تفسیرات احمدیہ ص:۲۹

ہے۔ اور نقلاً بھی جیسا کہ سبحانہٗ مذکور کا بھی مدلول ہے۔ اور اگر ہم جنس ہو تو اس لئے باطل ہے کہ حق تعالیٰ کا کوئی ہم جنس نہیں۔ جو صفات کمال لوازم ذات واجبہ سے ہیں وہ اللہ کے ساتھ مخصوص اور غیر اللہ میں معدوم ہیں۔ اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی کی دلیل ہے اسلئے غیر اللہ ذات واجب نہ ہوگا اگر وجوب خود حقیقت یا لازم حقیقت ہے پس کوئی غیر اللہ، اللہ کے ساتھ حقیقت میں شریک نہ ہوا لہٰذا ہم جنس بھی باطل ہو گیا۔ (بیان القرآن)

۲۴- اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: ہم نے آپ کو ایک سچا دین لیکر بھیجا ہے خوشخبری سناتے رہیئے اور ڈراتے رہیئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی۔

شان نزول: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہود کی نافرمانی اور سرکشی سے تنگ آ کر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل کر دے پھر تو یہ ضرور ایمان لے آویں گے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، کاش میرے والدین کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ ان کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

روح المعانی میں تفصیل اس طرح ہیکہ ایک دن جبرئیل علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے والدین کی قبر کے بارے میں دریافت کیا جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرتؐ کے والدین کی قبر کی نشاندہی فرمائی چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے اور ان کیلئے دعاء مغفرت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ تمنا ظاہر کی کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ انکے حالات سے انہیں مطلع فرمادے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نہ معلوم میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: امام سیوطیؒ نے اس حدیث شریف کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث معضل اور ضعیف الاسناد ہے اس لئے غیر معتبر ہے اور آیت کریمہ سے پہلے والی آیت

اور بعد والی آیت قطعی طور پر یہ بتلاتی ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں اور اس سلسلہ میں متعارض احادیث سب کی سب ضعیف ہیں۔ جو قابل استدلال نہیں بن سکتی ہیں۔ علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ اللہ کی رحمت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ وہ کفر کے زمانہ میں ہونے کے باوجود موحّدین ہوکر مرے ہوں امام ابوحنیفہؒ نے اس سلسلے میں توقف کیا ہے۔ اس بارے میں مزید آئندہ۔ [۱]

۲۵- وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: اور کبھی خوش نہ ہونگے آپ سے یہ یہود اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ انکے مذہب کے پیرو نہ ہوجاویں آپ کہد یجے کہ حقیقت میں ہدایت کا وہی راستہ ہے جسکو خدا نے بتلایا ہے۔ اور اگر آپ اتباع کرلیں گے انکے غلط خیالات کی علم آچکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- مدینہ کے یہود اور نجران کے نصاری کی دلی خواہش یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے قبلہ کی طرف رخ کر کے ہمیشہ نماز پڑھتے رہیں۔ لیکن جب تحویل قبلہ ہوا تو ان کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور مایوس ہوگئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- یہود اور نصاریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مذہب میں شریک ہونے اور دین یہودیت اور دین نصرانیت قبول کرنے کی دعوت دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- حضرات یہود اور نصاریٰ آپ سے کچھ معاملہ میں صلح کرنا چاہتے تھے اور اس امید پر کہ اگر آپ ان کی بات مان لیں گے تو وہ بھی آپ کی کچھ باتیں مان لیں گے اس

---

[۱] روح المعانی ص: ۳۱ ج: ۱/ ابن کثیر ص: ۱۴۱ ج: ۱/ اسباب النزول ص: ۲۲/ ۲۱ زادالمسیر ۱۳۷ ج: ۱/ معالم التنزیل ص: ۱۱۵ ج: ۱

وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۲۶- اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اسکی تلاوت کرتے رہیں جس طرح کی تلاوت کا حق ہے ایسے ہی لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے۔

شان نزول: ۱- مذکورہ آیت ان چالیس آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت جعفر طیار کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے ان میں سے ۳۲ لوگ یمن کے باشندہ تھے اور آٹھ آدمی علماء شام میں سے تھے یہ حضرات جب قرآن پڑھتے تھے تو نہایت دل جمعی کیساتھ پڑھتے تھے۔ اور الفاظ کی بھی رعایت کرتے تھے۔ اور معنی میں بھی غور وفکر کرتے تھے اور اوامر ونواہی پر مکمل عمل کرتے تھے۔

۲- یہ آیت یہود میں سے جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی جن کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن سلام شعبہ بن عمرو اور ثمام بن یہود اور اسد اور اسید یہ دونوں کعب کے لڑکے تھے اور ابن یامین اور عبداللہ بن صوریہ۔

۳- مومنوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

۴- حضرت عکرمہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی۔

۵- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

فائدہ: یہاں پر کتاب کے معنی میں دو قول ہیں (۱) کتاب سے مراد قرآن ہے (۲) کتاب سے مراد توریت ہے۔ [۲]

---

[۱] زاد المسیر ص:۱۳۸ ج:۱/ اسباب النزول ص:۲۳/ تفسیر ابن کثیر ص:۳۷۱ ج:۱/ معالم التنزیل ص:۱۱۰ ج:۱/ روح المعانی مختصراً ص:۳۷۰ ج:۱/ المقتطف ص:۱۴۸ ج:۱

[۲] زاد المسیر ص:۱۳۹ ج:۱/ روح المعانی ص:۳۷۲ ج:۱/ اسباب النزول ص:۲۲ معالم التنزیل ص:۱۱۰ ج:۱/ المقتطف ص:۱۴۹ ج:۱

۲۷- اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾

ترجمہ: کیا تم خود موجود تھے جسوقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس کی پرستش کرو گے انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسکی پرستش کریں گے جسکی آپ کے بزرگ ابراہیم واسمعیل واسحٰق پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اس کی اطاعت پر رہیں گے۔

شان نزول: یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے مرنے کے دن اپنی اولاد کو دین یہودیت کی وصیت کی تھی اس کے رد میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۲۸- وَ قَالُوۡا كُوۡنُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى تَهۡتَدُوۡا ؕ قُلۡ بَلۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهٖمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَ عِيۡسٰى وَمَاۤ اُوۡتِىَ النَّبِيُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ ۖ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہوجاؤ یا نصرانی ہوجاؤ تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے کہد یجئے کہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں اور ابراہیمؑ مشرک بھی نہ تھے۔ کہد و کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمٰعیل وحضرت اسحٰق اور حضرت یعقوبؑ اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اسپر بھی جو حضرت موسیٰ

---

[۱] زادالمسیر ص:۱۳۹ ج:۱/روح المعانی ص:۳۹۰ ج:۱/المقتطف ص:۱۵۹ ج:۱/اسباب النزول ص:۲۲ معالم التنزیل ص:۱۱۸ ج:۱ تفسیر کبیر ص:۷۵ ج:۴

وحضرت عیسیٰ کودیا گیااوراسپر بھی جوکچھ اورانبیاء علیہم السلام کودیا گیاانکے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اورہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

شان نزول: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مذکورہ آیت نجران کے نصاریٰ مثلاً سیداورعاقب اسی طرح مدینہ کے یہود کے سردار مثلاً کعب ابن اشرف، مالک بن ضیف، ابویاسر بن اخطب وہب بن یہودا کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان میں سے ہرگروہ نے مسلمانوں سے دین کے معاملہ میں مباحثہ کیااور ہرگروہ نے اپنے دین ومذہب کوحق سمجھ کر دوسرے دین ومذہب کی تحقیر کی اورانکار کیا چنانچہ یہود نے کہا کہ ہمارے نبی موسیٰ افضل ہیں۔ اور ہماری کتاب توریت تمام کتابوں میں افضل ہے۔ اور عیسیٰ اور انجیل اورقرآن اورمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاانکار کیا۔

اورنصاریٰ نے کہا کہ ہمارے نبی عیسیٰ تمام نبیوں میں افضل اور ہماری کتاب انجیل تمام کتابوں میں افضل اورقابل اتباع ہے اور ہمارادین تمام دینوں سے اچھاہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورقرآن شریف اورموسیٰؑ اورتوریت کاانکار کیا۔

ساتھ ہی ان دونوں فریقوں میں سے ہرایک نے مسلمانوں سے کہا کہ خیروبھلائی اورنجات تو ہمارے دین کواپنانے میں ہے۔ لہٰذا ہمارے دین کی اتباع کرواسلئے کہ اسکے علاوہ کوئی دین حق ہے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن صوریا اعور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ تم اگر بھلائی چاہتے ہوتو ہمارے مذہب کی اتباع کرواسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

۲۹-صِبۡغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ۫ وَّ نَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: ہم اس حالت پر رہیں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور کون

---

[۱] اسباب النزول ص:۲۲/ روح المعانی ص:۳۹۲ج:۱/تفسیر ابن کثیر ص:۱۶۳ج:۱/ معالم التنزیل ص:۱۱۹ج:۱/تفسیرکبیر ص:۸۰ج:۴

ہے جسکے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو۔اور ہم اسی کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

شان نزول: جب نصاریٰ کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا،اورسات دن گذر جاتے تھے،تواسکوایک قسم کے رنگ میں رنگ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ پکا نصرانی ہوگیا اسی طرح جب کوئی نصرانی ہوجاتا اسکوبھی اس رنگ میں رنگ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تو اب نصرانی ہو گیا۔(روح المعانی ص:۳۹۷ ج:۱/اسباب النزول ص:۲۲ معالم التنزیل ص:۱۲۱ ج:۱)

۳۰-سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ: آپ کو بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان کو انکے قبلہ سے جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے بدل دیا آپ فرمادیجئے کہ سب مشرق اور مغرب،اللہ ہی کی ملک ہے جس کو خدا چاہیں سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں۔

شان نزول: یہ آیت یہود اور مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی،تفصیل اس طرح ہے کہ جب تحویل قبلہ ہوا،اور بیت المقدس کے بجائے پھر بیت اللہ کو قبلہ مقرر فرمایا تو مشرکین نے طعن وتشنیع کیا کہ انکو بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف کس چیز نے پھیر دیا،تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

۳۱-وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ: اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم

---

[1] معالم التنزیل ص:۱۲۲ ج:۱/اسباب النزول ص:۲۳/تفسیر ابن کثیر ص:۱۶۵ ج:۱/روح المعانی ص:۲ ج:۲ پارہ نمبر ۲/المقطتف ص:۱۶۵ ج:۱

معلوم کریں کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے جاتا ہے۔اور یہ قبلہ کا بدلنا بڑا بھاری ہوا مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔
اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بہت ہی شفیق مہربان ہیں۔

کعبہ کے قبلۂ نماز ہونے کی ابتداء کب سے ہوئی اس میں صحابہ وتابعین کا اختلاف ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں جب نماز فرض ہوئی اس وقت قبلہ بیت اللہ تھا یا بیت المقدس تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول یہ ہے کہ اول ہی سے قبلہ بیت المقدس تھا جو ہجرت کے بعد بھی سولہ سترہ ماہ تک باقی رہا اسکے بعد بیت اللہ کو قبلہ بنانے کے احکام نازل ہو گئے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مکہ مکرمہ میں یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے تا کہ بیت اللہ بھی سامنے رہے اور بیت المقدس کا بھی استقبال ہو جائے مدینہ پہونچنے کے بعد یہ ممکن نہ رہا اس لئے تحویل قبلہ کا اشتیاق پیدا ہوا (ابن کثیر)

اور دوسرے حضرات نے فرمایا ہے کہ جب نماز فرض ہوئی مکہ میں تو مسلمانوں کا ابتدائی قبلہ بیت اللہ ہی تھا کیونکہ ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کا قبلہ بھی بیت اللہ ہی رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک مکہ میں مقیم رہے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتے رہے پھر ہجرت کے بعد آپ کا قبلہ بیت المقدس قرار دیا گیا اور مدینہ میں سولہ سترہ مہینہ آپ نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، اسکے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو پہلا قبلہ تھا یعنی بیت اللہ اسکی طرف نماز میں توجہ کرنے کا حکم آ گیا۔

تفسیر قرطبی میں بحوالہ ابوعمرو اسی کو اصح القولین قرار دیا ہے۔اور حکمت اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد چونکہ قبائل یہود سے سابقہ پڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مانوس کرنے کیلئے انہی کا قبلہ باذن خداوندی اختیار کرلیا، مگر پھر تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آنے والے ہیں تو پھر آپ کو اپنے اصلی قبلہ یعنی بیت اللہ کی جانب رخ کرنے کا حکم مل گیا۔ جو آپ کو اپنے آباء ابراہیمؑ

واسمٰعیلؑ کا قبلہ ہونے کی وجہ سے طبعاً محبوب تھا۔ اور قرطبی نے ابوالعالیہ ریاحی سے نقل کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد کا قبلہ بھی بیت اللہ کی طرف تھا اور پھر ابوالعالیہ نے نقل کیا ہے کہ ان کا ایک یہود سے مناظرہ ہوگیا یہودی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ ابوالعالیہ نے کہا کہ نہیں، موسیٰ علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس کے پاس نماز پڑھتے تھے۔ مگر آپ کا رخ بیت اللہ ہی کی طرف ہوتا تھا۔ یہودی نے انکار کیا تو ابوالعالیہ نے کہا کہ اچھا میرے تمہارے جھگڑے کا فیصلہ حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد کردے گی۔ جو بیت المقدس کے پاس ایک پہاڑ پر ہے۔ دیکھا گیا تو اس کا قبلہ بیت اللہ کی طرف تھا۔ اور جن حضرات نے پہلا قول اختیار کیا ہے۔ انکے نزدیک حکمت یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں تو مشرکین سے امتیاز اور ان سے مخالفت کا اظہار کرنا تھا۔ اسلئے ان کا قبلہ چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنادیا گیا پھر ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں یہود و نصاریٰ سے امتیاز اور انکی مخالفت کا اظہار مقصود ہوا تو ان کا قبلہ بدل کر بیت اللہ کو قبلہ بنادیا گیا۔ اسی اختلاف اقوال کی بناء پر آیت مذکورہ کی تفسیر میں بھی اختلاف ہوگیا کہ القبلۃ التی کنت علیھا سے کیا مراد ہے۔ قول اوّل کی بناء پر اس سے مراد بیت المقدس ہے جو آپ کا قبلہ اولیٰ تھا۔ اور قول ثانی کی بناء پر اس سے مراد کعبہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ وہی آپ کا پہلا قبلہ تھا۔ اور مفہوم آیت کا دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ ہم نے تحویل قبلہ کو آپ کی اتباع کرنے والے مسلمانوں کیلئے ایک امتحان قرار دیا ہے۔ تاکہ ظاہری طور پر یہ بھی معلوم ہوجائے کہ کون آپ کا صحیح فرمانبردار ہے اور کون اپنی رائے کے پیچھے چلتا ہے۔

چنانچہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد بعض ضعیف الایمان یا وہ جن کے دلوں میں کچھ نفاق تھا۔ اسلام سے پھر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ الزام لگایا کہ یہ تو اپنی قوم کے دین کی طرف پھر گئے۔ (معارف القرآن ص:۳۱۸ ج:۳۱۹)

شان نزول: صحیح بخاری میں بروایت براء ابن غازبؓ اور ترمذی میں بروایت ابن عباس منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ بیت اللہ کو بنادیا گیا تو لوگوں نے سوال کیا کہ جو مسلمان اسی عرصہ میں انتقال کر گئے جب کہ نماز بیت المقدس کی طرف

ہوا کرتی تھی۔اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنا ان کو نصیب نہ ہوا ان کا کیا حال ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں نماز کو ایمان کے لفظ سے تعبیر کر کے واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کی نمازیں سب صحیح ومقبول ہو چکی ہیں۔انکے معاملہ میں تحویل قبلہ کا کوئی اثر نہیں پڑیگا یہ سبب نزول آیت کریمہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ سے متعلق ہے۔[1]

فائدہ: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ یہاں اگر ایمان سے مراد اس کے معروف معنی لئے جائیں تو مطلب آیت کا یہ ہے کہ تحویل قبلہ پر جو بعض بے وقوف لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ دین سے منحرف ہو گئے اور ان کا ایمان بھی ضائع ہو گیا۔اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والے نہیں بیوقوف لوگوں کے کہنے پر کان نہ دھریں۔

اور بعض روایت حدیث اور اقوال سلف میں اس جگہ ایمان کی تفسیر نماز سے کی گئی ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو نمازیں سابق قبلہ بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ضائع کرنے والے نہیں وہ تو صحیح ومقبول ہو چکیں۔تحویل قبلہ کے حکم کا پچھلی نمازوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔(معارف القرآن ص:۳۲۲ ج:۱)

۳۲-وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: اور اگر آپ اہل کتاب کے سامنے تمام دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں گے اور آپ بھی اس کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے۔اور کوئی فریق بھی دوسرے کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا اور اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں آپ کے پاس علم آجانے کے بعد۔تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار

---

[1] اسباب النزول ص:۲۳/معارف القرآن ص:۳۲۲ج:۱/زادالمسیر ص:۱۵۵ج:۱/معالم التنزیل ص:۱۲۳ج:۱/تفسیرابن کثیر ص:۱۶۷ج:۱ روح المعانی ص:۷ج:۲/ پارہ نمبر ۲/ صفوۃالتفاسیر ص:۱۰۲ج:۱

ہونے لگیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- یہود اور نصاریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے پچھلے انبیاء جیسی نشانیاں لائیے تو ہم ایمان لے آئیں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- اہل کتاب نے تحویل قبلہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ دوبارہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں تو ہم آپ کی مکمل اتباع کریں گے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۴۳- اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول اللہؐ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بعضے ان میں سے امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں اخفا کرتے ہیں۔ یہ امر واقعی من جانب اللہ ہے سو ہرگز شک وشبہ لانے والوں میں شمار نہ ہونا۔

شان نزول: یہ آیت مومنین اہل کتاب مثلاً عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی عبداللہ بن سلام نے حضرت عمر سے فرمایا اے عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پہچانتا ہوں جس طرح اپنے لڑکے کو بلکہ اس سے بھی زیادہ کیوں کہ حضور کے اوصاف وصفات کو توریت میں دیکھا ہے اور پڑھا ہے لیکن عورت کے بارے میں تو کچھ نہیں بتایا جاسکتا کہ کیا کچھ اس نے کیا ہے۔ [۲]

ابن کثیر کے بیان کے مطابق یہ آیت اہل کتاب کے علماء کے بارے میں نازل ہوئی

---

[۱] تفسیر کبیر ص:۱۲۶ ج:۴/ زاد المسیر ص:۱۸۵ ج:۱/ تفسیر بغوی ص:۱۲۵ ج:۱/ روح المعانی ص:۱۱ ج:۲ پارہ نمبر ۲/ صفوۃ التفاسیر ص:۱۰۳ ج:۱

[۲] تفسیر کبیر ص:۱۳۸ ج:۴/ معالم التنزیل ص:۱۲۶ ج:۱/ ابن کثیر ص:۱۹۶ ج:۱/ اسباب النزول ص:۲۴/ روح المعانی ص:۱۲ /ج:۲/ پارہ نمبر ۲

کیونکہ اہل کتاب کے علماء حضور کے اوصاف وصفات کو اس طریقہ سے جانتے اور پہچانتے تھے جیسے کہ وہ اپنے لڑکے کو جانتے اور پہچانتے تھے لیکن ناری پھر بھی ایمان نہ لائے۔ (ابن کثیر ص:۱۶۹ ج:۱)

۳۴-وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں انکی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔

شان نزول: شہدائے بدریین کی تعداد چودہ تھیں آٹھ انصاری تھے اور چھ مہاجرین، ان کے بارے میں لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کے راستے میں مر گئے، دنیا کی نعمتیں ان سے چھن گئیں اور دنیا کی لذتوں سے فائدہ نہ اٹھا سکے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

(علامہ جوزی نے کہا ہے کہ بدر کے شہداء اور احد کے شہداء کے بارے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ فلاں آدمی بدر میں مر گیا اور فلاں آدمی احد میں مر گیا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ علامہ جوزی کے بیان کے مطابق معلوم ہوا کہ اس آیت کا نزول غزوۂ احد اور غزوۂ بدر کے بعد ہوا) (زاد المسیر ص:۱۶۱ ج:۱)

فائدہ: مسلم شریف کی روایت میں یہ ہے کہ شہداء کی روح سبز پرندے کے پوٹے میں ہوتی ہے جو جنت میں جہاں چاہتی ہے گھومتی ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرش کے نیچے لٹکے ہوئے قندیل کے پاس آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کیا چاہتے ہو تو وہ روح کہتی ہے ہم کیا چاہ سکتے ہیں آپ نے تو ہم کو ایسی نعمت عطا کی ہے جو ہم سے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی کو نہ دی ہماری طرف سے آرزو یہ ہے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ ہم دوبارہ پھر تیرے راستے میں جہاد کریں اللہ کہے گا کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ (ابن کثیر ص:۲۰۷ ج:۱)

---

[1] اسباب النزول ص:۲۴ معالم التنزیل ص:۱۲۹ ج:۱/روح المعانی ص:۲۲ ج:۲/پارہ نمبر ۲/ تفسیر کبیر ص:۱۴۵ ج:۴

۳۵- اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: تو تحقیقاً صفا اور مروہ منجملہ یادگار خداوندی ہیں سو جو شخص حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے درمیان آمد و رفت کرنے میں اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالیٰ قدر دانی کرتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

شان نزول: سبب نزول یہ ہے کہ صفا اور مروہ دو پہاڑیاں مکہ میں ہیں حج وعمرہ میں کعبہ کا طواف کر کے ان کے درمیان میں دوڑتے چلتے ہیں جس کو سعی کہتے ہیں چونکہ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہ سعی ہوتی تھی اور اس وقت صفا اور مروہ پر کچھ مورتیاں رکھی تھیں اسلئے بعض مسلمانوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید رسوم جاہلیت سے ہو۔ اور موجب گناہ ہو اور بعض جاہلیت میں ہی اس کو گناہ سمجھتے تھے ان کو شبہ ہوا کہ شاید اسلام میں بھی گناہ ہو۔ علامہ جوزی نے مذکورہ شان نزول کے علاوہ ایک اور شان نزول ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضور سے عرض کیا کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں صفاء و مروہ کا طواف کرتے تھے اور اللہ نے تو بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا ہے لیکن صفا اور مروہ کے طواف کا ذکر نہیں فرمایا ہے تو کیا ہمارے لئے ان دونوں کا طواف نہ کرنے میں کوئی حرج ہے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

روح المعانی میں اس آیت کے سبب نزول کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بیان فرمایا کہ صفا پر آدمی کی صورت میں ایک بت رکھا ہوا تھا جس کو لوگ اساف کہتے تھے اور مروہ پر بھی ایک بت تھا جو عورت کی شکل میں تھا جس کو لوگ نائلہ کہتے تھے۔ اہل کتاب نے کہا کہ ان دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا جس کے نتیجہ میں اللہ نے ان دونوں کو پتھر کی شکل میں مسخ کر دیا اور ایک کو صفا پر رکھ دیا اور دوسرے کو مروہ پر رکھ دیا تا کہ

[1] زادالمسیر ص: ۱۵۹/۱۵۸ ج: ۱/ معارف القرآن ص: ۳۴۴/ج: ۱ تفسیرات احمدیہ ص: ۳۹/ فتح الباری ص: ۱۷۵ ج: ۸/ معالم التنزیل ص: ۱۳۲ ج: ۱/ تفسیر ابن کثیر ص: ۱۷۲ ج: ۱/ روح المعانی ص: ۲۵ ج: ۲ پارہ نمبر ۲/ اسباب النزول ص: ۲۴

لوگ ان دونوں سے نصیحت حاصل کریں پھر جب ایک زمانہ گذر گیا تو لوگ ان کی عبادت کرنے لگے چنانچہ اہل جاہلیت جب صفا اور مروہ کا طواف کرتے تھے تو دونوں کو بوسہ دیتے اور دونوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے پھر جب اسلام آیا اور بتوں کو پاش پاش کردیا تو مسلمانوں نے ان دونوں بتوں کی وجہ سے صفا و مروہ کے طواف کو ناگوار سمجھا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳۶-اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَ الۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: بلاشبہ آسمان اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیز لے کر اور پانی جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو تر و تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم حیوانات اس میں پھیلا دی اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے، دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱-مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے لئے صفا کو سونا بنادیجئے اگر واقعۃً آپ سچے ہیں اس وقت یہ آیت **یَعۡقِلُوۡنَ** تک نازل ہوئی۔

۲-مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے سامنے اپنے رب کا کوئی خاص وصف بیان کریں اسوقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت **اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ** نازل فرمائی پھر انہوں نے کہا کہ اس کی نشانی بتائیں اسوقت مذکورہ آیت **یَعۡقِلُوۡنَ** تک نازل ہوئی۔

۳- جب اللہ نے آیت اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ نازل فرمائی تو مشرکین مکہ نے کہا کہ ایک معبود تمام انسانوں کیلئے کیسے کافی ہوسکتا ہے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

ابن کثیر میں ہے کہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے رب سے دعاء کیجئے کہ وہ ہمارے صفا پہاڑ کو سونا بنادے تا کہ اسکے ذریعہ سے ہم گھوڑے خریدیں اور ہتھیار اور بہت ساری چیزیں خریدیں جو بہت ساری ضروریات میں کام آئیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر ص:۱۳۴ ج:۱)

۷۳- یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے حلال پاک چیزیں کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ وہ تو تم کو ان ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ بُری اور گندی ہیں اور یہ کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ کہ جن کی تم سند بھی نہیں رکھتے۔

شان نزول: یہ آیت بعض مشرکین مثلاً ثقیف خزاعہ عامر بن صعصع اور بنی مدلج کے بارے میں نازل ہوئی یہ حضرات بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے۔ اور بحیرہ اور سائمہ اور وصیلہ اور حام کو حرام سمجھتے تھے اور اپنے اس فعل کو حکم الٰہی اور موجب رضاء حق سمجھے اور وسیلہ تقرب الی اللہ بواسطہ شفاعت ان بتوں کو سمجھتے تھے انکی رد میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۲]

روح المعانی میں ہے کہ یہ آیت بھی عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد بھی اپنے لئے اونٹ کے گوشت کو حرام سمجھتے تھے کیونکہ اونٹ کا گوشت دین یہودیت میں استعمال کرنا حرام تھا تو انکے بارے

[۱] زادالمسیر ص:۱۶۸ ج:۱/ اسباب النزول ص:۲۶/۲۵/ المقتطف ص:۱۸۳ ج:۱/ معالم التنزیل ص:۱۳۴ ج:۱/ روح المعانی ص:۳۰ ج:۲

[۲] اسباب النزول ص:۲۶/ معالم التنزیل ص:۱۳۸ ج:۱/ زادالمسیر ص:۱۷۲ ج:۲/ روح المعانی ص:۳۸ ج:۲/ پارہ نمبر ۲

میں یہ آیت نازل ہوئی علامہ آلوسی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قبیلہ سقیف اور قبیلہ بنی عامر بن صعصع اور بنی مدلج کے کچھ لوگ کھجور اوراقط جو پنیر کی شکل میں ایک چیز ہوتی ہے جو گھی اور کھجور ملا کر بنائی جاتی ہے ان دونوں چیزوں کو ان قبیلوں میں سے بعض نے اپنے اوپر استعمال کرنا حرام کرر کھا تھا۔ (روح المعانی ص:۳۸ ج:۲ / پارہ نمبر ۲ / المقتطف ص:۱۸۸ ج:۱)

۳۸- اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًاۙ اُولٰٓىٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۖۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۴﴾

ترجمہ: اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جولوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کا اخفا کرتے ہیں اوراسکے معاوضہ میں متاع قلیل وصول کرتے ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے قیامت میں بات کریں گے اور نہ انکی صفائی کریں گے اور انکو سزائے دردناک ہوگی۔

شان نزول: علماء یہود کمتر لوگوں کو غلط سلط فتوے دیکر رشوت لیتے تھے اور حلال وحرام میں تغیر وتبدل کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف میں ردوبدل کرتے تھے تا کہ یہود جب توریت پڑھینگے تو جس نبی کے آنے کی توریت میں خبر ہے اسکے مطابق اوصاف ان میں نہ دیکھیں گے تو جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس پر ایمان نہیں لائینگے اور ہمارے محتاج بنے رہیں گے۔ اور ہماری سیادت وقیادت جس طرح ہے اسی حال میں باقی رہے گی اور عرب میں بھی ہماری عزت کا سکہ جمارہے گا۔ اور یہ سب انہوں نے اسلئے کیا تھا کہ وہ شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ سمجھ رہے تھے کہ انکی قوم میں مبعوث ہوں گے۔ لیکن جب آپ ان میں مبعوث نہیں کئے گئے تو پھر انہوں نے تحریف وترمیم کا عمل جاری کردیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نوٹ: آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ الخ (۱۴۹) اور مذکورہ آیت یعنی (۱۷۴) دونوں کا سبب نزول ایک ہی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند آیات ہوتی ہیں اور سبب نزول ایک ہی ہوتا ہے جیسا کہ مقدمہ میں اس سلسلہ میں تفصیلاً بحث آ گئی

ہے۔ اسلئے ایک ہی پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ [۱]

۳۹- لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: نیکی اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کرلو یا مغرب کو لیکن نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتب اور پیغمبروں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں۔ اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو اور جو اشخاص اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب عہد کرلیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی۔ تفصیل اس طرح ہے کہ یہود بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ جو مدینہ سے غربی جانب تھا۔ اور نصاریٰ بھی بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور نجران سے بیت المقدس مشرقی جانب تھا۔ اور یہ حضرات اپنے تئیں یہ سمجھتے تھے کہ اصل بّر اور خیر و بھلائی تو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے میں ہے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- مومنین کے بارے میں نازل ہوئی کہ شروع میں اسلام کے فرائض وغیرہ کے نزول سے قبل شہادتین کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ خواہ کسی بھی جانب ہو اور پھر اسی

[۱] صفوۃ التفاسیر ص:۱۱۵ ج:۱/ زاد المسیر ص:۱۶۵ ج:۱/ اسباب النزول ص:۲۵/ معالم التنزیل ص:۱۴۱ ج:۱/ ابن کثیر ص:۱۸۰ ج:۱/ روح المعانی ص:۴۳ ج:۲/ پارہ نمبر ۲

حالت میں وفات پا جاتے تھے۔ تو اسکے لئے جنت واجب ہو جاتی تھی لیکن جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور احکام وفرائض کا نزول ہوا اور بیت اللہ کو دوبارہ قبلہ مقرر کر دیا گیا اس وقت یہ آیت اتری کہ بھلائی کے کام صرف وہی نہیں جو تم کرتے ہو بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بھلائی کے کام ہیں جن کی تفصیل آیت میں ہے۔ [۱]

۴۰- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین کیبارے میں آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام کو غلام کے عوض میں اور عورت کو عورت کے عوض میں ہاں جس کو اسکے فریق کی طرف سے معافی ہو جاوے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کیساتھ اس کے پاس پہنچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے اور ترحم ہے۔ پھر جو شخص اس کے بعد تعدی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ اور فہیم لوگو قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ پرہیز رکھو گے۔

شان نزول: ابن کثیر نے باسناد ابن ابی حاتم نقل کیا ہے کہ زمانۂ اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ ہوئی طرفین کے بہت سے آدمی آزاد اور غلام مرد اور عورتیں قتل ہو گئے ابھی انکے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانہ اسلام شروع ہو گیا اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہو گئے اسلام لانے کے بعد اپنے اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو شروع ہوئی تو ایک قبیلہ قوت وشوکت والا تھا اس نے کہا کہ ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک ہمارے غلام کے بدلے تمہارا آزاد آدمی اور عورت کے بدلے

[۱] تفسیر بغوی یعنی معالم التنزیل ص:۱۴۲ ج:۱/اسباب النزول ص:۲۶ ابن کثیر ص:۱۸۱ ج:۱/روح المعانی ص:۴۴ ج:۲/زاد المسیر ص:۱۷۸ ج:۱

میں مرد قتل نہ کیا جائے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر ص:۱۸۳ ج:۱)

عرب کے دو قبیلے بنونضیر اور بنوقریظہ میں جاہلیت میں اسلام سے قبل حرب وکرب کا بازار گرم رہتا تھا بنی نضیر کو ہر طرح سے سطوت وطاقت اور بالا دستی حاصل تھی یہ جب بنوقریظہ کی عورتوں سے نکاح کرتے بغیر مہر کے نکاح کرتے انکے غلام بنونضیر سے قتال کرنے کے نتیجے میں اگر قتل کئے جاتے تو۔ غلام کے عوض بنوقریظہ کے آزاد کو قتل کرتے اور اگر بنونضیر کا غلام قتل کیا جاتا تو اس کے عوض میں آزاد کو قتل کرتے۔ اور بنونضیر کا ایک مرد قتل ہوتا تو ان کے عوض میں دو آمیوں اور دو آزاد کو قتل کرتے۔ اور اگر دو قتل ہوتے تو بنوقریظہ کے چار آزاد کو قتل کرتے اور عورت قتل ہوتی تو مرد کو قتل کرتے گویا ڈبل دیت لیتے تھے۔ انہوں نے اپنا معاملہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل ص:۱۴۴ ج:۱)

ابن کثیر میں ایک جگہ اسطرح ہے کہ جب بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اس کے عوض میں اپنے آدمیوں کو قتل نہیں ہونے دیتے۔ بلکہ ایک سو وسق کھجور فدیہ میں دیتے۔ اور اگر کوئی قریظی نضیری کو قتل کر دیتا تو اس کے عوض میں قریظی کو قتل کیا جاتا اور اگر فدیہ بھی لیتے تو دو سو وسق تمر اور کھجور گویا دوگنا لیتے چنانچہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو اس وقت یہ آیت اتری۔ (ابن کثیر ص:۱۸۲ ج:۱)

بغوی نے سعید بن زبیر کا قول نقل کیا ہے کہ وہ قبیلہ اوس اور خزرج تھے۔
(معالم التنزیل ص:۱۴۴ ج:۱)

مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ دو قبیلے سے مراد اوس اور خزرج اور بنونضیر اور بنوقریظہ ہیں (لیکن چونکہ مقابلہ ہر ایک کا ہر ایک سے تھا اس اعتبار سے دو قبیلے ذکر کئے گئے) [۱]

فائدہ: ایک وسق ۶۰/ صاع - اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کیلو کا ہوتا ہے۔

۱۴۱- وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا

---

[۱] معالم التنزیل ص:۱۴۴ ج:۱/تفسیرات احمدیہ ص:۴۶/روح المعانی ص:۴۹ ج:۲/ زادالمسیر ص:۱۸۰ ج:۱/اسباب النزول ص:۲۶

دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمه: اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کرلیتا ہوں عرض درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سوانکو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں۔ اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد حاصل کرسکیں گے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

۱- ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا رب اگر ہم سے قریب ہے ہم دعاء آہستہ آواز میں مانگا کریں اور اور دور ہو تو بلند آواز میں پکارا کریں اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- مدینہ کے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد ہم اپنے رب کو کس طرح پکاریں جبکہ تمہارے بقول زمین وآسمان کے درمیان پانچ سوسال کی مسافت ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ دعاء کے سلسلہ میں یہ بتائیں کہ کونسی گھڑی افضل ہے جس میں ہم اللہ سے دعاء کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۴- اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۵- روزہ کی فرضیت کا جو شروع کا زمانہ تھا اس میں رات میں سونے کے بعد نہ کھانا درست تھا اور نہ بیوی سے وطی کچھ آدمیوں نے سونے کے بعد بیوی سے وطی بھی کرلی اور کھانا بھی کھالیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا واقعہ سنایا اور پھر دریافت کیا کہ یارسول اللہ توبہ کا کیا طریقہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۱۸۹ج:۱/تفسیرات احمدیہ ص:۵۷)

۱۴۱- اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَ

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ: روزہ کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا کیونکہ وہ تمہارے اوڑھنے بچھونے ہیں اور تم ان کے اوڑھنے بچھونے ہو خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے خیر اللہ نے تم پر عنایت فرمائی۔ اور تم سے گناہ کو دھویا سواب ان سے ملو ملاؤ۔ اور جو تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے اسکا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط کی تمیز ہو جاوے سیاہ خط سے پھر رات تک روزہ کو پورا کیا کرو۔ اور ان بیویوں سے اپنا بدن بھی نہ ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو مسجدوں میں یہ خداوندی ضابطے ہیں سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا۔ اسی طرح سے اللہ اپنے احکام لوگوں کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ لوگ پرہیز رکھیں۔

شان نزول: اس آیت کے دو حصے ہیں ایک حصہ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ (سے) الرفث تک ہے، یہ آیت حضرت عمر اور اسی طرح دوسرے صحابی کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری وغیرہ میں براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ ابتداء میں جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو افطار کے بعد کھانے پینے اور بیویوں کیساتھ اختلاط کی صرف اس وقت تک اجازت تھی جب تک کہ سونہ جائے۔ سو جانے کے بعد یہ سب چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔ بعض صحابہ کرام کو اس میں مشکلات پیش آئیں، حضرت عمر کے ساتھ بھی اور اسکے ساتھ دوسرے صحابہ کرام کو بھی دشواریاں پیش آئیں۔ حضرت عمر کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا کہ انہوں نے رات میں سونے کے بعد بیوی سے وطی کر لی یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ سوئے نہیں ہیں پھر ان کی بیوی نے بتایا کہ وہ سو گئے تھے۔ اسکے بعد حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسکے بعد عرض کیا کہ رات میں نے بیوی سے سونے کے بعد وطی

کر لی۔ اسوقت مذکورہ ٹکڑا نازل ہوا، كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ یہ ایک انصاری صحابی کے بارے میں نازل ہوئی انکے نام کے بارے میں چار قول ہیں (۱) قیس بن صرمہ (۲) صرمہ بن انس (۳) صرمہ بن مالک (۴) ابو قیس بن عمروان کے بارے میں تفصیلی واقعہ اس طرح ہے کہ قیس بن صرمہ انصاریؓ دن بھر مزدوری کر کے افطار کے وقت گھر پہونچے تو گھر میں کھانے کیلئے کچھ بھی نہ تھا۔ بیوی نے کہا کہ میں کہیں سے کچھ انتظام کر کے لاتی ہوں جب وہ واپس آئیں تو دن بھر کی تکان کی وجہ سے ان کی آنکھ لگ گئی، اب بیدار ہوئے تو کھانا حرام ہو چکا تھا اگلے دن اسی طرح روزہ رکھا دو پہر کو ضعف سے بے ہوش ہو گئے اسی طرح بعض صحابہ سونے کے بعد اپنی بیویوں کے ساتھ اختلاط میں مبتلا ہو کر پریشان ہوئے۔ ان واقعات کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں پہلا حکم منسوخ کر کے غروب آفتاب کے بعد سے طلوع صبح صادق تک پوری رات میں کھانے پینے اور مباشرت کی اجازت دیدی گئی۔ اگرچہ سوکر اٹھنے کے بعد ہو۔ بلکہ سوکر اٹھنے کے بعد آخر شب میں سحری کھانا سنت قرار دیا گیا۔ جس کا ذکر روایت حدیث میں واضح ہے۔ اس آیت میں اسی حکم کو بیان کیا گیا ہے۔

گویا یہ پوری آیت حضرت عمر اور ان کیساتھ دوسرے صحابی جن کیساتھ حضرت عمرؓ جیسا واقعہ پیش آیا اور قیس بن صرمہ کے بارے میں نازل ہوئی فرق یہ ہے کہ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ یہ ٹکڑا قیس بن صرمہ کے بارے میں نازل ہوا۔ اور دوسرا ٹکڑا جو آیت میں مذکور ہے وہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابی کے بارے میں نازل ہوا۔ [۱]

۴۳- وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

---

[۱] زادالمسیر ص:۱۹۱/۱۹۰ ج:۱/ابن کثیر ص:۱۹۲ ج:۱/اسباب النزول ص:۲۷/۲۸/۲۶/معالم التنزیل ص:۱۵۷ ج:۱/روح المعانی ص:۶۴ ج:۲ تفسیرات احمدیہ ص:۵۹/معارف القرآن ص:۳۹۷ ج:۱/المقتطف ص:۲۰۵ ج ۱

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور ان کو حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ اور تم کو علم بھی ہو۔

شان نزول: امرؤ القیس بن عابس کندی اور عبدان حضرمی کی کسی زمین کے معاملہ میں لڑائی ہوگئی عبدان اس زمین کا مدعی تھا۔ لیکن اس کے پاس گواہ نہیں تھے امرؤالقیس نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی اور وہ آیت یہ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾ (آل عمران:۷۷)

ترجمہ: یقینا جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اپنی قسموں کے ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہ ملے گا اور نہ خدائے تعالیٰ ان سے کلام فرماویں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اس آیت کو سننے کے بعد امرؤالقیس قسم سے رک گئے اور قسم کھانے کو ناگوار سمجھا اور زمین کا جھگڑا وہیں ختم ہوگیا اسوقت مذکورہ آیت وَلَا تَاْكُلُوْا الخ نازل ہوئی۔ [۱]

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ متنازعہ زمین عبدان کے سپرد کردی گئی۔

۴۴-یَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ: آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند آلہ شناخت اوقات ہیں۔ لوگوں کیلئے اور حج کیلئے۔ اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں انکی پشت کی طرف سے آیا کرو، ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی

[۱] زادالمسیر ص:۱۹۴ ج:۱/اسباب النزول ص:۲۸/ابن کثیر ص:۱۹۷ ج:۱ معالم التنزیل ص:۱۵۹ ج:۱/روح المعانی ص:۷۰ ج:۲/تفسیرات احمدیہ ص:۶۳

شخص حرام سے بچے اور گھروں میں انکے دروازوں سے آئے۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔

شان نزول: مذکورہ آیت کے بارے میں یہ ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہؐ سے اھلۃ یعنی مشروع مہینے کے چاند کے متعلق سوال کیا اس کی صورت آفتاب سے مختلف ہے کہ کبھی وہ باریک ہلالی شکل میں ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے پھر پورا دائرہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں تدریجی کمی آتی ہے۔ اس کی حقیقت دریافت کی یا حکمت و مصلحت کا سوال کیا دونوں احتمال ہیں، مگر جو جواب دیا گیا اس میں حکمت و مصلحت کا بیان ہے۔ اگر سوال ہی یہ تھا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے میں حکمت و مصلحت کیا ہے تب تو جواب اس کے مطابق ہو ہی گیا۔ اور اگر سوال سے اس گھٹنے بڑھنے کی حقیقت دریافت کرنا مقصود تھا جو صحابۂ کرام کی شان سے بعید ہے تو پھر جواب میں حکمت و مصلحت بیان کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اجرام سماویہ کی حقائق دریافت کرنا انسان کے بس میں بھی نہیں، اور ان کا کوئی دینی و دنیوی کام اس حقیقت کے علم پر موقوف بھی نہیں، اسلئے حقیقت کا سوال فضول ہے پوچھنے اور بتلانے کی بات یہ ہیکہ چاند کے اس طرح گھٹنے بڑھنے چھپنے اور طلوع ہونے سے ہمارے کون سے مصالح وابستہ ہیں اسلئے جواب میں رسول اللہؐ کو یہ ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری مصالح جو چاند سے وابستہ ہیں یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنا اور حج کے ایام معلوم کرنا آسان ہو جائے گا۔

فائدہ: جن صحابیوں نے سوال کیا تھا انکے نام یہ ہیں معاذ بن جبلؓ ثعلبہ بن غنمؓ۔ [۱]

۴۵۔ وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَ اْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ: ابھی اوپر گذرا۔

[۱] اسباب النزول ص۲۸ :معالم التنزیل ص: ۱۶۰ :ج ۱/ابن کثیر ص ۱۹۶ :ج ۱ روح المعانی ص ۷۱:ج ۲ /زاد المسیر ص: ۱۹۵ :ج ۱/ المقتطف ص ۲۰۹ :ج ۱/ تفسیرات احمدیہ ص: ۶۴ معارف القرآن ص ۴۱۱ :ج ۱

شان نزول: ۱- انصار حضرات احرام کیوجہ سے گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- کچھ لوگ شہر حرام کے داخل ہوتے ہی گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے۔

۳- اہل جاہلیت جب کسی چیز سے رکنے کا ارادہ کرتے تو گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتے جب تک کہ وہ چیز حاصل نہ ہوجاتی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۴- حضرات انصار جب حج کر کے واپس ہوتے تو گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس پر ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی، کیونکہ ان لوگوں نے جو شرعاً ضروری نہیں تھا اس کو ضروری سمجھا۔[1]

۴۶- وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ: اور تم لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور حد سے مت نکلو واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور ان کو قتل کرو جہاں انکو پاؤ اور ان کو نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا۔ اور شرارت قتل سے سخت تر ہے۔ اور انکے ساتھ مسجد حرام کے قریب میں قتال مت کرو۔ جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے خود نہ لڑیں ہاں اگر خود ہی لڑنے کا سامان کرنے لگیں تو تم انکو مارو، ایسے کافروں کی ایسی ہی سزا ہے۔

---

[1] زادالمسیر ص:۱۹۵ ج:۱/اسباب النزل ص:۲۸/ابن کثیر ص:۱۹۷ ج:۱/روح المعانی ص:۷۳/ج:۲/معالم التنزیل ص:۱۶۰ ج:۱ تفسیر احمدیہ ص:۶۴ ج:۱

شان نزول: ذی قعدہ ٦ھ میں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادائے عمرہ کے قصد سے مکہ معظّمہ تشریف لے چلے اس وقت تک مکہ معظّمہ مشرکین کے قبضہ اور حکومت میں تھا۔ ان لوگوں نے حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا اور عمرہ رہ گیا- آخر بڑی گفتگو کے بعد یہ معاہدہ قرار پایا کہ سال آئندہ تشریف لاکر عمرہ ادا فرماویں۔ چنانچہ ذی قعدہ ۷ھ میں پھر آپ اسی قصد سے تشریف لے گئے لیکن آپکے ساتھی مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید مشرکین اپنا معاہدہ پورا نہ کریں اور آمادۂ مقاتلہ ہوجاویں۔ تو ایسی حالت میں نہ سکوت مصلحت ہے اور اگر مقابلہ کیا جاوے تو ذی قعدہ میں قتال لازم آتا ہے اور یہ مہینہ منجملہ ان چار مہینوں کے ہے جن کو اشہر حرم کہا جاتا ہے۔ ان مہینوں میں اس وقت قتل وقتال حرام وممنوع ہے یہ چار مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب تھے۔ غرض مسلمان اس تردد سے پریشان تھے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ ان خاص معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ بوجہ باہمی معاہدہ کے تم کو اپنی جانب سے ابتداء قتال کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن اگر وہ لوگ خود عہد شکنی کریں اور تم سے لڑنے پر آمادہ ہوجائیں۔ تو اس وقت تم کسی طرح کا اندیشہ دل میں مت لاؤ۔ اگر وہ ابتداء کریں تو تمہارے لئے اشہر حج میں قتال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ آیت یعنی وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ اس موقع سے نازل ہوئی۔ یہ پہلی آیت ہے جو قتال کے سلسلہ میں مدینہ میں نازل ہوئی۔ (ابن کثیر)

پھر یہ آیت بعد والی آیت سے منسوخ ہوگئی اور قتال کا عام حکم دے دیا گیا۔ [۱]

فائدہ: واقعہ صلح حدیبیہ کی تفصیل اس طرح ہے۔

اسی سال نبی صلعم نے مسلمانوں کو اپنا ایک خواب سنایا۔ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ ہم اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کررہے ہیں اس خواب کو سننے سے غریب

---

[۱] تفسیرات احمدیہ ص:۶۵/اسباب النزول ص:۲۹/ زادالمسیرص:۱۹۷ ج:۱/ صفوۃ التفاسیر ص:۱۲٦ ج:۱/ مفهوماً ومعناً) ابن کثیر ص:۱۹۸ ج:۱ المقتطف ص:۲۱۱ ج:۱/ روح المعانی ص:۷۴ ج:۲ معارف ص:۴۰۹ ج:۱

الوطن مسلمانوں کواس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا ان کے دل میں تھا بے چین کر دیا، اورانہوں نے اسی سال نبی صلعم کوسفر کیلئے آمادہ کرلیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ نہیں لیا بلکہ قربانی کے اونٹ کوساتھ لئے اور سفر بھی ذی قعدہ کے مہینہ میں کیا۔ جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے اور جسمیں ہرایک دشمن کوبھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب مکہ نو میل رہ گیا تو نبی صلعم نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع دی اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی ان سے چاہی۔ عثمان بن عفانؓ جن کا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے سفیر بنا کر بھجے گئے انکے جانے کے بعد لشکر اسلام میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کوقتل یا قید کر دیا ہے اسلئے نبی صلعم نے اس بے سروسامان جمعیت سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سوتھی قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

اس بیعت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کوعثمانؓ کا داہنا ہاتھ قرار دیا اور انکی جانب سے اپنے داہنے ہاتھ پر بیعت کی اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ عروہ بن مسعود جو قریش کی جانب سے آیا تھا۔ اس نے قریش کو جا کر کے کہا، اے قوم! مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسریٰ (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا جسکی عظمت اسکے درباروالوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں محمد کی ہے۔ محمد تھوکتا ہے تو اس کا آب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا، کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی گرتا ہے۔ اور وہ شخص اس آب دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے۔ جب محمد کوئی حکم دیتا ہے توتعمیل کیلئے سب مبادرت کرتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل کیلئے ایسے گرتے پڑتے ہیں گویا لڑائی ہو پڑے گی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا ادب ہے کہ وہ انکے سامنے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے میری رائے ہے کہ ان سے صلح کرلو۔ جس طرح بھی بنے سوچ

سمجھ کر قریش صلح پر آمادہ ہو گئے۔ صلح کیلئے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئے۔

۱- دس سال تک باہمی صلح رہے گی جانبین کی آمدورفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہو گی۔

۲- جو قبائل چاہیں قریش سے مل جائیں اور جو قبائل چاہیں وہ مسلمان کی جانب شامل ہو جائیں دوستدار قبائل کے حقوق بھی یہی ہونگے۔

۳- اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہو گی اس وقت ہتھیار ان کے جسم پر نہ ہونگے گو سفر میں ساتھ ہوں۔

۴- اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو نبیؐ اس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دینگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

آخری شرط سن کر تمام مسلمان بجز صدیقؓ گھبرا اٹھے عمر فاروقؓ اس بارے میں پر جوش تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہنس کر اس شرط کو منظور کر لیا۔

معاہدہ حضرت علی نے لکھا تھا۔ انہوں نے شروع میں لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! سہیل جو قریش کی طرف سے مختار معاہدہ تھا، بولا، بخدا ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کسے کہتے ہیں۔ **باسمک اللھم** لکھو۔ نبیؐ نے وہی لکھ دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی نے پھر لکھا، یہ معاہدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان قرار پایا سہیل نے اس پر اعتراض کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی درخواست پر محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا۔

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر آئندہ کوئی مسلمان نہ ہو گا لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی اور عہد نامہ لکھا ہی جا رہا تھا، دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے دستخط کرنے کا اختیار رکھتا تھا) کے سامنے ابو جندل اسی جلسہ میں پہونچ گیا اور جندل مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا قریش نے اسے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلام میں جا پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالے کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عہد نامے کے مکمل ہو جانے پر اس کے خلاف نہ ہو گا یعنی جب تک عہد نامہ مکمل

نہ ہوجائے اس کی شرائط پر عمل نہیں ہوسکتا۔

سہل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اور ابو جندل کو قریش کے حوالے کر دیا قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اسکی مشکیں باندھیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی، اور کشاں کشاں لے گئے۔ نبیؐ نے جاتے وقت اس قدر فرمایا تھا کہ ابو جندل! خدا تیری کشائش کیلئے کوئی سبیل نکال دے گا۔

ابو جندل کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا مگر بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو حکم سمجھ کر ضبط و صبر کئے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی (۸۰) آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جب مسلمان نماز میں مصروف تھے اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ازراہ ترحم رحم و کرم کا معاملہ کیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ

ترجمہ: خدا وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے وار تمہارے ہاتھ بھی ان پر قابو کر پانے کے بعد ان سے روک دیئے۔

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی حزم - دور رسی - اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمت اللعالمین کے انوار کا ظہور دکھایا۔

حدیبیہ سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے اسی معاہدہ کے بعد سورہ فتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ معاہدہ ہمارے لئے فتح ہے؟ فرمایا ہاں۔

ابو جندل نے مکہ جا کر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا۔ اللہ کی عظمت و جلال بیان کر کے ایمان کی دعوت دیتا خدا کی

قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے میں کامیاب ہوجاتا اور وہ شخص مسلمان ہوجاتا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والوں کو بھی قید کردیتے اب یہ دونوں ملکر کے تبلیغ کا کام اسی قید خانے میں کرتے۔

الغرض اسی طرح ایک ابوجندل کے قید ہوکر مکہ پہونچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر تین سو اشخاص ایمان لے آئے۔

اب قریش پچھتاتے کہ ہم نے کیوں عہدنامہ میں ان ایمان لانے والوں کو واپس کرنیکی شرط درج کروائی پھر انہوں نے مکہ کے چند شخصوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ عہدنامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ ان نومسلموں کو اپنے پاس بلالیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہراً اہم کو گوارا نہ تھی۔ اسکا منظور کرلینا کس قدر مفید ثابت ہوا۔ (رحمۃ اللعالمین لسید سلیمان منصور پوری ص: ۲۱۴ تا ۲۱۶) مزید تفصیل سورہ فتح جلد نمبر ۲ میں انشاءاللہ بیان کی جائے گی۔

۴۷- اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَ الۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ‌ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ‌ ۖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمہ: حرمت والا مہینہ بدلہ- مقابل- حرمت والے مہینہ کا اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی ہے تم پر۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے۔

شان نزول: ۷ھ ہجری میں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے قانون کے مطابق فوت شدہ عمرہ ادا کرنے کیلئے بہ معیت صحابہ کرام مکہ کے سفر کا ارادہ کیا چوں کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ ان کفار کے معاہدوں اور صلح کا کچھ اعتبار نہیں، ممکن ہے کہ وہ جنگ کرنے لگیں۔ اس لیے اس جنگ میں صحابہ کرام کیلئے ایک اشکال تو یہ تھا کہ حرم مکہ میں اگر جنگ کی نوبت آگئی تو ہم کیا کریں چوں کہ اسلام میں یہ ناجائز ہے اس کا جواب پچھلی آیت

میں دے دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرم مکہ کی حرمت مسلمانوں پر ضرور لازم ہے لیکن اگر کفار حدود حرم میں ہی مسلمانوں سے جنگ کرنے لگیں تو ان کو بھی مدافعت میں جنگ کرنا جائز ہے۔ دوسرا اشکال یہ تھا کہ یہ مہینہ ذیقعدہ کا ہے جو ان چہار مہینوں میں سے ہے جن کو اشہر حرم کہا جاتا ہے۔ اور ان میں سے کسی مہینے میں جنگ کرنا جائز نہیں تو اگر مشرکین مکہ نے ہمارے خلاف جنگ شروع کر دی تو اس مہینہ میں دفاعی جنگ کیسے کر سکتے ہیں۔ اسکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ جیسے حرم مکہ کی حرمت سے حالت دفاع مستثنیٰ ہے اسی طرح اس اشہر حرم میں کافر ہم سے قتال کرنے لگیں تو ہم کو بھی ان سے دفاعی جنگ لڑنا جائز ہے۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کرنے کیلئے آئے تو مشرکین نے آپ سے کہا کہ کیا اشہر حرم میں آپ ہمیں قتل وقتال سے منع کرتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر یہ آیت اتری (زادالمسیر روح المعانی) تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔ جو مذکور ہوئے۔ [۱]

اشہر حرم چار مہینے ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، یہ تین ماہ تو مسلسل ہیں چوتھا مہینہ رجب کا ہے اسلام سے پہلے ان چار مہینوں میں جنگ کو حرام سمجھا جاتا تھا۔ اور مشرکین مکہ بھی اس کے پابند تھے ابتداءً اسلام میں بھی ۷ھ تک یہی قانون نافذ تھا۔ اس لئے صحابۂ کرام کو اشکال پیش آیا اس کے بعد یہ حرمت قتال منسوخ کر کے عام قتال کی اجازت باجماع امت دیدی گئی ہے۔ افضل اب بھی یہی کہ ان چار مہینوں میں ابتداء قتال نہ کیا جائے صرف مدافعت کی ضرورت سے قتال کیا جائے اس لحاظ سے یہ کہنا بھی فی الجملہ درست ہے کہ اشہر حرم کی حرمت منسوخ نہیں، باقی ہے۔ جیسے حرم مکہ میں قتال کی اجازت بضرورت مدافعت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ صرف ایک استثنائی صورت پر عمل ہوا۔ (معارف القرآن ص:۱۷۴ ج:۱)

---

[۱] اسباب النزول ص:۳۰/ وزادالمسیر ص:۲۰۱ وابن کثیر ص:۱۹۹ ج:۱ ومعارف القرآن ص:۲۱۷ ج:۱/ومعالم التنزیل ص:۱۶۳ ج:۱/روح المعانی ص:۷۷ ج:۲/ پارہ ۲/ والمقتطف مختصراً ص:۲۱۲ ج:۱

۴۸-وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ: اورخرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

شان نزول: حضرات انصار نے اللہ کے راہ میں جو کچھ خرچ کردیا ہے یہ انہی کا حصہ تھا حضرات انصار، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ضرورت پڑنے پرانہوں نے مال اولاد اوراپنی جان تک قربان کرڈالی۔لیکن ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا تو انصار میں سے کچھ لوگ بول پڑے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔اگرہم اسی طرح مال خرچ کرتے رہے تو پھر ہم فقیر ہوجائیں گے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔جس میں حکم دیا گیاہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنا اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ایک قول آیت کے سبب نزول کے بارے میں یہ بھی ہے کہ کچھ حضرات انصار ترک جہاد میں مشغول ہوگئے۔اور جہاد سے بے رغبتی ظاہر کرنے لگے۔ اس وقت یہ آیت اتری۔حضرت ابوایوب انصاری نے کہا کہ ہماری جماعت انصار کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔تفصیل اس طرح ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہرطرح کی عزت ونصرت سے نوازدیا تو ہم لوگ آپس میں یہ کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے اسلام کی ترقی کی خاطر اپنے تمام مال واسباب واہل وعیال کوقربان کردیا۔اور اب اسلام چمکتے سورج کی طرح روشن ہوچکاہے لہذا اب ہمیں مال واسباب خرچ کرنیکی ضرورت نہیں اورنہ کسی طرح کی قربانی پیش کرنیکی حاجت ہے۔اب ہم اپنے مالوں کی درستی اوراسکوترقی دینے میں لگ جائیں جوہمارے خرچ کئے ہوئے مال کی تلافی کرسکے۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔عبداللہ ابن عباس نے یہاں فرمایاہے کہ جب اللہ کے رسول نے مکہ کی طرف چلنے کاحکم فرمایا جو ۹ھ کا واقعہ ہے جس میں آپ کو مکہ کی فتح یابی ہوئی ہے۔تو کچھ اعرابی نے کہا کہ یارسول اللہ ہم کس چیز سے تیاری کریں۔اسوقت یہ آیت

نازل ہوئی ابن ابی جبیر نے کہا ہے کہ ایک سال حضرات انصار کچھ مالی پریشانی کے شکار ہو گئے۔ جسکی وجہ سے انہوں نے اپنے آپکو انفاق سے روک لیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [١]

۴۹- فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۗ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ: البتہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو فدیہ دے لے روزہ سے یا خیرات دینے سے یا ذبح کر دینے سے پھر جب تم امن کی حالت میں ہو تو جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہوا تو کرے جو کچھ قربانی میسر ہو پھر جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات ہے جبکہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آجاوے یہ پورے دس ہوئے۔ اس شخص کیلئے ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قرب میں نہ رہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور جان لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سزائے سخت دیتے ہیں۔

شان نزول: حضرت کعب بن عجرہ؄ سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ میرے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو قمّل یعنی سر میں جو کیڑے ہوتے ہیں چہرہ وغیرہ پر گردش کر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے تمہیں تکلیف ہو رہی ہوگی۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر تم حلق کروالو۔ اور فدیہ میں تین روزے

[١] اسباب النزول ص:۳۰/زاد المسیر ص:۲۰۳ ج:۱/المقتطف ص:۲۱۳ ج:۱ روح المعانی ص:۷۷ ج:۲/ابن کثیر ص:۲۰۰/ج:۱/بغوی ص:۱۶۷ ج:۱

رکھو۔ یا چھ مسکین کو کھانا کھلا دو۔ یا قربانی کر دو۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ [۱]

فائدہ: نسک سے مراد بکری ذبح کرنا ہے جیسا کہ ملا جیون نے کہا ہے کہ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن کعب بن عجرہ عن الصوم ثلاثۃ ایام و الصدقۃ ھی الطعام بثلاثۃ اصوعٍ لستۃ مساکین ونسک ھو ذبح الشاۃ ھذا ھو تفسیر الآیۃ تحسبھا ذکرہ المفسرون تفسیرات احمدیہ۔

۵۰- وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

ترجمہ: اور زادراہ لے لیا کرو بیشک بہتر فائدہ زادراہ کا بچنا ہے سوال سے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو۔

شان نزول: عبداللہ ابن عباس نے بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت اہل یمن کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ حج کرنے جاتے تھے تو زادراہ ساتھ لیکر نہیں جاتے تھے۔ اور یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم تو متوکلین میں سے ہیں اور اللہ پر بھروسہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [۲]

اور تفسیرات احمدیہ میں اس طرح ہے کہ اہل یمن جب حج کرنے جاتے تھے تو کچھ زادراہ لیکر نہیں جاتے تھے۔ اور جب مکہ میں پریشانی میں مبتلا ہوتے تو اہل مکہ سے سوال کرتے، جس کی وجہ سے اور لوگوں کو بھی دشواری پیش آتی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
(تفسیرات احمدیہ ص: ۷۴ ج:۱)

۵۱- لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

ترجمہ: تم کو اس میں ذرا گناہ نہیں کہ معاش کی تلاش کرو۔ جو تمہارے پروردگار

---

[۱] بحوالہ اسباب النزول ص: ۳۲/۳۱/ وزاد المسیر ص: ۲۰۶ ج:۱ مختصراً وتفسیر بغوی ص: ۱۶۹ ج:۱/ المقتطف ص: ۲۱۵ ج:۱ ابن کثیر ص: ۲۰۳ ج:۱/ وروح المعانی ص: ۸۲ ج:۲/ وصفوۃ التفاسیر ص: ۱۲۹ ج:۱/ وتفسیرات احمدیہ ص: ۷۰

[۲] تفسیر بغوی ص: ۱۷۳ ج:۱/ والمقتطف ص: ۲۱۷ ج:۱/ واسباب النزول ص: ۳۲/ روح المعانی ص: ۸۶ ج:۱/ وزاد المسیر ص: ۲۱۲ ج:۱ وابن کثیر ص: ۲۰۹ ج:۱-

کی طرف سے ہے۔

شان نزول: حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ایام حج میں لوگ تجارت اور خرید وفروخت سے اجتناب کرتے تھے جسکی وجہ سے بعض لوگ جو تنگ دست تھے اوران کا مدار تجارت پر ہی تھا۔ دشواریاں پیش آئیں چنانچہ بعض لوگوں نے آنحضرتؐ سے یہ سوال کیا آنحضرت نے تھوڑی دیر سکوت کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی جوعین اسی وقت نازل ہوئی تھی۔ [۱]

۵۲-ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

ترجمه: پھرتم سب کوضرور ہے کہ اسی جگہ واپس آجاؤ جہاں اورلوگ جا کروہاں سے واپس آتے ہیں اورخدائے تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتے ہیں یقینا اللہ تعالیٰ معاف کردیں گےاورمہربانی فرمائیں گے۔

شان نزول: اس جملے کا شان نزول یہ ہے کہ قریش عرب جو بیت اللہ کے محافظ ومجاور تھےاورسارے عرب میں ان کا اقتدار مسلم تھااورانکی ایک ممتاز حیثیت تھی زمانۂ جاہلیت میں وہ اپنی امتیازی شان بنانے کیلئے یہ حرکت کرتے تھے۔اورسب لوگ توعرفات کو جاتے اوروہاں وقوف کرکے واپس آتے یہ لوگ راستہ میں مزدلفہ کے اندرہی ٹھہرجاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم چونکہ بیت اللہ اورحرم کے مجاور ہیں اسلئے حدود حرم سے باہر جانا ہمارے لئے مناسب نہیں۔ مزدلفہ حدود حرم کے اندر ہے۔ اورعرفات اس سے خارج ۔یہ بہانہ کرکے مزدلفہ ہی میں قیام کرلیتے اوروہیں سے واپس آجایا کرتے تھے اوردرحقیقت وجہ اس حیلہ اور بہانہ کی اپنا فخر وغرور، عام لوگوں سے ممتاز ہوکر رہنا تھا۔حق تعالیٰ کے اس فرمان نے ان کی غلط کاری واضح فرمادی ۔اوران کوحکم دیا کہ تم بھی وہیں جاؤ جہاں سب

---

[۱] اسباب النزول ص:۳۳/وابن کثیر ص:۲۱۰ ج:۱/وتفسیرات احمدیہ ص:۴۷ج:۱/ والمقتطف ص:۲۱۷ ج:۱/وتفسیر بغوی ص:۱۷۳ ج:۱ وروح المعانی ص:۸۶ج:۲/ وزادالمسیر ص:۲۱۲ ج:۱

لوگ جاتے ہیں۔ یعنی عرفات میں اور پھر وہیں سے سب کے ساتھ واپس آؤ۔ [۱]

فائدہ: اوّل تو عام انسان سے اپنے آپ کو ممتاز کر کے رکھنا خود ایک متکبرانہ فعل ہے۔ جس سے ہمیشہ ہی پرہیز لازم ہے حج کے ایام میں لباس احرام اور قیام ومقام کی یکسانیت کے ذریعہ اس کا سبق دینا ہے کہ انسان سب برابر ہیں امیر وغریب عالم وجاہل بڑے چھوٹے کا یہاں کوئی امتیاز نہیں اسلئے حالت احرام میں یہ امتیازی شان بنانا اور بھی زیادہ جرم ہے۔ (معارف القرآن ص:۴۳۲ ج:۱)

۵۳- فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

ترجمہ: پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو حق کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ اس سے بڑھکر ہو۔ چنانچہ جو لوگ یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا عطا فرما تو انکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

شان نزول: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عرب زمانۂ جاہلیت میں عرفات ومزدلفہ اور طواف وقربانی سے فارغ ہو کر منٰی میں قیام کرتے تھے تو ان کی مجلسیں صرف اس کام کیلئے ہوتی تھیں کہ مشاعرے منعقد کریں اور ان میں اپنے مفاخر اور اپنے آباء واجداد کے تفاخر اور کارناموں کا بیان کریں اور ان کی مجلس ذکر اللہ سے یکسر خالی ہوتی تھی۔ ان مبارک ایام کو ایسی لغو اور فضول چیزوں میں ضائع کرتے تھے اس لئے ارشاد ہوا کہ جب تم اپنے افعال احرام کو پورا کر چکو اور منٰی میں قیام کرو تو وہاں رہکر اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اپنے آباء واجداد کو یاد کرنا اور خصوصاً ان کے جھوٹے سچے مفاخر اور کارناموں کا ذکر کرنا چھوڑ دو جتنا تم اس کو دیا دکرتے ہو اس سے زیادہ خدائے تعالیٰ کو یاد کرو۔ اور ذکر اللہ میں مشغول

---

[۱] **معارف القرآن ص: ۴۳۲ ج: ۱ / وزادالمسیر ص: ۲۱۳ ج: ۱ / وابن کثیر ص: ۲۱۳ ج: ۱ / روح المعانی ص: ۸۹ ج: ۲ / والمقتطف ص: ۲۱۹ ج: ۱ ومعالم التنزیل ص: ۱۷۵ ج: ۱ / وتفسیرات احمدیہ ص: ۷۵ / ایسر التفاسیر ص: ۱۸۰ ج: ۱ / مختصراً واسباب النزول ص: ۳۲**

رہو۔قرآن کی اس آیت نے عرب کی ایک جاہلانہ رسم کومٹا کر مسلمانوں کو یہ ہدایت کی کہ یہ ایام اور یہ مقام عبادت اور ذکر اللہ کیلئے مخصوص ہیں ۔ان میں ذکر اللہ وعبادت کے جوفضائل وبرکات ہیں وہ پھر ہاتھ نہ آئیں گےان کوغنیمت جاننا چاہئے۔

علاوہ ازیں حج ایک ایسی عبادت ہے جوعموماً سفرطویل کی مشقت اہل وعیال کی مفارقت، کاروبارکوترک کرنے اور ہزاروں روپے اور بہت ساوقت خرچ کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔رہااس میں حوادث کا پیش آنا کچھ بعید نہیں کہ آدمی باوجودکوشش کے اپنے مقصدحج میں کامیاب نہ ہوسکےلیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمام موانع ہٹا کر بندہ کواس مقصد میں کامیاب فرمایا۔اورفرائض حج پورے ہوگئے۔تواس مقام میں شکرکا اقتضایہ ہے کہ اورزیادہ اللہ تعالیٰ کے ذکرمیں مشغول رہو۔ان اوقات کوفضول اجتماعات اور فضول کام یاکلام میں ضائع نہ کرو اہل جاہلیت ان اوقات میں اپنے آباء واجداد کے تذکرے کرتے تھے جن کا کوئی نفع دین ودنیا میں نہ تھا۔تم اس جگہ اللہ تعالیٰ کاذکرکرو جونورہی نوراورنفع ہی نفع ہے۔دنیا کیلئے بھی اور آخرت کیلئے بھی۔آج کل اگرچہ مسلمانوں میں وہ رسم جاہلیت تو نہ رہی کہ مشاعرے قائم کریں اورآباء واجداد کے تذکرے کریں۔ لیکن آج بھی ہزاروں مسلمان ہیں جوان ایام کوفضول اجتماعات میں دعوتوں میں اور تفریحات میں صرف کرتے ہیں۔یہ آیت ان کی تنبیہ کیلئے کافی ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کوایسایادکرو جیسے بچپن میں اپنے باپ کویادکرتے تھے، کہ ان کا سب سے زیادہ کام اورسب سے پہلا کلام یاأبَ یاأبَ ہوتا ہے۔تم اب بالغ ہو، جوان ہوعاقل ہو یاأبِ یاأبِ کی جگہ۔**یارَبِ یارَبِ** کواختیارکرو۔اوراس پرنظرڈالوکہ بچہ اپنے باپ کواس لئے پکارتا ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں اپنے آپ کو باپ کا محتاج سمجھتا ہے، انسان اگرذراغورکرے تو ہروقت اور ہرحال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج اس سے زیادہ ہے۔جتنا کہ بچہ اپنے باپ کا محتاج ہے۔نیز بعض اوقات کچھ لوگ اپنے رب کاذکرمختصراً بھی کیا کرتے ہیں۔جیسے اہل جاہلیت کرتے تھے۔تواس آیت نے یہ بھی ہدایت کردی کہ فخروعزت کیلئے بھی ذکراللہ سے زیادہ کوئی

چیز مؤثر نہیں۔ [۱]

۵۴- وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

ترجمہ: اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپکو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو حاضر بتا تاہے، اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ مخالفت میں شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے۔ اور کھیت اور مویشی کو تلف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔ اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا تو خوف کرو تو نخوت اسکو اس گناہ پر امادہ کر دیتی ہے۔ سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بُری ہی آرامگاہ ہے اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔

شان نزول: اس آیت کریمہ وَمِنَ النَّاسِ الیٰ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ کے شان نزول کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱- اخنس بن شریق ثقفی منافق کے بارے میں یہ مذکورہ تین آیات نازل ہوئیں۔ یہ شخص بڑا فصیح وبلیغ تھا۔ اس کی جادو بیانی کیا تھی۔ گویا ان من البیان لسحرا کا مکمل مصداق تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر قسمیں کھا کھا کر دعویٰ اسلام کیا کرتا۔ اور آپ سے محبت کا دم بھرتا۔ اور خود کو اسلام کا شیدائی بتاتا۔ اور سچ مچ مسلمان

[۱] معارف القرآن ص: ۴۳۴/۴۳۵ ج: ۱/ واسباب النزول ص: ۳۴ تفسیر ابن کثیر ص: ۲۱۳ ج: ۱/ المقتطف ص: ۲۱۹ ج: ۱/ ومعالم التنزیل ص: ۱۷۶ ج: ۱/ وزاد المسیر ص: ۲۵۱ ج: ۱/ وروح المعانی ص: ۹۸ ج: ۲ پارہ ۲

بتاتا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی بات اچھی سی لگتی۔لیکن وہ تو منافق کامل تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر جاتا۔فساد وشرارت وایذاء رسانی خلق میں لگ جاتا۔اور راہ چلتے ہوئے۔مسلمانوں کو زراعت اور کھیتی کو خاکستر کرتا۔اور نقصان پہونچاتا اور گدھے گھوڑے چوپاؤں کو بے مقصد اور ناقابل استعمال بنادیتا یہ تمام خرافات کرتا۔ایک طرف یہ شرارتیں کرتا اور دوسری طرف زبانی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دم بھرتا اس وقت مذکورہ تین آیتیں اتریں۔(ھذا قول ابن عباس ومہدی، مقاتل)

۲-بعض منافقین نے زبان سے ایسی باتیں ظاہر کیں جنکا صداقت وحقیقت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا اس وقت مذکورہ آیتوں میں پہلی آیت اتری **(ھذاقول الحسن وقتادہ وزید)** حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک تفصیلی روایت میں اس طرح ہے کہ بعض منافقین نے حضرت خبیب اوران کے ساتھیوں کے بارے میں کہا کہ ان کیلئے بڑی ہلاکت وبربادی ہے کہ ان کو نہ گھر میں رہنا نصیب ہوا اور نہ ہی ان کے دوست کی رسالت ہی کام آسکی۔اس وقت مذکورہ پہلی آیت اوراس کے بعد والی آیتیں حضرت زبیر اور حضرت خبیب اورانکے ساتھیوں اور منافقین کے بارے میں اتریں۔**ھذاالحدیث بطولہ مروی عن ابن عباس زادالمسیر** ص:۲۲۰ ج:۱ر حضرت خبیب کا تذکرہ تفصیلاً ذیل کی تحریر میں آرہاہے۔

۳-مذکورہ تین آیتیں رجیع کے سریہ کے بارے میں نازل ہوئیں تفصیل اس طرح ہے کہ جنگ احد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کونقصان پہونچانے اور پامال کرنیکی تدابیر پرعمل کیا۔چنانچہ ۴ھ میں قریش نے قوم عضل اوراوقارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی صلعم کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ہمارے ساتھ معلم کردیجئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت تھے ان کے ساتھ کردیا۔جب یہ صحابہ ان کی زد میں پہونچ گئے تو ان کے دوسو جوان آئے کہ انہیں زندہ گرفتار کرلیں۔آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اوردو بزرگ خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ گرفتار کرلئے گئے۔جنہیں سفیان ہزنی مکہ میں لے گیا اورقریش کے پاس

فروخت کر آیا قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر میں چندروز بھوکا پیاسا قید رکھا۔
ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب کے پاس پہونچ گیا انہوں نے بچہ کو زانو پر بٹھایا اور چھری لے کر رکھ دی۔ جب بچہ کی ماں نے یکا یک دیکھا کہ اسکا بچہ چھری لیکر قیدی کے پاس ہے۔ جیسے چندروز سے انہوں نے بے آب ودانہ رکھا تھا تو اس نے بے اختیار چیخ ماری خبیب ؓ نے کہا یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو قتل کر دونگا۔ نہیں جانتی کہ مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں۔

ظالم قریش والوں نے چندروز کے بعد خبیب ؓ کو صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہا اگر اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے، دونوں بزرگوار نے جواب دیا، کہ جب اسلام باقی نہ رہے گا تو جان رکھ کر کیا کریں گے۔

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو خبیب ؓ نے کہا۔ دو رکعت نماز پڑھنے کی ہمیں مہلت دی جائے مہلت دی گئی انہوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیب ؓ نے کہا میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے، اس لیے جلد ہی نماز ختم کر دی، بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی اَنّی سے انکے جسموں کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگائے۔ اللہ اکبر، ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا۔ ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی۔ ان کو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا سا اف تک بھی نہ کیا۔

ایک سخت دل نے حضرت خبیب ؓ کے جگر کو چھیدا اور کہا کہ اب تو تم پسند کرتے ہوں گے کہ محمد ﷺ پھنس جائیں اور میں چھوٹ جاؤں خبیب ؓ نے نہایت جوش کے ساتھ جواب دیا، خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ پسند نہیں کرتا کہ میری جان بخشی کیلئے نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے۔

خدا کے اس برگزیدہ بندہ **فتی الفتیان** (جوانمردترین جوانمرداں) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر فی البدیہہ اشعار کہے۔ ان سے اس کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت اور محبت اسلام کی پاکیزہ صورت نظر آتی

ہے۔اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

''انبوہ در انبوہ لوگ میرے اردگرد کھڑے ہو رہے ہیں اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔ یہ سب کے سب عداوت نکال رہے ہیں۔اور میرے خلاف جوش دیکھا رہے ہیں۔ اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوں اور قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے۔اور مجھے مضبوط بند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں، انہوں نے کہہ دیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے، مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت سہل ہے اور میری آنکھوں سے آنسو لگاتار جاری ہیں۔مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں، میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ روؤں گا اور چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔موت سے مجھے اس لئے ڈر نہیں ہے کہ میں مر جاؤں گا لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں، اس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت نہیں چاہی اور مجھے شکیبائی کیلئے فرمایا ہے اب انہوں نے زدوکوب سے میرا تمام گوشت کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے میں اپنی درماندگی اور بے وطنی اور بے کسی کی فریاد اور ان ارادوں کی (جو میرے لئے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) خدا سے کرتا ہوں بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں پروانہیں کرتا کہ راہ خدا میں کسی پہلو پر گرتا اور کیوں کر جان دیتا ہوں خدا کی ذات سے اگر وہ اچھا چاہے۔

یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہ ہائے گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے''

سب سے اخیر میں یہ دعا بھی تھی کہ **اللھم بلغنا رسالۃ رسولک فبلغتہ مایصنع بنا**۔اے خدا ہم نے تیرے رسول کے احکام ان لوگوں کو پہونچا دیئے۔اب تو اپنے رسول کو ہمارے حال کی اور ان کے کرتوتوں کی خبر فرما دے اس موقع سے اوّل الذکر تین آیتیں نازل ہوئیں۔ [۱]

[۱] زادالمسیر ص:۲۲۰ج:۱/ص:۲۱۹ج:۱/ص:۲۱۸ج:۱/اسباب النزول ص: ۳۴/ معالم التنزیل ص:۱۷۹ج:۱/ مختصراً روح المعانی ص:۹۵ج: ۱ پارہ نمبر۲/ابن کثیر ص: ۲۱۵ ج:۱/رحمت اللعالمین ص:۱۱۱ ص:۱۱۲ص:۱۱۳/:۱۱۴/ ازسلیمان منصورپوری زادالمعادص:۲۴۴ج:۳ص:۲۴۵ج:۳/عربی اشعار کیلئے رحمۃ للعالمین دیکھئے

۵۵-وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

ترجمہ: ابھی اوپر گذرا ہے۔

شان نزول: یہ آیت ان مخلص صحابہ کرام کی شان میں نازل ہوئی، جنہوں نے بے مثال قربانیاں اللہ کی راہ میں پیش کی ہیں۔ مستدرک، حاکم، جریر، مسند ابن ابی حاتم وغیرہ میں بسند صحیح منقول ہے کہ یہ آیت حضرت صہیب رومیؓ کے اس واقعہ میں نازل ہوئی کہ جب وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کفار قریش کی ایک جماعت نے راستہ روک لیا یہ دیکھ کر حضرت رومیؓ اپنی سواری سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے سب نکال لئے اور قریش کی اس جماعت سے خطاب کیا کہ اے قبیلہ قریش تم سب جانتے ہو کہ میں تیراندازی میں تم سب سے زیادہ ماہر ہوں، میرا تیر کبھی خطا نہیں کرتا اور اب میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ تم میرے پاس اس وقت تک نہ پہونچ سکو گے جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی باقی ہے۔ اور تیروں کے بعد میں تلوار سے کام لوں گا۔ جب تک مجھ میں دم رہے گا پھر جو تم چاہو کر لینا اور اگر تم نفع کا سودا چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے مال کا پتہ دیتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں رکھا ہے، تم وہ مال لے لو۔ اور میرا راستہ چھوڑ دو اس پر قریش کی ایک جماعت راضی ہو گئی اور حضرت صہیب رومیؓ نے صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہونچ کر واقعہ سنایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا (ربح البیع ابایحیٰ، ربح البیع ابایحیٰ) تمہاری بیع نفع بخش رہی تمہاری بیع نفع بخش رہی، اس واقعہ میں آیت مذکورہ کے نزول نے اس کلام کی تصدیق کر دی جو رسول اکرم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ (معارف القرآن)

علامہ جوزی نے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں پانچ اقوال بتائے ہیں۔

۱-**امر بالمعروف و نہی عن المنکر** کے سلسلے میں نازل ہوئی۔

۲- زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب یہ دونوں حضرات خبیبؓ کو پھانسی کے تختہ سے اتارنے گئے تھے اسکی تفصیل یہ ہے کہ- حضرت خبیبؓ کے

قتل کی خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مل گئی تو آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے تختہ سے اتار لائے، تو اسکے لئے جنت ہے۔ زبیر نے کہا میں اور میرا ساتھی مقداد۔ چنانچہ یہ دونوں رات بھر چلا کرتے اور دن میں کہیں رک جاتے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ منزل مقصود تک پہونچے تو دیکھا کہ اس پھانسی کے تختہ کے اردگرد چالیس مشرکین ہیں اور سب کے سب اسلحہ سے لدے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں حضرات جس وقت پہونچے ہیں اس وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل ہوئے چالیس دن ہو چکے تھے۔لیکن اس کے باوجود نعش نہ پھٹی تھی اور نہ پھولی تھی۔ اور نہ اسکے اندر کوئی بدبو پیدا ہوئی تھی۔ اسکے بعد حضرت زبیر نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نعش کو گھوڑے پر رکھا اور تیزی سے روانہ ہو گئے۔ ادھر ستر سواروں نے ان کا پیچھا کیا حضرت زبیر اسکو لیکر چلتے رہے۔ اور زمین میں دفن کر دیا۔ حضرت زبیر نے اپنا عمامہ سر سے اتارا اور ان مشرکین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں زبیر بن عوام ہوں میری ماں صفیہ بنت عبد المطلب ہے اور میرا ساتھی مقداد ہے اور ہم دونوں تم سب سے کچھ کم نہیں ہیں۔ اب تم چاہو تو مقابلہ کر لو ورنہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ اور یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں پر موجود تھے۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتے تمہارے ان دونوں ساتھیوں پر فخر کرتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (زاد المسیر ص:۲۲۰ ج:۱)

۳- یہ آیت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جس کا مفصل تذکرہ اوپر گذر چکا ہے۔

۴- یہ آیت کریمہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

۵- مہاجرین اور انصار کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ برابر اللہ کے راستے میں قتل وقتال کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہو گیا اور سورج سے زیادہ روشن ہوا۔ اور ان کو ہر طرح کی کامیابی وکامرانی حاصل ہوئی۔

(ہذا قول قتادہ- بحوالہ زاد المسیر ص:۲۲۳ ج:۱/ص:۲۲۴ ج:۱ اسباب النزول ص:۳۴)

۵۶- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۰۹

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر تم بعد اسکے کہ تم کو واضح دلیلیں پہنچ چکی ہیں لغزش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

شان نزول: مذکورہ آیت کے سبب نزول کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱- مومنین اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی مثلاً عبداللہ بن سلام وغیرہ کہ یہ لوگ اسلام لانے کے بعد بھی شریعت موسوی میں جن چیزوں کے کھانے کو حرام قرار دیا گیا تھا مثلاً اونٹ کا گوشت اور دودھ وغیرہ اس کو اسلام لانے کے بعد بھی حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح شریعت موسوی میں یوم السبت کا احترام اور تعظیم ضروری تھی جبکہ اسلام میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے لیکن یہ حضرات اسلام قبول کرنے کے بعد یوم السبت کا احترام کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- غیر مومنین اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان کو اسلام کی مکمل اتباع کرنے کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے۔

۳- عام مسلمانوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اسلام کی اتباع کرنا ہی اصل اسلام کی اتباع کرنا ہے۔ [۱]

۵۷- اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝۲۱۴

[۱] ابن کثیر ص:۲۱۷ ج:۱/اسباب النزول ص:۳۵/زادالمسیر ص:۲۲۴ ج:۱ المقتطف ص:۲۲۴ ج:۱/معالم التنزیل ص:۱۸۳ ج:۱/روح المعانی ص:۹۷ ج:۲/پارہ نمبر ۲ معارف القرآن ص:۲۴۴ ج:۱

ترجمہ: کیا تمہارا خیال ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم کو ہنوز ان لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان پر ایسی ایسی تنگی اور سختی ہوئی اور انکو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ پیغمبر تک اور جو انکے ہمراہ اہل ایمان تھے بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد نزدیک ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱- غزوہ خندق کے موقع پر حضرات صحابہ کرام کو بے پناہ مشقتوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے صحابہؓ کو مدینہ ہجرت کرنے کے بعد بہت ساری تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں اور بہت سارے ناگوار حالات سے دوچار ہونا پڑا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- جب مسلمان غزوۂ احد اور بدر اور دوسرے موقع سے قتل کئے گئے تو منافقین نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوتے تو تمہیں یہ دن نہیں دیکھنے پڑتے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اور بعض روایت میں یہ ہیکہ مذکورہ آیت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی جس میں بہت سے مسلمانوں کا قتل ہوا اس آیت کے نزول کے ذریعہ سے مسلمانوں کو تسلی دی گئی۔ [۱]

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب کے بارے میں مختصر وضاحت

۵ھ کا مشہور واقعہ غزوۂ خندق ہے۔ بنو نضیر خیبر پہنچ کر بھی امن سے نہیں بیٹھے انہوں نے یہ عزم کیا کہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کیلئے ایک متفقہ کوشش کی جائے جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگ جو شامل ہوں انہوں نے بیس سردار مقرر کئے کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کیلئے آمادہ کریں۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذی قعدہ ۵ھ میں

---

[۱] زادالمسیر ص: ۲۳۱ ج: ۱/ معالم التنزیل ص: ۱۷۸ ج: ۱/ اسباب النزول ص: ۳۵/ ابن کثیر ص: ۲۲۰ ج: ۱/ روح المعانی ص: ۱۰۳ ج: ۲/ پارہ نمبر ۲ المقتطف ص: ۲۲۷ ج: ۱

دس ہزار [۱] کا خونخوار لشکر جس میں بت پرست یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے، مدینہ پر حملہ آور ہوا، قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام غزوۂ احزاب ہے۔

۱- قریش، بنو کنانہ، اہل تہامہ زیر کمان سفیان بن حرب تھے۔

۲- بنی فزارہ زیر کمان عقبہ بن حصین۔

۳- بنی مرّہ زیر کمان حارث بن عوف۔

۴- بنی اشجع واہل نجد زیر کمان مسعود بن ذخیلہ۔

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر کے اردگرد خندق کھودلی، دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی۔

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا　　عَلَى الْاسلام مَا بَقَيْنَا اَبَداً

(ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے)

خندق کھودنے، پتھر توڑنے، اور مٹی ہٹانے میں، نبیؐ خود بھی صحابہ کی مدد دیتے تھے۔ سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ اور ابن رواحہ اشعار ذیل کو بآواز بلند پڑھتے تھے۔

اللّٰهم لولا انت ما اهتدينا ❁ فلا تصدقنا ولا صلينا

فانزلن سكينة علينا ❁ وثبت الاقدام ان لاقيانا

ان الاعداء قد بغوا علينا ❁ اذا ارادوا فتنة ابينا

اے خدا ہم کو تیرے سوا ہدایت کہاں ملنے والی تھی

ہم نماز کیسے پڑھتے اور ہم زکوٰۃ کیسے ادا کرتے

اے اللہ ہم پر سکینہ کا نزول فرما دیجئے

اے اللہ جب دشمن کا غلبہ ہو تو ہم کو ثابت قدمی

عطا فرمایئے سبب یہ دشمن ہم سے بغاوت پر تل آئے ہیں

وہ لوگ فتنہ کھڑا کرنا چاہتے ہیں اور ہم نہیں چاہتے۔

[۱] تفسیر عثمانی میں مشرکین کی تعداد غزوۂ خندق کے موقع پر بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) بتلائی گئی ہے۔ (احزاب)

مسلمان صرف تین ہزار تھے۔اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح اُترا-- کہ سامنے خندق تھی اور پس پشت کوہ سلع ، بنو قریظہ یہودی جو مدینہ میں آباد تھے۔ اور جن پر معاہدہ کی پابندی کی وجہ سے مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری اور لابدی تھا۔ان سے شب تاریکی میں حیی ابن اخطب یہودی سردار بنو نضیر سے جا کر ملا اور انہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ نبی صلعم نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی انکے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے، مگر انہوں نے صاف کہدیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کون ہے کہ ہم انکی بات مانیں اسکا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں اسکے بعد نبو قریظہ نے شہر کے امن و امان میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ مجبوراً تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کیلئے علٰحدہ کرنا پڑا بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہوگا اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں پر عافیت تنگ کر دے گا تو دنیا میں مسلمانوں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔ نبی صلعم کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی اسلئے آپ نے یہ بھی صحابہ سے مشورہ کیا کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے۔لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی، سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ اور بت پرستی میں مبتلا تھے ان دنوں بھی ہم نے ان کو ایک چھوہارہ تک نہ دیا۔آج جب خدا نے ہمیں اسلام سے مشرف فرما دیا ہے تو ہم انہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دے سکتے ہیں۔ان کیلئے ہمارے پاس تلوار کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس دن تک رہا کبھی کبھی اکے دکے کا مقابلہ بھی ہوا عمرو بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا۔ حیدر کرار علی مرتضیٰ ؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا اہل مکہ نے نوفل کو لینے کیلئے دس ہزار درہم مسلمانوں کو پیش کئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ سے فرمایا لاش دے دو قیمت درکار نہیں جب وہ اس عرصہ میں حضورؐ اور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے تو انکے حوصلے ٹوٹ گئے آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے

اٹھا کر رفو چکر ہو گیا۔ (رحمت للعالمین ص:۱۳۲ ج:۱/ص:۱۳۳ ج:۱/ص:۱۳۴ ج:۱/زادالمعادص:۲۶۹ ج:۳)

۵۸- يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں تو آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو سو ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جونسا نیک کام کرو گے سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں دو قول ہیں۔

۱- ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے میں اس کا کیا کروں اور کس پر خرچ کروں؟ آنحضرت صلعم نے کہا کہ اپنے آپ پر خرچ کرو اس نے کہا میرے پاس تو دو دینار ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرو پھر اس شخص نے کہا کہ حضور میرے پاس تو تین دینار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اپنے خادم پر خرچ کرو اس شخص نے کہا کہ میرے پاس تو چار دینار ہیں کہا پھر اپنے والدین پر خرچ کرو اس نے پھر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تو پانچ دینار ہیں کہا پھر تو اس کو اپنے قرابت داروں پر خرچ کرو اس نے کہا اے اللہ کے رسول میرے پاس تو چھ دینار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور یہ بہترین مصرف ہے۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- یہ آیت عمرو بن جموح انصاری کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ ان کے پاس بہت سارا مال تھا اور بڑے مالدار آدمی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کیا خرچ کریں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

[۱] زادالمسیر ص:۲۳۳ ج:۱/ اسباب النزول ص:۳۵ معالم التنزیل ص:۱۸۸ ج:۱/ابن کثیر مختصراًص:۲۲۰ ج:۱/روح المعانی ص:۱۰۵ ج:۲ پارہ نمبر ۲/المقتطف ص:۲۲۹ ج:۱

۵۹- يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ
كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ
اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ
يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ
يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

ترجمہ: لوگ آپ سے شہرحرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ کیساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کیساتھ اور جولوگ مسجد حرام کے اہل تھے انکواس سے خارج کر دینا جرم عظیم ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھکر ہے۔ اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے غرض کہ اگر قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیویں اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہونے کی حالت میں مرجاوے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہوجاتے ہیں اور ایسے لوگ جہنمی ہوتے ہیں یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

شان نزول: اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ کا ایک سفر میں اتفاق سے کفار کے ساتھ مقابلہ ہوگیا۔ ایک کافران کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور جس روز یہ قتل ہوا رجب کی پہلی تاریخ تھی مگر صحابہ اس کو جمادی الآخر کی تیس سمجھ رہے تھے۔ اور رجب اشہر حرم میں سے ہے۔ کفار نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کا بھی خیال نہیں رکھا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ خود بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہوکر اعتراضاً سوال کیا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دیا ہے۔ (معارف القرآن ص:۵۹۴ ج:۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو ایک سریہ میں جمادی الآخر کی آخری تاریخ کو روانہ کیا تا کہ قریش کے ایک قافلہ کو روکیں ان میں تین آدمی تھے۔ اسلامی لشکر نے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا۔ اور دو کو قید کر کے لائے۔ اور یہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن مسلمانوں نے جمادی الآخر کی آخری تاریخ سمجھا۔ اور رجب چونکہ اشہر حرم میں سے ہے یعنی اس میں قتل وقتال کرنا جائز نہیں ہے۔ اور عمرو بن حضرمی کا قتل چونکہ رجب میں ہوا تھا۔ اور رجب کا مہینہ اشہر حرم میں سے ہے۔ اسلئے مشرکین نے اس واقعہ پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا اور اسکے ساتھ کچھ مسلمانوں نے اسلامی لشکر کے اس فعل پر سرزنش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ قصہ بیان کیا گیا۔ اور مسلمانوں نے اس واقعہ کا صحیح رخ معلوم کرنا چاہا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں انکے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ (زاد المسیر ص:۲۳۶ ج:۱ / المقتطف ص:۲۳۰ ج:۱)

صحابۂ کرام نے یہ بھی سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا ایسی صورت میں ہمیں ثواب ملے گا اور کیا ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر سفر جہاد تھا اسوقت مذکورہ آیت کے بعد والی آیت نازل ہوئی یعنی۔

۶۰ - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

ترجمہ: حقیقتاً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور رحمت کرینگے۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ان کا یہ سفر بھی جہاد کا سفر ہوگا۔ اور جہاد کا ثواب ملے گا۔ (المقتطف ص:۲۳۲ ج:۱ / معالم التنزیل ص:۱۹۰ ج:۱)

مذکورہ واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جحش اسدی کو ہجرت کے سترہ مہینہ بعد اواخر جمادی الآخر میں بارہ مہاجرین کے ساتھ وادئ نخلہ کی جانب روانہ کیا۔ ان میں سے ہر دو آدمی ایک اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تا کہ یہ لوگ

بطن نخلہ میں پہونچ کر قریش کے قافلہ کو روکیں۔ اور اس سریہ کا امیر عبداللہ بن جحش کو آپنے مقرر فرمایا اور آپؐ نے ایک ہدایت نامہ ان کیلئے لکھا۔ اور اس ہدایت نامہ کے متعلق یہ حکم فرمایا کہ جب دو روز کی مسافت طے ہوجائے تب ہدایت نامہ کو پڑھے چنانچہ یہ حضرات جب دو روز کی مسافت طے کر چکے تو ہدایت نامہ کھولا جس میں لکھا تھا۔

"اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلة بین مکة وطائف فترصد بھاقریش وتعلم لنامن اخبارھم"

ترجمہ: جب تو میرے اس خط کو دیکھے تو اپنے سفر کو جاری رکھنا یہاں تک کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان جو بطن نخلہ (کھجوروں کی وادی) ہے وہاں پہنچ جاؤ۔ اور قریش کے قافلہ کو روک لو۔ اور مجھے انکے حالات سے باخبر کرو۔

انہوں نے خط پڑھکر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سر آنکھوں پر۔ اور اپنے ساتھیوں کو اس ہدایت سے باخبر کیا اور ایسا اسلئے کیا تا کہ ان میں سے اچانک کسی کو ناگواری محسوس نہ ہو۔ پھر عبداللہ بن جحشؓ نے فرمایا۔ جو شخص شہادت کو پسند کرتا ہے وہ تیار ہوجائے۔ اور جو موت کو ناپسند کرتا ہے وہ واپس چلا جائے۔ اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کیلئے دل وجان سے تیار ہوں۔ اور آپ کا حکم مبارک اسی لائق ہے کہ اسپر قربان ہوا جائے۔

چناں چہ سبھی بسر وچشم اس حکم کو قبول کرتے ہوئے اگلی منزل کیلئے رواں دواں ہو گئے اثنائے راہ میں سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ اور وہ دونوں اسی گم شدہ اونٹنی پر سوار تھے۔ یہ دونوں حضرات اونٹنی کی تلاش میں پیچھے مڑے۔ ادھر عبداللہ بن جحشؓ ان دونوں سے بہت آگے نکل گئے۔ یہاں تک کہ بطن نخلہ میں پہنچ گئے، بس اسکے بعد ہی قریش کا قافلہ گذرا جس میں بہت سارا سامان تجارت تھا۔ اور خشک انگور اور بہت ساری وہ چیزیں تھیں جسکو سالن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی، عثمان ونوفل یہ دونوں عبداللہ بن مغیرہ کے بیٹے تھے، اور حکم بن کیسان مولیٰ بنی مغیرہ تھے۔ اس وقت مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ آج کا دن جمادی الآخر کی آخری تاریخ

ہے۔ اور کل سے رجب کا مہینہ شروع ہوگا جو اشہر حرم میں سے ہے۔ اس میں قتل وقتال درست نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ہم آج ہی ان سے قتال کرتے ہیں۔ تو ہم اپنے مقصد میں بھی کامیاب ہوجائیں گے۔ اور اشہر حرم کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی۔ اور اگر ہم رات تک کیلئے ملتوی کردیتے ہیں تو پھر ہم اشہر حرم میں داخل ہوجائیں گے۔ اور اس ماہ میں ہم قتال کرنہیں سکتے۔ چنانچہ اسکے بعد سبھوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ آج ہی ان سے نمٹ لیا جائے۔ چنانچہ ایک صحابی نے عمرو بن حضرمی کی طرف اپنا تیر پھینکا اور اسے قتل ہی کردیا۔ اور عثمان وحکم بن کیسان کو قید کرلیا۔ اور نوفل بھاگ گیا۔ پھر یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں سازوسامان اور دونوں قیدیوں کولیکر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور باقی چار حصوں کو انہیں صحابہ کے درمیان تقسیم فرمادیا۔

اسلام میں یہ پہلا خمس (پانچواں حصہ) تھا اور اسلام میں یہ پہلا قتیل (مقتول) عمرو بن حضرمی تھا۔ اور یہ دونوں اسلام میں پہلے قیدی تھے لیکن حضورؐ نے ماہ رجب میں صحابہ کرام کے اس کام سے ناگواری ظاہر فرمائی۔ ادھر کفار نے بھی خوب طعن وتشنیع کی، بلکہ یہاں تک کہہ ڈالا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشہر حرام کو حلال ہی کردیا ہے۔ یہ بات مسلمانوں کو بڑی ناگوار گذری اس وقت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کریمہ یعنی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ الخ نازل فرمائی جس میں مشرکین کے طعن وتشنیع کا جواب دیا گیا ہے۔ (زاد المعاد لابن قیم الجوزی ص:۱۶۷ ج:۳ ص:۱۶۸ ج:۳)

علامہ واحدی نے اس واقعہ کی مزید تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے کہ۔ اس سریہ کے دوگرفتار کئے ہوئے قیدی کے بدلے میں مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فدیہ روانہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ہم اس وقت تک فدیہ قبول نہیں کرسکتے جب تک کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوان نہ آجائیں۔ اور اگر یہ دونوں نہ آئے تو ان دونوں کو ہم ان دونوں کے عوض میں قتل کرڈالیں گے۔ پھر جب وہ دونوں (سعدؓ وعتبہؓ) آگئے تو ان دونوں کا فدیہ قبول کرلیا اسکے بعد حکم بن کیسان تو اسلام لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مدینہ ہی میں رہ گئے اور بیر معونہ کے موقع سے شہید ہوئے۔ باقی رہا عثمان بن عبداللہ کا مسئلہ تو یہ مکہ چلے

گئے۔ اور کفر ہی کی حالت میں زندگی گذاری اور اسی حالت میں موت پائی۔ اور نوفل غزوۂ خندق کے دن مارا گیا۔ اس طرح کہ غزوۂ خندق کے دن اسنے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی کہ خندق پار کر کے مسلمانوں تک پہنچ جائے۔ اور مسلمانوں پر حملہ کرے مگر وہ گھوڑا سمیت خندق میں گر پڑا اور دونوں کے دونوں اسی جگہ ڈھیر ہو گئے۔ مشرکین نے نوفل کی لاش قیمتۃً طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اس لاش کو یوں ہی لے جاؤ۔ یعنی بغیر قیمت کے لے جاؤ فرمایا فانہ خبیث الجیفۃ خبیث الدیۃ کہ مردار بھی خبیث ہے اور دیت بھی خبیث ہے۔ [۱]

فائدہ: جس جگہ پر سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان نے اپنا اونٹ کھو دیا تھا اس جگہ کا نام نجران تھا۔ (روح المعانی)

۶۱- يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ۝۲۱۹

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں ہیں۔ اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں۔ اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔ اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسان ہو اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف بیان فرماتے ہیں۔ شاید کہ تم غور و فکر کرو۔

شان نزول: معاذ بن جبل اور انصار کی ایک جماعت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ شراب اور جوا دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ اس سے عقل بھی سلامت نہیں رہتی۔ اور مال بھی ختم ہوتا رہتا ہے۔ تو آپ ہمیں بتائیے کہ کیا کیا جائے۔ اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی استفسار کیا۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[۱] بحوالہ اسباب النزول ص: ۳۵/۳۶/۳۷/۳۸/ زاد المسیر ص: ۲۳۶ ج: ۱ ابن کثیر ص: ۲۲۱ ج: ۱/ روح المعانی ص: ۱۰۷ ج: ۲/ پارہ نمبر ۲

شراب کے سلسلہ میں یہ پہلی آیت ہے دوسری آیت شراب کے سلسلے میں وہ ہے جو سورۃ نساء میں ہے اور وہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى ہے۔ اور تیسری آیت وہ ہے جو سورہ مائدہ میں ہے اور وہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ الخ ہے۔ اور یہ آیت جب نازل ہوئی تو شراب بالکلیہ طور پر حرام ہوگئی۔ [۱]

فائدہ: ابتداء اسلام میں عام رسوم جاہلیت کی طرح شراب خوری بھی عام تھی جب رسول کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں بھی شراب اور قمار یعنی جوا کھیلنے کا رواج تھا۔ عام لوگ تو ان دونوں چیزوں کی صرف ظاہری فوائد کو دیکھ کر ان پر فریفتہ تھے ان کے اندر جو بہت سے مفاسد اور خرابیاں ہیں ان کی طرف نہیں تھی۔ لیکن عادۃ اللہ یہ بھی ہے کہ ہر قوم اور ہر خطہ میں کچھ عقل والے بھی ہوتے ہیں۔ جو طبیعت پر عمل کو غالب رکھتے ہیں۔ کوئی طبعی خواہش اگر عقل کے خلاف ہو تو وہ اس خواہش کے پاس نہیں جاتے اس معاملہ میں نبی کریمؐ کا مقام تو بہت ہی بلند تھا۔ کہ جو چیز کسی وقت حرام ہونے والی تھی آپ کی طبیعت اس سے پہلے ہی نفرت کرتی تھی صحابہ کرام میں بھی کچھ یسے حضرات تھے جنہوں نے حلال ہونے کے زمانہ میں کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ مدینہ طیبہ پہونچنے کے بعد چند حضرات صحابہ کو ان کے مفاسد کا زیادہ احساس ہوا حضرت عمر فاروقؓ اور معاذ بن جبلؓ اور چند انصاری صحابہ اسی احساس کی بناء پر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور قمار انسان کی عقل کو بھی خراب کرتے ہیں۔ اور مال بھی برباد کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اس سوال کے جواب میں آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ یہ پہلی آیت ہے جس میں شراب اور جوے سے مسلمانوں کو روکنے کا ابتدائی قدم اٹھایا گیا۔ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ شراب اور جوے میں اگرچہ لوگوں

---

[۱] ابن کثیر ص:۲۲۴ج:۱/ معالم التنزیل ص:۱۹۱ج:۱/ زادالمسیر ص:۲۳۹ج:۱/ المقتطف ص:۲۳۲ج:۱/روح المعانی ص:۱۱۱ج:۱ پارہ نمبر ۲/تفسیرات احمدیہ ص:۷۶ اسبان النزول ص:۳۸

کے لیے کچھ ظاہری فوائد ضرور ہیں لیکن ان دونوں کے استعمال سے گناہ کی بڑی بڑی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو ان کے منافع اور فوائد سے بڑھی ہوئی ہیں اور گناہ کی باتوں سے وہ چیزیں مراد ہیں جو کسی گناہ کا سبب بن جائیں۔ مثلاً شراب میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ عقل و ہوش زائل ہو جاتا ہے جو تمام کمالات اور شرف انسانی کا اصل اصول ہے۔ کیونکہ عقل ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسانوں کو برے کاموں سے روکتی ہے۔ جب وہ نہ رہی تو ہر برے کام کیلئے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس آیت میں صاف طور پر شراب کو حرام تو نہیں کہا گیا مگر اس کی خرابیاں اور مفاسد بیان کر دیئے گئے کہ شراب کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ گویا اس کے ترک کرنے کیلئے ایک قسم کا مشورہ دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ کرام تو اس مشورہ ہی کو قبول کر کے اسی وقت شراب کو چھوڑ بیٹھے۔ اور بعض نے یہ خیال کیا کہ اس آیت نے شراب کو حرام تو کہا نہیں بلکہ مفاسد دینی کا سبب بننے کی وجہ سے اس کو سبب گناہ قرار دیا ہے۔ ہم اس کا اہتمام کریں گے کہ وہ مفاسد واقع نہ ہوں تو پھر شراب میں کوئی حرج نہیں اسلئے پیتے رہے یہاں تک کہ ایک روز واقعہ پیش آیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے صحابۂ کرام میں سے چند اپنے دوستوں کی دعوت کی، کھانے کے بعد حسب دستور شراب پی گئی اسی حال میں نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ سب نماز کیلئے کھڑے ہو گئے تو ایک صاحب کو امامت کیلئے آگے بڑھایا انہوں نے نشہ کی حالت میں جو تلاوت شروع کی تو سورہ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ کو غلط پڑھا۔ اسی پر شراب کو روکنے کیلئے دوسرا قدم اٹھایا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی

ترجمہ: یعنی اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔

شان نزول: اس میں خاص اوقات نماز کے اندر شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا، باقی اوقات میں اجازت رہی، جن حضرات صحابہ نے پہلی آیت کے نازل ہونے کے وقت شراب کو مطلقاً ترک کر دیا کہ جو چیز انسان کو نماز سے روکے اس میں کوئی

خیر نہیں ہوسکتی جب نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوگئی تو ایسی چیز کے پاس نہ جانا چاہئے جو انسان کو نماز سے محروم کردے۔ مگر چونکہ علاوہ اوقات نماز کے شراب کی حرمت صاف طور پر نازل نہیں ہوئی تھی۔ اسلئے کچھ حضرات اب بھی اوقات نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پیتے رہے یہاں تک کہ ایک اور واقعہ پیش آیا۔ عتبان بن مالک ؓ نے چند صحابہ کرام کی دعوت کی جن میں سعد بن ابی وقاص ؓ بھی تھے۔ کھانے کے بعد حسب دستور شراب کا دور چلا نشہ کی حالت میں عرب کی عام عادت کے مطابق شعروشاعری اور اپنے مفاخر کا بیان شروع ہوا سعد بن ابی وقاص ؓ نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار مدینہ کی ہجو اور اپنی قوم کی مدح وثناء تھی اس پر ایک انصاری نوجوان کو غصہ آ گیا اور اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سعد ؓ کے سر پر دے ماری جس سے ان پر شدید زخم آ گیا۔ حضرت سعد ؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس انصار نوجوان کی شکایت کی اس وقت آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی: **اللهم بين لنا في الخمر بياناً شافياً** یعنی اے اللہ شراب کے بارے میں کوئی واضح بیان اور قانون عطا فرما دے۔ اس پر شراب کے متعلق تیسری آیت سورۃ مائدہ کی مفصل نازل ہوگئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا۔ وہ آیت یہ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۹۰ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝۹۱

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہیکہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے۔

(معارف القرآن ص:۶۵ ج:۲ / تا ۶۸ ج:۲)

۶۲-وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

ترجمہ: اورلوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں توآپ فرمادیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے۔اوراگرتم انکے ساتھ خرچ شامل رکھوتووہ تمہارے بھائی ہیں۔ اوراللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کواور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں۔ اوراگراللہ تعالیٰ چاہتے توتم کو مصیبت میں ڈالدیتے اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

شان نزول: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ (وہ لوگ یتیموں پرظلم کرکے ان کا مال کھاتے ہیں گویاوہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں) نازل ہوئی، اسی طرح آیت کریمہ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ نازل ہوئی صحابہ کرام تواحکام الٰہیہ پردم دینے والے تھے۔اورخلاف ورزی سے انتہائی ڈرنے والے تھے۔

اس لیے اس آیت کے نزول سے سخت خوفزدہ ہوگئے۔اورجس کے پاس کوئی یتیم بچہ اوراس کا مال تھااوروہ گھر کے آدمیوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رکھاجاتاتھا۔اب انکو یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ ہروقت تواسکی نگرانی مشکل ہے کہ یتیم بچہ نے کتنا کھایا ہے، جتنا مال اسکا شریک ہے دوسرے کے حصہ سے کم ہے یازیادہ، زیادہ ہوجانے کی صورت میں وعید شدید سنی توسب نے یتیم بچوں کا کھانا پینا علٰحدہ کردیا، اب اس میں یہ مشکل پیش آئی کہ یتیم بچہ کیلئے کوئی کھانا تیارکیا گیااس نے نہ کھایا یاکم کھایاتو بچاہوا کھانا توان لوگوں کیلئے جائز نہیں اسلئے خوداستعمال نہیں کرسکتے ،یتیم کا مال کسی فقیرکوبطورصدقہ بھی نہیں دے سکتے ایسی صورت میں بجز اسکے کہ کھانا سڑکر ضائع ہواورکوئی صورت نہ تھی۔ اسی طرح علٰحدہ انتظام سے اولیاء یتیم کوبھی تکلیف ہوتی تھی، اورخودیتیم کا بھی نقصان تھااسلئے پوری بات معلوم کرنے کیلئے یہ سوال اٹھایا گیا۔

اس جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل مقصود شریعت الٰہیہ کا یہ ہے کہ بچے کی مصلحت پیش نظر رہنی چاہئے وہ خواہ اسکو اپنے ساتھ رکھ کر ہو یا علٰحدہ رکھ کر، اگر بچے کے مال کی مصلحت ان کے ساتھ رکھنے میں ہو جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔تو ساتھ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں تا کہ ان کا کھانا سڑ کر ضائع نہ ہو۔

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اہل عرب یتیموں کیساتھ اختلاط میں تشدد برتتے تھے یہاں تک کہ ایک پلیٹ میں انکے ساتھ کھانا کھانے کو ناروا سمجھتے تھے۔ اوران سے خدمت لینے سے گریز کرتے تھے، صحابہ کرام نے آنحضرتؐ سے یتیموں کے ساتھ اختلاط سے متعلق دریافت کیا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۲۲۱-وَ لَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّ لَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ ۚ وَ لَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا ؕ وَ لَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّ لَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اِلَى الۡجَنَّةِ وَ الۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ ۚ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۲۱﴾

ترجمہ: اورنکاح مت کرو کافرہ عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں اور مسلمان عورت لونڈی بہتر ہے کافرعورت سے گو وہ تم کو اچھی ہی معلوم ہو۔ اورعورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جاویں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو۔ یہ لوگ دوزخ کی تحریک دیتے ہیں اوراللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے اوراللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تا کہ وہ لوگ نصیحت پرعمل کریں۔

[۱] زادالمسیر ص:۲۴۴ج:۱/معارف القرآن ص:۴۸۳ج:۱/اسباب النزول ص:۳۸/۹ ۳/ابن کثیر ص:۲۲۴ج:۱/تفسیرات احمدیہ ص:۷۸معالم التنزیل ص:۱۹۴ج:۱/ روح المعانی ص:۱۱۶ج:۲المقتطف ص:۲۳۵ج:۱

شان نزول: ۱- یہ ہے کہ ایک آدمی جس کا نام مرثد بن ابی مرثد غنوی تھا اس کو رسول صلعم نے مکہ روانہ کیا اور اس سے غرض یہ تھی کہ مسلمان کے جو قیدی مکہ میں گرفتار تھے انکو مکہ سے رہا کرا کر لے آئیں۔ چنانچہ جب یہ مکہ پہونچے اور ایک عورت کو اسکے آنے کی خبر ملی جس کا نام عناق تھا جو زمانۂ جاہلیت میں اسکی معشوقہ تھی۔ اور ابو مرثد کے اسلام لانے کے بعد اس سے بچھڑ گئی وہ آئی اور ابو مرثد سے عرض کی کہ یہ بھی کوئی وفاداری ہے ایک وقت تھا جب ہم دونوں ایک پیالہ ایک نوالہ تھے۔ اب اتنے دور ہو گئے ہو اسکے جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور ہمارا اسلام ایسے تعلقات کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ تاہم اگر تم چاہو کہ میں تم سے نکاح کر لوں تو مدینہ پہونچنے کے بعد اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہوں گا پھر اس کے بعد تمہارے سلسلہ میں کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں۔ معشوقہ نے عرض کیا کہ میرے والد مجھے طرح طرح سے ستاتے رہتے ہیں کوئی ایسی سبیل نکالو کہ جس سے ان کی تکلیف سے نجات ملے۔ یہ سلسلۂ گفتگو چل ہی رہا تھا کہ بہت سارے لوگ وہاں جمع ہو گئے اور حضرت مرثد پر ٹوٹ پڑے جس کے نتیجہ میں حضرت مرثد بری طرح سے پٹ گئے کافی مار پٹائی کے بعد انکو چھوڑ دیا اسکے بعد یہ جس ضرورت سے مکہ گئے تھے ضرورت پوری کرنے کے بعد حضور کے پاس لوٹے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ کیا عناق سے نکاح کرنا میرے لئے درست ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر) علامہ سیوطی نے یہ کہا ہے کہ یہ سبب نزول اس آیت کا نہیں ہے بلکہ یہ سبب نزول سورۃ نور کی آیت اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً کا ہے (روح المعانی) لیکن راقم الحروف علامہ سیوطی کے اس تعاقب سے اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ واقعہ دونوں آیت کا سبب نزول بن سکتا ہے۔ لہٰذا ایک آیت کے ساتھ تخصیص ضعف سے خالی نہیں۔

۲- یہ آیت عبداللہ بن رواحہ کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ ان کے پاس ایک باندی تھی جو کالی تھی ایک مرتبہ کسی بات کی وجہ سے اس سے نالاں ہو گئے جسکے نتیجہ میں اسکی پٹائی کر دی پھر اسکے بعد افسوس بھی ہوا آنحضرتؐ کے پاس تشریف لائے

اور سارا ماجرا سنایا آنحضرتؐ نے فرمایا اے عبداللہ وہ باندی کیسی ہے؟ عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا -- یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تو روزہ رکھتی ہے اور عمدہ طریقہ سے وضو کرتی ہے اور نماز پڑھتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ارے پھر تو یہ مومن ہے۔ عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا اللہ کی قسم جس نے آپکو حق کیساتھ مبعوث فرمایا ہے ضرور بالضرور میں اسکو آزاد کردں گا۔ اور نکاح کرلوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر کچھ مسلمانوں نے طعن کیا اور برا بھلا کہا کہ عبداللہ بن رواحہ کو تو دیکھو اس نے تو باندی سے نکاح کرلیا ہے کیونکہ باندی سے نکاح کرنے کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک نکاح اچھا ہونے کا معیار مشرکہ عورت سے نکاح کرنے میں تھا۔ کیونکہ ان کا حسب ونسب ان کیلئے رغبت کی چیز تھی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ کا سبب نزول عناق اور ابو مرثد کا قصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ کا سبب نزول حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قصہ ہے۔ [۱]

۶۴- وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

۶۵- نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۠ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

ترجمہ: اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علٰحدہ رہا کرو۔ اور انسے قربت مت کیا کرو جب

---

[۱] زادالمسیر فی علم التفسیر ص: ۲۴۶/۲۴۵ ج: ۱/روح المعانی ص: ۱۱۷ ج: ۲ اسباب النزول ص ۳۹/معالم التنزیل ص: ۱۹۵ ج: ۱/ابن کثیر ص: ۲۲۶ ج ۱ تفسیرات احمدیہ ص: ۷۹ المقتطف مفہوماً ص: ۲۳۶ ج: ۱

تک کہ وہ پاک نہ ہوجاویں پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہوجاویں تو انکے پاس آؤ جاؤ جس جگہ سے تمکو خدائے تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ یقیناً اللہ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں صاف پاک رہنے والوں سے۔ تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیت ہیں سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہوکر آؤ۔ اور آئندہ کے واسطے اپنے لئے کچھ کرتے رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے والے ہو۔ اور ایسے ایمان داروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے۔

شان نزول: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود کی عورت جب حائضہ ہوجاتی تو اس کو گھر سے نکال دیتے تھے۔ اور نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور نہ اس کے ساتھ سوتے تھے۔ اور نہ اس کے ساتھ جماع کرتے تھے صحابۂ کرام نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حالت حیض میں عورت کا کیا حکم ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی آیت نمبر ۲۲۲ نازل ہوئی۔

اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ نے عرض کیا کہ یہود کہتے ہیں کہ اگر کوئی اپنی عورت کے پاس اس کے پیچھے کے راستہ سے جماع کرتا ہے تو اسکا لڑکا بھینگا پیدا ہوتا ہے جبکہ انصار کی عورتیں پیچھے سے جماع کرنے کو پسند کرتی تھیں تو صحابۂ کرام نے اس سلسلہ میں دریافت فرمایا اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ حالت حیض میں یہود اپنی عورتوں کے ساتھ نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ تو آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ اس وقت مذکورہ آیت وَيَسْـَٔلُوْنَكَ سے لیکر وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ یعنی آیت نمبر ۲۲۳ تک نازل ہوئی۔

اور مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب کا زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ عورت جب حائضہ ہوجاتی تو نہ اس کے ساتھ کھاتے اور نہ اس کے ساتھ پیتے اور نہ اس کے ساتھ گھر میں رہتے تھے۔ جیسا کہ مجوسی لوگ کرتے تھے۔ اس پر ابو دحداح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہماری عورت جب حالت حیض میں ہو تو اس کے ساتھ ہمارا

کیا معاملہ ہونا چاہئے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اورارشاد باری ہے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۖ الخ اس آیت کا سبب نزول ابھی گذرا اوروہ یہ کہ یہود کہا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے الٹی طرف سے جماع کرتا ہے تو اس کا لڑکا احول یعنی بھینگا پیدا ہوتا ہے اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

اورتفسیرات احمدیہ میں یہ بھی اضافہ کیساتھ تحریر ہے کہ یہود تو حالت حیض میں غایت درجہ احتیاط کرتے جو کہ افراط تھا اور نصاریٰ تفریط سے کام لیتے یعنی حالت حیض میں عورت سے اوروں کے بالمقابل کچھ زیادہ ہی اختلاط رکھتے تھے۔ جو تفریط ہے۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔اوراعتدال کی صورت کی وضاحت فرمائی۔

۲۲- وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

ترجمہ: اوراللہ کواپنی قسموں کے ذریعہ سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی کے اورتقویٰ کے اوراصلاح فی مابین خلق کے کام کرو۔اوراللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چاراقوال ہیں۔

۱- یہ آیت عبداللہ بن رواحہ کے بارے میں نازل ہوئی، تفصیل اس طرح ہے کہ عبداللہ بن رواحہ اوران کے بہنوئی کے درمیان کسی بات پرناچاقی ہوگئی۔جن کا نام بشیر بن نعمان تھا جس کے نتیجہ میں عبداللہ بن رواحہ نے یہ قسم کھالی کہ اب نہ اسکے گھر جائے گا اور نہ اس سے بات کرے گا۔اور یہ کہتے ہوئے اپنی قسم کو مؤکد کیا **قد حلفت باللہ فلا یحل لی الی ان تبرینی** کہ میں نے اللہ کے نام کی قسم کھائی ہے لہٰذا میرے لئے اپنی قسم سے مکر جانا حلال نہیں۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

[۱] **اسباب النزول ص:۴۰ زادالمسیر ص:۲۴۸ ج:۱/ ص:۲۴۷ ج:۱ روح المعانی ص:۱۲۱/۱۲۰ ج:۲/معالم التنزیل ص:۱۹۶ ج:۱/المقتطف ص:۲۳۷ ج:۱/ابن کثیر ص:۲۲۶ ج:۱/ تفسیرات احمدیہ ص:۸۰**

۲- ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ صلہ رحمی نہیں کریگا۔ اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی کا معاملہ نہیں کریگا اور آپس کے نزاع اور جھگڑے کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کریگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- حضرت ابوبکر کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جسوقت انہوں نے یہ قسم کھائی کہ مسطح کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ نہیں کرینگے اور اس کی کسی طرح سے بھی مالی اعانت نہیں کرینگے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مسطح کے بارے میں واقعہ اس طرح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۶ ھ میں غزوۂ بنی مصطلق سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے حضرت عائشہ صدیقہ پیچھے رہ گئی تھیں۔ پھر حضرت صفوان نے انکو اپنے اونٹ پر بٹھلایا۔ اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلتے ہوئے بوقت دوپہر قافلہ سے جا ملے۔ عبداللہ بن ابی بڑا خبیث، بد باطن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن تھا۔ اس کو ایک بات ہاتھ لگ گئی۔ اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا یعنی حضرت عائشہ پر زنا کی تہمت لگائی، جسے حدیث وتفسیر میں واقعہ اِفک سے جانا جاتا ہے۔ جو مشہور ومعروف واقعہ ہے۔ عبداللہ بن ابی کے ساتھ ساتھ بعض بھولے بھالے مسلمان بھی (مثلاً مردوں میں سے حضرت حسان، حضرت مسطح جو حضرت ابوبکر کے خالہ زاد بھائی تھے اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش) منافقین کے مغویانہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے۔ اسی موقع سے حضرت ابوبکر صدیق نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کا اب کسی قسم کا مالی تعاون نہیں کرینگے سبب نزول میں اسی طرف اشارہ ہے تفصیل کیلئے دیکھئے۔ (تفسیر عثمانی ص:۴۶۸ سورۃ النور مطبع المملکۃ العربیہ)

۴- حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں نازل ہوئی یہ اس وقت جبکہ آپ نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے ساتھ اسوقت تک صلہ رحمی کا معاملہ نہیں کرونگا جب تک کہ وہ اسلام نہ لے آوے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

[۱] زادالمسیر ص:۲۵۳ ج:۱/ روح المعانی ص:۱۲۶ ج:۲/معالم التنزیل ص:۲۰۰ ج:۱/ المقتطف ص:۲۳۹ ج:۱/اسباب ص:۴۲/احمدیہ ص:۸۳

۶۷- لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

ترجمہ: جولوگ قسم کھا بیٹھے ہیں اپنی بیویوں سے ان کیلئے چار مہینے تک کی مہلت ہے سواگر یہ لوگ رجوع کرلیں تب تو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے رحمت فرماوینگے۔ اوراگر بالکل چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے کوئی چیز طلب کرتا اوراسے وہ نہ دیتی تو وہ اس بات پرقسم کھالیتے تھے کہ اس سے ایک سال تک یا دوسال تک یا ہمیشہ ہمیش جماع کریگا ہی نہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ عورت نہ تو بیوہ ہی ہوتی اورنہ ہی شوہر والی اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے اس دستورکو ناپسند فرماتے ہوئے یہ حکم نازل فرمایا کہ اگرکوئی اپنی بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم کھائے تو چار ماہ کی مدت تک قسم کھاسکتا ہے۔اوراگر چار ماہ قسم کے مطابق پورے کردیئے تو وہ ایلا ہے ورنہ ایلا نہیں ہے۔ایلا کہتے ہیں کہ اپنی بیوی سے چار ماہ تک جماع نہ کرنے کی قسم کھانا چار ماہ مکمل ہوجانے کے بعد طلاق بائن پڑجائے گی۔ [1]

۶۸- اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌ ۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ ۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

ترجمہ: وہ طلاق دومرتبہ ہے پھرخواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق خواہ چھوردینا خوش عنوانی کے ساتھ اورتمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جوتم

---

[1] (بنایہ شرح ھدایہ ص:۴۲۷ ج:۵)(زادالمسیر ص:۲۵۶ ج:۱/اسباب النزول ص:۴۲/ معالم التنزیل ص:۲۰۲ ج:۱/تفسیرات احمدیہ ص:۸۵/المقتطف ص:۲۴۱ ج:۱)

نے ان کو دیا تھا۔ مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو یہ احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کرسکیں گے سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کرسکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے یہ خدائی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلنا اور جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جاوے سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔

شان نزول: ایک آدمی تھا اپنی عورت کو جب وہ طلاق دے دیتا اور وہ عدت میں ہوتی تو اسکا شوہر پھر اس سے رجعت کرلیتا اور اس کے بعد پھر طلاق دیدیتا اور عدت کے درمیان رجعت کرلیتا اسی طرح ہزاروں بار طلاق دیتا رہا اور رجعت کرتا رہا اسکا دیکھا دیکھی ایک انصاری نے بھی اسی طرح کرنا چاہا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیگا اور پھر عدت کے اندر رجوع کرلیگا یہاں تک کہ اس انصاری نے بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے یہ قسم کھائی کہ اللہ کی قسم تجھ کو ایسی حالت میں چھوڑوں گا کہ نہ تیرے لئے میرے پاس جائے پناہ ہوگی اور نہ تو کبھی حلال ہوسکتی ہے۔ لیکن تو ہمیشہ حالت طلاق اور حالت عدت میں رہیگی اسکی عورت نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے اس پر اس انصاری نے کہا دیکھو اوّل میں تجھے طلاق دے دونگا اور جب عدت کی مدت گذرنے میں تھوڑے ایام باقی رہ جائیں گے تو پھر میں رجوع کرلوں گا۔ اور اسی طرح کرتا رہوں گا۔ چنانچہ وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس قصہ کو لے کر پہونچی اور سارا واقعہ سنایا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۶۹- فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

ترجمہ: پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اسکے لئے حلال نہیں رہیگی اسکے بعد یہاں تک کے وہ اسکے سوا ایک اور خاوند کیساتھ نکاح کرے پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے تو ان دونوں پر اسمیں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ

[۱] زادالمسیر ص:۲۶۳ ج:۱/اسباب النزول ص۴۳/تفسیرات احمدیہ ص:۹۰/ روح المعانی ص:۱۳۵ ج:۲/ابن کثیر ص:۲۳۸ ج:۱/معالم التنزیل ص:۲۰۶ ج:۱/پارہ نمبر ۲

دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطے کو قائم رکھیں گے اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو دانشمند ہیں۔

شان نزول: یہ آیت تمیمہ بنت وہب بن عتیق نظیری اور اسکے شوہر رفاعہ بن عبدالرحمٰن قرظی کے بارے میں نازل ہوئی تفصیلی قصہ اس طرح ہے تمیمہ کے شوہر نے اسے تین طلاق دے دی تھی۔ پھر اس کے بعد تمیمہ نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا۔ پھر اس نے بھی اس کو طلاق دیدیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میں رفاعہ بن عبدالرحمن کے نکاح میں تھی۔ اس نے مجھے تین طلاق دے دی تھی اس کے بعد میں نے عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کرلیا تھا اور پھر اس نے بھی مجھے طلاق دے دی ہے۔ حال یہ ہے کہ مجھے چھوا تک نہیں ہے۔ تو کیا میں اپنے پہلے شوہر رفاعہ سے نکاح کرسکتی ہوں۔ جو میرا چچیرا بھائی بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ اچھا تو رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے۔ سنو تم اس وقت تک رفاعہ کیلئے حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ عبدالرحمن تم سے جماع نہ کرے حضورؐ نے فرمایا **لا حتی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتک** نہیں یہاں تک کہ تو چکھ لے اسکے شہد کو اور وہ چکھ لے تیرے شہد کو یعنی مراد جماع کی لذت۔

فائدہ: اوپر جو ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت تمیمہ بنت وہب بن عتیق نظیری اور اسکے شوہر رفاعہ بن قرظی کے بارے میں نازل ہوئی یہ تفصیل مفسر قرآن حضرت مقاتل کے بیان کے مطابق ہے۔ لیکن دوسرے مفسر نے کہا ہے کہ وہ عائشہ بنت عبدالرحمن بن عتیق تھی تمیمہ بنت وہب بن عتیق نہیں تھی۔ جو رفاعہ بن وہب بن عتیق کے نکاح میں تھی۔ اور یہ اس عورت کا چچازاد بھائی تھا۔ (زادالمسیر)

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ تفصیل میں یہ بات گذری کہ اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ میرے شوہر عبدالرحمٰن بن زبیر نے مجھے طلاق دی ہے جماع سے پہلے یعنی عورت نے یہ کہا انہ طلقنی قبل ان یمسنی - اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں نے رفاعہ کے طلاق دینے کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا لیکن یا رسول

اللہ اسکے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے اور اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ایسا ہے جیسے کپڑے کا پھندنا ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے سنو! رفاعہ کیلئے تم اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ تمہارے شہد کو نہ چکھ لے اور تم اس کے شہد کو نہ چکھ لو۔ [۱]

۷۰-وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

ترجمہ: اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں پھر وہ عورت اپنی میعاد بھی پوری کر چکیں تو تم انکو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ باہم سب قاعدہ کے موافق ہو اس مضمون سے نصیحت کیجاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱-معقل بن یسار کے بہنوئی ایک مسلمان آدمی تھے۔ اس نے اسکی بہن کو طلاق دے دی تھی۔ اور اسی حالت میں اسے چھوڑ دیا تھا چنانچہ جب مدت گذر گئی تو اس کے شوہر نے پھر نکاح کا پیغام بھیجا چنانچہ اسکی بیوی عقد ثانی کیلئے تیار ہوگئی معقل کو جب اسکی اطلاع ملی تو معقل نے غصہ کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے تم سے اپنی بہن کا نکاح کر کے تمہاری عزت کی لیکن تم نے اس کا غلط فائدہ اٹھا کر اسکو طلاق دے دی لہٰذا اب کسی حال میں بھی میں اپنی بہن کا تجھ سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا۔ اس پر مذکورہ آیت اتری، معقل بن یسار کو جب

[۱] مشکوٰۃ شریف ص: ۲۸۴ ج: ۲/ باب المطلقۃ ثلاثا/ زادالمسیر ص: ۲۶۶ ج: ۱/ معالم التنزیل ص: ۲۰۸ ج: ۱/ تفسیرات احمدیہ ص: ۹۶ روح المعانی ص: ۱۴۱ ج: ۱/ پارہ نمبر ۲

اس آیت کے نازل ہونے کی اطلاع ملی تو کہا اب تو میں تمہارے اکرام میں اس سے نکاح ہی کر دوں گا مفسر عبد الغنی نے ذکر کیا ہے کہ معقل کی بہن کا نام جمیلہ تھا۔

۲- جابر بن عبد اللہ انصاری کی ایک چچازاد بہن تھی اسے اس کے شوہر نے طلاق دے دی تھی پھر عدت بھی گذر گئی عدت گذرنے کے بعد اسکے شوہر نے رجعت کا ارادہ کیا حضرت جابر بن عبد اللہ نے انکار کیا اور کہا کہ اوّل تو تم نے ہماری چچازاد بہن کو طلاق دی اور پھر دوبارہ نکاح بھی کرنا چاہتے ہو جبکہ عورت راضی تھی اور نکاح کرنا چاہتی تھی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ سیوطی نے **لباب النقول فی اسباب النزول** میں کہا ہے کہ آیت کے سبب نزول کے سلسلہ میں پہلا واقعہ زیادہ صحیح ہے (لیکن راقم الحروف علامہ سیوطی کی اس تحقیق سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ دونوں واقعوں میں آیت کے سبب نزول بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ پھر یہ کہ امام سیوطی نے اپنے قول کے صحیح ہونے پر کوئی واضح دلیل پیش نہیں فرمائی ہے) [۱]

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ الخ آیت نمبر ۲۳۱ یہ آیت، مذکورہ سبب نزول کی آیت سے پہلے ہے اور اسکا سبب نزول وہی ہے جو **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ** الخ کے تحت گذر چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ (زاد المسیر ص:۲۶۷ ج:۱)

۱۷- وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

ترجمہ: اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیویوں کے واسطے ایک سال منقطع ہونے کے

---

[۱] **زاد المسیر ص:۲۶۸ ج:۱/ اسباب النزول ص:۴۳۰ معالم التنزیل ص:۲۱۰ ج:۱/ ابن کثیر ص:۲۴۷ ج:۱/ تفسیرات احمدیہ ص:۹۹ روح المعانی ص:۱۴۴ ج:۲/ پارہ نمبر ۲**

اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں ہے اس قاعدہ کی بات میں جسکو اپنے بارہ میں کریں۔ اور اللہ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔

شان نزول: یہ آیت حکیم بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ طائف کے رہنے والے تھے اور یہاں مہاجر تھے۔ جب یہ ہجرت کیلئے مدینہ روانہ ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ والدین اور بیوی اور بچے بھی تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو نبی کریمؐ کو اس کی خبر دی گئی، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ترکہ کو اس کے والدین اور بچوں میں تقسیم فرمایا اور اس کی عورت کو کچھ بھی نہ دیا تاہم ان کے ورثاء کو یہ حکم فرمایا کہ اس عورت پر اس کے شوہر کے ترکہ سے ایک سال تک خرچ کرتے رہیں۔

(معالم التنزیل ص: ۲۲۲ ج:۱ / زاد المسیر فی علم التفسیر ص: ۲۸۵ ج:۱ اسباب النزول ص: ۴۴)

فائدہ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الخ زمانہ جاہلیت میں وفات زوج کی عدت ایک سال تھی اور اسلام میں بجائے ایک سال کے چار مہینے دس دن مقرر ہوئے جیسا کہ ماقبل کی آیت يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا سے معلوم ہو چکا ہے۔ مگر اس میں عورت کی اتنی رعایت رکھی گئی تھی کہ چونکہ اس وقت تک میراث کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور بیوی کا کوئی حصہ میراث میں مقرر نہ ہوا تھا۔ بلکہ عورتوں کے حق کا مدار مرد کی وصیت پر تھا۔ جیسا کہ آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے۔ اسلئے یہ حکم ہو گیا تھا کہ اگر عورت اپنی مصلحت سے خاوند کے ترکہ کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اسکو رہنے کا حق حاصل ہے اور اسی کے ترکہ سے اس مدت میں اس کو نان ونفقہ بھی دیا جاوے اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ اور خاوندوں کو حکم ہے کہ اس طرح وصیت کر جایا کریں اور چونکہ یہ حق عورت کا تھا اس کو اس کے وصول کرنے نہ کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ اسی لئے وارثوں کو گھر سے نکالنا جائز نہ تھا۔ لیکن خود اس کو جائز تھا کہ خود اسکے گھر نہ رہے اور اپنا حق ورثاء پر چھوڑ دے بشرطیکہ عدت پوری ہو چکے۔ اور نکاح وغیرہ سب درست تھا، اور یہی مراد ہے قاعدہ کی بات سے البتہ عدت کے اندر نکلنا اور نکاح کرنا وغیرہ

سب گناہ تھا عورت کیلئے بھی اور جو منع کر سکے اور نہ روکے اس کیلئے بھی، پھر جب آیت میراث کی نازل ہوئی گھر وغیرہ سب ترکہ میں سے عورت کا حق مل گیا سوا پنے حصہ میں رہے اور اپنے حصہ میں سے خرچ کرے۔ (معارف القرآن ص:۵۳۵ ج:۱)

۷۲-لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۚ قَدۡ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ ۚ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ يُؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۵۶﴾

ترجمہ: دین میں زبردستی نہیں ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب جاننے والے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- ایک عورت انصار کی عورتوں میں سے زمانہ جاہلیت میں جبکہ اس کی اولاد پیدا ہونے کے بعد زندہ نہ رہتی تھی قسم کھائی کہ اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا اور زندہ رہا تو اس کو یہودی بنا دیں گے۔ چنانچہ ایک موقع سے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود بنی نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو ان میں اس انصار کا بھی لڑکا تھا جس کو اس کی ماں نے یہودی بنانے کی نذر مانی تھی، اس وقت انصار نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لڑکے کو کیا ہو گیا ہے وہ تو ہمارے دین سے پھر گیا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اس روایت میں شعبی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس وقت ان کا لڑکا یہودیوں کے ساتھ جلاوطن تھا تو انصار نے کہا ضرور بالضرور ہم اپنے لڑکے کو دین اسلام پر مجبور کریں گے۔ باقی جو ہم نے ان کو یہودی بنا دیا تھا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اس وقت ہم یہ سمجھتے تھے کہ دین یہودی ہی سب سے افضل ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- انصار میں سے ایک شخص کے دو لڑکے نصرانی ہو گئے تھے اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا ہے۔ پھر کسی وجہ سے یہ دونوں لڑکے مدینہ آئے انکے

والدین دونوں سے چمٹ گئے اور کہا کہ اللہ کی قسم میں تم دونوں کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تم دونوں اسلام نہ لے آؤ جب کہ دونوں لڑکے مسلسل انکار کرتے رہے معاملہ حضور تک پہونچا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- مدینہ کے کچھ لوگوں کا یہودی سے رضاعتانہ تعلق تھا۔ چنانچہ ایک موقع سے جب رسول اللہؐ نے بنونضیر کو جلاوطن کیا یہ لوگ کہنے لگے ہم لوگ انہیں کیساتھ جائیں گے اور انہیں کے دین پر قائم رہیں گے اور ہمارا مذہب بھی وہی ہوگا جو ان کا مذہب ہے۔ اس وقت ان کے رشتہ داروں اور قرابت داروں نے یہ چاہا کہ ان کو اسلام پر مجبور کریں چناں چہ ان کو دین یہودیت کے قبول کرنے سے منع کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۴- انصار میں سے ایک شخص کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام صبیح تھا جو دولت اسلام سے خالی تھا وہ شخص اس کو اسلام لانے پر مجبور کرتا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۷۳- اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

ترجمہ: جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ آزار پہونچاتے ہیں ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا انکے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہونگے۔

شان نزول: رجب ۹ھ میں جب ایک قافلہ شام سے آیا اور انہوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینہ پر حملہ آور ہونے کیلئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں عرب کے عیسائی قبائل جذام، عاملہ اور غسان بھی انکے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ شکست کا بدلہ لینا چاہتے ہیں جو بمقام موتہ قیصر کے حاکم کی فوج کو ہوئی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال ظاہر فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں

[۱] زادالمسیر فی علم التفسیر للجوزی ص: ۳۰۵ ج: ۱/اسباب النزول ص: ۴۵ ج: ۴۶/ معالم التنزیل ص: ۲۴۰ ج: ۱/ابن کثیر ص: ۲۷۳ ج: ۱

داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے، تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔ یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔

مسلمان بے سروسامان تھے۔ سفر دور دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی زوروں پر تھی۔ مدینہ میں میوے پک گئے تھے۔ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے رسول اللہ ﷺ نے تیاری کیلئے عام چندہ کی فہرست کھولی۔

عثمان غنیؓ نے نوسو اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے ان کو رسول اللہ ﷺ نے **مُجھِز جیش العسرۃ** کا خطاب دیا۔ یعنی فاقہ زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا اور عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار درہم چندہ میں دیئے۔ اسی طرح حضرت عثمان نے بئیر رومہ خرید کر مدینہ والوں کے پانی پینے کیلئے صدقہ کیا۔ انہیں دونوں حضرات کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (۹ھ کا یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے نام سے جانا جاتا ہے) [1]

عرض احقر: چندہ کی مذکورہ تعداد رحمت للعالمین میں بیان کی گئی ہے جبکہ اسباب النزول میں علامہ واحدی نے یہ ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے غزوۂ تبوک کے موقع پر چار ہزار دراہم چندہ دیا تھا۔ اور عثمان بن عفان نے ایک ہزار اونٹ مع زین اور دوسرے لوازمات کے چندہ دیا تھا۔ اور رومہ کا کنواں صدقہ میں پیش کیا تھا۔ اس وقت ان دونوں حضرات کے بارے میں آیت اتری۔ علامہ بغوی نے بھی وہی تفصیل ذکر فرمائی ہے جو علامہ واحدی نے فرمائی ہے۔ البتہ جوزیؒ نے زاد المسیر میں صرف یہ وضاحت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی نے غزوۂ تبوک کے موقع پر بہت سارا مال چندہ دیا۔ اور بیئر رومہ خریدا اور مسلمانوں کیلئے صدقہ کیا۔ اور عبدالرحمن کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے چار ہزار دراہم چندہ میں پیش کیا اور یہ ان کے کل مال کا آدھا تھا۔ اور علامہ ابن قیم الجوزیہ

---

[1] زاد المسیر ص: ۳۱۶-۳۱۷ ج: ۱/ معالم التنزیل ص: ۲۴۵، ج: ۱/ اسباب النزول ص: ۴۸-۴۷ رحمۃ للعالمین محمد سلیمان سلمان منصور پوری، ص: ۱۳۵-۱۳۶، ج: ۱

نے یہ وضاحت کی ہے کہ حضرت عثمان نے تین سو اونٹ مع زین اور انکے لوازمات کے اور ایک ہزار دینار چندہ میں پیش کیے (زادالمعادص: ۵۲۷ ج: ۳) علامہ منصور پوری کے بیان کی توجیہہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ بعد میں حضرت عثمان نے چلتے چلتے مزید اورصدقہ کیا ہو، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بارے میں ان کی وضاحت جو گذری ہے کہ چالیس ہزار دراہم چندہ میں پیش کیے تھے، عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی ۔ کیونکہ عبدالرحمن بن عوف کا خود بیان ہے کہ **عندی ثمانیه آلاف درهم فامسکت منها لنفسی ولعیالی اربعة آلاف درهم واربعه آلاف فاقرضتها ربی** (واحدی) یعنی میرے پاس آٹھ ہزار دراہم تھے ان میں سے چار ہزار دراہم اپنے اہل وعیال کے خرچ کیلئے رکھ لیا اور چاہزار اللہ کے نام پر صدقہ کردیا۔ یعنی غزوہ تبوک کیلئے چندہ میں دے دیئے، یہ عبارت بتلارہی ہے کہ چالیس ہزار دراہم عبدالرحمن کیلئے چندہ دینا ممکن ہی نہیں تھا۔ ہاں علامہ منصور پوری کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے چار ہزار کو چالیس ہزار سمجھا ہو۔ اور اربعہ کے لفظ کو غفلت سے اربعین سمجھا ہو۔ یا انہوں نے جہاں سے نقل کیا ہو ان سے ہی یہ غلطی ہوئی ہو۔ اور انہوں نے ان پر اعتماد کرکے لکھ دیا ہو۔ لہذا عبدالرحمن کے بارے میں چالیس ہزار دراہم چندہ دینے کی روایت کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے یا ۴ رہزار ہندسہ میں لکھا ہوا ہو، اور انہوں نے غلطی سے ۴۰ رہزار لکھدیا ہو یا خود منصور پوریؒ نے چار ہزار لکھا ہو۔ اور کاتب نے چالیس ہزار لکھ دیا ہو۔

۴۷- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۲۶۷

ترجمه: اے ایمان والو خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اور ردی چیز کی طرف نیت مت لیجاؤ کہ اس میں سے خرچ کردو حالانکہ تم کبھی اسکے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کرجاؤ اور یہ یقین کررکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں وہ تعریف کے لائق ہیں۔

شان نزول: ۱- حضرات انصار جب کھجور کی کھیتی کاٹ کر فارغ ہو جاتے تو ہر ایک آدمی کھجور کا کچھ حصہ مسجد نبوی کے دو کھمبوں کے درمیان لٹکا دیتا اور اس سے فقرائے مہاجرین اپنی ضرورت کے بقدر کھاتے رہتے انصار میں سے کچھ لوگ گھٹیا کچی پکی کھجور جس میں نہ مٹھاس ہوتا اور نہ ہی ذائقہ ہوتا لا کر لٹکا دیتے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں عمدہ اور بڑھیا مال پیش کرو۔

۲- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ اور بتلایا کہ ایک صاع کھجور صدقہ کرنا تمہارے لئے ضروری ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کے بعد ایک آدمی ردی کھجور لایا اور پیش کی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

۲۷۱- اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۲۷۱

ترجمہ: اگر ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اگر ان کا اخفا کرو اور فقیروں کو دیدو تو یہ اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔

شان نزول: جب یہ آیت کریمہ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۲۷۰ اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا کوئی ہمراہی نہ ہوگا --------- نازل ہوئی تو صحابہ اکرام نے عرض کیا کہ ہم اللہ کی راہ میں جو کچھ صدقہ کرنا چاہیں اس میں ظاہر کرنا بہتر ہے یا پوشیدہ اس وقت مذکورہ آیت اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ الخ نازل ہوئی۔

---

[1] زادالمسیر فی علم التفسیر ص:۳۲۲ج:۱/ص:۳۲۱ج:/ اسباب النزول ص:۴۸/ روح المعانی ص:۳۹ ج:۳/ پارہ نمبر۳/ابن کثیر ص:۲۸۱ج: ۱ تفسیرات احمدیہ ص:۱۱۸/ المقتطف من عیون التفاسیر ص:۲۸۰ج:۱

(روح المعانی ص:۴۳ ج:۳/ پارہ نمبر ۳/اسباب النزول ص:۸۰ ۴ زادالمسیر ص:۳۲۵ ج:۱/ المقطف ص:۲۸۲ ج:۱)

اورابن کثیر میں یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی (تفصیل قصہ یہ ہے کہ ۹ ھ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر) عمر فاروقؓ نے تمام اثاث البیت نقد وجنس کا نصف جوکئی ہزارروپیہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھروالوں کیلئے کیا چھوڑا ہے انہوں نے کہا کہ اپنے کل مال کا آدھا حصہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اس موقعہ پر جوکچھ لائے اگرچہ قیمت میں وہ کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ اپنے گھر میں اللہ اوراسکے رسول کی محبت کے سوا کچھ بھی باقی نہ چھوڑا تھا۔ آنحضرتؐ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے گھروالوں کیلئے کیا چھوڑا ہے انہوں نے عرض کیا اللہ اوراس کے رسول کا نام، اس پر حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا اے ابوبکر میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں میں تم سے کسی بھی کار خیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(ابن کثیر ص:۲۸۳ ج:۱ /غزوۂ تبوک کا تفصیلی واقعہ دیکھے رحمۃ للعالمین ص:۱۳۵ ج:۱ /زادالمعاد عربی ص:۵۲۶ ج:۳)

فائدہ: زکوٰۃ جوکہ فرض ہے اسمیں اظہار افضل ہے تاکہ اورلوگ بھی اس پر عمل کریں جیسا کہ فرض نماز جماعت کے ساتھ افضل ہے اور نفل نماز گھر میں افضل ہے اور یہ بات بھی کہی گئی ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ کا پوشیدہ ادا کرنا افضل مانا جاتا تھا۔ لیکن ہمارے زمانہ میں زکوٰۃ ادا کرنے میں اظہار ہی افضل ہے تاکہ لوگ بدگمانی میں مبتلا نہ ہوں۔ (معالم التنزیل ص:۲۵۸ ج:۱)

۷۶-لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

ترجمہ: انکو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ نہیں خداتعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں اورجوکچھ تم خرچ کرتے ہواپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اورتم اورکسی غرض سے نہیں کرتے۔ بجز رضا جوئی ذات پاک اللہ کے اورجوکچھ مال خرچ کررہے ہو یہ سب پورا پورا تم کومل جاوے گا اورتمہارے لئے اس میں ذرا کمی

نہ کی جاوے گی۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دوقول ہیں۔

۱-حضرات صحابہ کرام اپنے ان رشتہ داروں پر جواب تک اسلام کی دولت سے محروم تھے اورشرک وکفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے ان پر خرچ کرنے کو نا گوار سمجھتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بغوی نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اسلام لانے سے قبل اپنے سسرالی رشتہ داروں پر جو یہودی تھے صدقہ کیا کرتے تھے اسلام لانے کے بعدان پر صدقہ کرنے کو نا گوار سمجھنے لگے اور مقصد یہ تھا کہ وہ اسلام لے آئیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲-حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ صدقہ نہ کرومگر تم اپنے ہم مذہب پر اور اپنے ہم دین پر اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ ان پر خرچ کرتے رہو جس پر خرچ کرتے تھے باقی رہا ہدایت کا مسئلہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق پر ہے۔ [1]

۷۷- اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ترجمہ: جولوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کورات میں اوردن میں پوشیدہ اور آشکاراسوان لوگوں کوان کاثواب ملے گاانکےرب کے پاس اورنہ ان پرکوئی خطرہ ہےاورنہ وہ مغموم ہونگے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں چاراقوال ہیں۔

۱-یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جواپنے گھوڑوں اورسواری کورات دن اللہ کے راستے میں مشغول رکھتے تھےاوران گھوڑوں اورسواری پررات کی تاریکی میں اوردن کے اجالے میں خرچ کیا کرتے تھے۔ چارہ، پانی، گھاس، پھوس وغیرہ، حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ شیطان اس گھرکوخراب نہیں کرتا جس گھرمیں ایسا گھوڑا ہو جو جنگ میں اوراللہ

---

[1] زادالمسیر ص:۳۳۷ج:۱/معالم التنزیل ص:۲۵۸ج:۱/تفسیرابن کثیر ص:۲۸۴ج:۱/روح المعانی ص:۴۵/۴۶ج:۳/پارہ نمبر۳

کے راستہ میں مشغول رہتا ہو۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جس شخص کا گھوڑا اللہ کی راہ میں مشغول رہتا ہے اور اس پر اپنے مال کو ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس کا جوع اور سیراب ہونا اور اس کا تھوک اور اس کا بول و براز سب قیامت کے دن اسکے اعمال نامہ کے ساتھ تولے جائینگے۔ (کذا صرحہ الواحدی والجوزی مختصراً)

۲-علی بن طالبؓ کے بارے میں نازل ہوئی ان کے پاس چار دراہم تھے ان میں سے ایک کو رات میں خرچ کیا ایک کو دن میں ایک کو پوشیدہ طور پر اور ایک کو ظاہراً خرچ کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- یہ آیت حضرت علی بن طالب اور عبدالرحمن بن عوف اور عثمان بن عفان کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ حضرت علی نے ایک وسق کھجور رات میں اہل صفہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور عبدالرحمن بن عوف اور عثمان بن عفان نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر بہت سار اما ل واسباب چندہ کے طور پر پیش کیا تھا (جیسا کہ اس سلسلے میں مکمل وضاحت ماقبل میں آچکی ہے۔(کذا صرحہ آلوسی، جوزی، بغوی)

۴- یہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں، اور دس ہزار ظاہراً، اور دس ہزار پوشیدہ طور پر خرچ کیے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

امام سیوطی نے اس واقعہ کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس سلسلے میں مجھے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ اور جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں اس آیت کا سبب نزول بیان کیا ہے اس کو ابن اسحاق کی روایت سے مغالطہ ہوا ہے وہ یہ کہ ابن اسحاق نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر کا انتقال ہوا اور حضرت عمر خلیفہ بنے تو لوگوں کے سامنے ایک بلیغ خطبہ دیا اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! بعض طمع فقر ہے اور بعض ناامیدی مالداری ہے۔ اور سنو تم میں سے بہت سارے لوگ ایسی چیزوں کو جمع کرتے ہیں جس کو نہیں کھاتے اور ایسی امیدیں رکھتے ہیں

جس کے بارے میں تمہیں معلوم نہیں اور سنو اور جان لو کہ بعض بخل نفاق کا شعبہ ہے لہٰذا وہ کچھ خرچ کرلیا کرو جنمیں تمہارے لئے خیر کا پہلو ہو۔ اور اس آیت پر عمل کرنے والے کہاں ہیں اور پھر مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی، پس بعض صحابہ کو حضرت عمر کے قول **"فأين اصحاب هذه الآية وقرا الاية الكريمة"** یعنی اس پر عمل کرنے والے کہاں ہیں اور یہ آیت تلاوت فرمائی لوگوں نے سمجھا کہ اس وقت جو نہیں ہیں وہ ابوبکر ہی ہیں اور انکے بارے میں کہا گیا ہے اس آیت والے یعنی **اصحاب هذه الآية** اس سے انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ یہ آیت ابوبکر ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے تبصرہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا واقعہ آیت کا سبب نزول نہیں ہے گرچہ بعض اس کے قائل ہیں جیسا کہ ابھی گذرا۔ (روح المعانی) [1]

عرض احقر: تاریخی روایات بھی اس کی تائید نہیں کرتیں کیونکہ ان کے پاس اتنا مال کبھی جمع ہی نہ ہوا۔

۲۷۸- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایہ ہے اسکو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- یہ آیت عمرو بن عوف ثقفیؓ اور بنو مغیرہ بن مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ بنو مغیرہ قبیلہ ثقیف سے سودی کاروبار کرتا تھا، چناں چہ قبیلہ ثقیف سے وہ مال طلب کیا جو ان کے ذمہ لازم تھا۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور جو اس کے بعد ہے یعنی فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا سے لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ تک یعنی دونوں آیتیں اسی موقعہ سے نازل ہوئیں۔

---

[1] زادالمسیر ص:۳۳۰ ج:۱/ ص:۳۲۹ معالم التنزیل ص:۲۶۰ ج:۱ اسباب النزول ص:۵۰/۴۹/ روح المعانی ص:۴۸ ج:۳/ ابن کثیر ص:۲۸۶ ج:۱

۲-حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابن عباس کھجور وغیرہ قرض دیا کرتے تھے کہ جب کھجور توڑنے والا حاضر ہوا یعنی جس نے کھجور قرضہ میں لی تھی، عرض کیا کہ اے ابن عباسؓ اور عثمانؓ اگر تم دنوں وہ مال لے لیتے ہو جو میرے ذمہ ہے تو میرے اہل وعیال کیلئے کچھ بھی باقی نہ رہے گا لہٰذا ایسا کرو اس وقت تم اپنے مال کا آدھا لے لو اور باقی رہا آدھا تو اسے میرے ذمہ رہنے دو۔ اور آدھے کے بدلہ میں تم کو دوگونہ دوں گا ان دونوں نے اپنے مدیون کی بات مان لی۔ زمانہ گذرتا گیا یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جس وقت میں قرض ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ اسکے بعد ان دونوں نے زیادتی کے ساتھ اپنا قرضہ طلب کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر لگ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو اصل مال پر زیادہ لینے سے منع فرمایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳-یہ آیت حضرت عباسؓ اور خالد بن ولیدؓ کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت خالد اور حضرت عباسؓ زمانہ جاہلیت میں باہم شریک ہوکر سودی کاروبار کیا کرتے تھے۔ وہ بہت بڑے ساہوکار کہلاتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا اس وقت سودی سرمایہ ان دونوں کے پاس بہت زیادہ تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس کے بعد نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ سنو! زمانہ جاہلیت کا ہر طرح کا سودی کاروبار آج سے ختم کیا جاتا ہے اور سب سے پہلا سودی کاروبار جس کو میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس کا سودی کاروبار ہے لہٰذا اسلام کے بعد سودی کاروبار بالکل مردود ہے۔ [1]

۷۹-وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

ترجمہ: اور اگر وہ تنگ دست ہے تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور یہ کہ معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو خبر ہو۔

---

[1] زادالمسیر ص: ۳۳۲ ج: ۱/ اسباب النزول ص: ۵۱/ معالم التنزیل ص: ۲۶۵ ج: ۱/ ابن کثیر ص: ۲۹۰ ج: ۱/ روح المعانی ص: ۵۳ ج: ۳ ص: ۵۲/ المقتطف ص: ۲۸۸ ج: ۱/ تفسیرات احمدیہ ص: ۱۲۱

شان نزول: آیت کریمہ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا الخ جب نازل ہوئی بنی عمرو بن عمیر نے بنی مغیرہ سے کہا کہ ہماری اصل پونجی دیدو اور سود ہم تمہیں معاف کرتے ہیں اس پر بنی مغیرہ نے کہا کہ دیکھو اس وقت ہم مالی تنگی کے شکار ہیں اسلئے پھل پکنے کے زمانہ تک مہلت دو۔ تو انہوں نے مہلت دینے سے انکار کر دیا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ تنگ دست کو مہلت دینی چاہئے۔ [۱]

۸۰- اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

ترجمہ: اعتماد رکھتے ہیں رسول اس چیز کا جو انکے پاس انکے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اور مومنین بھی، سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اسکے فرشتوں کے ساتھ اور اسکی کتابوں کے ساتھ اور اسکے سب پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔ اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے سنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

شان نزول: اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جب آیت کریمہ:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

ترجمہ: اللہ ہی تعالیٰ کی ملک ہے سب جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں انکو اگر تم ظاہر کرو گے یا پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے پھر جس کیلئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کے لیے منظور ہوگا سزا دیں گے۔ اور حق تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

[۱] اسباب النزول ص: ۵۱/ زاد المسیر ص: ۳۳۴ ج: ۱/ روح المعانی ص: ۵۴ ص: ۵۳ ج: ۲/ پارہ نمبر ۳/ المقتطف مفہوماً ص: ۲۸۹ ج: ۱ تفسیرات احمدیہ ص: ۱۲۲ مختصراً

نازل ہوئی توصحابۂ کرام پر یہ معاملہ بہت شاق گذرا پھرآنحضرتؐ کے پاس یہ حضرات آئے اورعرض کیا کہ ہم توانہیں چیزوں کے مکلف بنائے گئے ہیں جسکے کرنے کی ہم میں طاقت اوروسعت ہے۔اورجوہمارے بس میں ہے۔اوراس وقت جوآپ پر یہ آیت نازل کی گئی ہے یعنی لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ الخ اس آیت پرعمل کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ کیاتم چاہتے ہوکہ اسی طرح کہوجس طرح یہودونصاریٰ نے تم سے پہلے کہاہے؟ کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہاتھاسَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا تم کوتوسَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ کہناچاہئے۔چنانچہ صحابہ نے اس کلمہ کودہرایا۔اور بار بار دہرایا پھراسکے بعدہی اللہ نے فوراًمذکورہ آیت یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ آیت نمبر ۲۸۵ نازل فرمائی پھراس حالت میں صحابہ نے ایک مدت گذاری پھراللہ تعالیٰ نے کشادگی اورراحت کی سبیل نکالی اورآیت کریمہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الخ نازل فرمائی یعنی "اللہ تعالیٰ کسی کومکلف نہیں بناتا مگراسی کا جواسکی طاقت میں ہو۔اسکوثواب بھی اسی کا ہوتاہے جوارادہ سے کرے۔اوراس پرعذاب بھی اسی کا ہوگا جوارادہ سے کرے اے ہمارے رب ہم پردارو گیرنہ فرمائیے اگرہم بھول جاویں یاچوک جاویں اے ہمارے رب ہم پرکوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پرآپ نے بھیجاتھا،اے ہمارے رب اورہم پرکوئی ایسابارنہ ڈالئے جسکوہم سہارنہ سکیں،اوردرگذرکیجئے ہم سےاوربخش دیجئے ہم کواوررحم کیجئے ہم پرآپ ہمارے کارساز ہیں سوآپ ہم کوکافرلوگوں پرغالب کیجئے۔اس آیت کے ذریعہ سے ماقبل کی آیت وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ الخ کومنسوخ فرمایااس کے بعدحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری امت سے ان بری باتوں کے ارادے پرمواخذہ کرنے سے درگذرفرمایاہے جب تک کہ اس کوکرنہ لیں یاکہہ نہ لیں۔

(اسباب النزول ص:۵۲ ص:۵۱/ زادالمسیر ص:۳۴۵ ج:۱)

اخلاق الرحمٰن قاسمی ارریاوی

۱۰/محرم ۱۴۲۱ھ

مدرسہ چشمۂ فیض ململ مدھوبنی بہار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ آل عمران

مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ نجران کا ایک وفد ستر افراد پر مشتمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور مسجد نبوی میں داخل ہوگیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ان کی نماز فوت ہوچکی تھی یہ بھی مسجد میں کھڑے ہوگئے اور نماز میں مشغول ہوگئے، حضورؐ نے صحابہ سے عرض کیا کہ ان کو اسی حالت میں چھوڑ دو چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی جانب رخ کر کے عصر کی نماز ادا کی، جب نماز سے فارغ ہوگئے تو وفد کے سردار سید اور عاقب نے آنحضرتؐ سے عیسیٰؑ کے بارے میں بات چیت شروع کردی، رسول اللہؐ نے ان دونوں سے عرض کیا کہ تم دونوں اسلام لے آؤ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ہم تو آپ سے پہلے ہی اسلام لا چکے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو، تمہیں اسلام سے کوئی رشتہ نہیں ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹا ہونا ٹھہراتے ہو اور صلیب کی عبادت کرتے ہو اور خنزیر کو کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ یہ بتلائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں ہے تو پھر اس کا باپ کون ہے؟ اس کے بعد وفد کے تمام افراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عیسیٰؑ کے بارے میں جھگڑ گئے اور مناظرے کا بازار گرم ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا یہ بتاؤ کہ لڑکا باپ کے مشابہ ہوتا ہے یا نہیں۔ ان لوگوں نے کہا کیوں نہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہمارا رب زندہ رہنے والا ہے مرنے والا نہیں۔ باقی رہا عیسیٰؑ کا مسئلہ تو وہ فنا ہونے والے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارا رب ہر چیز پر نگراں ہے ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے اور ہر چیز کو روزی

دیتا ہے ان لوگوں نے کہا ہاں کیوں نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر عرض کیا کہ تم مجھے یہ بتلاؤ کیا عیسیٰؑ ان چیزوں میں سے کسی کے مالک ہیں؟ ان لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ ہمارے رب نے عیسیٰؑ کی شکل ان کی ماں کے رحم میں جس طرح چاہا بنا دیا اور ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ فنا ہونے والا ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہاں کیوں نہیں پھر آپ نے عرض کیا کہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ عیسیٰؑ کی والدہ اسی طرح حاملہ ہوئیں جس طرح عام عورتیں حاملہ ہوتیں ہیں۔ اور عیسیٰؑ کی والدہ نے اسی طریقہ سے ان کو جنا جس طرح عام عورتیں اپنے بچوں کو جنتی ہیں اور عیسیٰؑ کی پرورش اسی طرح ہوئی جس طرح عام بچوں کی پرورش ہوتی ہے۔ اور عام بچوں کی طرح کھاتے پیتے رہے، ان لوگوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے، آپ نے عرض کیا جب معاملہ ایسا ہے تو تمہارا یہ گمان کہ عیسیٰؑ اللہ کے لڑکے ہیں کیسے صحیح ہوسکتا ہے اس بات سے وہ لوگ لاجواب ہوگئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اسیؔ سے کچھ زیادہ آیتیں آل عمران کی نازل فرمائی۔ [1]

۸۱- قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ان کفر کرنے والے لوگوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ بیشک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتا تھا اور دوسرا گروہ کافر لوگوں کا تھا۔ یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں کے کئی حصے ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیدیتے ہیں بلاشک اس میں بڑی

[1] زاد المسیر ص: ۳۴۹ ج: ۱/ اسباب النزول ص: ۵۳/ اکثر مفسرین نے نجران کے وفد کی تعداد ساٹھ بتلائی ہے۔ مواھب الرحمٰن ص: ۱۰۷ ج: ۱ تفسیر عثمانی ص: ۶۳

عبرت ہے دیکھنے والوں کیلئے۔

شان نزول: یہود مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں فتح ونصرت سے نوازا تو یہود مدینہ نے ارادہ کیا کہ وہ اسلام کی چوکھٹ پر اپنا سر خم کردیں چناں چہ کہنے لگے کہ یہی وہ نبی ہیں جن کے اوصاف ہم اپنی کتاب میں پڑھا کرتے تھے۔ اب ہم اس کے علاوہ کسی کی اتباع نہ کریں گے۔ اور جملہ امور میں انکی اتباع کریں گے لیکن ان میں سے بعض یہودیوں نے بعض یہودیوں سے کہا کہ اس معاملہ میں جلدی نہ کرو اس کے علاوہ اور دوسرے واقعہ کا انتظار کرلو کہ اس میں بھی فتح یابی سے ہمکنار ہوتے ہیں کہ نہیں چنانچہ غزوۂ احد کا واقعہ پیش آیا تو اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اس پر انہوں نے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں ہم نے تم سے کہا تھا کہ جلدی نہ کرو اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان سے عہد و پیمان کو توڑ دیا۔ اور کعب بن اشرف ستر سواروں کو لیکر مکہ پہونچا اور اہل مکہ سے کہا کہ ہمارا اور تمہارا کلمہ ایک ہے اور ہم سب لوگ ایک ڈگر پر چلنے والے ہیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- مذکورہ آیت اہل قریش کے بارے میں نازل ہوئی غزوۂ بدر سے پہلے، یعنی اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ تم کو عنقریب مغلوب کیا جائے گا، چنانچہ غزوۂ بدر میں اسکا مشاہدہ کیا۔

۳- ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی، تفصیل اس طرح ہے کہ غزوۂ بدر میں شکست کھانے کے بعد ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کیلئے بہت سی قوموں کو اکھٹا کیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوۂ بدر میں فتح ملی اور اس کے بعد مدینہ تشریف لے گئے تو یہود مدینہ کو بنو قینقاع کے بازار میں جمع کیا اور فرمایا اے یہود کی جماعت تمہارے سامنے مقام بدر میں قریش کا کیا حال ہوا ہے روز روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے، اسلئے اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرو۔ ورنہ تمہیں بھی وہی دن دیکھنے پڑیں گے جو قریش کو دیکھنے پڑے ہیں۔ اور تمہارا انجام بھی وہی ہوگا جو قریش کا ہوا ہے، اس پر یہودیوں نے کہا کہ

اے محمد ﷺ سنو! قریش تو حرب و کرب کے فنکار نہ تھے۔ اور انہیں جنگ میں مہارت نہ تھی جس کے نتیجہ میں انہیں شکست کھانی پڑی، لیکن جہاں تک ہمارا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں ہم سے مطمئن نہ رہنا جس دن ہمارا تم سے مقابلہ ہوگا اس دن تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیا ہیں، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (کذا صرحہ بغوی وواحدی وابن کثیر) [١]

فائدہ: غزوۂ بدر کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ رمضان ۲ھ میں خدا کا نبی اپنے ساتھ مسلمانوں کا ایک لشکر لیکر مدینہ سے چلا اس لشکر کے سازوسامان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تمام لشکر میں دوسو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے۔ یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی جبکہ وہ جالوت کے مقابلے میں نکلا تھا۔ جب بدر پہونچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے۔ جنگ سے ایک دن پہلے رسول اللہ ﷺ نے میدان جنگ کا معائنہ کیا اور بتلایا کہ کل انشاء اللہ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہونگے۔ ۱۷ر رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی جنگ سے پہلے نبی کریمؐ نے نہایت تضرع سے خدا کے حضور دعا کی اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا میں توحید کا منادی کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائیگا مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں نصرت الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی ان کے ۷۰ ر ستر مشہور آدمی اسیر ہوئے اور ۷۰ ر ستر بہادر مارے گئے ابوجہل بھی اسی جگہ مارا گیا یہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت ﷺ کے قتل کے مشورہ میں شریک تھے ان میں سے گیارہ مارے گئے تین جو بچ رہے تھے انہوں نے بالآخر اسلام قبول کرلیا تھا۔

(الف) اس زمانے کا قانون جنگ (ب) مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام (ج) دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کا مقتضی تھا کہ قیدیوں کو قتل کردیا جاتا مگر خدائے رحیم کے نبی الرحمت نے تاوان لے کر سب کو چھوڑ دیا پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان

---

[١] **اسباب النزول ص:۵۳/۵۴ /زادالمسیر ص:۲۵۵/۲۵۶ /ابن کثیر ص:۳۰۷معالم التنزیل ص:۲۸۲ج:۱/المقتطف ص:۳۰۵ج:۱**

آنحضرتؐ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کولکھنا پڑھنا سکھادیں۔

اس واقعہ میں اس پیشین گوئی کا بھی ظہور ہوا جو یسعیاہ نبی کی کتاب ۲۱-۱۶-۱۷ میں ان الفاظ میں درج ہے کہ ایک سال میں جو مزدور کے اس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہے گی اور بہادران بنوقیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔ اوراس پیشین گوئی کا بھی ظہور ہوا جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت دیتے ہوئے کی گئی تھی۔ اور وہ یہ ہے **ان اللہ علی نصرھم لقدیر** خدا کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام یوم الفرقان ہے۔ کیونکہ اہل کتاب اور اہل اسلام کو ان پیشین گوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے: وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ (آل عمران ۱۲۳ / رحمت للعالمین ص:۱۰۵ ج:۱ ص:۱۰۶ ج:۱)

سبب نزول نمبر تین کی تفصیل

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی۔ جب تک کہ مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لیا جائے، چنانچہ وہ دوسو سواروں کو لیکر مکہ سے نکلا جب مدینہ کے قریب پہونچا تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکی شب میں مدینہ کے اندر آیا، سلام بن مشکم یہودی سے ملا، رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی، غالباً دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں، اسلئے ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا، مسلمانوں کے پھلدار درختوں، کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا گیا۔

خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب کیا اسلئے، اس غزوہ کو غزوۂ قرقرۃ الکدر کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا جسے مسلمانوں نے اٹھالیا تھا، اسلئے اس کا نام غزوۃ السویق بھی ہوا۔ (رحمت للعالمین ص:۱۰۸ ج:۱)

فائدہ: سبب نزول نمبر ایک کے تحت یہ بات گذری ہے کہ غزوۂ احد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودیوں نے عہد شکنی کی اس کے بارے میں تفصیل اس طرح ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہونچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے تا کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تہذیب وتمدن میں ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے اس عہد نامہ کی مختصر وضاحت اس طرح ہے۔

۱-بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

۲-جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

۳-یہودیوں کے دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

۴-کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کاروائی نہ کرے گا۔

۵-مظلوم کی مدد ونصرت کی جائے گی۔

۶-مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہے۔

۷-زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائینگے یعنی جو لوگ مستامن اور پناہ میں ہوں۔

۸-اس معاہد قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہوجائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا جائے گا۔

(رحمت للعالمین ص:۱۰۰/۱۰۱ ج:۱/زاد المعاد ص:۱۷۱ ج:۳)

۸۲-شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؁۱۸

ترجمہ: گواہی دی ہے اللہ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کیساتھ انتظام رکھنے والے ہیں انکے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

شان نزول: شام کے دو یہودی عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ تشریف لائے جب انہوں نے مدینہ دیکھا تو آپس میں کہنے لگے، کہ یہ تو اس نبی کا شہر معلوم ہوتا ہے جس نبی کا تذکرہ توریت میں بار بار ہوا ہے، اور اس نبی کے شہر کو بھی بیان کیا گیا ہے، یہ شہر مدینۃ النبی کے

شہر کے بالکل مشابہ ہے، جس کے نبی آخرالزماں ہونے کی خبر دی گئی ہے، اسکے بعد یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں نے اوّل نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہے جسکی صفت توریت میں بیان کی گئی ہے، اسکے بعد ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر انہوں نے کہا کیا آپ احمد ہیں؟ آپ نے کہا ہاں! انہوں نے پھر عرض کیا کہ ہم آپ سے شہادت کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہیں اگر آپ نے ہمیں بتادیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اور آپ کی تصدیق کریں گے۔ آپ نے فرمایا پوچھو ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں یہ بتلائیے کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت کیا ہے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ دونوں مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ [۱]

۸۳- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے پھر ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں چار اقوال ہیں۔

۱- ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس انکی تعلیم گاہ میں پہونچے اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو اس میں سے دو آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کس دین پر ہیں؟ اور آپ کا مذہب کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ملت ابراہیمؑ پر قائم ہوں ان دونوں نے کہا وہ تو یہودی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فیصلے کی صورت یہ ہے کہ تم تورات لاؤ ان دونوں نے تورات پیش کرنے سے انکار کیا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- یہودیوں میں سے ایک آدمی اور ایک عورت نے زنا کا عمل کرلیا تھا اور یہ دونوں قوم میں بڑے سمجھے جاتے تھے، جس کی وجہ سے یہودیوں نے ان کو رجم کرنا ناگوار سمجھا،

[۱] **اسباب النزول ص: ۵۴ زادالمسیر ص: ۳۶۲/۳۶۱ ج: ۱/** اور بغوی میں ہے کہ نجران کے نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی باقی تفصیل وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی معالم التنزیل ص: ۲۸۵ ج: ۱) معالم کا دوسرا نام تفسیر بغوی ہے۔

پھر ان دونوں کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جایا گیا یہ امید کرتے ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ رخصت کی صورت نکل آئے گی، لیکن یہاں بھی ان کا مطلب حاصل نہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی رجم کا حکم جاری فرمادیا، اسپر یہودیوں نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے رجم کا حکم جاری فرمادیا ہے حالانکہ ہمارے اس معاملہ کو رجم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اس وقت فیصلہ کن چیز توریت ہے، چنانچہ ابن صوریہ توریت لایا اور توریت کو پڑھنا شروع کیا اسی اثناء میں آیت رجم آ گئی اس نے جھٹ سے اپنا ہاتھ اس حصہ پر رکھ دیا جہاں رجم کی آیت لکھی ہوئی تھی اور اسکے بعد والی آیت پڑھی اس پر عبداللہ بن سلام نے کہا جو خود توریت کے بہت بڑے عالم تھے کہ یارسول اللہؐ اس نے گڑبڑ کی ہے اور اپنے ہاتھ سے آیت رجم کو چھپالیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوگئے اور آیت رجم کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو حکم دیا کہ ان دونوں کو رجم کیا جائے تو ان دونوں کو رجم کیا گیا، یہودیوں نے ناراضگی ظاہر کی جس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی، اس پر نعمان بن ابی اوفی نے کہا کہ آپ پر ایمان لانے کے سلسلہ میں علماء یہود سے تبادلہ خیال نہ کرلیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ کافی ہے اسنے پھر کہا نہیں بلکہ علماء یہود، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴۔ یہود کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی، تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کی ایک جماعت کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس پر انہوں نے کہا ہم آپ سے زیادہ ہدایت کے مستحق ہیں اور آگے یہ بھی کہا کہ جتنے بھی نبی مبعوث کیے گئے سب بنی اسرائیل ہی میں مبعوث کئے گئے ہیں لہٰذا آپ کا یہ دعویٰ کہ آپ نبی ہیں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا کہ توریت لاؤ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے توریت پیش کرنے سے اعراض کیا۔

---

[۱] زادالمسیر ص: ۳۶۶/۳۶۷ ج: ۱/اسباب النزول ص: ۵۴/۵۵ معالم التنزیل ص: ۲۸۸/۹ ۸ ۲ ج: ۱ روح المعانی ص: ۱۱۰ ج: ۳/المقطفت ص: ۳۱۱ ج: ۱

۸۴-قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۫ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: آپ یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ جس کو چاہیں ملک دیدیتے ہیں اور جس سے ملک چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کردیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کردیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں آپ رات کو دن میں داخل کردیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کردیتے ہیں اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں اور آپ جس کو چاہتے ہیں بیشمار رزق عطا فرماتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱-غزوۂ بدر میں مشرکین مکہ کی شکست اور مسلمانوں کے خلاف ہر جدوجہد میں ناکامی کیساتھ مسلمانوں کی مسلسل ترقی اور اسلام کی روز افشوں اشاعت نے قریش مکہ اور تمام غیر مسلموں میں ایک بوکھلاہٹ پیدا کردی تھی جس سے وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہورہے تھے۔جس کا نتیجہ ایک عام صورت میں یہ ظاہر ہوا کہ مشرکین عرب اور یہود ونصاریٰ سب کا ایک متحدہ محاز مسلمانوں کے خلاف بن گیا اور سب نے ملکر مدینہ پر یکبارگی حملہ اور فیصلہ کن جنگ کی ٹھان لی اوران کا بے پناہ لشکر اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے مٹانے کا عزم لیکر مدینہ پر چڑھ آیا جس کا نام قرآن میں غزوۂ احزاب اور تاریخ میں غزوۂ خندق ہے۔کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے مشورہ سے یہ طے فرمایا تھا کہ غنیم کے راستہ میں مدینہ سے باہر خندق کھودی جائے۔

بیہقی اور ابونعیم اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ خندق کھودنے کا کام مجاہدین

اسلام صحابہ کے سپرد ہوا تو چالیس ہاتھ لمبی خندق دس دس آمیوں کے سپرد تھی، یہ خندق کئی میل لمبی اور خاصی گہری اور چوڑی تھی جس کو غنیم عبور نہ کر سکے، اس کھدائی کیلئے تکمیل جلد سے جلد کرنا تھی اسلئے جاں نثار صحابہ کرام بڑی محنت سے اس میں مشغول تھے کہ قضاء حاجت اور کھانے وغیرہ کی ضروریات کیلئے یہاں سے ہٹنا مشکل ہو رہا تھا، مسلسل بھوکے رہ کر یہ کام انجام دیا جا رہا تھا۔ اور یقیناً کام ایسا تھا کہ آج کل کی جدید آلات والی پلٹن بھی ہوتی تو اس تھوڑے وقت میں اس کام کا پورا کرنا آسان نہ ہوتا مگر یہاں ایمانی طاقت کام کر رہی تھی جس نے باآسانی تکمیل کرا دی۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک فرد کی حیثیت سے اس کھدائی کے کام میں شریک تھے۔ اتفاقاً خندق کے ایک حصہ میں پتھر کی بڑی چٹان نکل آئی جن حضرات کے حصہ میں خندق کا یہ بڑا ٹکڑا تھا وہ اپنی پوری قوت صرف کر کے عاجز ہو گئے۔ تو حضرت سلمان فارسیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حکم ہے آپ اسی وقت موقع پر تشریف لائے اور کدال آہنی خود دست مبارک میں لیکر ایک ضرب لگائی تو اس سے چٹان ٹکڑے ہو گئی اور ایک آگ کا شعلہ برآمد ہوا جس سے دور تک اسکی روشنی پھیل گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس روشنی میں ملک فارس کے محلات وعمارات دکھلائی گئیں پھر دوسری ضرب لگائی اور پھر شعلہ برآمد ہوا تو فرمایا کہ اس کی روشنی میں مجھے رومیوں کے سرخ سرخ محلات وعمارات دکھلائی گئیں، پھر تیسری ضرب لگائی اور روشنی پھیلی تو فرمایا کہ اس میں مجھے صنعاء یمن کے عظیم محلات دکھلائے گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ مجھے جبرئیل امین نے خوشخبری دی ہے کہ میری امت ان تمام ممالک پر غالب آئے گی۔

جب منافقین مدینہ نے سنا تو ان کو استہزا اور تمسخر کا موقع ہاتھ آیا، مسلمانوں کا مذاق اڑایا کہ دیکھو ان لوگوں کو جو حریف مقابل کے خوف سے خندق کھودنے میں اس طرح مشغول ہیں کہ ان لوگوں کو اپنی ضروریات کا بھی ہوش نہیں۔ اپنی جانوں کی حفاظت ان کو مشکل ہو رہی ہے اور ملک فارس وروم ویمن کے فتوحات کے خواب دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان بے خبر ظالموں کے جواب میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

۲- آنحضرت ﷺ کو جب مکہ کی فتحیابی ہوئی تو صحابہ کرام سے فرمایا کہ تمہیں ملک فارس کی سلطنت ملے گی اس پر منافقین نے کہا کہ ان کو دیکھو! کیسی بے ہودہ بکواس کررہے ہیں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ میری امت کو ملک فارس وروم کی سلطنت سے نواز دے اسپر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- یہودیوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم اس شخص پر ایمان لا ہی نہیں سکتے جس نے نبوت کو بنی اسرائیل سے غیر بنی اسرائیل میں منتقل کیا ہے اسپر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۸۵- لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو دوست نہ بناویں مسلمانوں سے تجاوز کر کے جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم اس سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- عبادہ بن صامت کا یہودیوں میں سے کوئی حلیف تھا جس کے تئیں ان میں اور یہودیوں میں بہت سارے دوستانہ مراسم بھی تھے۔ غزوۂ خندق کے دن انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ یہودیوں میں سے پانچ سو افراد ہیں اگر ہم انکو اپنے ساتھ دشمنوں کے مقابلہ میں لیتے چلیں تو ممکن ہے کہ دشمنوں پر ہم فتح یاب ہوجائیں اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ ان سے دوستانہ تعلق ہی درست نہیں ہے ان سے خود اجتناب کرنے کی ضرورت ہے۔

[۱] اسباب النزول ص: ۵۵/۵۶ زادالمسیر ص: ۳۶۸ ج: ۱/ روح المعانی ص: ۱۱۴ ج: ۳/ معارف القرآن ص: ۴۳/۴۴ ج: ۲

۲-عبداللہ بن ابی اوردوسرے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ، ان لوگوں کا یہودیوں سے گٹھ جوڑتھا اوردوستانہ مراسم بھی۔جس کے تئیں یہ اپنی ہرچھوٹی بڑی باتیں یہودیوں سے کہہ دیا کرتے تھے۔ اس امید میں کہ ان کی حمایت لیکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں ہمیں کامیابی ہوسکتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس وقت مذکورہ آیت نازل فرمائی۔اور مقصدنزول یہ ہے کہ مؤمنوں کومنع کرنا ہے کہ تم یہودیوں سے اس طرح کے موالات اورمراسم اورگٹھ جوڑمت کرنا اورنہ انکوحمایتی بنانا جیسا کہ منافقوں نے بنایا ہے۔

۳-یہود کے کچھ لوگ مسلمانوں سے محبت کا اظہار کرتے جبکہ حقیقت میں انکے دلوں میں نفاق، عداوت، دشمنی، خودغرضی، حسد، کینہ بغض جیسی خصلتیں بھری ہوئی تھیں اور بظاہر دوستی کا مقصد یہ ہوتا کہ ان کوان کے دین سے گمراہ کردیا جائے اوردین اسلام سے برگشتہ کرکے خسارے اورنقصان میں ڈال دیا جائے جس کے نتیجہ میں جہنم کے عذاب کے مستحق ہوں، اسوقت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو ان سے موالات اوردوستی کا ہاتھ ملانے سے منع فرمایا کیونکہ اپنے تئیں وہ مخلص نہیں ہیں۔

۴-حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ حاطب رضی اللہ عنہ کفارمکہ سے مؤدت ومحبت کا اظہار کرتے تھے چنانچہ اس آیت میں منع کیا گیا کہ کافروں سے مؤدت ومحبت کا معاملہ نہ کیا جائے ۔حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا تفصیلی واقعہ سورۃ ممتحنہ پارہ نمبر ۲۸ میں آرہا ہے۔[1]

۸۶-قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اگرتم خداتعالیٰ سے محبت رکھتے ہوتوتم لوگ میری اتباع کروخداتعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اورتمہارے سب گناہوں کومعاف

[1] اسباب النزول ص:۵۷/۵۶ زادالمسیرص:۳۷۱ج:۱/ روح المعانی ص:۱۱۹ ج:۳ معالم التنزیل ص:۲۹۲ج:۱

کردیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑی اعانت فرمانے والے ہیں آپ یہ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

۱-حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگوں کا گمان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، اس پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲-ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد حرام میں جانا ہوا تو وہاں بہت سے قریش کو پایا، جنہوں نے بہت سے بتوں کو جمع کر رکھا تھا اور بتوں کے گلے میں پرندے کے انڈے اور ان کے کانوں میں بالی ڈال رکھی تھی۔ اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے حضورؐ نے فرمایا اے قریش کی جماعت تم نے تو اپنے آباؤ اجداد ابراہیم و اسمٰعیل کے دین کی مخالفت کی ہے، جبکہ وہ دونوں اسلام پر قائم تھے۔ اس پر قریش نے جواب دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بتوں کی عبادت کرنے سے ہمارا مقصد اللہ کی محبت اور انکی نزدیکی حاصل کرنا ہے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳-یہود نے کہا کہ ہم اللہ کے لڑکے ہیں اور اس سے محبت کرنے والے ہیں۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴-نجران کے نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰؑ کی عظمت اور اسکی عبادت کرنے کا مقصد دراصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی تعظیم کرنا ہے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵-عبداللہ بن ابی نے کہا کہ محمد اپنی اطاعت اور فرمانبرداری اسی طریقہ سے کرانا چاہتے ہیں جیسے اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی حکم کرتے ہیں کہ ہم ان سے اسی طرح محبت کریں جیسے کہ نصاریٰ نے عیسیٰؑ سے محبت کی ہے، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

[۱] روح المعانی ص۱۳۰ ج:۳/اسباب النزول ص ۵۷ زادالمسیر ص: ۳۴۷/۳۴۳ ج:۱، معالم التنزیل ص:۲۹۳ ج:۱

۸۷- اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ
قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۶۰﴾
فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ
اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ
نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: بیشک حالت عجیبہ حضرت عیسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ آدمؑ کے ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ ہوجا پس وہ ہوگئے یہ امرواقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوجایئے پس جو آپ سے عیسیٰ کے بابت حجت کرے آپکے پاس علم آئے پیچھے تو آپ فرمادیجئے کہ آجاؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم خوب دل سے دعا کریں اس طرز پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں۔

شان نزول: مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت نجران کے نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ نجران کے کچھ نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ آپ ہمارے نبی عیسیٰؑ کا تذکرہ اچھے الفاظ سے نہیں کرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں انکے بارے میں کیا کہتا ہوں ذرا بتاؤ تو انہوں نے کہا کہ آپ عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا تو کہتا ہوں یقیناً وہ اللہ کے بندے ہیں، اور اسکے رسول ہیں۔ اور ایک خاص طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے انکو حضرت مریمؑ کے پیٹ سے پیدا کیا اس پر وہ لوگ غضبناک ہوگئے، اور انہوں نے کہا تم ایسا انسان بتاسکتے ہو جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو، کہنے کا مقصد یہ تھا کہ عیسیٰؑ کے باپ نہیں، لہٰذا وہ خالص اللہ کے بیٹے ہوئے اس وقت مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ عیسیٰؑ کی پیدائش ایسی ہے جیسے آدم کی یعنی جس طرح حضرت آدم کو اللہ نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو اسمیں قابل

تعجب امر کیا ہے۔(معالم التنزیل ص:۳۰۹ ج:۱/المقتطف ص:۱۳۳ ج:۱/اسباب النزول ص:۵۷)

علامہ واحدی نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ نجران کے دو راہب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اسپر ان میں سے ایک نے کہا ہم تم سے پہلے اسلام لا چکے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ تم دونوں جھوٹ بولتے ہو اسلئے اسلام لانے میں تمہارے لئے تین چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہیں، ایک تو یہ کہ تم صلیب کی عبادت کرتے ہو ،دوسرے یہ کہ تم خنزیر کا گوشت کھاتے ہو، تیسرے یہ کہ عیسیٰؑ کو اللہ کا لڑکا کہتے ہو، ان دونوں نے یہ کہا کہ اگر عیسیٰؑ اللہ کے لڑکے نہیں ہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے؟ اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔اسباب النزول ص:۵۸ زاد المسیر ص:۳۹۸ ج:۱/اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو شروع سورت میں آچکی ہے وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔

(روح المعانی ص:۱۸۶ ج:۳/ابن کثیر ص:۳۲۳/۳۲۴ ج:۱)

۸۸- فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝۶۱

ترجمہ: سابقہ آیت کے تحت گذر چکا۔

شان نزول: اس آیت کا پس منظر اور شان نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کی جانب ایک فرمان بھیجا جس میں تین چیزیں ترتیب وار ذکر کی گئی تھیں (۱) اسلام قبول کرو (۲) یا جزیہ ادا کرو (۳) یا جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔نصاری نے آپس میں مشورہ کر کے شرحبیل اور عبداللہ بن شرحبیل اور جبار بن فیض کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں نے آکر مذہبی امور پر بات چیت شروع کر دی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کی اُلوہیّت ثابت کرنے میں ان لوگوں نے انتہائی بحث و تکرار سے کام لیا اتنے میں یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی، اسپر آپ نے نصاری کو مباہلہ کی دعوت دی اور خود بھی حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیکر مباہلہ کیلئے تیار ہو کر تشریف لائے۔

شرحبیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ اللہ کا نبی ہے اور نبی سے مباہلہ کرنے میں ہماری ہلاکت اور بربادی یقینی ہے، اسلئے نجات کا کوئی

دوسرا راستہ تلاش کرو، ساتھیوں نے کہا تمہارے نزدیک نجات کی کیا صورت ہے؟ اس نے کہا میرے نزدیک بہتر صورت یہ ہے کہ نبی کی رائے کے مطابق صلح کی جائے، چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر لی جس کو انہوں نے بھی منظور کر لیا۔

(تفسیر ابن کثیر ص: ۳۲۴ ج: ۱ / روح المعانی ص: ۱۸۶ ج: ۳ المقتطف ص: ۳۳۳ / ۳۳۴ ج: ۱)

اور اسباب النزول میں اس طرح ہے کہ نجران کے دو راہب آئے، باقی وہی تفصیل ہے جو اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی کے یعنی پہلی آیت کے شان نزول کے تحت آچکی ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں تو ان کا باپ کون ہے؟ اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار کیا اسکے بعد۔ بعد ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ سے **کاذبین** تک آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو مباہلہ کی دعوت دی اور خود بھی حضرت حسنؓ اور حسینؓ اور فاطمہؓ کو لیکر مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہو کر آئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے لئے جزیہ کا اختیار کرنا ٹھیک ہے ہم اب بالکل مباہلہ نہ کریں گے۔ (اسباب النزول ص: ۵۸)

۶۸- اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: بلاشبہ آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے ابراہیمؑ کیساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی تھی اور یہ نبی ہیں اور ایمان والے ہیں اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- یہود کے سرداروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ تم جانتے ہو کہ میں ابراہیمؑ کے مذہب کے سلسلے میں تم سے بہتر ہوں کیونکہ ابراہیمؑ بھی یہودی تھے اور ہم بھی یہودی ہیں۔ اور انہوں نے جو کچھ کہا حسد کی بنیاد پر کہا، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں بتلایا ہیکہ دین ابراہیمؑ میں سب سے بہتر وہ ہے جو ان کی اتباع کرے اس اعتبار سے نبی

یعنی محمد ﷺ دین ابراہیمؑ کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان کا ہی دین ابراہیمؑ کے مطابق زیادہ عمل ہے۔

۲-عمرو بن عاص جب ان مسلمانوں کے تعاقب میں جو ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے نجاشی بادشاہ کے پاس پہنچے اور اس کو ان کے خلاف ابھارا اور نجاشی سے کہا کہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو برا بھلا کہتے ہیں اسپر نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ عیسیٰؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں اسپر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ محمد ﷺ یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ اللہ کے بندے ہیں اور اسکی روح ہیں اور ایک کلمہ ہیں جس کو مریمؑ کے اندر ڈالا گیا تھا، اس بات سے نجاشی رونے لگا اور کہا اللہ کی قسم تمہارے ساتھی نے کچھ زائد بات نہیں کہی ہے پھر کہا کہ تم کو بشارت ہو کہ تمہیں لوگ ابراہیمؑ کی جماعت ہو اور تمہارے ساتھی۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

(زاد المسیر ص: ۴۰۳ ج:۱ معالم التنزیل ص: ۳۱۳ ج:۱ / روح المعانی ص: ۱۹۷ / ۱۹۸ ج: ۳ / اسباب النزول ص: ۵۹)

فائدہ: ہجرت حبشہ کا تفصیلی قصہ اس طرح ہے۔

جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی ﷺ نے صحابہؓ کو اجازت دیدی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنے جان و ایمان کے بچاؤ کیلئے حبشہ کو چلا جائے۔

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲/ بارہ مرد اور ۴/ چار عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا۔

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفان تھے۔ سیدہ رقیّہ (بنت النبی) انکے ساتھ تھیں نبی ﷺ نے فرمایا لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی۔

ان کے پیچھے اور بھی (تراسی ۸۳ مرد اور اٹھارہ ۱۸ عورتیں) مکہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے ان میں نبی ﷺ کے چچیرے بھائی جعفر طیارؓ بھی تھے، قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا، مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکہ کے کافر بھی اسکے پاس تحفہ تحائف لیکر گئے اور جا کر کہا

ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں ہمارے سپرد کر دیا جائے، مسلمان دربار میں بلائے گئے، تب نبیؐ کے چچیرے بھائی جعفر طیار نے دربار میں یہ تقریر کی۔

اے بادشاہ ہم جہالت میں مبتلا تھے بتوں کو پوجتے تھے، نجاست میں آلودہ تھے، مردار کھاتے تھے، بیہودہ بکا کرتے تھے ہم میں انسانیت اور امانت داری کا نشان نہ تھا ہمسایہ کی رعایت نہ تھی، کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا، ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا، جس کے حسب ونسب، سچائی، دیانتداری، تقویٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں وعدہ پورا کیا کریں، گناہوں سے دور رہیں، برائیوں سے بچیں، اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں، صدقہ دیا کریں، اور روزہ رکھا کریں، ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے، قوم سے جہاں تک ہوسکا ہم کو ستایا کہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں، اور لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے لگ جائیں، ہم نے ان کے ہاتھ بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے تب آپ کے ملک میں پناہ لینے کیلئے آئے ہیں۔

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر فرمایا مجھے قرآن سناؤ جعفر طیارؓ نے انہیں سورۂ مریم سنائی۔ بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی کہ وہ رونے لگ گیا۔ اور اس نے کہا کہ محمد تو وہی رسول ہیں جس کی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا، پھر بادشاہ نے مکہ کے کافروں کو دربار سے نکال دیا۔

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ حبش تک جانے کا بھی کوئی فائدہ نہ نکلا تو انہوں نے کہا کہ آؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے لالچ دیں پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائے گا یہ مشورہ کر کے مکہ کا مشہور مالدار سردار جس کا نام عتبہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے یوں تقریر کی۔

میرے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر تم اس کاروائی سے مال ودولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تم مالا مال ہو جاؤ گے اگر تم عزت کے

بھوکے ہوتو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں جو چاہو سو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے تو بتا دو کہ ہم تمہارا علاج کرائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں، مجھے مال، عزت، دولت، حکومت، کچھ درکار نہیں ،اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں، میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ۝۱ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۲ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝۳ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ۝۴ وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَ فِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَیۡنِنَا وَ بَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ۝۵ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسۡتَقِیۡمُوۡۤا اِلَیۡہِ وَ اسۡتَغۡفِرُوۡہُ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝۶ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ۝۷ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ۝۸

یہ فرمان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آیا ہے وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے یہ برابر پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان میں سمجھ دار لوگوں کیلئے اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں ان کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں ان کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے تاہم سب لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کان اس کو سنتے ہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ ہے تم اپنی تدبیر کرو ہم اپنی کرر ہے ہیں۔ اے نبی ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک بشر ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور خدا کے فرشتے نے یہ بتا دیا ہے کہ

سب لوگوں کا معبود ایک ہی ہے اس کی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے آخرت میں بڑا اجر ہے۔

کلام پاک سنتے ہی عتبہ پر ایک محویت طاری ہوگئی وہ ہاتھوں پر سہارا دیتے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا قریش جو نتیجۂ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق تھے سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے پوچھا کیا دیکھا کیا کہا کیا سنا؟ عتبہ بولا معشر قریش! میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے نہ جادو ہے نہ منتر ہے تم میرا کہا مانو میری رائے پر چلو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سنکر کہا کہ عتبہ پر بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کا جادو چل گیا۔

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی تب سارے قبیلوں کے سردار اکھٹے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس آ کر یوں تقریر کی۔

ہم نے آپکا بہت ادب کیا آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ان کو اتنا سخت اور سست کہنے لگا ہے کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے آپ اسے سمجھا کر چپ رہنے کی ہدایت کر دیں ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔

سارے ملک کی عداوت دیکھ کر چچا کا دل فرط محبت سے بھر گیا اس نے نبیؐ کو بلایا اور سمجھایا کہ بت پرستی کو رد نہ کیا کرو ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکونگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر، اور چاند کو بائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور خدا کے حکم سے ایک بھی چیز میں کم وبیشی نہ کرونگا خواہ میری جان جاتی رہے۔

(رحمۃ للعالمین ص:۵۸-۵۹-۶۰ ج:۱/ اسباب النزول ص:۵۹/ ۶۰/ ۶۱ معالم التنزیل ص:۱۳-۳۱۴-۳۱۴ ج:۱)

ہجرت حبش کے علاوہ کا جو واقعہ اور حالات درج ہیں وہ صرف رحمت للعالمین میں

ہیں اسباب اور بغوی میں نہیں اور اس ذکر سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ حبش کے بعد کے واقعات بھی ہجرت حبش کے واقعہ کا ایک جزو ہیں۔

۸۹- وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: دل سے چاہتے ہیں بعض لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو گمراہ کردیں گمراہ نہیں کرسکتے مگر خود اپنے آپ کو اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے۔

شان نزول: مذکورہ آیت معاذ بن جبلؓ اور عمار بن یاسرؓ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ یہود نے ان دونوں حضرات کو دین یہودیت قبول کرنے کی دعوت دی تھی اس بارے میں تفصیلی قصہ سورۂ بقرہ میں آچکا ہے۔ (اسباب النزول ص:۶۲ زاد المسیر ص:۴۰۴ ج:۱)

۹۰- وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: اور بعض لوگوں نے اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو نازل کی گئی ہے مسلمانوں پر شروع دن میں اور انکار کردے آخر دن میں عجب کیا کہ وہ پھر جائیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- یہودیوں کی ایک جماعت نے کہا کہ جب تم صحابہ کرام سے شروع دن میں ملاقات کرو تو تم ان سے یہ ظاہر کرو کہ وہ ایمان لاچکے ہیں اور دن کے آخری وقت میں اپنی نماز پڑھو جس طرح تم اپنی نماز پڑھتے ہو تاکہ مسلمان یہ کہیں کہ یہ اہل کتاب ہیں اور ہم سے زیادہ جانتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ اپنے دین سے پھر جائیں گے۔ اسکو حضرت ابن عباس نے نقل فرمایا اور حسن وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہود کے ۱۲/عالموں نے یہ اتفاق کیا کہ وہ اپنے بھائی یہودی سے یہ کہیں کہ دین محمد میں شروع دن میں داخل ہونے کا زبان سے اقرار کرلو اور دن کے آخر میں اسکا انکار کردو۔ اور اسکے ساتھ یہ بھی کہو کہ ہم نے کتاب توریت میں ایسے ہی دیکھا ہے اور ہم نے جب اپنے علماء سے اس موضوع پر بات چیت

کی اورمشورہ کیا تواس نتیجہ پر پہونچا کہ محمد نبی نہیں ہیں جس کے نتیجہ میں محمد کے ساتھی اس دین میں جسکو قبول کرچکے ہیں شک وشبہ میں پڑجائیں گے اور یہ کہیں گے یہ اہل کتاب ہیں اور ہم سے زیادہ جانتے ہیں جس کے نتیجہ میں دین یہودیت قبول کرلیں گے اور دین اسلام سے پھر جائیں گے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- جب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ قبلہ فرمایا تو یہودیوں پر یہ امر بڑا شاق گذرا تو کعب بن اشرف اور دوسرے یہودیوں نے کہا کہ کعبہ کے سلسلہ میں محمد پر جو حکم نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لے آؤ اور دن چڑھے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لیا کرو اور جب شام کا وقت ہو تو پھر بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرو۔ تو ممکن ہے کہ وہ یہ کہیں کہ اہل کتاب ہم سے زیادہ جانتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ تمہارے قبلہ کی طرف لوٹ سکتے ہیں، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۹۱- اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: جولوگ معاوضہ لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔ اور اپنی قسموں سے، ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہ ملے گا۔ اور نہ خدا تعالیٰ ان سے کلام فرمائینگے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ انکو پاک کرینگے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- اشعث بن قیس صحابی کی کسی یہودی سے زمین کے سلسلہ میں لڑائی ہوگئی زمین صحابی کی تھی، جو یہودی کے قبضہ میں تھی اور یہودی دینے سے انکار کررہا تھا۔ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابی سے فرمایا کیا اس سلسلے میں تیرے

---

[۱] زادالمسیر ص: ۴۰۵ ج: ۱/ روح المعانی ص: ۲۰۰ ج: ۳/ اسباب النزول ص: ۶۲ معالم التنزیل ص: ۳۱۵ ج: ۱/ ابن کثیر ص: ۳۲۸ ج: ۱

پاس گواہ موجود ہے؟ صحابی نے عرض کیا نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی سے عرض کیا کیا تم اس سلسلے میں قسم کھا سکتے ہو؟ اس پر اشعث بن قیس صحابی بول پڑے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے کہنے کے مطابق اگر یہ قسم کھالیتا ہے پھر تو میرا مال مجھے ملنے سے رہا اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- یہود کے بارے میں نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ان سے یہ عہد لیا تھا کہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں اسے صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں لیکن انہوں نے ایسا نہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کو جو تورات میں مذکور تھیں بدل دیا اور مقصد اس سے یہ تھا کہ ان کی سیادت وقیادت باقی رہے اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں جس کے نتیجہ میں انہیں حصول رزق کا موقع ملتا رہے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- ایک آدمی نے اپنا کچھ سودا سلف خرید کر دن چڑھے صاحب دکان کے پاس ہی رکھ دیا تھا پھر جب وہ شام کو اپنا سامان لینے کی غرض سے وہاں پہونچا صاحب دکان نے سامان کا انکار کر دیا اور قسم کھالی اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں بتلایا گیا کہ جو لوگ جھوٹی قسم کھاتے ہیں اور مقصد اس سے معمولی چیز حاصل کرنی ہوتی ہے ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔[۱]

روح المعانی، ابن کثیر اور تفسیر بغوی میں ایک اور سبب نزول ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ امرؤالقیس اور حضرمی کے درمیان ایک زمین کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس معاملہ پہونچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرمی سے (جو حضرموت کا رہنے والا تھا۔ جو مدعی تھا اور ضابطہ یہ ہے کہ جو مدعی ہوتا ہے اسکے ذمہ گواہ پیش کرنا لازم ہوتا ہے تو چونکہ مدعی حضرمی تھا) فرمایا کہ تیرے پاس کوئی گواہ ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تو مدعی علیہ کی قسم کے

[۱] معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی ص:۳۱۸ ج:۱/زادالمسیر ص:۴۱۱،۴۱۰ ج:۱/اسباب النزول ص:۶۲/۶۳/ابن کثیر ص:۳۳۰ ج:۱/ المقتطف ص:۳۳۹/۳۴۰ ج:۱/ روح المعانی ص:۲۰۳ ج:۳

موافق فیصلہ ہوگا حضرمی نے کہا کہ میرے پاس تو گواہ نہیں ہے لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر امرؤالقیس میری اس زمین کے سلسلہ میں جو امرؤالقیس کے قبضے میں ہے اگر وہ جھوٹی قسم کھالیتا ہے تو پھر تو میری زمین میرے ہاتھ سے جاتی رہے گی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں معاملہ کچھ ایسا ہی ہے لیکن سنو! جو شخص جھوٹی قسم کھا کر اپنے بھائی کا حق دبانا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریگا کہ اللہ اس سے ناراض ہوں گے اسپر امرؤالقیس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یہی بات ہے تو آپ یہ بتائیں کہ وہ شخص جس نے اسے چھوڑ دیا نہ لیا اور چھوڑنے کو حق سمجھتا ہے تو پھر اسکے لئے کیا بدلہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت! اسپر امرؤالقیس نے کہا کہ میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرمی کی زمین چھوڑ دی اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی (حوالہ سابق)

۹۲- مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: کسی بشر سے یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرما دیں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ کہے گا کہ تم اللہ والے بن جاؤ بوجہ اسکے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اسکے کہ تم پڑھتے ہو۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- یہود و نصاریٰ کے کچھ سرداروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ آپ کو رب مانیں اور آپکو سجدہ کریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی پناہ اس کیلئے مجھے اللہ نے مبعوث ہی نہیں فرمایا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ ہم آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا مناسب ہی نہیں بلکہ جائز بھی نہیں ہے۔ اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- نجران کے نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ ؑ کی

پرستش کی۔ [1]

تفسیر بغوی میں اس طرح منقول ہے:

ان نصاری نجران کانوا یقولون إن عیسی امرھم ان یتخذوہ ربّا فقال اللہ تعالیٰ ما کان لبشر۔

المقتطف ص:۴۴۲ج:۳ روح المعانی ص:۲۰۷ج:۳ وابن کثیر وغیرہ میں یہ بھی وضاحت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم آپ پر سلام اسی طریقہ سے بھیجتے ہیں جس طرح ہم میں سے بعض بعض پر جبکہ آپکی شان تمام لوگوں میں ممتاز ہے اسلئے آپ کیلئے سلام پیش کرنے کا طریقہ بھی ممتاز اور جداگانہ ہونا چاہئے تو کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں جس سے آپکی ذات ممتاز رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن تم اپنے نبی کا اکرام اور ہر شخص کے حقوق کو پہچانو۔ پھر فرمایا کسی کیلئے مناسب نہیں ہے کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو سجدہ کرے دوسری روایت میں **ماینبغی** کے بجائے **لایجوز** ہے اور جہاں پر **ماینبغی** ہے اسکے معنی **مایصح** کے ہیں۔

۹۳- اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَ لَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ خوشی اور مجبوری سے اور سب خدا ہی کی جانب لوٹائے جائیں گے۔

شان نزول: یہود و نصاریٰ میں ایک مرتبہ اس بات میں بحث و مباحثہ ہوگیا کہ بہتر دین کس کا ہے اور دین ابراہیمؑ کے متبع کون ہیں؟ چنانچہ اہل یہود نے کہا کہ بہتر مذہب اس کا ہے کیونکہ وہ دین ابراہیمی پر قائم ہے اور انصاریٰ نے کہا کہ بہتر دین اور مذہب ہمارا ہے کیونکہ ہم دین ابراہیمی کے پیرو ہیں۔ گویا ہر فریق نے اپنے دین کی اولیت بیان کی۔

---

[1] **زادالمسیر ص:۴۱۳ج:۱/اسباب النزول ص:۶۴/ ابن کثیر ص:۳۳۱ج:۱/ معالم التنزیل ص:۳۲۰ج:۱**

اور دوسرے کے مذہب کی تحقیر، یہ دونوں فریق لڑتے جھگڑتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ طلب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں فریق دین ابراہیمؑ سے الگ تھلگ ہو اور دین ابراہیمؑ سے تمہارا دور کا بھی رشتہ نہیں اس پر وہ لوگ غضب ناک ہو گئے اور بول پڑے ہم تمہارے فیصلے سے متفق نہیں ہم تمہارے دین کو نہیں مانتے، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(روح المعانی ص:۱۲۱ / ۲۱۳ج:۳ / معالم التنزیل ص:۲۲۳ج:۱ زادالمسیر ص:۱۶۴ج:۱ / اسباب النزول ص:۶۴)

۹۴- كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۶ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۷ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝۸۸ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۸۹

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اسکے کہ انکو واضح دلائل پہنچ چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگ لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتے ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت بھی ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ ہمیشہ ہمیش کو اسی میں رہیں گے اور ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی ہاں مگر جو لوگ توبہ کرلیں۔ اسکے بعد اور اپنے کو سنواریں سو بیشک خدا بخش دینے والے رحمت کرنے والے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- انصار کا ایک آدمی مرتد ہو گیا اور کفار مشرکین سے جا ملا۔ اس وقت مذکورہ آیت غفورٌ رحیم تک نازل ہوئی پھر اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس آیت کے نزول کی اطلاع دی جس میں بتلایا گیا ہے کہ مرتد ہونے کے بعد اگر کوئی تائب ہو کر اسلام میں داخل ہونا چاہے تو اسکے لئے گنجائش ہے چنانچہ اس شخص نے دوبارہ اسلام قبول کرلیا۔ اور اپنے کئے

ہوئے پرشرمندہ ہوا۔ مفسر قرآن مجاہد وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اسکا نام حارث بن سوید تھا۔

۲- منافقین کے بارہ / ۱۲ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں ابوعامر اوراس کے ساتھی تھے۔ اورقریش مشرکین سے جاملے تھے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ بظاہران لوگوں نے اسلام کا اظہار کیا لیکن حقیقت میں کفر سے وابسطہ تھے۔

۳- اہل یہود کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے توریت کے بیان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو جاننے کے باوجود کفر کیا۔ [۱]

مذکورہ آیت سے پہلے والی آیت یعنی:

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سواکسی دوسرے دین کوطلب کریگا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

شان نزول: اس آیت کا شان نزول بھی وہی ہے جو سابقہ آیت میں گذرا یعنی وہی بارہ افراد جو مرتد ہوکر مدینہ سے مکہ آگئے تھے جس میں حارث بن سوید یا حرث بن سوید نامی انصاری بھی تھا۔ **نزلت فی جماعة ارتدوا وکانوا اثنی عشر رجلا وخرجوا من المدینة وآتوا کفارمکة، منهم الحرث بن سوید الانصاری(روح المعانی ص:۲۱۵ ج:۳)وفی البغوی ومنهم الحارث بن سویدالانصار ی وتفصیل الباقی بمثل السابق) معالم التنزیل ص:۳۲۳ ج:۱)**

۹۰- اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِیۡمَانِہِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُہُمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الضَّآلُّوۡنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور وہی لوگ پکے گمراہ ہیں۔

---

[۱] اسباب النزول ص:۴۵/۴۶/زادالمسیر ص:۴۱۸/۴۱۷ ج:۱/معالم التنزیل ص:۳۲۴/روح المعانی ص:۲۱۶ ج:۳/المقتطف ص:۳۴۴ ج:۱/تفسیر ابن کثیر ص:۳۳۳ ج:۱

شان نزول: یہ آیت یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی یہود نے عیسیٰؑ کی رسالت اور انجیل کا انکار کیا۔ توریت اور موسیٰؑ کا انکار کیا اس کے بعد ان دونوں نے محمد ﷺ کا انکار کیا جبکہ وہ حضور ﷺ کے اوصاف وصفات کو اچھی طرح جانتے تھے پھر اسکے بعد کفر پر بیٹھے جمے رہے اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہو گیا اسی مضمون کو آیت کے اندر بیان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور کفر پر جمے رہے اسکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ (کذا اصرحہ واحدی وبغوی)

۲-عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ کی فتح ملی تو حارث بن سوید نے جو اس سے پہلے مدینہ سے مرتد ہو کر مکہ چلا آیا تھا اور فتح مکہ کے وقت تک باحیات تھا اسی موقع پر دوبارہ اسلام قبول کیا اور انکے گیارہ ساتھی جو انمیں سے مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ چلے گئے تھے فتح مکہ سے قبل ہی انتقال کر چکے تھے اور مرتد ہونے کے نتیجہ میں ایمانی دولت سے ہمیشہ ہمیش کیلئے محروم ہو گئے مذکورہ آیت ان ہی مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی۔ (زاد المسیر وغیرہ)

۳-ابن کثیر میں ہے کہ بعض لوگوں نے اسلام قبول کیا پھر مرتد ہو گئے اس کے بعد اس نے اپنی قوم کے کچھ افراد کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر یہ دریافت کریں کہ ان کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

۹۶-كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: سب کھانے کی چیزیں نزول تورات کے قبل باستثناء اسکے جسکو یعقوبؑ نے اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا بنی اسرائیل پر حلال تھیں فرما دیجئے کہ پھر توراۃ لاؤ پھر اسکو پڑھو اگر تم سچے ہو۔

---

[1] روح المعانی ص:۲۱۸ج: ۳/ زادالمسیرص:۴۱۹ج:۱/معالم التنزیل ص:۳۲۴ج:۱/ المقتطف ص:۳۴۵ج:۱/ابن کثیر ص:۳۳۴ج:۱/اسباب النزول ص:۶۵

شان نزول: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا ملت ابراہیمیؑ پر ہونا باعتبار تمام اصول شرعیہ اور اکثر فروع کے بیان فرمایا تو یہود نے اعتراض کیا کہ آپ اونٹ کا گوشت اور دودھ کھاتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیمؑ پر حرام تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں ان پر حلال تھا یہود نے کہا کہ جتنی چیزیں ہم حرام سمجھتے ہیں یہ سب چیزیں حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ کے وقت سے حرام چلی آئی ہیں یہاں تک کہ ہم پر وہ تحریم پہونچی تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت **كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ** الخ تکذیب یہود کیلئے نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نزول تورات سے قبل باستثناء اسکے یعنی گوشت شتر (اونٹ) کے جسکو حضرت یعقوب نے ایک خاص وجہ سے خود اپنے نفس پر حرام کرلیا تھا اور پھر انکی اولاد پر حرام چلا آیا باقی سب چیزیں خود بنی اسرائیل پر بھی حلال تھیں۔

دراصل اس میں قصہ یہ ہوا کہ حضرت یعقوبؑ کو عرق النساء کا مرض تھا آپ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے شفاء دیں تو سب سے زیادہ جو کھانا مجھے پسند ہے اسکو چھوڑ دوں گا ان کو شفاء ہوگئی اور سب سے زیادہ محبوب کھانا آپکو اونٹ کا گوشت تھا چناں چہ اسکو ترک فرمادیا (**اخرجه الحاكم وغيره بسند صحيح عن ابن عباس كذا في روح المعاني واخرجه الترمذي في سورة الرعد مرفوعاً**) پھر یہی تحریم جو نذر سے ہوئی تھی بنی اسرائیل میں بحکم وحی باقی رہی اور معلوم ہوتا ہے کہ انکی شریعت میں نذر سے تحریم بھی ہوجاتی ہوگی جس طرح ہماری شریعت میں مباح کا ایجاب ہوجاتا ہے مگر تحریم کی نذر جو درحقیقت یمین ہے ہماری شریعت میں جائز نہیں بلکہ اس میں قسم توڑنا پھر اسکا کفارہ دینا واجب ہے۔ **کما قال اللہ تعالیٰ لم تحرم ما احل اللہ لک الآیۃ**۔ اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے۔ [1]

۹۷- اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

[1] معارف القرآن ص:۱۱۳ ج:۲، المقتطف ص:۳۴۷ ج:۱/زاد المسیر ص:۴۲۲ ج:۱/معالم التنزیل ص:۳۲۶ ج:۱/اسباب النزول ص:۶۵ روح المعانی ص:۲ ج:۴/ابن کثیر ص:۳۳۵ ج:۱

ترجمہ: یقینا وہ مکان جوسب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جسکی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

شان نزول: ابن جریج کا بیان ہے کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ مسلمان اور یہود اپنے اپنے قبلہ کے بارے میں فخریہ بیان کرتے تھے چنانچہ یہود نے کہا کہ بیت المقدس بیت اللہ سے کئی درجہ بڑھا ہوا ہے کیونکہ بیت المقدس جس سرزمین پر ہے اسکی جانب تمام انبیاء نے ہجرت کی اور یہ مقدس زمین ہے اور مسلمانوں نے کہا کہ نہیں کعبہ بیت المقدس سے کئی درجہ بڑھا ہوا ہے چنانچہ یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہونچ گئی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ سے فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ تک۔ [1]

ابن کثیر میں ہے کہ یہود ونصاریٰ اپنے تئیں یہ سمجھتے تھے کہ وہی صحیح دین پر قائم ہے اور انہی کا قبلہ بیت المقدس قبلہ بننے کا مستحق ہے اور اس کی طرف لوگوں کو حج کرنے کیلئے بلاتے تھے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: اول اسلئے کہ وہ دنیا کی تمام سچی عبادتگاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے دوسرے یہ کہ وہ برکت والا ہے تیسرے یہ کہ وہ پورے جہاں کیلئے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہے۔

۹۸- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۰ وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۰۱

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم کہنا مانو گے کسی فریق کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان پیچھے کافر بنادیں گے۔ اور تم کفر

---

[1] روح المعانی ص:۴ج:۴/ زادالمسیر ص:۴۲۴ج:۱/تفسیر بغوی ص:۳۲۷ ج:۱/ اسباب النزول ص:۶۵/المقتطف ص:۳۴۸ج:۱/ابن کثیر ص:۳۳۶ج:۱

کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم کو اللہ کے احکام پڑھکر سنائے جاتے ہیں اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی جانب ہدایت کیا جاتا ہے۔

شان نزول: مذکورہ دونوں آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ ایک یہودی سماس بن قیس (کما صرحہ جوزی) یا شاش بن قیس تھا (کما صرحہ الواحدی) مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا اس نے ایک مجلس میں انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کو ایک جگہ مجتمع و متفق دیکھا تو حسد سے بےچین ہو گیا اور ان میں تفریق ڈالنے کی فکر میں لگا آخر یہ تجویز کی کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے جو ایک بڑی جنگ عرصہ دراز تک رہ چکی ہے اور اس کے متعلق فریقین کے فخر یہ اشعار ہیں وہ اشعار ان کی مجلس میں پڑھ دیئے جائیں، چنانچہ اشعار کا پڑھنا تھا فوراً ایک آگ سی بھڑک اٹھی، اور آپس میں چناں چنیں ہونے لگیں، یہاں تک کہ موقع اور وقت لڑائی کا مقرر ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا اندھیر ہے اور یہ کیا جہالت ہے کیا تم اسی حالت میں کفر کی طرف عود کرنا چاہتے ہو سب متنبہ ہوئے اور سمجھا کہ یہ شیطانی حرکت تھی ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے چناں چہ توبہ کے اس واقعہ میں مذکورہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ [1]

۹۹- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۞

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جو ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس

---

[1] **اسباب النزول ص: ۶۷/۶۶ زاد المسیر ص: ۴۳۱ ج: ۱/ معارف القرآن ص: ۱۲۳ ج: ۲/ روح المعانی ص: ۱۶ ج: ۴/ معالم التنزیل ص: ۳۳۱ ج: ۱/ المقتطف ص: ۳۵۱ ج: ۱**

طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسکو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈالدی سو تم خدائے تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ راست پر رہو۔

شان نزول: مذکورہ یہ چند آیتیں بھی اسی وقت نازل ہوئیں جس وقت اوس اور خزرج میں ایک بدطینت یہودی کے نتیجہ میں حرب وکرب کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے مقام حرب پر پہونچ کر صلح صفائی کرادی تھی جس کا تفصیلی تذکرہ اس سے پہلے والی آیت میں ابھی گذرا حوالے بھی سابق میں مذکور ہو چکے ہیں۔ **فلینظر ثمّہ**

۱۰۰- كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کیلئے زیادہ اچھا ہوتا ان میں سے تو بعضے مسلمان ہیں اور ان میں سے زیادہ تر کافر ہیں۔

شان نزول: مالک بن ضیف اور وہب بن یہودا یہ دونوں یہودی تھے۔ ان دونوں نے عبداللہ بن مسعودؓ اور سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ اور ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ سے کہا کہ ہمارا دین اس دین سے بہتر ہے جس دین کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور جس کی اتباع کرنے کی ہمیں دعوت دیتے ہو اور ہم تم سے افضل ہیں اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زادالمسیر ص:۴۳۸ج:۱/اسباب النزول ص:۶۷ معالم التنزیل ص:۳۴۲/روح المعانی ص:۲۷ج:۴)

فائدہ: اس آیت سے مخاطب کی مراد میں چار اقوال ہیں ۱-اہل بدر ۲-مہاجرین ۳-تمام صحابہ ۴-محمدؐ کی تمام امت (زادالمسیر ص:۴۳۸) تفسیر کبیر میں مالک بن صیف

صاد کیساتھ ہے ممکن ہے نقطہ کے ہیر پھیر کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔

۱۰۱- لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَ اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: تم کو ہرگز کوئی ضرر نہ پہونچا سکیں گے مگر ذرا ہلکی سی اذیت اور اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر کسی طرف سے ان کی امداد بھی نہ ہو گی۔

شان نزول: یہود کے سردار کعب اور ابو رافع، بن صوریہ، ابو یاسر، نعمان یہ لوگ عبداللہ بن سلام اور ان کیساتھیوں کے پاس آئے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اور تکلیف دینے کی وجہ بس یہ تھی کہ یہ لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ [1]

۱۰۲- لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَ ھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَ اُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: یہ سب برابر نہیں ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہے جو اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتی ہے اور وہ نماز بھی پڑھتی ہے، اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتی ہے۔ اور نیک کام بتلاتی ہے اور بری باتوں سے روکتی ہے اور نیک کاموں کی طرف دوڑتی ہے اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں سے ہیں اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کئے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔

---

[1] زادالمسیر فی علم التفسیر للجوزی ص:۴۴۰ ج:۱/اسباب النزول ص:۶۸/ روحالمعانی ص:۲۹ ج:۴، معالم التزیل ص:۳۴۲ ج:۱

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دوقول ہیں۔

۱-جماعت یہود میں سے جب عبداللہ بن سلام اور ثعلبہ بن سعنہ اوراسد بن عبید وغیرہ جب مسلمان ہو گئے تو یہود کے علماء نے کہا کہ محمدؐ پر جولوگ بھی ایمان لائے ہیں وہ ہماری جماعت کے گھٹیا افراد ہیں اور ہماری جماعت کے شری لوگ ہیں اسوقت مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

۲-ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز کو اتنا موخر کردیا کہ ثلث لیل گذرنے کو تھی پھر مسجد میں آئے صحابہ کرام انتظار فرما رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسوقت یہ ارشاد فرمایا کہ اسوقت اوراس گھڑی میں تمہاری جماعت کے علاوہ کوئی بھی اللہ کا ذکر نہیں کررہی ہے خواہ وہ کسی جماعت یا کسی بھی ادیان ومذاہب اورملل سے تعلق رکھتے ہوں اس وقت مذکورہ آیتیں نازل ہوئیں۔[1]

فائدہ: آیت کے معنی میں دوقول ہیں۔

۱-محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور یہود برابر نہیں ہوسکتے۔

۲-یہود کے تمام افراد برابر نہیں ہوسکتے بلکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے حکم پر قائم ہیں جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ (زادالمسیر ص:۴۴۲ ج:۱) حاصل آیت کا مدح ہے ان لوگوں کی کہ انہوں نے ان صفات کو اختیار کیا جو اس امت کی خیریت کے اسباب ہیں۔(بیان القرآن ص:۹۴ ج:۲)

۱۰۳- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنوں کے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ہیں، اور تمہاری

[1] زادالمسیر ص:۴۴۱/۴۴۲ ج:۱/اسباب النزول ص:۶۸ معالم التنزیل ص:۳۴۳ ج:۱ روح المعانی ص:۳۳ ج:۴

مضرت کی تمنا رکھتے ہیں، واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

شان نزول: مسلمان منافقین سے رواداری برتتے اور اچھا سلوک کرتے، اور جب ملاقات ہوتی تو مصافحہ کرتے اور ہاتھ ملاتے اور یہی معاملہ مسلمانوں کا یہودیوں کیساتھ تھا جن سے مسلمانوں کا معاہدانہ تعلق تھا اور بعض سے رضاعتانہ اور بعض سے پڑوسانا جسکے نتیجہ میں ان کیساتھ حسن سلوک کرتے اور صدقہ خیرات کرتے اور ہر اچھے امور میں ان کا خیال کرتے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں مسلمانوں کو انکے ساتھ حسن سلوک اور ربط وضبط اور ان کیساتھ صلہ رحمی کرنے سے منع فرمایا۔ [1]

۱۰۴- وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: اور جب کہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کیلئے مقامات پر جمارہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے سب جان رہے تھے۔

شان نزول: عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا کہ غزوۂ احد سے متعلق جو آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ سے یعنی نمبر ۱۲۱ تا ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ الخ ۱۵۴/ تک نازل ہوئی ہیں۔

غزوۂ احد کا تفصیلی قصہ اس طرح ہے

آیت مذکورہ کی تفسیر سے قبل ضروری ہے کہ غزوۂ احد کے واقعاتی پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر قریشی فوج اور مسلمانوں میں جنگ ہوئی جس میں کفار مکہ کے ستر افراد مارے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ اس تباہ کن اور ذلت

---

[1] زادالمسیر ص:۴۴۶ج:۱/اسباب النزول ص:۶۸ معالم التنزیل ص:۳۴۴ج:۱ المقتطف ص:۲۶۱/۳۶۳ج:۱/روح المعانی ص:۳۷ج:۴

آمیز شکست سے جو حقیقتاً عذاب الٰہی کی پہلی قسط تھی قریش کا جذبہ انتقام بھڑک اٹھا جو سردار مارے گئے ان کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لیں گے ہم چین سے نہ بیٹھیں گے اور اہل مکہ سے اپیل کی کہ ان کا تجارتی قافلہ جو مال شام سے لایا ہے وہ سب اس مہم پر خرچ کیا جائے تا کہ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں سب نے منظور کرلیا اور ۳ھ میں قریش کے ساتھ بہت سے دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نکل پڑے حتی کہ عورتیں بھی ساتھ آئیں تا کہ موقع آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح آراستہ ہو کر مدینہ سے تین چار میل احد کے قریب خیمہ زن ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ کیا اور آپ کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ بہت آسانی و کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے یہ پہلا موقع تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو بظاہر مسلمانوں میں شامل تھا اس سے بھی رائے لی گئی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کے موافق تھی مگر بعض پر جوش مسلمان جنہیں بدر میں شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوق شہادت سے بے چین تھے، مصر ہو گئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے، تا کہ دشمن ہمارے بارے میں بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے کثرت رائے اسی طرف ہو گئی۔

اس عرصہ میں آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر آئے تو اس وقت بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم نے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر جنگ کرنے پر مجبور کیا یہ غلط ہوا، اس لئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ کا منشاء نہ ہو تو یہیں تشریف رکھئے فرمایا ''ایک پیغمبر کو سزاوار نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے، اور ہتھیار لگا لے، پھر بدون قتال کئے ہوئے بدن سے اتار لے'' اس جملہ میں نبی اور غیر نبی کا فرق واضح ہو رہا ہے کہ نبی کی ذات سے کبھی کمزوری کا اظہار نہیں ہو سکتا اور اس میں امت کیلئے بھی ایک بڑا سبق ہے۔

جب آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کیساتھ تھے

مگر عبداللہ بن ابی منافق وہ اپنے تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر راستہ سے یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ جب میرا مشورہ نہ مانا اور دوسرے کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑنے کی ضرورت نہیں کیونکر ہم اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں اس کے ساتھیوں میں زیادہ تو منافقین ہی تھے مگر بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آ کر ساتھ لگ گئے تھے۔

آخر آپ کل سات سو ساتھیوں کی جمعیت لے کر میدان جنگ میں پہنچ گئے آپ نے بنفس نفیس فوجی قاعدہ سے صفیں ترتیب دیں، صف آرائی اس طرح کی کہ احد کو پشت کی جانب رکھا اور دوسرے انتظامات اس طرح کئے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو علم (جھنڈا) عنایت کیا، اور حضرت زبیر بن عوام کو رسالہ کا افسر مقرر کیا، حضرت حمزہؓ کو اس حصہ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے۔ پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے آئے اسلئے پچاس تیراندازوں کا دستہ متعین کیا اور حکم دیا کہ وہ پشت کی جانب ٹیلہ پر حفاظت کا کام سرانجام دیں لڑنے والوں کی فتح وشکست سے تعلق نہ رکھیں اور اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ عبداللہ بن جبیرؓ ان تیراندازوں کے افسر مقرر ہوئے قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اسلئے انہوں نے بھی ترتیب سے صف آرائی کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صف آرائی اور فوجی قواعد کے لحاظ سے نظم وضبط کو دیکھ کر کے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے رہبر کامل، مقدس نبی ہونے کے ساتھ سپہ سالار اعظم ہونے کے لحاظ سے بھی بے نظیر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس انداز میں مورچے قائم کئے اور لڑائی کا نظم قائم کیا اسوقت کی دنیا اس سے نا آشنا تھی۔ اور آج جبکہ فن حرب ایک مستقل سائنس کی حیثیت اختیار کر گیا ہے وہ بھی آپ کے فوجی قواعد اور نظم وضبط کو سراہتا ہے اسی حقیقت کو دیکھ کر ایک مسیحی مؤرخ بول اٹھا!

''برخلاف اپنے مخالفین کے جو محض ہمت وشجاعت ہی رکھتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہنا چاہئے کہ فن حرب وکرب کی بھی نئی راہ نکالی، مکہ والوں کی بے دھڑک اور اندھادھند لڑائی کے مقابلہ میں خوب دور اندیشی اور سخت قسم کے نظم وضبط سے کام لیا۔

یہ الفاظ بیسوی صدی کے ایک مؤرخ ''ٹام انڈر'' کے ہیں جو اس نے ''لائف آف

محمدؐ'' میں بیان کئے ہیں۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی ابتداءً مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں ابتری پھیل گئی مسلمان سمجھے کہ فتح ہوگئی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے ادھر جن تیراندازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پشت کی جانب حفاظت کیلئے بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آنے لگے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تاکیدی حکم یاد دلا کر روکا مگر چند آدمیوں کے سوا دوسروں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی تعمیل تو موقت تھی اب ہمیں سب کیساتھ مل جانا چاہئے اس موقع سے خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہ تھے اور اس وقت لشکر کفار کے رسالہ کی کمان کررہے تھے بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر عقب کے درہ سے حملہ کردیا عبداللہ بن جبیر اور انکے قلیل ساتھیوں نے اس حملہ کو ہمت وشجاعت سے روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کرسکے اور یہ سیلاب یکا یک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہوگئے اس طرح لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا اور مسلمان اس غیر متوقع صورت حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ان کا ایک بڑا حصہ پراگندہ ہوکر میدان سے چلا گیا تاہم کچھ صحابہؓ ابھی تک میدان میں ڈٹے ہوئے تھے اتنے میں کہیں سے یہ افواہ اڑ گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید ہوگئے اس خبر نے صحابہ کرام کے رہے سہے ہوش وحواس بھی گم کردیئے اور باقی ماندہ لوگ بھی ہمت ہار کر بیٹھ گئے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد وپیش صرف دس بارہ جاں نثار رہ گئے تھے آپ خود بھی زخمی ہوگئے تھے شکست کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی کہ عین وقت پر صحابہؓ کرام کو معلوم ہوگیا کہ آنحضرتؐ بسلامت پہاڑی کی طرف تشریف لے گئے اس شکست کے بعد مسلمان حد درجہ پریشان رہے اور یہ عارضی شکست چند اسباب کا نتیجہ تھی قرآن مجید نے ہر سبب پر جچے تلے الفاظ میں تبصرہ کیا اور آئندہ تک کیلئے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی اس واقعہ کی تفصیل میں کچھ ایسے واقعات ہیں جو اپنے اندر عظیم سبق لئے ہوئے ہیں اور اس میں تمام مسلمانوں کیلئے موعظت ونصیحت کے جواہر پارے مخفی ہیں۔

۱-پہلی بات جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کفار قریش اس جنگ میں عورتوں کو بھی لائے تھے تاکہ وہ مردوں کو پسپائی سے روک سکیں نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ عورتیں ہندہ زوجہ ابی سفیان کی سربراہی میں اشعار گا کر مردوں کو جوش دلا رہی ہیں۔

ان تقبلوا نعانق، ونفرش لنمارق

او تدبروا الغارق، فراق وامق

''مطلب یہ تھا کہ اگر مقابلہ پر ڈٹے رہے اور فتح یابی ہوئی تو ہم تم کو گلے لگائیں گے اور تمہارے لئے نرم بستر بچھائیں گے لیکن اگر تم نے پیٹھ موڑی تو ہم تم کو بالکل چھوڑ دیں گے۔''

اور خاتم الانبیاء ﷺ کے زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

اللھم بک اصول وفیک

اقاتل حسبی اللہ ونعم الوکیل

''اے اللہ میں تجھ ہی سے قوت حال کرتا ہوں اور یترے ہی نام سے حملہ کرتا ہوں اور تیرے ہی دین کیلئے قتال کرتا ہوں اللہ کافی ہے اور بڑا کارساز ہے''

اس دعا کا ایک ایک لفظ تعلق مع اللہ کی تاکید اور مسلمانوں کے تمام افعال واعمال حتی کہ جنگ وقتال کو بھی دیگر اقوام کے جنگ وقتال سے ممتاز کر رہا ہے۔

۲-دوسری بات! قابل غور یہ ہے کہ اس غزوہ میں بعض صحابہ نے شجاعت وبہادری، جاں نثاری اور فدائیت کے وہ نقوش چھوڑے کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے حضرت ابودجانہ نے اپنے جسم کو حضور ﷺ کیلئے ڈھال بنالیا تھا کہ ہر آنے والا تیر اپنے سینے پر کھاتے تھے حضرت طلحہ نے بھی اسی طرح اپنے بدن کو چھلنی کرالیا تھا لیکن حضور ﷺ کی رفاقت کو نہیں چھوڑا حضرت انس بن مالک ؓ کے چچا حضرت انس بن النظر ؓ جنگ بدر سے غیر حاضر رہے تھے اسلئے ان کو اس کا افسوس تھا آرزو کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں اگر کوئی موقع ہاتھ آیا تو اپنے دل کی حسرت پوری کرونگا۔ جب کچھ دنوں کے بعد جنگ احد کا واقعہ پیش آیا تو انس بن النظر ؓ شریک ہوئے مسلمان جب منتشر ہو گئے

تھے اور کفار مکہ کا سیلاب امنڈ رہا تھا تو یہ اپنی تلوار لیکر آگے بڑھے اتفاقاً حضرت سعدؓ سے ملاقات ہوئی سعدؓ بھی منتشر ہونے والوں میں جارہے تھے پکار کر کہا، سعد! کہاں چلے جارہے ہو میں تو احد کے اس دامن میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں یہ کہہ کر آگے بڑھے اور شدید قتال کے بعد اپنی جان جہاں آفریں کے سپرد کر دی (ابن کثیر)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان منتشر ہوگئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف گیارہ حضرات رہ گئے تھے، جن میں حضرت طلحہؓ بھی تھے کفار قریش کا سیلاب امنڈ رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ان کی خبر لیگا؟ حضرت طلحہؓ بول اٹھے ''میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دوسرے صحابی نے کہا میں یارسول اللہ'' انصاری کو آپ نے جانے کا حکم دیا وہ قتال کے بعد شہید ہوگئے اسکے بعد ایک رملہ آگیا آپ نے پھر وہی سوال کیا حضرت طلحہؓ نے وہی جواب دیا اور بے تاب ہو رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں تو میں آگے بڑھوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر کسی دوسرے صحابی کو بھیج دیا اور حضرت طلحہؓ کی تمنا پوری نہ ہوئی اسی طرح سات بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اور ہر مرتبہ طلحہؓ کو اجازت نہیں دی گئی اور دوسرے صحابی کو اجازت دی جاتی تھی وہ شہید ہوجاتے تھے۔

جنگ بدر میں باوجود قلت تعداد کے مسلمانوں کو فتح ہوئی، غزوۂ احد میں بدر کی نسبت کثرت تھی، پھر بھی شکست ہوئی اس میں بھی مسلمانوں کیلئے عبرت ہے کہ مسلمانوں کو بھی کثرت ساز وسامانی پر نہیں جانا چاہئے بلکہ فتح کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھے اور اسی پر اپنے تعلق کو مضبوط رکھے۔ (معارف القرآن ص: ۱۶۳ / ۱۶۴ / ۱۶۵ / ۱۶۶ / ۱۶۷ / ج: ۲)

۱۰۵- لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو متوجہ ہو جائیں یا ان کو کوئی سزا دیں کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دندان مبارک جو کہ سامنے کے دو اوپر دو نیچے کے داتوں کی کروٹوں میں چار دانت ہوتے ہیں

دو اوپر دائیں بائیں اور دو نیچے دائیں بائیں ان چاروں میں نیچے داہنی طرف کا دانت شہید ہوگیا اور چہرہ مبارک مجروح ہوگیا تو آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات آگئے کہ ایسی قوم کو کیسے فلاح ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا کیا، حالانکہ وہ نبی ان کو خدا کی طرف بلا رہا ہے۔ اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

بخاری سے ایک قصہ اور بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے بعض کفار کیلئے بددعا بھی فرمائی تھی اس پر اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی جس میں رسول اللہ کو صبر وتحمل کی تعلیم دی گئی ہے۔ [1]

۲- حضورؐ نے منافقین کی ایک جماعت پر لعنت فرمائی اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو برا بھلا کہنے کا ارادہ کیا جنکی وجہ سے غزوۂ احد میں شکست ہوئی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی چنانچہ آپ اس سے رک گئے۔

۴- اہل صفہ میں سے ستر آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قبیلوں کے پاس روانہ کیا تاکہ ان کو اسلام کی تعلیم دیں وہ دو قبیلے عصیہ اور ذکوان تھے جو قبیلۂ بنی سلیم کے تھے ان لوگوں نے تمام اہل صفہ کو قتل کر دیا جس کے نتیجہ میں چالیس روز تک رسول اللہ نے ان کیلئے بددعا فرمائی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت حمزہؓ کو مثلہ کی شکل میں دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا میں بھی ان کا اسی طرح مثلہ کروں گا اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی (**زادالمسیر ص:۴۵۶/۴۵۷ ج:۱/ ھکذا صرحہ ایضاعلامۃ آلوسی فی روح المعانی والواحدی ایضاً فی اسباب النزول وایضافی ابن کثیروغیرہ**) اس کے علاوہ اور بھی سبب نزول ذکر کئے گئے ہیں جس میں نام بہ نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی **ھذا صرّحہ بغوی وابن کثیر وغیرہ۔**

سبب نزول نمبر ۴ کی تفصیل اس طرح ہے کہ ابو براء عامر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

---

[1] بیان القرآن ملخصاًومعارف القرآن ۱۷۴/۱۷۵ ج:۲/ ابن کثیر ۳۵۴ ج:۱ المقتطف ص:۳۶۷ ج:۱/ روح المعانی ص:۵۰ ج:۴/ زادالمسیر ص:۴۵۶ ج:۱ معالم التنزیل ص:۳۵۰ ج:۱/اسباب النزول ص:۶۹

میں آیا اور عرض کیا کہ اہل نجد کی تعلیم وہدایت کیلئے کچھ منادی کرنے والے میرے ساتھ بھیج دیجئے اسکا بھتیجہ نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا کہ منادی کرنے والوں کی حفاظت کی جائے گی نبی کریمؐ نے منذر بن عمرو انصاری کو مع ستر صحابہ کے جو قراء فضلاء ومنتخب بزرگوار تھے۔اس کیساتھ کر دیا جب وہ بیر معونہ پر جا پہونچے جو بنی عامر کا علاقہ تھا تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبوی دیکر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا جبار بن سلمہ ایک شخص تھا جس نے حاکم کے اشارے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا تھا جو چھاتی سے صاف نکل گیا تھا انہوں نے گرتے ہوئے کہا **فزت ورب الکعبہ** قسم ہے کعبہ کے رب کی میں اپنی مراد کو پہونچ گیا قاتل پر اس فقرے کا ایسا اثر ہوا کہ وہ نبیؐ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا کعب بن زید جو تشنگان خنجر کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچائی۔

(رحمت للعالمین ص: ۱۱۴ ج:۱ / روح المعانی ص: ۵۰ ج: ۴)

۱۰۶- وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ: اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات کا نقصان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے بھی ہیں ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ انکے نیچے سے نہریں چلتی ہونگی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہونگے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱-ایک صحابی جو کھجور کی خرید وفروخت کیا کرتے تھے ایک دن اسکے یہاں ایک عورت کھجور خریدنے کیلئے آئی یہ اسے اچھی لگی، اسنے اسے سینے سے چمٹالیا اور بوسہ بھی لیا پھر اپنے فعل پر نادم اور شرمندہ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲-دوصحابی جن میں سے ایک انصاری تھے اور ایک ثقفی، ان دونوں میں مواخاتی رشتہ تھا اور دونوں میں بڑی الفت ومحبت تھی ہر جگہ آنا جانا ساتھ ہی ساتھ ہوتا تھا ایک مرتبہ ثقفی صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں چلے گئے اور اپنے اہل وعیال کی دیکھ ریکھ انصاری صحابی کے سپرد کردی انصاری صحابی ثقفی صحابی کے گھر اشیاء ضروریہ کے فراہم کرنے کیلئے آجایا کرتے تھے ایک دن جب انصاری اپنے دوست صحابی کے گھر آئے توان کی بیوی غسل کر کے فارغ ہوئی تھی اور بال بکھرے ہوئے تھے اور غسل کے بعد ویسے بھی چہرہ کا حسن کچھ زیادہ ہی ہوجاتا ہے انصاری صحابی کو اپنے دوست کی بیوی اس حالت میں بہت اچھی لگی اور دل میں برائی کا ارادہ پیدا ہوا چنانچہ اپنے دوست صحابی کی بیوی پر ٹوٹ پڑے اور بوسہ کا ارادہ کیا لیکن ثقفی کی بیوی نے اپنے چہرہ پر ہاتھ رکھ لیا اس نے ہاتھ ہی کا بوسہ لے لیا۔ پھر اپنے فعل پر نادم اور شرمندہ ہوا اور وہاں سے ہٹ گیا ثقفی صحابی کی بیوی نے کہا واہ صاحب! آپنے تو خیانت کی ہے اور اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور مقصد بھی حل نہ ہوا۔

''سوائے رسوائے غم دل نہ کوئی نتیجہ نہ کوئی حاصل''

شرمندہ ہونے کے نتیجہ میں یہ شخص پہاڑ کے ایک دامن میں جا کر، اللہ اللہ اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے میں اور گناہوں سے توبہ کرنے میں مشغول ہوگیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد اسکے دوست ثقفی جہاد سے واپس آئے تو ان کو اہل خانہ نے اپنے تمام قصہ سے واقف کرایا۔ اسکے بعد ثقفی اپنے دوست کی طلب میں نکلے بڑی جستجو کے بعد اسے ایک جگہ پایا کہ وہ سجدہ کی حالت میں تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میرا گناہ جو میں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا ہے معاف کردے صحابی نے کہا او میرے بھائی! اس

حالت میں کب تک رہو گے، بہتر صورت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں چلکر اپنے گناہ وجرم کے بارے میں دریافت کرو تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی صورت اور سبیل توبہ کی نکال دے، چنانچہ انصاری صحابی اپنے دوست کی بات مانتے ہوئے انکے ساتھ ہو لئے اور خدمت اقدس میں حاضری دی، اسکے بعد ایک دن عصر کی نماز کے وقت حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور مذکورہ آیت کی تلاوت عاملین تک فرمائی۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ آیت اس انصاری شخص ہی کیساتھ خاص ہے یا تمام لوگوں کیلئے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تمام لوگوں کیلئے ہے۔

۳-حضرات صحابہ کرام نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ہم سے تو اچھے بنی اسرائیل ہیں کہ جب بنی اسرائیل میں سے کوئی گناہ کرتا تو گناہ کا کفارہ اسکے دروازہ پر صبح سویرے آویزاں ہوتا کہ اس جرم کی سزا ناک یا کان کاٹنا ہے اور ایسا ایسا کرنا ہے آنحضرت ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے اسکے بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دوکاندار نے کہا کہ اچھا کھجور اندر ہے تو وہ اندر گئی، اور پھر وہ کچھ ہوا جو مذکور ہوا۔ (زادالمسیر)

۱۰۷- وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾

ترجمہ: اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور آخر تم ہی غالب رہو گے اگر تم پورے مؤمن رہے۔

شان نزول: غزوۂ احد میں مسلمانوں کی بعض کوتاہی کے سبب ابتدائی فتح کے بعد پھر مسلمانوں کو شکست ہوئی، ۶۵ / انصار صحابہ شہید ہوئے اور پانچ مہاجرین یعنی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور مصعب بن عمیر وغیرہ اور حضور ﷺ کو زخم آئے اس عارضی شکست کے تین اسباب تھے۔

پہلا یہ کہ حضور ﷺ نے جو حکم تیر اندازوں کو دیا تھا وہ بعض اسباب سے ان پر قائم

[۱] اسباب النزول ص: ۸۰/۸۱ روح المعانی ص: ۵۹/۶۰ ج: ۴/زادالمسیر ص: ۴۶۱-۴۶۲ ج: معالم التنزیل ص: ۳۵۲

نہ رہ سکے کیونکہ اس بارے میں کئی رائے ہوگئیں، کوئی کہتا تھا کہ ہم کو یہیں جمے رہنا چاہئے اکثر نے کہا کہ اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی چل کر سب کے ساتھ غنیمت حاصل کرنے میں لگنا چاہئے تو پہلا سبب آپس کا جھگڑا تھا۔ دوسرا سبب یہ ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی تو مسلمانوں کے قلوب میں کمزوری پیدا ہوگئی، جس کا نتیجہ بزدلی اور کم ہمتی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

تیسرا سبب جوان دونوں سببوں سے زیادہ اہم تھا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں اختلاف پیش آیا یہ تین لغزشیں مسلمانوں سے ہوگئی تھیں جن کی بناء پر انکو عارضی شکست ہوئی یہ عارضی شکست اگرچہ انجام کار فتح میں تبدیل ہوچکی تھی لیکن مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور تھے ان کے بڑے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے پڑی تھیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اشقیاء نے مجروح کردیا تھا شدید یاس کا ہجوم تھا اور اپنی ان لغزشوں کا بھی شدید صدمہ تھا اب یہاں دو چیزیں پیدا ہوچکی تھیں ایک تو گذشتہ باتوں کا رنج وغم، دوسری چیز جس کا خطرہ تھا وہ یہ کہ مسلمان آئندہ کیلئے کہیں کمزور نہ ہوجائیں اور اقوام عالم کی امامت کا جو فریضہ ان پر عائد ہے اسمیں ضعف نہ پیدا ہوجائے اسلئے ان دونوں کمزوریوں کا دروازہ بند کرنے کیلئے قرآن کریم کا یہ ارشاد نازل ہوا جو مذکور ہوا۔

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا یعنی تم آئندہ کیلئے کمزوری اور سستی اپنے پاس نہ آنے دو اور گزشتہ پر رنج وملال نہ کرو اور انجام کار تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ ایمان وایقان کے راستے پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے وعدے پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔

مطلب یہ تھا کہ گزشتہ باتیں اور لغزشیں جو ہوچکی ہیں ان پر رنج وغم میں اپنا وقت اور توانائی صرف کرنے کے بجائے مستقبل میں اپنے کام کی درستگی کی فکر کرو اور اسے کامیاب بناؤ۔ ایمان وایقان، اطاعت رسول، درخشاں مستقبل کا ضامن ہے۔ ان کو ہاتھ سے نہ جانے دو آنجام کار تم ہی غالب رہو گے۔

اس قرآنی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور مردہ جسموں میں تازہ روح

پھونک دی، غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی کس طرح تربیت واصلاح فرمائی اور ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کو ایک ضابطہ اور اصول دے دیا کہ ماضی میں فوت شدہ امور پر رنج وملال میں وقت صرف کرنے کے بجائے آئندہ کیلئے قوت وشوکت کے اسباب بہم پہنچائیں اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلادیا گیا کہ غلبہ وبلندی حاصل کرنے کیلئے صرف ایک ہی چیز اصل ہے یعنی ایمان اور اسکے تقاضے کو پورا کرنا۔ ایمان کے تقاضے میں وہ تیاریاں بھی داخل ہیں جو جنگ کے سلسلے میں کی جاتی ہیں یعنی آہنی فوجی قوت کا استحکام اور سامان جنگ کی بہم رسانی اور ظاہری اسباب سے بقدر وسعت آراستہ و مسلح ہونا اور غزوۂ احد کے واقعات اوّل سے آخر تک ان تمام امور کیلئے شاہد ہیں۔ [1]

۱۰۸- اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۴۰﴾

ترجمہ: اگر تم کو زخم پہونچ جاوے تو اس قوم کو بھی ایسے ہی زخم پہونچ چکے ہیں اور ایام کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیویں اور یہ کہ تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔

شان نزول: غزوۂ احد کے نقصانات میں بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیرؓ جو مدینہ منورہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس وخزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے شہید ہوئے۔ ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا اسی روز اس کے بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اناللہ پڑھا اور بھائی کے حق میں دعاء کی، پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہوگیا ہے یہ

[1] معارف القرآن ص:۱۹۴/۱۹۳ ج:۲/ روح المعانی ص:۶۶ ج:۴/ زادالمسیر ص:۴۶۵ ج:۱ معالم التنزیل ص:۳۵۵ ج:۱/اسباب النزول ص:۷۱ غزوۂ احد کے تفصیلی قصہ کیلئے دیکھئے رحمت للعالمین ص:۱۰۸ تا ۱۱۱ ج:۱/زادالمعاد ص:۱۹۲ تا ۲۱۱ ج:۳/عربی لابن قیم الجوزیہ

سنکر اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اسی طرح تمہیں اپنے رسول سے محبت کی ضرورت ہے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب النزول ص: ۱۷ زاد المسیر ص: ۶۶۴ ج: ۱)

فائدہ: اس آیت میں حضرت حمنہ بنت جحش اور دوسرے شرکاء غزوۂ احد کو ایک دوسرے انداز میں تسلی اور دلاسا دیا گیا ہے کہ اگر اس لڑائی میں تم کو یا تمہارے متعلقین کو زخم پہونچے تکلیف اٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریق مقابل کو بھی پیش آچکے ہیں۔ اگر احد میں تمہارے ستر آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے تو ایک سال پہلے انکے ستر آدمی جہنم رسید اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں اور خود اس لڑائی میں بھی ان کے بہت سارے آدمی ابتداً مقتول و مجروح ہوئے۔

اسکے ساتھ ہی اس آیت میں ایک اہم ضابطہ اور اصول کی طرف بھی رہنمائی فرمائی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عادت اس عالم میں یہی ہے کہ وہ سختی، نرمی، دکھ، سکھ، تکلیف راحت کے دنوں کو لوگوں میں ادل بدل کرتے رہتے ہیں اگر کسی وجہ سے باطل طاقت کو عارضی فتح و کامرانی حاصل ہو جائے تو جماعت حقہ کو اس سے بددل نہ ہونا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہمکو اب ہمیشہ شکست ہی ہوا کرے گی۔ بلکہ ان شکست کے اسباب کا پتہ لگا کر ان اسباب کا تدارک کرنا چاہئے۔ انجام کار فتح جماعت حقہ کو ہی نصیب ہوگی۔

(معارف القرآن ص: ۱۹۳ تا ۱۹۵ ج: ۲)

۱۰۹- وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہی تو ہیں۔ آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گذر

چکے ہیں سواگر آپکا انتقال ہوجائے یا آپ شہید ہی ہوجاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤگے اور جو شخص الٹا پھر بھی جاویگا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کریگا اور خدا تعالیٰ جلد ہی عوض دیگا حق شناش لوگوں کو۔ اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم خدا کے اس طور سے کہ اسکی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے اور جو شخص دنیوی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص اخروی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اسکو آخرت کا حصہ دیں گے اور ہم بہت عوض دیں گے حق شناسوں کو۔

شان نزول: غزوۂ احد کے دن جب مسلمانوں کو عارضی شکست کا سامنا کرنا پڑا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کافی زخمی ہوئے تھے۔ اسی موقع پر کسی نے مشہور کردیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ کسی نے یہ کہا کہ اگر محمد زندہ ہوتے تو ہم کو شکست نہ ہوتی لہٰذا فرار کی صورت اختیار کرنی چاہیئے منافقین کی ایک جماعت نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو قتل کردیئے گئے ہیں لہٰذا تم اپنے دین اوّل کی طرف لوٹ جاؤ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ کسی نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتے تو قتل نہیں کئے جاتے۔ صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ اگر محمد قتل کردیئے گئے ہیں تو تم بھی قتل وقتال کر کے انہی کے ساتھ مل جاؤ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

غرض کہ اس خبر سے صحابہ کرام پر جو گذری اور گذرنی چاہیئے تھی۔ اسکا ادنیٰ سا اندازہ کرنا بھی ہر شخص کیلئے آسان نہیں، اسکا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کو صحابہ کرام کی جاں نثاری، اور عشق رسول کا کچھ اندازہ ہو، جس کو یہ پوری طرح معلوم ہو کہ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی محبت میں مال، اولاد اور اپنی جانیں اور سب کچھ گنوا دینے کو دنیا کی سب سے بڑی سعادت سمجھا اور عمل سے اسکا ثبوت دیا ہے۔ ان عشاق رسول کے کانوں میں جب یہ خبر پہونچی ہوگی، اسوقت انکے ہوش وحواس کا کیا عالم ہوا ہوگا۔ خصوصاً جبکہ میدان جنگ گرم ہے اور فتح کے بعد شکست کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ اس عالم میں وہ ہستی جو ساری کوششوں کا محور اور ساری امیدوں کا مظہر تھی، وہ ان سے رخصت ہوگئی ہے اسکا طبعی نتیجہ یہ تھا کہ صحابہ کرام کی ایک بھاری

جماعت سراسیمہ ہوکر میدان جنگ سے ہٹنے لگی اور یہ میدانِ جہاد اور جنگ سے ہٹ جانا، ہنگامی اور سرسری، اور وقتی سراسیمگی کا نتیجہ تھا، خدانخواستہ اسلام سے پھر جانے کا کوئی شبہ اور وسوسہ نہ تھا، لیکن حق تعالیٰ نے اپنے رسول کے صحابہ کو ایک ایسی پاکباز، فرشتہ خصلت جماعت بنانا چاہا ہے جو دنیا کیلئے نمونہ عمل بنے، اس لئے ان کی ادنیٰ لغزش بھی سخت قرار دی گئی ان کیلئے میدان جنگ چھوڑنے پر ایسا خطاب کیا گیا، جیسے اسلام چھوڑنے پر کیا جاتا ہے۔ اور سخت عتاب کے ساتھ اس بنیادی مسئلہ پر تنبیہ کردی گئی کہ دین وعبادت اللہ کیلئے ہے اور جہاد بھی اسی کیلئے ہے۔ جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے۔ اگر بالفرض یہ خبر صحیح بھی ہوتی کہ آنحضرتؐ کی وفات ہوگئی تو بہرحال یہ تو ایک دن ہونا ہی ہے، اس پر ہمت ہار دینا، اور دین کا کام چھوڑ دینا ان حضرات کے شایان شان نہیں، اسلئے ارشاد فرمایا: **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رسول ہی ہیں خدا تو نہیں، آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اگر آپ کی وفات ہوجائے، یا آپ کو شہید کردیا جائے تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑیگا۔ اور اللہ ثواب دیگا شکر گذاروں کو۔

اس آیت میں تنبیہ فرمادی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں، اور آپکے بعد بھی مسلمانوں کو دین پر ثابت قدم رہنا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس عارضی شکست کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجروح ہونے اور وفات کی خبر مشہور ہونے میں یہ قدرتی راز تھا کہ آپکے بعد جو حالات صحابہ کرام پر پیش آسکتے تھے، وہ آپکی دنیوی حیات میں ظاہر کردیئے گئے تاکہ ان میں جو لغزش ہو اسکی اصلاح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ہوجائے۔ اور آئندہ جب یہ واقعہ سچ مچ پیش آئے تو یہ عشاق رسول از جارفتہ نہ ہوجائیں، چنانچہ یہی ہوا آپؐ کی وفات کے وقت بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کے ہوش وحواس بجا نہ تھے، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی قسم کی آیات قرآنیہ کا سہارا لے کر ان کو سنبھالا اور وہ سب سنبھل گئے، اسکے بعد دوسری آیت میں بھی حوادث اور مصائب کے وقت ثابت قدم رہنے کی تعلیم دینے کیلئے یہ ارشاد فرمایا کہ ہر انسان

کی موت اللہ تعالیٰ کے نزدیک لکھی ہوئی ہے۔اسکی تاریخ دن، اور وقت متعین ہے، نہ اس سے پہلے کسی کو موت آسکتی ہے نہ ہی اس کے بعد وہ زندہ رہ سکتا ہے، پھر کسی کی موت سے ایسے سراسیمہ ہوجانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

اخیر میں اس پر تنبیہ فرمائی-- اس حادثہ کے ظاہری اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ جن حضرات کو آنحضرتؐ نے عقب کی جانب پہاڑی پر نگراں بنا کر بٹھایا تھا۔ابتدائی فتح کے وقت عام مسلمانوں کو مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول دیکھ کر ان میں سے چند حضرات کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اب تو فتح ہوگئی اس جگہ ٹھہرنے کی ضرورت نہ رہی، پھر ہم بھی مال غنیمت جمع کرنے میں کیوں حصہ نہ لیں؟ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے،اس لئے فرمایا:

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾

یعنی جو شخص اپنے عمل سے دنیا کا بدلہ چاہتا ہے تو ہم اسکو دنیا ہی میں کچھ دیدیتے ہیں، اور جو آخرت کا ثواب چاہتا ہے تو اسکو آخرت کا ثواب ملتا ہے ۔ اور ہم عنقریب ہی شکر گزاروں کو بدلہ دیں گے۔

اس میں اشارہ ہے کہ مال غنیمت کے جمع کرنے کی فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ کام کو چھوڑ بیٹھنے میں ان سے غلطی ہوگئی ہے۔یاد رہے کہ حقیقت کے اعتبار سے مال غنیمت جمع کرنا بھی خالص دنیا طلبی نہیں جو شرعاً مذموم ہو۔ بلکہ مال غنیمت جمع کر کے محفوظ کرنا، اور اسکو اسکے مصرف میں خرچ کرنا یہ بھی ایک جزء جہاد ہے، اور عبادت بھی ہے۔ان حضرات صحابہؓ کا اسمیں شریک ہونا صرف طمع دنیوی کی وجہ سے نہ تھا، کیونکہ شرعی ضابطہ سے اگر وہ اس مال کے جمع کرنے میں حصہ نہ لیتے جب بھی ان کو مال غنیمت سے وہ حصہ ملتا جو انھیں اب ملا ہے، اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں نے طمع دنیوی کیلئے اپنے مقام کو چھوڑا، جب کہ پہلی آیت کی تفسیر میں بتلایا گیا ہے کہ بڑوں کی چھوٹی سی لغزش بھی بڑی سمجھی جاتی ہے ان کے معمولی جرم کو بڑا سخت جرم قرار دے کر عتاب وخطاب کیا جاتا ہے، وہی یہاں بھی ہے کہ مال غنیمت جمع کرنے میں کچھ نہ کچھ دنیوی منفعت کا تعلق ضرور تھا،

اوراس تعلق کا طبعی اثر قلوب میں ہونا بھی مستبعد نہ تھا، صحابہ کرام کے معیار اخلاق کو بلند سے بلند تر کرنے کیلئے ان کے اس عمل کو بھی ارادہ دنیا سے تعبیر کر دیا کہ طمع دنیا کا ادنیٰ سا غبار بھی ان کے قلوب کو نہ چھو سکے، اور یہ بہترین جماعت بن کرامت کے سامنے پیش ہوں۔ [۱]

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ: اور بہت نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت بہت اللہ والے لڑے ہیں، سو نہ ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں، اور نہ ان کا زور گھٹا، اور نہ وہ ڈرے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے مستقل مزاجوں سے محبت ہے اور ان کی زبان سے بھی پس اس کے سوا اور کچھ نہ نکلا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے، اور ہمکو ثابت قدم رکھئے، اور ہمکو کافر لوگوں پر غالب کیجئے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا بھی بدلہ دیا، اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ، اور اللہ تعالیٰ کو اپنے نیکوکاروں سے محبت ہے"

شان نزول: مذکورہ آیات ثلثہ بھی سابقہ آیات مذکورہ: ۱۴۴/ ۱۴۵ کیساتھ ہی نازل ہوئی ہیں، ان تمام آیات میں غزوۂ احد کے مجاہدین کو تسلی اور حالات پر صبر کی تلقین وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے جسکی تفصیلی صورت ابھی گذری۔ [۲]

---

[۱] معارف القرآن ص:۱۹۸ تا ۱۹۶ ج:۲/للمفتی شفیع دیوبندی، التفسیر الکبیر ص:۲۲ تا ۲۰ ج:۹ الامام فخرالدین رازی تفصیلاً

[۲] معارف القرآن ص:۱۹۷ تا ۱۹۹ ج:۲/اسباب النزول ص:۷۱/۷۲ زادالمسیر ص:۴۶۹ معالم التنزیل ص:۳۵۷/ روح المعانی ص:۷۲ج:۴ ابن کثیر ص:۳۶۰/المقتطف ص:۳۷۴/۳۷۵ ج:۱/تفسیرکبیر ص:۲۰ تا ۲۲ ج:۹

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۱ وَ لَقَدْ
صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ
تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ
مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ
لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۵۲

ترجمہ: ہم ابھی ڈال دیتے ہیں ہول کافروں کے دل میں بسبب اسکے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہرایا ہے جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے۔ اور انکی جگہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے بے انصافوں کی، اور یقینا اللہ تعالیٰ نے توتم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا تھا، جسوقت تم ان کفاروں کو بحکم خداوندی قتل کررہے تھے، یہاں تک کہ جب تم خود ہی کمزور پڑ گئے۔ اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے، بعد اسکے کہ تمکو تمہاری دل خواہ بات دکھلا دی تھی، توتم میں سے بعض تو وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں وہ تھے جو آخرت کے طلبگار تھے پھر تمکو ان کفار سے ہٹا دیا، تا کہ خدا تعالیٰ تمہاری آزمائش فرمائے اور یقین جانو خدا تعالیٰ نے تمکو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر۔

شان نزول: سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا - الیٰ قولہ۔ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۱ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ، جب مسلمانوں کو احد کی جنگ میں شکست سے دو چار ہونا پڑا، حرب و کرب سے فراغت کے بعد شکست خوردہ مسلمان مدینہ لوٹے، اور مشرکین اور کفار بھی جنہیں ظاہری فتحیابی ہوئی تھی خوشی خوشی مکہ کے لئے روانہ ہوئے، پھر جب کچھ راستہ طے کر چکے تو ابوسفیان نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ اس وقت ہم سب کا مکہ لوٹنا مناسب نہ تھا، بلکہ اس وقت وہ مسلمان جو شکست کھا کر نڈھال ہو چکے ہیں، کیا اچھا ہوتا کہ ہم ان سے مکمل طور پر نمٹتے ہی چلتے، اور ان کی جڑ ہی کمزور کر دیتے پھر ان

کی تعداد اگر باقی رہتی تو شرذمہ قلیلہ اور معمولی جماعت باقی رہتی، جسے پھر کبھی مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی، لہٰذا واپس ہونا دانشمندی نہیں ہے۔ چنانچہ پھر مدینہ کی طرف واپسی کا ارادہ کیا، لیکن عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر ایسا رعب ڈالا کہ مدینہ کی طرف بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ادھر کسی راہ چلتے ہوئے مسافر سے ابوسفیان اور ان کے حاشیہ برداروں نے یہ کہہ دیا کہ ہم تجھے اتنا مال دیں گے کہ تم صرف مدینہ جا کر مسلمانوں کو یہ کہہ کر ڈرا دو کہ ابوسفیان اور ان کی جماعت کے لوگ پھر لوٹ کر آرہے ہیں، اور دوبارہ حملہ کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں، یہاں یہ سارا واقعہ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے تعاقب کیلئے مقام حمراء الاسد تک پہونچے، مگر وہ فرار ہو چکے تھے مذکورہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔ روح المعانی میں علامہ محمود آلوسی بغدادی نے مذکورہ آیت کے سبب نزول کے بارہ میں دوسرا قول یہ بتلایا ہے کہ مذکورہ آیت غزوۂ خندق کے موقع سے نازل ہوئی، لیکن عام مفسرین نے یوم احد ہی مراد لیا ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے،

(اسباب النزول ص ۷۲روح المعانی ص:۸۷-۸۸ ج:۴، زادالمسیر ص:۴۷۴ ج:۱، معالم التنزیل ص:۳۶۱ ج:۱، المقتطف ص:۳۷۸ ج:۱، ابن کثیر ص:۳۶۲ ج:۱، معارف القرآن ص:۲۰۴ ج:۲، تفسیر کبیر للامام فخر الدین الرازی فقال: اختلفوا فی ان هذا الوعد هل هو مختص بیوم أحد، أو هو عام فی جمیع الاوقات، قال کثیر من المفسرین: انه مختص بهذا الیوم، وذلک لأن جمیع الأیات المتقدمة إنما وردت فی هذه الواقعة، ثم القائلون بهذا القول ذکروا فی کیفیة القاء الرعب فی قلوب المشرکین فی هذا الیوم وجهین: الاول: ان الکفار لما استولوا علی المسلمین و هزموهم اوقع الله الرعب فی قلوبهم فترکوهم وفروا منهم من غیر حبب- حتی روی ان اباسفیان صعد الجبل، وقال: این ابن کبشة، واین ابن أبی قحافة، واین ابن الخطاب فاجابه عمر، ودارت بینهما کلمات وماتجاسر ابو سفیان علی النزول من

الجبل والذهاب الیھم والثانی: ان الکفار لما ذھبوا الی مکۃ، فلما کانوا فی بعض الطریق قالوا ماصنعنا شیئاً، قتلنا الاکثرین منھم، ثم ترکناھم ونحن قاھرون،ارجعواحتی نستأ صلھم بالکلیۃ، فلما عزموا علی ذالک القی اللہ الرعب فی قلوبھم -(ھذا ھوالقسم الثانی بنیتہ فی الابتداء تحت الآیۃ فی سبب نزول)تفسیر کبیر ص: ۳۱-۳۲ ج: ۹۔

۱۱۰- وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ: ذکر کیا جاچکا ہے۔

شان نزول: غزوۂ احد میں مسلمانوں کو اپنی کوتاہی کے تئیں ہزیمت اور شکست سے دوچار ہونا پڑا اور وہ کچھ ہوا جو ہونا مقدر تھا، اس کے بعد جب حضرات صحابہ اس حالت میں مدینہ کی طرف لوٹے کہ زخم خوردہ تھے ہوش وحواس کھوئے ہوئے تھے اس وقت بعض صحابہ نے کہا کہ ہم سے تو فتح ونصرت کا وعدہ کیا گیا ہے پھر ہزیمت وشکست کا فلسفہ سمجھ اور فہم سے بالاتر ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ الخ جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ نے جو نصرت وفتح کا وعدہ کیا تھا اسے اللہ نے تو کر دکھایا کہ ابتداء قتال میں مسلمانوں نے مشرکین کو قتل کیا، بعد میں جو تمہیں برے دن دیکھنے پڑے ہیں، یہ تمہارے ہی کئے ہوئے کا نتیجے ہیں (وکارخود را علاج نیست) بجا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ نعمت کے زوال کے اسباب میں انسانوں کا خود کا اپنا عمل سب سے بڑا سبب ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ سورہ انفال پارہ نمبر ۱۰، اسکا سبب یہ ہے کہ اللہ بدلنے والا نہیں ہے اس نعمت کو جو اس نے دی تھی کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں خود سے، اور اللہ سننے والا

اور جاننے والا ہے، اور قاضی اطہر مبارک پوری نے بڑی اچھی ترجمانی کی ہے۔

قصور کیا ہے ساحل کا خطاء کیا ہے دریاء کی
اگر کشتی خود ہی میں نے توڑ دی اپنی

اسباب النزول ص:۷۲ روح المعانی ص:۸۹ ح:۴/المقتطف ص: ۳۷۹ ح:۱/زادالمسیر ص:۴۷۵ ج:۱/ التفسیر الکبیر ص:۳۴ ح: ۹ قال الامام فخر الدین الرازی: لما رجع رسول اللہ ﷺ وأصحابه الى المدینة وقد أصابهم ما أصابهم بأحد، قال ناس من أصحابه: من أصابنا هذا وقد وعدنا الله النصر، فأنزل الله هذه الآیة اعنی ولقد صدقکم الله وعده (الخ) ۱۵۲ الآیة، (تفسیر کبیر ص:۳۴ ج:۹، قال الرازی: قال أبو مسلم: لما وعدهم الله فی الآیة المتقدمة إلقاء الرعب فی قلوبهم أكّد ذلک بأن ذکرهم ما أنجزهم من الوعد بالنصر فی واقعة أحد، فانه لما وعدهم بالنصرة بشرط أن یتقوا ویصبروا فحین أتوا بذالک الشرط لاجرم، وفى الله تعالیٰ بالمشروط، وأعطاهم النصرة، فلما ترکوا الشرط لاجرم فانهم المشروط (تفسیر کبیر ص:۳۴ ج:۹)

۱۱۱- وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

ترجمہ: اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے حالانکہ جو شخص خیانت کریگا اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کریگا پھر ہر اس شخص کو اسکے کئے ہوئے کا بدلہ ملیگا اور ان پر بالکل ظلم نہ ہوگا۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں سات اقوال ہیں۔

۱- غزوۂ بدر میں مال غنیمت کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا تھا۔ اس وقت کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے لیا ہو، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- غزوۂ حنین جو قبیلہ ہوازن سے ہوا تھا، اس میں مسلمانوں کو بہت سارے اموال

ہاتھ آئے۔ایک شخص نے مال غنیمت کا کچھ حصہ تقسیم سے قبل بغیر رسول اللہ ؐ کی اجازت کے لے لیا تھا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی (غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو جو اموال ہاتھ آئے اسکی تفصیل زادالمعاد میں اس طرح ہے، ۶ر ہزار قیدی، ۲۴ ہزار اونٹ اور ۴۰ ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ آئی، غزوۂ حنین کی مزید تفصیل آئندہ آرہی ہے)

۳- ایک معزز قوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ انہیں جو مال غنیمت سے حصہ دیا جائے وہ اور لوگوں کے بالمقابل کچھ زیادہ ہو اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ کو کہیں مقابلہ کیلئے بھیجا، وہاں فتحیابی ہوئی اور مال غنیمت کا خاصا حصہ ملا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت کو لشکروں میں تقسیم نہیں فرمایا اور مال فئی کو تقسیم کیا اس پر ان لوگوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال فئی کو تو تقسیم کیا، لیکن مال غنیمت کو تقسیم نہیں کیا، یہ اچھا نہیں کیا ، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی (فئی کے بارے میں مکمل تفصیل سورہ حشر میں اسی کتاب کی دوسری جلد میں انشاءاللہ آئے گی)

۵- ایک قوم نے غزوۂ بدر میں جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس سے کچھ چھپا لیا تھا، اور غلول کیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۶- غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دستہ کو اس طرف جسکے عقب میں دشمن کے حملہ کرنے کا خطرہ تھا متعین فرمادیا تھا۔ جب مسلمانوں کو اولا فتح یابی ہوئی، تو اس دستے میں بعض اس مقام سے ہٹ کر مال غنیمت کے چننے میں لگ گئے۔ اور کہا کہ ایسا ہم اس لئے کررہے ہیں کہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ کہدیں کہ کفار کا مال جسکو ملے وہ اسی کا ہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارا گمان میرے بارے میں یہ ہے کہ میں تم سب کے حق میں خیانت کرونگا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۷- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے غلول کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی، تفصیل اس طرح ہے کہ جب قرآن شریف میں مشرکین کے معبودوں کی مذمت کا بیان آیا، اور انکے دین و مذہب کی برائی کا ذکر آیا، اور حضور ؐ نے ان کو ان تمام چیزوں کی حقیقت سے روشناس کرایا، تو مشرکین پر یہ امر بڑا شاق گذرا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ

ان چیزوں کا تذکرہ نہ کیا جائے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ جو پیغام آئے اسمیں اظہار مطلوب ہے۔ رہا اخفاء تو یہ غلول کے مرادف ہے۔ [1]

فائدہ: لفظ غلول مطلق خیانت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ خاص کر مال غنیمت میں خیایت کرنے کو غلول اس لئے کہا جاتا ہے کہ مال غنیمت میں خیانت اور غلول دوسری چوری اور خیانت کے جرم سے زیادہ اشد ہے کیونکہ مال غنیمت میں تمام لشکر کا حق ہوتا ہے۔ غزوۂ بدر میں جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس میں سے جو چیز گم ہوئی تھی، وہ ایک سرخ چادر تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خیانت کا الزام لگانے والے منافق تھے اور یہ کوئی بعید بات نہیں، اور ممکن ہے کہ کوئی ناسمجھ مسلمان بھی ہو، اس نے یہ سمجھا ہو کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہؐ کو اسطرح کا اختیار دیا گیا ہو، جسکی وجہ سے آپ نے ایسا کیا ہے۔ بہر حال مذکورہ آیت میں غلول اور خیانت کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ غلول بہت ناپسندیدہ شیٔ ہے خواہ مال غنیمت ہو، یا اس کے علاوہ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام ہدیہ کے طور پر پیش کیا جسکا نام مِدعَم تھا، (ایک دن غالباً کسی میدان جنگ میں) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا، کہ اچانک کسی نامعلوم شخص کا تیر آکر اسکو لگا جس سے وہ جاں بحق ہو گیا، لوگوں نے کہا کہ مدعم کو جنت مبارک ہو، یعنی مدعم خوش قسمت رہا کہ آنحضرتؐ کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوا، اور جنت میں پہونچ گیا (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ چادر جسکو مدعم نے خیبر کے دن مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے لے لیا تھا۔ آگ بن کر مدعم پر شعلے برسا رہی ہے، جب ان لوگوں نے اس شدید وعید اور تنبیہ کو سنا جنہوں نے مال غنیمت میں خیانت کرنے کو سہل سمجھ لیا تھا اور یہ گمان کر لیا تھا کہ چھوٹی موٹی چیزوں کے لے لینے میں کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ تو وہ کانپ گئے اور انہوں نے مال غنیمت میں سے جو چھوٹی موٹی چیزیں لے لی تھیں واپس

[1] زا دالمسیر ص:۴۹۰ ج:۱/اسباب النزول ص:۷۲/۷۳/المقتطف ص:۳۸۶ ج:۱ معالم التنزیل ص:۳۶۶ ج:۱/ابن کثیر ص:۳۷۰ ج:۱/التفسیر الکبیر للامام فخرالدین رازی ص:۷۰ ج:۹

کرنے لگے، یہاں تک کہ ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے (واپس کرنے کیلئے) نبی کریمؐ کی خدمت میں آیا آپنے اسکو دیکھ کر فرمایا کہ یہ آگ کا تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں، یعنی خیانت کی چیز ہر حال میں دوزخ کی سزا کا سبب بنے گی خواہ وہ کتنی ہی معمولی اور حقیر کیوں نہ ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۳۴۹ ج:۲ / مظاہر حق جدید ص:۶۰۳ ج:۴ باب قسمۃ الغنائم)

۱۱۲- اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۶۵

ترجمہ: اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی کہ جس سے تم دو حصے جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یہ کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی، آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار تمہاری طرف سے ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

شان نزول: غزوۂ احد میں مسلمانوں کو سخت تکلیف سے دو چار ہونا پڑا یہاں تک کہ بہت سارے صحابہ زخمی بھی ہوئے اور کچھ شہید ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی زخمی ہوئے، اور دندان مبارک شہید ہوئے، اور سر مبارک سے خون کے دھارے بہے اور سر مبارک لہولہان ہوا اس وقت بعض صحابہ کی زبان پر یہ بھی آیا **اَنّٰى هٰذَا** یعنی یہ مصیبت کہاں سے آپڑی، جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک جہاد ہیں، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، اسمیں مسلمانوں کو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ جتنی مصیبت آج تم پر پڑی ہے، تم اس سے زیادہ اپنے مخالف پر غزوۂ بدر میں ڈال چکے ہو کیونکہ غزوۂ احد میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے تھے اور غزوہ بدر میں مشرکین کے ۷۰ افراد، وہ بھی سردار مارے گئے تھے اور ۷۰ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے، چناں چہ اس بات کے یاد دلانے سے ایک تو یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں کی جو موجودہ تکلیف و پریشانی ہے اس کا احساس گھٹ جائے کہ جس شخص کی دوگنی جیت ہو چکی ہو، اگر ایک بار ہار اور شکست بھی ہو گئی تو زیادہ غم اور تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ دوسرا اصل مقصد آیت کے آخری جملہ **قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ** میں بتلایا کہ یہ تکلیف و مصیبت درحقیقت دشمن کی قوت و کثرت کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ تمہاری اپنی بعض کوتاہیوں کی وجہ سے ہے کہ امر رسول کی تعمیل میں

کوتاہی ہوئی۔ اسکے بعد آیت فباذن اللہ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ ہوا حق تعالیٰ کی مشیت سے ہوا جس میں بہت سی حکمتیں مستور ہیں منجملہ ان میں یہ کہ اللہ مومنین مخلصین کو بھی دیکھ لیں، اور منافقین کو بھی، چنانچہ اس موقع پر مسلمان میدان جہاد میں ڈٹے رہے اور منافقین الگ کھڑے رہے۔

زاد المسیر ص: ۴۹۵ ج: ۱/معارف القرآن ص: ۳۳۵ ج: ۲ بیان القرآن ص: ۴۳ ج: ۲، مختصراً ابن کثیر ص: ۳۷۴ ج: ۱، بغوی ص: ۳۶۸ ج: ۱/روح المعانی ص: ۱۱۵ ج: ۴/المقتطف ص: ۳۸۸ ج: ۱ اسباب النزول ص: ۷۳/تفسیر کبیر ص: ۸۱ ج: ۹/قال الامام المراد منها احد، وفی قوله (قداصبتم یوم بدر، وذلک لان المشرکین قتلوا من المسلمین یوم احد سبعین، وقتل المسلمون منهم یوم بدر سبعین واسروا سبعین والثانی: ان المسلمین هزموا الکفار یوم بدر، وهزموهم ایضاً فی الاوّل یوم احد، ثم لماعصوا هزمهم المشرکون، فانهزام المشرکین حصل مرتین، وانهزام المسلمین حصل مرة واحدة۔ وهذا اختیار الزجاج: وطعن الواحدی فی هذا الوجه فقال: کماان المسلمین نالوا من المشرکین یوم بدر۔ فکذالک المشرکون نالوامن المسلمین یوم احد، ولکنهم ماهزموا المسلمین البتة، اما یوم احد فالمسلمون هزموا المشرکین اولا ثم انقلب الامر۔ (تفسیر کبیر ص: ۸۱ ج: ۱۲)

۱۱۳- وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۙ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- غزوۂ بدر کے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے

ساتھ عزت وتکریم کا معاملہ کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہمارے بھائیوں اور رشتے داروں کو بھی اسکی خبر کر دیجئے۔اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- بیر معونہ کے شہداء کے بارے میں مذکورہ آیت کا نزول ہوا ہے، بیر معونہ کے شہداء کا تفصیلی قصہ ماقبل میں ذکر کیا جا چکا ہے دوبارہ پھر ذکر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہیکہ ابو براء عامر نے یہ فریب کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ نجد والوں کی تعلیم وہدایت کیلئے کچھ منادی کرانے والے حضرات کو میرے ساتھ بھیج دیجئے میرا بھتیجا نجد کا رئیس ہے۔میں یقین دلاتا ہوں کہ منادی کرنے والے کی حفاظت کی جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری کو مع ۷۰ صحابہ کے جو قراء وفضلاء اور منتخب بزرگوار تھے اسکے ساتھ کر دیا جب وہ بیر معونہ پر جا پہونچے جو بنی عامر کا علاقہ تھا۔تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبی دے کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا، اس نے سفیر کو قتل کرا دیا جبار بن سلمی ایک شخص تھا جس نے حاکم کے اشارہ سے اسکی پشت میں نیزہ مارا تھا جو چھاتی سے صاف نکل گیا انہوں نے گرتے ہوئے کہا ”**فزت ورب الکعبة**“ قسم ہے خدا کی میں اپنی مراد کو پہونچ گیا قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گیا حاکم نے باقی حضرات کو بھی قتل کرا دیا، کعب بن زید نے جو کشتگان خنجر کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے، اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہونچائی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔(واقعہ کی مکمل تفصیل کیلئے دیکھئے رحمۃ للعالمین ص:۱۱۴ ج:۱ منصور پوری)

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب واقعہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں، اور پھر ان قندیلوں میں آجاتے ہیں جو ان کیلئے عرش رحمن کے نیچے معلق ہیں، جب ان لوگوں نے اپنی راحت وعیش کی زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے کی وجہ سے غمگین ہیں، کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہونچا سکتا ہے تا کہ وہ ہم پر غم نہ کریں، اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہاری خبر ان کو

پہونچادیتے ہیں، اس پر یہ مذکورہ آیت نازل کی گئی۔

۴-غزوۂ احد کے بعد ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبداللہ کو مغموم دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جابر! کیا بات ہے کہ میں تجھے مغموم ومحزون دیکھ رہا ہوں؟ حضرت جابر نے عرض کیا یارسول اللہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے، اور بہت سارا قرضہ اور اولاد چھوڑ گئے ہیں اور یہ سب ذمہ داری میرے سر ہے، اور میرے حالات اتنے اچھے نہیں ہیں کہ میں تمام بوجھ برداشت کرسکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر سن! میں تجھے ایک خوشخبری سناتا ہوں جتنے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں، سب نے اللہ تعالیٰ سے پردہ سے بات کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے والد سے روبرو اور بالمشافہ ہم کلام ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے تو مجھ سے جو کچھ بھی طلب کریگا وہ دونگا اس وقت تمہارے والد نے کہا کہ میری آپ سے درخواست ہے کہ میں دنیا میں دوبارہ واپس کردیا جاؤں، اور پھر تیری راہ میں دوبارہ جہاد کروں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو آچکے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح کی تمنا کی تھی، لیکن انہیں واپس نہیں کیا گیا اس لئے کچھ اور مانگو اس پر انہوں نے کہا میرے پسماندگان کو اس کی اطلاع کردیجئے کہ میرے ساتھ اعزاز واکرام کا معاملہ ہوا ہے اور میں عیش وعشرت میں ہوں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اسباب النزول ص:۷۳/۷۴ زادالمسیر ص:۴۹۹/۵۰۰ ج:۱ بغوی ص:۳۶۹/۳۷۲ ج:۱/ روح المعانی ص:۱۲۱ ج:۴/المقتطف ص:۳۹۰ ج:۱/مختصراً، ابن کثیر ص: ۳۷۵/۳۷۷ ج:۱/معارف القرآن ص:۲۳۷ ج:۲/بحوالہ قرطبی تفسیر کبیر ص:۸۹ ج:۹ بعضاً، قال الامام: هذه الاية واردة فی شهداء بدر واحد- لان فی وقت نزول هذه الآیة لم یکن احدمن الشهداء الامن قتل فی هذین الیومین المشهورین والمنافقون ینفرون عن الجهاد لئلا یصیروامقتولین مثل من قتل فی هذین الیومین من المسلمین - واللّه بین فضائل من قتل فی هذین الیومین - تفسیر

کبیر ص: ۸۹ ج: ۹۔

۱۱۴- اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ
النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ
قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ
لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ
عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ
خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا، ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کیلئے ثواب عظیم ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لیے سامان جمع کیا ہے سو تمکو ان سے اندیشہ کرنا چاہئے۔ تو اس بات نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا، اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کا سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی بھی ناگواری پیش نہیں آئی اور وہ لوگ رضاء حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے، اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، سو تم اس سے مت ڈرنا، اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

شان نزول: واقعہ اس آیت کے نزول کا یہ ہے کہ جب کفار مکہ احد کے میدان سے واپس ہو گئے تو راستے میں جا کر اس پر افسوس ہوا کہ ہم غالب آجانے کے باوجود خواہ مخواہ واپس لوٹ آئے، ہمیں چاہئے تھا کہ ایک حملہ کر کے سب مسلمانوں کو ختم کر دیتے، اور اس خیال نے کچھ ایسا اثر کیا کہ پھر واپس مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ہونے لگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا، اور سیدھے مکہ مکرمہ کی طرف ہو لئے لیکن بعض مسافروں سے جو مدینہ کی طرف جا رہے تھے یہ کہہ گئے کہ تم کسی طرح مسلمانوں کے دلوں

میں ہمارا رعب جماؤ کہ وہ پھر لوٹ کر آرہے ہیں، آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی یہ بات معلوم ہوگئی، اسلئے آپ انکے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہونچے، (ابن جریر طبری کذا فی الروح)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ احد کے دوسرے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مجاہدین میں یہ اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے، مگر اسمیں صرف وہی لوگ جاسکیں گے، جوکل کے معرکہ میں ہمارے ساتھ تھے، اس اعلان پر دوسو مجاہدین کھڑے ہوگئے۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے تو ۷۰ حضرات کھڑے ہوگئے، جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گذشتہ کل کے معرکہ میں شدید زخمی ہوچکے تھے، دوسروں کے سہارے چلتے تھے۔ یہ حضرات مشرکین کے تعاقب میں مدینہ سے باہر نکلے اور مقام حمراء الاسد پہونچے، تو وہاں نعیم بن مسعود ملا اس نے یہ خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے مزید لشکر کو جمع کر کے یہ طے کیا کہ مدینہ پر دوبارہ چڑھائی کریں، اور اہل مدینہ کا استیصال کردیں، زخم خوردہ ضعیف صحابہ کرام اس وحشت اثر خبر کو سن کر یک زبان ہوکر بولے ہم اسکو نہیں جانتے۔ **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** یعنی اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین مددگار ہے۔

اس طرف مسلمانوں کو مرعوب کرنے کیلئے یہ خبر دی گئی اور مسلمان مرعوب نہیں ہوئے، دوسری طرف معبد خزاعی بنی خزاعہ کا ایک آدمی مدینہ سے مکہ جارہا تھا یہ اگرچہ مسلمان نہ تھا، لیکن مسلمانوں کا خیر خواہ تھا، اس کا قبیلہ رسول اللہ ﷺ کا حلیف تھا، اس نے جب مدینہ سے لوٹے ہوئے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ اپنے لوٹنے پر پچھتا رہا ہے، اور پھر واپسی کی فکر میں ہے تو پھر اس نے ابوسفیان کو بتایا کہ تم دھوکے میں ہو کہ مسلمان کمزور ہوگئے ہیں، انکے بڑے لشکر کو حمراء الاسد میں چھوڑ کر آیا ہوں، جو پورے ساز و سامان کے ساتھ تمہارے تعاقب میں نکلا ہے، ابوسفیان پر اس خبر نے رعب ڈالدیا، اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔

اس واقعہ کا بیان مذکورہ تینوں آیتوں میں کیا گیا ہے، پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ غزوۂ احد میں زخم خوردہ ہونے کے باوجود جب ان کو دوسرے جہاد کیلئے بلایا گیا۔ تو اس کے لئے بھی تیار ہوگئے، اس مقام پر ایک امر قابل غور ہے وہ یہ کہ یہاں جن مسلمانوں کی تعریف

بیان کی جارہی ہے۔ان مسلمانوں کے خاص طور پر دووصف بیان کئے گئے، ایک تو من بعدمااصابھم القرح یعنی اللہ اوراسکے رسول کے بلانے پر تیار ہونے والے وہ لوگ ہیں، جن کو احد میں زخم پہونچ چکے تھے اوران کے شیر نامور بہادر شہید ہو چکے تھے، اوران کے جسم بھی زخموں سے چور تھے لیکن جب ان کودوسری دفعہ بلایا گیا توفوراً جہاد کیلئے تیار ہو گئے۔

اس آیت میں لفظ **منھم** سے یہ شبہ نہ کیاجائے کہ یہ سب لوگ احسان وسلوک اورتقویٰ کے حامل نہیں تھے، اس لئے کہ یہاں پر حرف من تبعیض کیلئے نہیں بلکہ بیانیہ ہے، جس پرخوداسی آیت کے ابتدائی الفاظ **الذین استجابو** اشاہد ہیں کیونکہ استجابت واطاعت بغیرتقویٰ کے ہوہی نہیں سکتی اس لئے اکثرمفسرین نے یہاں پر من کو بیانیہ کہاہے، جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ سب لوگ احسان وتقویٰ کے ساتھ متصف تھے،ان کیلئے اجرعظیم ہے۔

معارف القرآن ص:۲۳۹تا۲۴۱ ج:۲/زادالمسیر ص:۵۰۳ ح:۱ المقتطف ص:۳۹۱ ج:۱/ تفسیر کبیر ص:۹۷ ج:۹/ وقال الامام فخرالدین الرازی: فی سبب نزول ھذہ الآیۃ قولان: الاول: وھوالاصح (وقدتقدم ذکرہ تحت الآیۃ المذکورۃ اعنی آیۃ:۱۷۵/۱۷۴/۱۷۳/۱۷۲ فلذانترک) والثانی قال ابوبکر الاصم: نزلت ھذہ الآیۃ فی یوم احدلمارجع الناس الیہ ﷺ بعدالھزیمۃ فشدبھم علی المشرکین حتی کشفھم، وکانوا قدھموا بالمثلۃ فدفعھم عنھا بعدان مثلوا بحمزۃ، فقذف اللہ فی قلوبھم الرعب فانھزموا، وصلی علیھم، صلی اللہ علیہ وسلم ودفنھم بدمائھم، وذکروا ان صفیۃ جاء ت لتنظرالی اخیھا حمزۃ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام للزبیر: ردھالئلاتجزع من مثلۃ اخیھا، فقالت قدبلغنی مافعل بہ وذالک یسرفی جنب طاعۃ اللہ تعالیٰ، فقال للزبیر فدعھا تنطر الیہ، فقالت خیرا واستغفرت لہ۔وجاء ت امرأۃ قدقتل زوجھاوابوھا واخوھاو ابنھا فلما رأت النبی ﷺ وھوحی قالت: ان کل مصیبۃ بعدک ھدر، فھذاماقیل فی سبب نزول ھذہ الآیۃ واکثر

الروایات علی الوجہ الاول۔ (التفسیر الکبیر ص:۹۸/۹۷ ج:۹) وقال الامام فخر الدین الرازی تحت قولہ تعالیٰ (الذین قال لهم الناس - (الی قولہ) حسبنا اللہ ونعم الوکیل الآیۃ (۱۷۳) ان هذہ الآیۃ نزلت فی غزوۃ بدر صغری، روی ابن عباس ان ابا سفیان لماعزم علی ان ینصرف من المدینۃ الی مکۃ نادی: یامحمد موعدنا موسم بدر الصغری فنقتتل بها ان شئت فقال علیہ السلام لعمر: قل بیننا وبینک ذالک انشاء اللہ تعالیٰ، فلما حضر الاجل خرج ابو سفیان مع قومہ حتی نزل بمر الظهران، والقی اللہ تعالیٰ الرعب فی قلبہ، فبدالہ ان یرجع فلقی نعیم بن مسعود الاشجعی فقال: یانعیم انی وعدت محمدا ان نلتقی بموسم بدر، وان هذاعام جدب ولایصلحنا الاعام نرعی فیہ الشجر ونشرب فیہ اللبن، وقدبدألی ان ارجع ولکن ان خرج محمد ولم اخرج زادبذالک جرأۃ فاذهب الی المدیۃ فثبطهم ولک عندی عشرۃ من الابل فخرج نعیم فوجد المسلمین یتجهزون فقال لهم ماهذا بالرأی اتوکم فی دیارکم وقتلوا اکثرکم فان ذهبتم الیهم لم یرجع منکم احد فوقع هذا لکلام فی قلوب قوم منهم، فلماعرف الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ذلک قال "والذی نفس محمد بیدیہ لاخرجن الیهم ولووحدی" ثم خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ نحومن سبعین رجلافیهم ابن مسعودو ذهبوا الی ان وصلوا الی بدرالصغری وهی مالبنی کنانۃ، وکانت موضع سوق لهم یجتمعون فیهاکل عام ثمانیۃ ایام، ولم یلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ احدامن المشرکین، ووافقوا السوق، وکانت معهم نفقات وتجارات فباعوا واشتروا ادما وزبیبا وربحوا واصابوا بالدرهم درهمین وانصرفوا سالمین غانمین، ورجع ابو سفیان الی مکہ فسمہ اهل مکۃ جیشہ جیش السویق ۔ وقالوا: انما خرجتم لتشربوا السویق فهذا هوالکلام فی سبب نزول هذہ الآیہ ص:۱۷۳ (التفسیر الکبیر ص:۹۹ ح:۹،)

واضح رہے سورہ نساء میں آیت کریمہ "فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ

وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ ‘‘ کے تحت جو سبب نزول بیان کیا ہے وہ غزوۂ بدر صغریٰ کا واقعہ ہے، جبکہ امام رازی نے مذکورہ زیر بحث آیت ۱۷۳ کا سبب نزول بھی غزوۂ بدر صغری کا واقعہ بیان کیا ہے، وہاں پر جو بات نقل ہے اسے علامہ جوزی نے اپنی تفسیر زادالمسیر میں بیان کیا ہے دیکھئے زاد ص ۱۴۹ ج: ۲، اسی طرح مفتی شفیع نے اپنی کتاب معارف القرآن میں سورہ نساء کی مذکورہ آیت ۸۴ کا سبب نزول غزوۂ بدر صغری بتلایا ہے، اسی طرح حضرت امام رازی نے بھی سورۂ نساء کی مذکورہ آیت ۸۴ رکا سبب نزول غزوۂ بدر صغری بتلایا ہے، فرمایا حضرت امام نے،

دلت الآیۃ علی ان اللّٰہ تعالیٰ امرہ بالجھاد ولو وحدہ قبل دعاء الناس فی بدر الصغریٰ الی الخروج، کان ابوسفیان واعدالرسول ﷺ اللقاء فیھافکرہ بعض الناس ان یخرجوا نزلت ھذہ الآیۃ اعنی ’’فقاتل فی سبیل اللّٰہ -الی- اشد تنکیلا ۸۴ سورۃ نساء فخرج ومامعہ الاسبعون رجلاولم یلتفت الی احدولو لم یتبعوہ لخرج وحدہ تفسیر کبیر ص: ۲۰۴ ج: ۱۰

تو اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۷۲، زیر بحث غزوۂ احد کے موقع سے بھی- نازل ہوئی ہواور غزوۂ بدر صغریٰ کے وقت بھی اور ایسا بکثرت ہوا کہ ایک ہی آیت چند بار نازل ہوئی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بیشتر مفسرین نے سورہ آل عمران کی آیت زیر بحث کا سبب نزول غزوۂ بدر صغریٰ کا واقعہ بیان نہیں کیا ہے۔ بلکہ پہلا واقعہ جو اولاً ہم نے آیت کے تحت ذکر فرمایا ہے اسی کو سبب نزول قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اول ہی واقعہ کا تذکرہ کیا ہے، فرمایا:

عن ابن عباس قال لمارجع المشرکون عن احدقالوا: لامحمد اقتلتم، ولا الکواعب ردفتم، بئسما صنعتم یرجعوا فندب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الناس فانتدبوا حتی بلغ حمراء الاسد- فبلغ المشرکین فقالوا: نرجع من قابل فانزل اللّٰہ (الذین استجابو للّٰہ والرسول -الخ (والآیۃ التی منھا اعنی آیت ۱۷۲ /

۱۷۳ ۱۷۵ ۱۷۴/۱۷۴/فتح الباری شرح البخاری ص:۲۲۸ ج:۸/مزید تفصیل دیکھئے اسباب النزول ص:۷۵/ ۷۴ تفسیر بغوی ص:۳۷۳/ ۳۷۴/ ۳۷۵/ ج:۱ روح المعانی ۱۲۸ تا ۱۲۵ ج:۴/ابن کثیر ۲۷۹ تا ۲۷۸ ج:۱، زادالمعاد ۲۴۳ تا ۲۴۱ ج:۳

۱۱۵- مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

ترجمه: اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو، جب تک کہ ناپاک کو پاک سے تمیز نہ فرمادے اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تمکو مطلع نہیں فرماتے، لیکن ہاں جسکو خود چاہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جن کو منتخب فرماتے ہیں پس اب اللہ پر اور اسکے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیز کرو تو پھر تمکو اجر عظیم ملے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

۱- قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اے محمد! تمہارا گمان یہ ہے کہ جو کوئی تمہاری اتباع کریگا وہ جنت میں ہوگا۔ اور جو کوئی تمہاری مخالفت کریگا وہ جہنم میں ہوگا۔ اگر واقعہ ایسا ہی ہے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ کون تم پر ایمان لائیگا، اور کون ایمان نہ لائیگا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حضرات صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست و دریافت کیا کہ انہیں ایسی علامت بتلادی جائے کہ جس سے کافر و مومن کی شناخت ہو سکے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جس طرح حضرت آدم پر ان کی تمام اولاد کو پیش کیا گیا تھا، اسی طرح میرے سامنے بھی میری تمام امت کو پیش کیا گیا،

اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ کون شخص مجھ پر ایمان لائیگا اور کون شخص کفر کریگا۔ منافقین کو جب اسکی خبر لگی تو منافقین نے اس بارے میں مذاق اڑایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کیسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے، اور کہنے لگے کہ دیکھو! ان کے ساتھ ہم شب وروز رہتے ہیں، اس کے باوجود وہ ہمیں نہیں جانتے ہیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴-حضرات یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن نازل ہونے سے قبل تم میرے دین اور میرے مذہب کو محبوب جانتے تھے، تو تم یہ بتاؤ! کہ تمہارے احباب اور ساتھیوں میں سے اگر کوئی بالفرض تم پر کتاب نازل ہونے سے قبل مر جاتا تو پھر اس کا کیا حال ہوتا؟ اور کیا معاملہ کیا جاتا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵-منافقین کی ایک جماعت کا یہ دعوی تھا کہ وہ ایمان ویقین میں مومنین کے ہم مثل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے زعم باطل اور نفاق کو غزوۂ احد وغیرہ کے موقع پر ظاہر کر دیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

زادالمسیر ص:۵۱۰ ج:۱/اسباب النزول ص:۷۵/۷۶ روح المعانی ص:۱۳۸ ج:۴/ معالم التنزیل ص:۲۷۷ ج:۱ ابن کثیر ص:۳۸۱ ج:۱/تفسیر کبیر ص:۱۱۰ ج:۹/بعضا ومعناً وقال الطبری معنی الآیۃ-وما کان اللہ لیطلعکم علی قلوب عبادہ فتعارفوا المؤ من من المنافق والکافر ولکنہ یمیز بینھم بالمحن والابتلاء کما میزبینھم یوا حدبالبأ ساء وجھادعدوہ (طبری ص:۴۲۷ ح:۷)

فائدہ: اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ مومن مخلص اور منافق میں امتیاز کیلئے حق تعالیٰ ایسے حالات اور حوادثات ومشکلات پیدا کردیں گے جن سے عملی طور پر منافق کا نفاق کھل جائے، اور یہ امتیاز اگرچہ یوں بھی ہوسکتا تھا کہ بذریعہ وحی منافقین کے نام بتلا دیئے جائیں مگر مقتضاء حکمت ایسا نہیں کیا گیا۔ پورے افعال کی حکمتیں تو اسی ذات واحد کو معلوم ہیں اور ایک حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر مسلمانوں کو بذریعہ وحی بتلا دیا جائے کہ فلاں منافق ہے تو مسلمانوں کے لئے اسمیں کوئی واضح اور صاف حجت نہیں ہوتی کہ جسکے ذریعہ معاملات

وغیرہ میں ان سے تمیز کرے کیونکہ ایسی صورت میں یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ اس بارہ میں امر واقعہ نہیں ہے بلکہ تم لوگ جھوٹے ہو اور ہم لوگ سچے مسلمان ہیں۔

بخلاف اس عملی ابتلاء کے جو مصائب کے ذریعہ ہو کہ منافق بھاگ کھڑے ہوئے عملی طور پر ان کے نفاق کھل جانے کی بنا پر، اب انکا وہ منھ نہ رہا کہ مومن و مخلص کا دعویٰ کریں اور اس طرح نفاق کھل جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کے ان سے ظاہری تعلقات ختم ہوں، ورنہ دل میں اختلاف کے باوجود ظاہری اختلاط رہتا۔ تو وہ بھی مضر ہوتا۔ (معارف القرآن ص:۲۴۸ ج:۲/ وایضاً فی الطبری مختصراً ص:۲۷۴ ج:۷)

۱۱۶- وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

ترجمہ: اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان لوگوں کیلئے کچھ ہوگی، بلکہ یہ بات ان کیلئے بہت بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا، اور اخیر میں آسمان و زمین اللہ ہی کا رہ جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

۱- یہ آیت ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے اموال سے زکوٰۃ ادا کرنے میں بخل کرتے تھے بخل کی جو سزا اس آیت میں ذکر کی گئی ہے کہ قیامت کے دن جس چیز کے دینے میں بخل کیا کرتے تھے، اسی کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائیگا اسکی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے جسے حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے کہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مال عطا فرمایا ہو، پھر اس نے اسکی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے روز یہ مال ایک سخت زہریلا سانپ بن کر اسکے گلے کا طوق ہوگا۔ اور وہ یہ کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، تیرا سرمایہ ہوں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی (نسائی)

۲- احبار یہود کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وصفات کو چھپایا، اوران کے بتانے میں بخل کیا اور کنجوسی کی (تو اس آیت میں بخل کرنے والوں کے لئے وعید ہے خواہ بخل کسی بھی نوعیت کا ہو) [۱]

علامہ امام رازی نے فرمایا کہ دو تفسیریں آیت کی بیان کی گئی ہیں (جو مذکور ہیں) لیکن ان دونوں تفسیروں میں اوّل تفسیر کو آیت کا سبب نزول قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اوّل تفسیر میں بخل سے مراد بخل فی المال ہے تو جو وعید آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے اس سے لوگ خوف کھاتے ہوئے مال راہ خدا میں خوب خرچ کریں گے جو جنگ و جہاد وغیرہ میں بہترین معین ثابت ہوگا۔ اور سابقہ آیات سے ایک مناسبت باقی رہے گی جیسا کہ سابقہ آیات میں جہاد کی ترغیب پر بہت زور دیا گیا ہے جسکے لئے مال واسباب کا ہونا ضروری ہے (چنانچہ بہت سے غزوات میں بہت سارے صحابہ اس لئے شریک نہ ہوسکے کہ ان کے پاس اسباب وآلات نہ تھے) اس کے برخلاف دوسری تفسیر مراد لینا یعنی بخل سے بخل فی العلم مراد لینا یہ بھی صحیح ہے کیونکہ جس طرح مال اللہ کی جانب سے ایک فضل ہے اسی طرح علم بھی ہے، ارشاد باری ہے (وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾) لہٰذا اس سے علم مراد لینا بھی صحیح ہے لیکن یہ مجازاً ہوگا جب کہ بخل فی المال مراد لینا حقیقةً ثابت ہورہا ہے۔ اور اصول فقہ کا مشہور ضابطہ ہے ''جب حقیقت اور مجاز جمع ہوں تو حقیقت پر عمل کیا جائیگا '' اور مجاز پر عمل کرنے کی گنجائش اسی وقت ہوتی ہے جب حقیقت بالکل مہجور ہو، یا مجاز متعارف ہو یا حقیقت متعذر ہو، دوسری بات سابقہ آیات سے ربط بھی باقی نہیں رہتا ہے جبکہ نظم قرآن میں ہی نہیں بلکہ جملہ کلاموں میں بھی ربط کلام، کلام کے حسن کی علامت ہوتا ہے، اور قرآن ان میں اعلی معیار پر ہے، لہٰذا ایسی صورت اختیار کی جائے جس سے حسن بھی باقی رہے اور مقصد بھی حل ہو، اور بلاوجہ مجاز کا سہارا نہ لینا پڑے

[۱] زادالمسیر ص:۵۱۲ ج:۱/ اسباب النزول ص:۷۶ تفسیر بغوی ص:۳۷۸ ج:۱/ روح المعانی ص:۱۳۹/۱۴۰ ج:۴/ فتح الباری ص:۲۳۰ ج:۸/ ابن کثیر ص:۳۸۲ ج:۱/ تفسیر کبیر ص:۱۱۳ ج:۹

علامہ رازی کے اپنے الفاظ وہ ہیں جو درج ذیل ہیں جن کا خلاصہ میں نے اوپر مزید وضاحت کے ساتھ درج کردیا ہے۔فرمایا:

واعلم ان القول الاول ، ویدل علیه وجهان : الاول انه تعالیٰ قال (سیطوقون ما بخلوبه) ولو فسرنا الآیة با لعلم احتجنا الی تحمل المجاز فی تفسیر هذه الآیة۔ولو فسرناها بالمال لم نحتج الی المجاز فکان هذا اولیٰ، الثانی : انا لو حملنا هذه الآیة علی المال کان ذالک ترغیبا فی بذل المال فی الجهاد فحینئذ محصل لهذه الآیة مع قبلها نظم حسن، ولو حملناها علی ان الیهود کتموا ماعرفوه من التوراة انقطع النظم۔ الاعلی سبیل التکلف، فکان الاول اولیٰ۔التفسیر الکبیر ص:۱۱۳ ج:۹، مختصراً۔

۱۱۷- لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول کہ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں ہم ان کے کہے ہوئے کو لکھ کر رہیں گے، اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی، اور ہم کہیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب، یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں''

شان نزول: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ صدقات کے احکام قرآن سے بتلائے تو اس پر گستاخ یہود یہ کہنے لگے کہ اللہ فقیر و محتاج ہو گیا اور ہم مالدار ہیں جب ہی تو ہم سے مانگتا ہے (نعوذ باللہ منہ)

ظاہر ہے کہ اس بے ہودہ قول کے مطابق اس کا اعتقاد تو نہ ہوگا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کیلئے کہا ہوگا کہ اگر قرآن کی یہ آیات صحیح ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ

فقیر ومحتاج ہو، ان کا یہ لغو استدلال باطل ہونے کی وجہ سے بدیہی طور پر قابل جواب نہ تھا، کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم صدقات کا اپنے نفع کیلئے نہیں، بلکہ خود اصحاب مال کے نفع دینی اور دنیوی کیلئے ہے، مگر ہوسکتا ہو اسکو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا عنوان اس لئے دیدیا گیا ہو کہ جس طرح قرض کی ادائیگی شریف آدمی کیلئے ضروری ہوتی ہے اسی طرح جو صدقات انسان دیتا ہے اسکی جزاء اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ ایسی قرار دیتے ہیں جیسے کسی کا قرض دینا ہو، جو شخص اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک جانتا ہے اسکو ان الفاظ سے کبھی وہ شبہ نہیں ہوسکتا جو گستاخ یہود کے اس قول میں ہے، اسلئے قرآن کریم نے اس شبہ کا جواب تو دیا نہیں، بلکہ صرف ان کی اس گستاخی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب اور آپ کے استہزاء کرنے کے متعدد شدید جرائم کی سزا میں یہ فرمایا کہ ہم ان کے گستاخانہ کلمات کو لکھ کر رہیں گے تاکہ قیامت کے روز ان پر حجت تمام کر کے عذاب دیا جائے ورنہ اللہ کو لکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

پھر یہود کی اس گستاخی کے ذکر کے ساتھ ان کا ایک دوسرا جرم بھی ذکر کر دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے انبیاء کی صرف تکذیب واستہزا ہی نہیں کیا بلکہ قتل کرنے سے بھی باز نہیں آئے تو ایسے لوگوں سے کسی نبی یا رسول کی تکذیب یا استہزاء پر کیا تعجب ہوسکتا ہے۔

جس آدمی نے یہ گستاخانہ حرکت کی تھی اس کا نام فنحاص یہودی تھا۔ تفصیل اس طرح ہیکہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہود کی ایک تعلیم گاہ میں جانا ہوا وہاں بہت سارے لوگ اکھٹا تھے ان میں ایک شخص فنحاص بن عازوراء بھی تھا جو یہود کے علماء میں سے تھا، حضرت ابوبکرؓ نے فنحاص سے کہا - اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم - تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت سے خوب واقف ہو، اس لئے کہ تم ان تمام چیزوں سے واقف ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تورات میں لکھی ہوئی ہیں، لہٰذا تم ایمان لے آؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرو - اور اللہ کیلئے قرض حسنہ پیش کرو - اس کی وجہ سے اللہ تم کو جنت میں داخل کر دیں گے۔ اور بے شمار ثواب و جزاء سے نوازیں گے اس پر فنحاص نے کہا اچھا! اللہ ہمارا رب، ہم سے قرض مانگتا ہے، قرض تو فقیر مالدار سے مانگا کرتے ہیں، اور تم جو کچھ کہہ رہے ہو اسکا صاف مطلب تو یہ ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں، کیونکہ وہ

اگر فقیر نہ ہوتا تو ہم سے قرض کیوں مانگتا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اسکی اس بات پر بڑا طیش آیا، جسکی وجہ سے فنحاص کو ایک طمانچہ رسید کیا، اور فرمایا قسم اللہ کی جسکے قبضے میں میری جان ہے اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو تمہاری گردن اڑادیتا اے اللہ کے دشمن! فنحاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شکایت کی کہ اسنے اسے مارا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ تجھے اس کام کے کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا اسکی نازیبا بات نے وہ بھی اللہ سبحانہ کے ساتھ۔ کہ اللہ سبحانہ کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ فقیر ہے اور یہ خود مالدار ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے یارسول اللہ! خالص اللہ کیلئے کیا ہے۔ لیکن فنحاص نے ایسی بات سے انکار کیا۔ اس پر اللہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، اور فنحاص کی تکذیب اور ابوبکر صدیقؓ کی تصدیق کی۔

اسباب النزول ص:۷۶/ابن کثیر ص:۳۸۲ ج:۱/تفسیر بغوی ص:۳۷۹ ج:۱/روح المعانی ص:۱۴۱ ج:۴/زادالمسیرفی علم التفسیر ص:۵۱۴ ج:۱/ المقطتف ص:۳۹۷ ج:۱/ تفسیر کبیر ص:۱۱۷ ج:۹/ قال الامام الرازی: فنزلت هذه الآية تصديقاً لابی بكر رضی الله عنه۔ واكثر الروايات ان هذ القول انما صدعن اليهود۔ روى انه صلى الله عليه وآله وسلم كتب مع ابی بكر الى يهودبنی قينقاع يدعوهم الى الاسلام، والى اقامة الصلاة، وايتاء الزكاة ان يقرض الله قرضا حسنا فقال فنحاص اليهودی ان الله فقير حتى سألنا القرض فلطمه ابوبكر فی وجهه والتفصيل الباقی (كالسابق ماتقدم-كبير)

۱۱۸- الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لاویں، جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نذرونیاز خداوندی

کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو آگ کھا جاوے۔آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے، اور خود یہ معجزہ بھی، جسکو تم کہہ رہے ہو سوتم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا، اگر تم سچے ہو۔

شان نزول: ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کعب بن اشرف یہودی مالک بن ضیف یہودا، اور زید بن تابوۃ، اور فنحاص بن عازوراء، اور حی بن اخطب آئے اور عرض کیا کہ آپکا یہ گمان ہے کہ آپ کو اللہ نے نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔اور آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے تورات میں یہ کہا ہے کہ ہم کسی نبی پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ نبی قربانی نہ پیش کردے، اور جسے آگ آکر کھا نہ لے آپ بھی اگر ایسا کرتے ہیں تو ہم بھی تصدیق کرنے میں پیچھے نہیں ہٹیں گے۔اس وقت مذکورہ آیت اتری۔[1]

فائدہ: مذکورہ آیت میں یہود مردود کا افتراء اور بہتان کا تذکرہ فرما کر اسکی تردید کی ہے کہ انہوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کیلئے حیلہ پیش کیا کہ پچھلے انبیاء کے زمانہ میں یہ طریقہ تھا کہ صدقات کے مال کسی میدان یا پہاڑ پر رکھ دیئے جاتے تھے اور آسمانی آگ ان کو جلا دیتی تھی یہی علامت صدقات کی قبولیت کی ہوتی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی امت کو اللہ تعالیٰ نے یہ خاص امتیاز عطا فرمایا تھا کہ اموال صدقات آسمانی آگ کے نذر کرنے کے بجائے فقیروں اور مسکینوں کو دیئے جاتے ہیں۔چونکہ پچھلے انبیاء کے طرز مذکور کے یہ طرز خلاف تھا، اس لئے مشرکین نے اسکو بہانا بنایا کہ اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کا بھی یہ معجزہ ہوتا کہ آسمانی آگ اموال صدقہ کو کھا جاتی، نیز اس پر مزید یہ جرأت کی کہ اللہ پر بہتان باندھا کہ ہم سے اللہ نے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس شخص پر ایمان نہ لائیں کہ جس سے یہ معجزہ (آسمانی آگ کے آنے اور مال صدقہ کے جلانے کا) صادر نہ ہو، چونکہ یہود کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد اور بے دلیل اور باطل تھا کہ اللہ نے ان سے عہد لیا ہے۔

---

[1] روح المعانی ص:۱۴۴ج:۴/اسباب النزول ص:۷۶ زادالمسیر ص:۵۱۶ج:۱/تفسیر کبیر ص:۱۲۱ج:۹/المقتطف ص:۳۹۹ج:۱ ابن کثیر ص:۳۸۲ج:۱/بغوی ص:۳۸۰ج:۱

اس کے جواب کی ضرورت نہ تھی ان کو انہی کے مسلمہ قول سے مغلوب کر کے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا ہے تو پھر جن انبیاء سابقین نے تمہارے کہنے کے مطابق یہ معجزہ بھی دکھلایا تھا کہ آسمانی آگ مال صدقہ آکر کھا گئی۔ توتم ان پر ایمان لاتے مگر ہوا یہ کہ تم نے الٹے ہی ان کی تکذیب کی، بلکہ ان کو قتل کر ڈالا۔

یہود کا یہ دعویٰ اور مطالبہ قطعاً غلط تھا، نیز یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر آنحضرتؐ کے ہاتھ سے یہ معجزہ بھی ہوجاتا تو شاید ایمان لے آتے یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہ تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ لوگ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ باتیں کر رہے ہیں، اگر ان کے کہنے کے مطابق معجزہ بھی ہوجاتا جب بھی یہ ایمان نہ لائیں گے۔

(معارف القرآن مفتی شفیع دیوبندیؒ ص: ۲۵۴ ج: ۲)

۱۱۹- لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۟ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ: البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں، اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی، ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں، اور اگر صبر کرو گے، اور پرہیز رکھو گے تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے۔

شان نزول: پچھلی آیت یعنی آیت ۱۸۱ آل عمران ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے، تفصیل اسکی یہ ہے کہ قرآن کریم میں جب آیت مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا نازل ہوئی، جس میں ایک بلیغ عنوان میں صدقہ وخیرات دینے پر اللہ کو قرض دینے سے تعبیر کیا ہے، اس بلیغ عنوان میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ یہاں دو گے اس کا بدلہ آخرت میں ایسا یقینی ہو کر ملے گا جیسے کسی کا قرض ادا کیا جاتا ہے۔

ایک جاہل یا معاند یہودی نے اسکو سن کر یہ الفاظ کہے، **ان الله فقير ونحن أغنياء** حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس گستاخی پر غصہ آیا اور وہ ہوا جو سابقہ آیت میں گذرا، مذکورہ

آیت ۱۸۱ سے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور فنحاص یہودی کی تردید کی گئی چونکہ اس واقعہ سے حضرت ابوبکر کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہونچی تھی تو مذکورہ زیر بحث آیت لَتُبۡلَوُنَّ فِيٓ اَمۡوَالِكُمۡ الخ نازل ہوئی، جس میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ دین کیلئے جان ومال کی قربانیوں سے اور کفار ومشرکین اور اہل کتاب کی بدزبانی کی ایذاؤں سے گھبرانا نہیں چاہئے، یہ سب ان کی آزمائش ہے اور اسمیں ان کیلئے بہتر یہی ہے کہ صبر سے کام لیں، اور اپنے اصل مقصد تقویٰ کی تکمیل میں مصروف رہیں ،ان کی جواب دہی کی فکر میں نہ پڑیں۔(معارف)

(علامہ جوزی نے زادالمسیر فی علم التفسیر میں فرمایا کہ اس آیت کے سبب نزول میں ۵/اقوال ہیں۔)

۱-حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوکر سعد بن عبادہ کی خدمت میں عیادت کی غرض سے روانہ ہوئے، اور اسامہ بن زید بھی اس پر سوار تھے، یہ واقعہ غزوۂ بدر سے قبل کا ہے، اثناء راہ میں ایک ایسے مجمع پر گذر ہوا، جس میں عبداللہ بن ابی رأس المنافقین بھی تھا، اور مجمع مشرکین اور کفار اور یہود اور مسلمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وہاں پہونچے تو گدھے کے چلنے کے نتیجے میں گرد وغبار اڑا، اور مجلس گرد وغبار سے آلودہ ہوگئی، عبداللہ بن ابی نے اپنے کپڑے سے اپنی ناک کو چھپالیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اس طرح گرد وغبار نہ اڑایا کرو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع کو سلام کیا، اور سواری سے اترے موقع اچھا تھا چوں کہ سارے لوگ جمع تھے، اس لیے اسلام کی دعوت دی۔ اور قرآن کی تلاوت کی، اس پر عبداللہ بن ابی نے کہا اے شخص! جس چیز کی تم دعوت دے رہے ہو میں اپنے خیال کے مطابق اسے اچھا نہیں سمجھتا، کیونکہ اگر وہ حق ہوتا تو تم ہمیں مجلس میں تکلیف نہ دیتے۔ جاؤ جاؤ اپنی سواری آگے بڑھاؤ اور یہاں سے جلدی کوچ کرو، جو تیری بات مانتا ہو اسے اپنی بات کہو، اس پر عبداللہ بن رواحہ نے کہا جو اسی مجلس میں موجود تھے ہاں یارسول اللہ کیوں نہیں، آپ ہماری مجلس کو زینت بخشی ہے ہمیں آپ کی باتیں پسند ہیں، اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر وہیں رکے رہے مجلس میں جو افراتفری ہوگئی تھی اسے ختم کیا اور لوگوں کو خاموش

رہنے کا حکم فرمایا۔ پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سعد بن عبادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد فرمایا۔ اے سعد! ابوحباب کی کچھ باتیں تجھے سننے میں آئیں کہ اس نے کیا کہا ہے۔ اس نے تو ایسا ویسا کہا ہے۔ ابوحباب عبداللہ بن ابی کی کنیت تھی۔ اس پر حضرت سعد نے فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکو اللہ تعالیٰ نے عزت سے نوازا ہے، اور حق دیکر مبعوث فرمایا ہے۔ اور کتاب نازل فرمائی ہے آپ انہیں معاف کر دیجئے اور در گذر کیجئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ در گذر کا معاملہ کیا جبکہ موقع انتقام لینے کا تھا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جسمیں ان کی تکلیف اور ایذاؤں پر صبر کی تلقین کی گئی اور ساتھ میں تقوی کی بھی (فتح الباری)

۲۔ مشرکین اور یہود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح سے تکلیفیں دیتے تھے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق اور فنحاص یہودی میں ایک مسئلہ میں بحثا بحثی ہوگئی جسکا تفصیلی تذکرہ آیت نمبر ۱۸۱ میں گذر چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے، اور مذکورہ زیر بحث آیت کے تحت بھی شروع کا مضمون اسی سلسلہ کی تفصیلی کڑی ہے۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی، اور حضرت عکرمہ کے بقول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فنحاص کے بارے میں نازل ہوئی۔ (راقم الحروف کے نزدیک قول ثانی زیادہ راجح ہے)

۵۔ کعب بن اشرف یہودی جو ایک شاعر شخص تھا، اپنے شعر کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور برائیاں کرتا اور مشرکین اور کفار کو اشعار کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا، اور مبارزت کی دعوت دیتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو مدینہ میں اور مدینہ کے اردگرد جو یہود اور مشرکین اور مسلمان مخلوط طور پر رہتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے درمیان صلح کا ارادہ فرمایا، اور حضرات یہود حضورؐ اور صحابہ کرام کو تکلیف زیادہ ہی دیتے تھے اسوقت اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ صبر سے کام لیتے رہیں۔ اور مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

باقی رہا یہ سوال کہ ایک آیت کا تو ایک ہی سبب نزول اور شان نزول ہوسکتا ہے جبکہ یہاں پانچ سبب نزول ذکر کئے گئے ہیں تو اس شبہ کا تفصیلی جواب مقدمہ میں دیا جاچکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ [۱]

۱۲۰- لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ: جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں، اور جو کام نہیں کیا ہے اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو سو ایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے اور ان کو دردناک سزا ہوگی۔

شان نزول: اس آیت مبارکہ کے سبب نزول میں آٹھ اقوال ہیں۔

۱- حضورؐ نے ایک مرتبہ یہود سے کوئی بات دریافت کی کہ کیا یہ بات تورات میں ہے؟ تو یہود نے حقیقت کو چھپاتے ہوئے وہ باتیں بتلائیں جو تورات میں نہ تھیں اور مزید یہ کہ اپنے اس عمل بد پر خوش ہوتے ہوئے واپس آئے کہ ہم نے خوب دھوکہ دیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- منافقین یہود کا ایک طرز عمل یہ بھی تھا کہ جب کسی جہاد کا وقت آتا تو بہانہ کر کے گھر میں بیٹھ جاتے اور اس طرح کی مشقت سے بچنے پر خوشیاں مناتے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد سے واپس آتے تو آپکے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر عذر بیان کر دیتے، اور اسکے طالب ہوتے کہ ان کے اس عمل کی تعریف کی جائے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- یہود کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی کہ مسلمانوں کو جب کوئی گزند اور مصیبت پہونچتی تھی تو وہ خوش ہوتے تھے اور اس بات کے خواہاں رہتے کہ لوگ ان کو علماء کہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۴- یہود کہا کرتے تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جو

---

[۱] اسباب النزول ص:۷۷/۷۸/زاد المسیر ص:۵۲۰تا۵۱۸ج:۱/تفسیر بغوی ص:۳۸۱ج:۱/ روح المعانی ص:۱۴۸/۱۴۹ج:۴/ابن کثیر ص:۳۸۴ج:۱ التفسیر الکبیر للامام فخر الدین الرازی ص:۱۲۷/۱۲۸ج:۹/ فتح الباری ص:۲۳۰/۲۳۱ج:۸/ سبب نزول اوّل ۔ باب ولتسمعن من الذین-الی قوله اذی کثیرا حدیث نمبر:۴۵۶۲کتاب التفسیر

تورات میں مکتوب تھے، اسکا اخفاء کرتے اور بتانے اور بیان کرنے سے اعراض کرتے تھے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵- مدینہ کے یہودیوں نے اپنے یہودی بھائیوں کے پاس جو عرب کے مختلف علاقے عراق، یمن، اور اسکے آس پاس دوسرے بہت سے علاقے جہاں یہودی متفرق طور پر آباد تھے، یہ خط لکھا کہ محمد نبی نہیں ہیں، لہٰذا تم جس دین پر ہو اسی دین پر قائم رہو، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب دین یہودیت ہی پر قائم رہے، اور اسلام سے برگشتہ اور اپنے اس عمل پر شاداں وفرحاں رہے، اور کہا کرتے تھے کہ ہم روزہ اور نماز والے ہیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۶- یہود خیبر کا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آنا ہوا اور خدمت اقدس میں یہ عرض کیا کہ ہم آپکے ہر حکم کو ماننے کیلئے تیار ہیں، جبکہ اندر ضلالت وگمراہی بھری ہوئی تھی، اس بات سے انکا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ ظاہر کرنا تھا، کہ وہ پکے سچے مسلمان ہیں، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعریفی کلمات کہیں گے جو ان کیلئے فخر وغرور کا باعث بنے گا۔ حالانکہ انہوں نے جو کہا، حقیقت اس کے خلاف تھی، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۷- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اہل کتاب کے کچھ حضرات وافراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، پھر بلا کسی تاخیر کے آپکے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں سے کہا کہ انہیں چند چیزوں کے بارے میں بتلایا گیا تھا ان چیزوں سے وہ واقف ہو گئے، اور چلتے چلتے مسلمانوں کی تعریف کی جبکہ باطنی اعتبار سے معاملہ دگر تھا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۸- یہودیوں نے کچھ لوگوں کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا کہ وہ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ ظاہر کریں کہ ہم لوگ آپ کی تمام آراء سے متفق ہیں۔ جبکہ معاملہ ایسا نہ تھا، اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ [1]

---

[1] اسباب النزول ص:۷۸/۷۹ زادالمسیر ص:۵۲۲/۵۲۳ تفسیر بغوی ص:۳۸۴ ج:۱/ روح المعانی ص:۱۵۰ ج:۴/المقتطف ص:۴۰۲ ج:۱ ابن کثیر ص:۳۸۵ ج:۱/ التفسیر الکبیر ص:۱۳۲ ج:۹/فتح الباری ص:۲۳۳ ج:۸ حدیث نمبر ۴۵۶۸/۴۵۶۷ باب لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا بعضا

۱۲۱- اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

ترجمه: تو بلاشبہ آسمانوں کے اورزمین کے بنانے میں اوریکے بعد دیگرے رات اوردن کے آنے اورجانے میں دلائل ہیں اہل عقل کیلئے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱-ایک مرتبہ قریش مکہ یہود کے پاس آئے اوردریافت کیا کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس کیا کیا نشانیاں آئی ہیں اس پر یہود نے کہا کہ عصا، اوریدبیضاء پھر قریش نصاریٰ کے پاس آئے، اوردریافت کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس کیا نشانیاں آئی ہیں اس پر نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ مادرزاداندھے کواچھا کردیتے تھے اوربرص کی بیماری والے کوٹھیک کردیتے تھے پھراس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اورعرض کیا کہ آپ ہمارے لئے اپنے رب سے ''صفا'' پہاڑکوسونا بنانے کیلئے کہئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

۲-اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے پاس آپ کوئی نشانی لائیں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳-جب آیت کریمہ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ آیت نمبر ۱۶۳ سورۃ بقرہ نازل ہوئی تو قریش نے کہا کہ آپ اپنے رب کی کوئی نشانی بتایئے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۵۲۶ج:۱ / اسباب النزول ص:۷۹/۸۰ / ابن کثیر ص:۳۸۶ج:۱ / فتح الباری ص:۲۳۵ج:۸)

لیکن حافظ ابن حجر نے یہ اشکال کیا ہے کہ سبب نزول کا جوقصہ مشرکین مکہ کے دریافت سے متعلق ہے درست نہیں ہے کیونکہ یہ سورت مدنی ہے اورقریش اہل مکہ ہیں، پھر خودہی جواب دیا کہ ممکن ہے قریش کا یہ سوال ہجرت کے بعد ہوا ہو، اورغالب گمان یہ ہے کہ مصالحت کے زمانہ میں ہوا ہو حافظ ابن حجر کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

ففیه اشکال من جهة ان هذه السورة مدنية وقريش من اهل مكة، قلت: ويحتمل ان يكون سؤالهم لذالک بعد ان هاجر النبی صلى الله عليه وسلم الى

المدينة ولا سيمافی زمن الهدفه، فتح الباری شرح البخاری لابن حجر عسقلانی ص:۲۳۵ ج:۸، باب ان فی خلق السمٰوٰت والارض حدیث نمبر:۴۵۶۹

تفسیر کبیر میں اس آیت کے ذیل میں مذکورہ سبب نزول کے علاوہ ایک دوسرا سبب نزول بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ (ایک مرتبہ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے) اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں جو عجیب چیز آپنے دیکھی ہو وہ مجھے بتلایئے، اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ کی کس شان کو پوچھتے ہو؟ ان کی تو ہر شان عجیب تھی، ہاں ایک واقعہ عجیب سناتی ہوں، اور وہ یہ ہے کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور لحاف میں میرے ساتھ داخل ہو گئے، پھر فرمایا کہ اجازت دو تا کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں، چنانچہ بستر سے اٹھے، اور وضو فرمایا، پھر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے، اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپکے آنسو سینہ مبارک پر بہہ گئے، پھر رکوع فرمایا، اور اس میں بھی روئے، پھر سجدہ کیا، اور اسمیں بھی روئے، پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، حضرت بلال آئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فجر کی نماز کی اطلاع دی، بلال فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں؟ اللہ نے تو آپکے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور شکریہ میں گریہ کیوں نہ کروں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بڑی تباہی ہے ان لوگوں کیلئے جنھوں نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا(تفسیر کبیر ص:۱۳۴-۱۳۳ ج:۹) اس واقعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نزول آیت دوران عبادت یا عبادت کے بعد ہوئی، غرض کہ اس واقعہ کے مطابق اس آیت کا نزول رات کے وقت ہوا معارف القرآن میں بھی مفتی شفیع صاحب نے اس واقعہ کو لکھا ہے لیکن انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے بجائے حضرت عطاء رباح کا نام ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔ باقی تفصیل وہی ہے جو گذری۔ (معارف ص:۲۶۱ ج:۲)

۱۲۲- فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ: سومنظور کیا انکی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے اس کام کو جو تم میں سے کوئی کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو، سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا، اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دی گئیں میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے، ضرور ان لوگوں کی ساری خطائیں معاف کر دونگا۔ اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرونگا جسکے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے، اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔

شان نزول: ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہجرت کے سلسلے میں ہم عورتوں کا کوئی تذکرہ سننے میں نہیں آیا یعنی مہاجرہ عورتوں کے سلسلہ میں کوئی قرآنی آیت سننے میں نہیں آئی جہاں اور جس بات میں دیکھئے مردوں کا تذکرہ ہے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں یہ بتلایا گیا کہ عدم ذکر سے ثواب کی نفی نہیں ہوتی ہے۔ جو بھی کوئی نیک کام کریگا اسے اسکا صلہ و جزا ملے گی اور چونکہ عورتوں میں اصل ستر اور پردہ ہے اس لئے خطاب انہیں نہیں کیا گیا ہے چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں۔

فالمعنی: انه لاتفاوت فی الاجابة والثواب بین الذکر والانثی اذا کان جمیعًا فی التمسک بالطاعة علی السویة وهذا یدل علی ان الفضل فی باب الذین بالاعمال، لابسائر صفات العاملین التفسیر الکبیر ص: ۱۵۰ ج: ۹.

ترجمہ: آیت کا واضح اور صاف مطلب یہ ہوا کہ دعاؤں کے مقبول ہونے اور ثواب و جزا کے ملنے میں مرد عورت میں سے کسی کی تخصیص نہیں ہے جو کوئی بھی شریعت کی

اتباع کامل طور پر کریگا وہ ثواب کا مستحق قرار دیا جائیگا۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں فضیلت کی بنیاد اعمال صالحہ ہیں نہ کہ دوسرے امور نسب و خاندانی [1]

۱۲۳- لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

ترجمہ: تمکو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈالدے۔ چند روزہ بہار ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اور وہ بُری ہی آرام گاہ ہے، لیکن جو لوگ خدا سے ڈریں انکے لئے ایسے باغات ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کیلئے بدرجہا بہتر ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول میں تین قول ہیں۔

۱- اہل عرب اور مشرکین کو جب حضرات صحابہ کرام نے دولت وثروت میں دیکھا تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ اللہ کے نافرمان بندوں اور کافروں کو تو عیش وعشرت نصیب ہو، اور ہم بیچارے مسلمانوں کو تنگی اور پریشانی، اور ابتلاء و آزمائش کا سامنا کرنا پڑے، اور بھوک و پیاس کی شدت سے دوچار ہونا پڑے، اور ہر طرح کی مشقت و مصیبت سے مقابلہ کرنا پڑے بڑی ہی تعجب خیز بات ہے؟ اس وقت مذکورہ آیتیں نازل ہوئیں۔ علامہ اقبال کی زبان میں۔

کافر کو ملے حور وقصور اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

۲- یہود کے بارے میں نازل ہوئیں، پھر اس بارہ میں دو قول ہیں (۱) یہود تجارت کرتے تھے اور تجارت کے نتیجے میں انہیں بہت سارا مال حاصل ہوتا تھا (جس سے مسلمان تو یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کا نافرمان ہونے کے باوجود ان کیلئے کس قدر دولت کی فراوانی

[1] زادالمسیر ص:۵۳۰ ج:۱/ اسباب النزول ص:۸۰/ المقتطف ص:۴۰۷ ج:۱/ تفسیر بغوی ص:۳۸۶ ج:۱

ہے۔ اور کس قدر چین وسکون کی زندگی گذار رہے ہیں، اور ایک ہم لوگ ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول کو سچے دل سے مانتے ہیں پھر بھی یہ حالات، پریشانیاں، اور مسلسل اور پیہم دشواریاں) اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی (۲) ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے بعض یہودیوں سے قرض کے طور پر کچھ شعیر یعنی جو طلب کیا یہودی نے اس شرط کے ساتھ دینا منظور کیا کہ آپ ان کے پاس بطور ضمانت کوئی چیز گروی رکھیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے میرے برابر کوئی امین نہ ملے گا، اسلئے اگر ایک اوقیہ تم مجھے دوگے تو تم اسے صحیح سالم پاؤگے، اس میں ذرا بھی خیانت اور کمی نہ ہوگی، اور جو تو اس سے بھی حقیر چیز ہے تو تمہارا گمان ہے کہ میں لے کر کے واپس نہ کرونگا؟ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

۱۲۴- وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

ترجمہ: اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں، اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔ اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو ان کے پاس بھیجی گئی ہے، اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کچھ بھی معاوضہ نہیں لیتے، ایسے لوگوں کو انکا نیک عوض ملے گا۔ ان کے پروردگار کے پاس، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب کریں گے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- نجاشی کے بارے میں نازل ہوئی، تفصیل اسکی ماقبل میں گذر چکی ہے، مختصراً یہ کہ جب نجاشی بادشاہ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر جنازہ کی نماز پڑھی، بعضے

---

[1] زاد المسیر ص: ۵۳۱ ج: ۱/ اسباب النزول ص: ۸۰/ تفسیر بغوی المسمی بمعالم التنزیل ص: ۳۸۷ ج: ۱/ المقتطف ص: ۴۰۸ ج: ۱ روح المعانی ص: ۱۷۲ ج: ۴/ التفسیر الکبیر ص: ۱۵۲

صحابہ نے کہا کہ نصرانی پر نماز پڑھی جارہی ہے، اور دوسری بات کہ وہ یہاں پر ہے بھی نہیں، وہ تو حبشہ میں ہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- مؤمنین اہل کتاب میں سے بعض یہود و نصاریٰ جو اسلام لا چکے تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

۳- عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا، اور دین یہودیت کو چھوڑ دیا تھا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- نجران کے چالیس افراد کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان میں ۳۲/افراد حبشہ اور ۸/روم کے تھے۔ یہ سب کے سب دین عیسائیت پر قائم تھے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۱۲۵- يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰

ترجمہ: اے ایمان والو! خوب صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو، اور مقابلہ کیلئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پورے کامیاب ہوجاؤ۔

شان نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتے تھے، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا میں تجھے وہ چیز بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کردے۔ اور تمہارے درجات بلند کردے۔ اور وہ چیزیں یہ ہیں وضو کو مکمل طور پر کرنا باوجودیکہ سردی یا کسی زخم اور درد کے سبب اعضاء وضوء کا دھونا مشکل نظر آرہا ہو، اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پھر فرمایا **ذالکم الرباط** یعنی یہی رباط فی سبیل اللہ ہے، اس جملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا **ذالکم الرباط- ذالکم**

[۱] **اسباب النزول ص:۸۰/۸۱ زادالمسیر ص:۵۳۳/۵۳۲ ج:۱/ بغوی ص:۳۸۸ ج:۱/ روح المعانی ص:۱۸۳ ج:۴/المقتطف ص:۴۰۹ ج:۱ التفسیر الکبیر ص:۱۵۴ ج:۹**

الرباط - ذالكم الرباط.[ا]

فائده: قال الامام الرازی: قال الاصم: لما كثرت تكاليف الله فی هذه السورة امرهم بالصبر عليها، ولما كثر ترغيب الله تعالىٰ فی الجهاد فی هذه السورة امرهم بمصابرة الاعداء ص: ١٥٦ ج: ٩)

۞۞۞

[ا] زادالمسير ص: ۵۳۳ بحواله مسلم ص: ۲۱۹ ج: ۱/نسائی ص: ۸۹ ج: ۱، اسباب النزول ص: ۱۸ بغوی ص: ۳۸۹ ج: ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النساء

۱۲۶-وَ اٰتُوا الۡیَتٰمٰۤی اَمۡوَالَہُمۡ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِیۡثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَہُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حُوۡبًا کَبِیۡرًا ۲

ترجمہ: اورجن بچوں کے باپ مرجائیں ان کے مال انہی کو پہونچاتے رہو۔ اورتم اچھی چیز سے بری چیز کومت بدلو۔اوران کے مال مت کھاؤ۔اپنے مالوں کے رہنے تک ایسی کاروائی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

شان نزول: قبیلۂ غطفان کے ایک آدمی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ تفصیل اسطرح ہے کہ اس کا ایک بھائی تھا جب اس کا انتقال ہوگیا، اسکے ترکے میں بہت سارا مال تھا اوراس کا ایک لڑکا بھی تھا۔ جوابھی بالغ نہ ہوا تھا، جس کی وجہ سے اس کے پورے مال کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے چچا کے ذمہ ٹھہری پھر جب مرحوم کالڑکا بالغ ہوااس نے اپنے چچا سے وہ مال طلب کیا جواسکے والد نے چھوڑا تھا اس نے دینے سے انکارکردیا صورت نزع کی پیدا ہوگئی بالآخر دونوں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس معاملے کولیکر آئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اس یتیم کے چچانے جب اس آیت کوسنا تو کہا کہ ہم نے اللہ کی اطاعت اوراللہ کے رسول کی اطاعت کی اورحوب کبیر یعنی بہت بڑے گناہ سے ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں پھراس نے یتیم کا مال یتیم کے سپرد کردیا اوراس کے حق میں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپکوحرص سے بچایا اسکے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ہے۔

(اسباب النزول للواحدی ص:۸۱ / زادالمسیر فی علم التفسیر للجوزی ص:۴ج:۲ /تفسیر بغوی ص:۳۹۰ج:۱)

فائدہ: آیت میں مال یتیم کے کھانے کی ممانعت کا ذکر ہے اس لئے کہ مال کا سب سے بڑا اہم فائدہ کھانا ہے۔لیکن محاورہ میں مال کے ہر تصرف کو کھانا، بولا جاتا ہے۔خواہ استعمال کر کے ہو یا کھا کر۔قرآن کریم نے بھی اسی محاورہ پر لَا تَاْكُلُوْٓا فرمایا ہے اس میں ہر ناجائز تصرف داخل ہے۔لہٰذا یتیم کے مال کو کسی بھی طریقہ سے ناجائز طور پر خرچ کرنا حرام ہوا۔

آیت کے آخری جملے میں ارشاد فرمایا: اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ لفظ ''حوب'' بقول ابن عباسؓ حبشی زبان کا لفظ ہے۔اس کے معنی ہیں بڑا گناہ۔عربی زبان میں بھی یہ لفظ اسی معنی کیلئے بولا جاتا ہے معنی یہ ہوئے کہ مال یتیم میں کسی قسم کا ناجائز تصرف خواہ حفاظت کی کمی سے ہو یا خراب چیز کے بدلہ میں اچھی چیز لے کر ہو یا اپنے مال کے ساتھ ملا کر اس کا مال کھانے سے ہو بہرحال یہ بہت بڑا گناہ ہے۔اور یتیم کے مال کو کھانے کی سخت وعید اس رکوع کے ختم پر آرہی ہے۔(معارف القرآن ص:۲۸۳/ ۲۸۴ ج:۲)

۱۲۷- وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳

ترجمہ: اور اگر تمکو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہو نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے پس اگر تمکو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چھ اقوال ہیں:

۱- زمانۂ جاہلیت میں جن لوگوں کی ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں جو شکل وصورت سے اچھی سمجھی جاتی یا ان کی ملکیت میں کوئی مال جائیداد ہوتی تو انکے اولیاء ایسا کرتے تھے کہ خود ان سے نکاح کرتے یا اپنی اولاد سے انکا نکاح کردیتے تھے، جب چاہا کم سے کم مہر مقرر کردیا اور جس طرح چاہا ان کو رکھا کیونکہ وہی ان کے ولی اور نگراں ہوتے تھے ان کا

باپ موجود نہ ہوتا تھا جوانکے حقوق کی پوری نگرانی کرسکتا اوران کی ازدواجی زندگی کے ہر پہلو پر نظراور فلاح وبہبود کامکمل انتظام کر کے ان کا نکاح کرتا۔

۱- صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی اوراس کا ایک باغ تھا، جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی، اس شخص نے اس یتیم لڑکی سے خوداپنا نکاح کرلیا اور بجائے اس کے کہ اپنے پاس سے مہروغیرہ دیتااس کے باغ کا حصہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ یعنی اگرتمہیں یہ خطرہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے خوداپنا نکاح کرنے میں تم انصاف پر قائم نہ رہوگے، بلکہ ان کی حق تلفی ہوجائے گی توتمہارے لئے دوسری عورتیں بہت ہیں ان میں جوتمہارے لئے حلال اور پسند ہیں ان سے نکاح کرلو۔

۲- زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگوں کی تربیت میں یتیم بچے اور بچیاں رہتیں، اورانکا مال بھی انہیں کے سپرد ہوتا کچھ لوگ بہت سی عورتوں سے نکاح کرلیا کرتے تھےلیکن انکے درمیان مساوات کابرتاؤنہ کرتے تھے اور جہاں تک یتیم بچے اور بچیوں کا معاملہ ہوتا تو انکے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں کرتے تھے۔اس آیت کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بتایا کہ جس طرح تم یتیموں کیساتھ مساویانہ طریقہ اختیار کرتے ہواور ظلم وزیادتی سے پرہیز کرتے ہواسی طرح اپنی عورتوں کے حق میں بھی ظلم وزیادتی سے پرہیز کرو۔

۳- یتیموں کااولیاء اوردوسرے سرپرستان یتیموں کے مال کے ذریعہ ڈھیرساری عورتوں سے نکاح کرلیتے تھے جب نکاح میں بہت ساری عورتیں جمع ہوجاتیں توپھریتیموں کے مال کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوتے اورصرف چارعورتیں نکاح میں رکھتے اورباقی کوچھوڑدیتے، اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۴- یتیموں کے سرپرستان سے کہا کہ اگرتم یتیموں کونان ونفقہ دینے میں نکاح کرنے کے بعد برابری کا معاملہ نہ کرسکوتوتم ان کے علاوہ ایسی عورتوں سے نکاح کرلوجوتمہارے لئے حلال ہیں اس کی تفصیل نمبر ا، میں آچکی ہے۔

۵- جو یتیم بچیاں کسی کی ولایت میں ہوتیں انکے ساتھ نکاح کرنے کو حرج سمجھتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ ان سے زنا کرنا حرام ہے۔

۶- کچھ لوگ ان بچیوں سے جوان کی ولایت میں ہوتیں جس طرح انکے مال سے نفع اٹھانے کو حرج سمجھتے، اسی طرح نکاح کرنے کو بھی حرج سمجھتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس میں بتلایا گیا ہے کہ ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایک ایک، دودو، تین تین، چار چار کر سکتے ہو مگر اسی صورت میں جب کہ یہ امید ہو کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائیگا اور اگر یہ امید نہ ہو تو پھر ایک ہی کافی ہے۔ [۱]

۱۲۸- وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

ترجمہ: اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کو پہونچ جاویں اور تم ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو تو ان کے اموال انکے حوالہ کردو۔ اور ان اموال کو ضرورت سے زیادہ اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں گے جلدی جلدی اڑا کر مت کھاڈالو اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجتمند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے پھر جب انکے اموال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کرلیا کرو اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔

شان نزول: مذکورہ آیت حضرت ثابتؓ اور انکے چچا کے بارے میں نازل ہوئی

---

[۱] اسباب النزول للواحدی ص:۸۲/ زادالمسیر فی علم التفسیر للجوزی ص:۷/۶ ج:۲/معالم التنزیل(تفسیر بغوی)ص:۳۹۱/۳۹۰ ج:۱/روح المعانی ص:۱۹۰ ج:۴/تفسیرات احمدیہ ص:۱۸۶/فتح الباری ص:۲۳۸ ج:۸/تفسیر کبیر ص:۱۷۱ ج:۹

تفصیل اس طرح ہے کہ رفاعہ کا جب انتقال ہوگیا تو رفاعہ نے اپنے پیچھے ایک چھوٹا لڑکا اور مال چھوڑا، چناں چہ ثابت بن رفاعہؓ کی دیکھ بھال رفاعہ کے بھائی کے ذمہ ٹھہری، رفاعہ کے بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اورعرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت میری تربیت میں ہے اب آپ یہ فرما دیجئے کہ اس کے مال میں کتنا میرے لئے حلال ہے۔اوراس مال کواپنے بھتیجے کے سپرد کب کروں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۸۲/زادالمسیر ص:۱۴ج:۲/تفسیر بغوی ص:۳۹۴ج:۱/فتح الباری شرح بخاری ص:۲۴۱ج:۸)

فائدہ: اس آیت میں اس بات کی ہدایت دی گئی ہے کہ یتیموں کا مال ان کو اس وقت تک حوالہ نہ کرو جب تک ان میں کسی قدر ہوشیاری اور تجربہ نہ آجائے اوراس کیلئے ظاہر ہے کہ مزید کچھ عرصہ انتظار کرنا ہوگا۔

اور چوں کہ اس حالت میں یہ امکان تھا کہ ہوسکتا ہے اولیاء یتیم کی طرف سے کوئی ایسی زیادتی ہوجائے جس سے یتیم کا نقصان ہو،اس لئے آگے اس آیت میں ارشاد ربانی ہے۔

وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْاؕ یعنی ان اموال کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اوراس خیال سے کہ یہ بالغ ہوجائیں گے،توان کو دینا پڑیگا۔جلدی جلدی اڑا کر مت کھالو۔اس میں اولیاء یتیم کو دو چیزوں سے روکا گیا ہے۔ایک ان کے مال میں اسراف یعنی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے سے۔دوسرے اس بات سے کہ کہیں اس خیال سے ان کا مال جلدی جلدی خرچ نہ کرنے لگیں کہ عنقریب یہ بڑے ہوجائیں گے،تو ان کا مال ان کو دینا پڑیگا،ہمارا اختیار ختم ہوجائے گا۔

آخر آیت میں اس کا ضابطہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی یتیم بچے کی تربیت اوراسکے مال کی حفاظت میں اپنا وقت اورمحنت خرچ کرتا ہے کیا اس کو یہ حق ہے کہ یتیم کے مال میں سے اپنا حق الخدمت لے لے، چنانچہ فرمایا مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْۚ یعنی جو شخص حاجتمند نہ ہو اوراپنی ضروریات کا تکفل کسی دوسرے ذریعہ سے کرسکتا ہوتو اسکو چاہیے کہ یتیم کے مال میں سے حق الخدمت نہ لیا کرے کیونکہ یہ خدمت اس کے ذمہ فرض ہے اسکا معاوضہ لینا جائزنہیں پھر فرمایا وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِؕ یعنی جو ولی یتیم ، فقیر، محتاج

ہواور دوسرا کوئی ذریعۂ معاش نہ رکھتا ہو وہ یتیم کے مال میں سے ایک مناسب مقدار کھا سکتا ہے جس سے حاجات ضروریہ پوری ہو جائیں۔

آخر میں ارشاد فرمایا فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝ یعنی جب آزمائش کے بعد یتیموں کا مال ان کے سپرد کرنے لگو تو چند اور نیک لوگوں کو گواہ بنالیا کرو۔ تاکہ آئندہ نزاع اور جھگڑے کی صورت پیدا نہ ہو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے حساب میں ہر چیز ہے۔ (معارف القرآن ص:۳۰۶ ج:۲)

۱۲۹- لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۝

ترجمہ: مردوں کیلئے حصہ ہے اس چیز میں سے جسکو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں اور عورتوں کیلئے بھی حصہ ہے اس چیز میں جسکو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں۔ خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر، حصہ قطعی۔

شان نزول: اوس بن صامتؓ کا جب انتقال ہوگیا تو بیوی اور تین لڑکیوں کو چھوڑا اور اموال و جائداد بھی، انکے دو چچیرے بھائی تھے، ان دونوں کو اوس بن صامت نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ ان لوگوں کی دیکھ بھال کرتے رہنا، ان دونوں کا نام سوید اور عرفجہ تھا، ان دونوں نے مرنے والے کے کل مال کو ہڑپ لیا، اور اس میں سے نہ تو اس کی بیوی کو کچھ دیا، اور نہ اسکی بچیوں کو اور ایسا اس لئے کیا کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ عورتوں کو اور چھوٹے بچوں کو اگرچہ لڑکے ہی کیوں نہ ہوں وارث نہیں بناتے تھے، کیونکہ مردوں کو اور بالغوں کو وارث بنانے کا دستور تھا اور وہ یہ کہا کرتے تھے مال کا مستحق یعنی وارث وہ ہے جو جہاد میں جا سکے۔ اور قتل و قتال کر سکے اور مال غنیمت جمع کر سکے، اس وقت اوس بن صابت انصاری کی بیوی **ام کحہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اوس بن صامت مر چکے ہیں اور انھوں نے اپنے پیچھے مجھے اور چند لڑکیاں چھوڑی ہیں، اب میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں جو میں ان بچیوں پر اور خود اپنی ذات پر خرچ کر سکوں جب کہ

ان بچیوں کے والد نے مرتے وقت اچھا خاصا مال چھوڑا تھا۔ لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ وہ سارا کا سارا مال سوُید اور عرفجہ کے قبضے میں ہے اور وہ مجھے اور میری بچیوں کو معمولی مقدار بھی دینا نہیں چاہتے اور دوسری ضرورتوں کا بھی خیال نہیں رکھتے، یہاں تک ہماری ان بچیوں سے لاڈ و پیار بھی نہیں کرتے نہ کبھی سر پر بیٹھاتے اور نہ کبھی کندھے پر، غرض کہ بڑے خشک لوگ ہیں، چنانچہ رسول اللہؐ نے ان دونوں کو طلب کیا اور مال نہ دینے کی وجہ دریافت کی، ان دونوں نے عرض کیا کہ یہ جنگ و جہاد کے لائق نہیں، دشمنوں سے مقابلے پر قدرت نہیں، رسول اللہؐ نے بیان فرمایا اب تم سب چلے جاؤ، ذرا میں انتظار کرلیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں کیا فرماتے ہیں، چنانچہ جب یہ لوگ یعنی اوس بن صابت کی بیوی سوید اور عرفجہ وہاں سے جا چکے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۱۳۰- اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝۱۰

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- قبیلہ غطفان کا ایک آدمی جس کا نام مرثد بن زید تھا یہ اپنے بھتیجہ کے مال کا ولی بنا تو اس کا صفایا ہی کر دیا، اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۲- حنظلہ بن شمردل ایک یتیم کے مال کا ولی بنا تو اس کے تمام مال کو کھا پی کر برابر کر دیا اور یتیم کیلئے کچھ بھی نہ چھوڑا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر فی علم التفسیر للجوزی ص:۲۳ج:۲ / اسباب النزول ص:۸۳ تفسیر بغوی ص:۳۹۸ ج:۱)

---

[۱] **زادالمسیر ص: ۱۸ ج:۲/اسباب النزول ص: ۸۲/ تفسیر بغوی ص: ۳۹۶ ج: ۱/ المقتطف ص: ۱۹ ۳ج: ۱/ روح المعانی ص: ۲۱۰ ج:۴ پارہ ۴**/ ابن کثیر میں ہے کہ مشرکین مرنے والے کے مال کو بڑوں میں تقسیم کرتے اور چھوٹوں کو محروم رکھتے اور عورتوں کو کچھ بھی نہ دیتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی **تفسیر ابن کثیر ص: ۴۰۱ ج: ۱/ معارف ص: ۳۰۹ ج: ۲/ تفسیرات احمدیہ ص: ۱۵۴ تفسیر کبیر ص: ۱۹۴ ج: ۹**

فائدہ: آیت کے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ یتیم کا مال جو ناحق کھایا جائے وہ درحقیقت جہنم کی آگ ہے گو اس وقت اس کا آگ ہونا محسوس نہ ہو۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس معاملہ میں شدید احتیاط کیلئے واضح ہدایت دی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے **"احرج مال الضعفين المراة واليتيم"** میں تم کو خاص طور پر دو ضعیفوں کے مال سے بچنے کی تنبیہ کرتا ہوں، ایک عورت اور دوسرے یتیم۔ (ابن کثیر ص:۴۵۶ ج:۱)

۱۳۱- يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں تو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملیگا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا اور ماں باپ کیلئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کیلئے میت کے ترکے میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہو اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ اس کے وارث ہوں تو اس کے ماں باپ کا ایک تہائی ہے اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جاوے یا دین کے بعد، تمہارے اصول و فروع جو ہیں تم (ان کے متعلق) پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ ان میں کا کون شخص تم کو نفع پہونچانے میں نزدیک تر ہے یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا

گیا بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بیمار پڑا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کی غرض سے میرے پاس اسوقت تشریف لائے جب کہ میں بیماری کی شدت کی وجہ سے ہوش وحواس کھو چکا تھا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آنے کی کچھ بھی خبر نہ ہوئی، آنحضرتؐ نے میری بے ہوشی پاکر پانی طلب کیا، اور پھر اس سے وضو کیا، اور باقی ماندہ پانی میرے چہرے پر چھڑک دیا جس کی وجہ سے مجھے قدرے افاقہ ہوا میں نے آنحضرتؐ سے اسی وقت یہ دریافت کیا کہ میرے اموال کی تقسیم کی کیا نوعیت ہوگی؟ اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر للجوزی ص:۲۵ ج:۲/ بحوالہ بخاری ومسلم فتح الباری ص:۲۴۳ ج:۸)

۲- جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے اتنے میں ہمارا گذر اسواف میں ایک انصاری عورت پر ہوا۔ اور وہ عورت اپنی دو لڑکیوں کو لیکر آئی۔ اور کہنے لگی کہ یہ دونوں لڑکیاں ثابت بن قیس (میرے شوہر) کی ہیں جو آپ کے ساتھ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے ہیں۔ ان لڑکیوں کا چچا انکے پورے مال اور ان کی پوری میراث پر قابض ہو گیا ہے۔ اور انکے واسطے کچھ باقی نہ رکھا۔ اس معاملہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ خدا کی قسم! اگر ان لڑکیوں کے پاس مال نہ ہوگا تو کوئی شخص ان کو نکاح میں رکھنے کیلئے بھی تیار نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے حق میں فیصلہ فرمادیگا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں پھر جب سورہ نساء کی یہ آیت ''يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ'' نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس عورت اور اس کے دیور (لڑکیوں کا چچا) جس نے سارے مال پر قبضہ کرلیا تھا۔ کو بلاؤ آپنے لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی دو۔ اور ان کی ماں کو آٹھواں اور جو بچے وہ تم خود رکھ لو۔

۳- حسان بن ثابت کے برادر محترم عبدالرحمن کا انتقال ہوا۔ اور انہوں نے ایک

بیوی اور پانچ لڑکیاں اور ترکے میں اموال و جائداد چھوڑے۔ لڑکیوں کے چچا ان اموال پر قابض ہو گئے۔ اور ان کی عورت اور لڑکیوں کو مال و جائداد میں سے کچھ بھی نہ دیا اس پر ان کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لیکر آئی۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اس بارے میں ایک چوتھا واقعہ سعد ابن ربیع کی بیوی کا بھی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

صفوۃ التفاسیر ص: ۲۶۲ ج:/ ۱ روی ان امراۃ سعدبن ربیع جاءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابنتیھا فقالت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھاتان ابنتا سعدبن الربیع قتل ابوھما سعد معک باحدشھید ا وان عمھما اخذ مالھافلم یدع لھما مالا، ولاینکحھما الابمال فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقضی اللہ فی ذالک فنزلت آیۃ المواریت (یوصیکم اللہ الخ) و کذافی التفسیر الکبیر ص:۲۰۳ ج: ۹۔ [۱]

۱۳۲ - يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والوتم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کر لو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی قبیح ناشائستہ حرکت کریں اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذران کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئی کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھدے۔

شان نزول: اسلام سے پہلے صنف نازک پر جو ظلم روا رکھے جاتے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑا ظلم یہ تھا کہ مرد عورتوں کی جان و مال کے اپنے آپ کو مالک سمجھتے تھے۔ عورت جس کے نکاح میں آ گئی وہ اس کی جان کو اپنی ملک سمجھتا تھا۔ اور اسکے مرنے کے بعد اسکے

---

[۱] زادالمسیر ص: ۲۵ ج: ۲/ بحوالہ ابن ماجہ ترمذی/ ابوداؤدوغیرہ اسباب النزول للواحدی ص: ۸۳/ معارف القرآن للمفتی شفیع دیوبندی ص: ۳۲۲ ج: ۲/ روح المعانی ص: ۲۱۶ ج: پارہ ۴

وارث جس طرح اس کے متروکہ مال کے وارث اور مالک ہوتے تھے۔ اسیطرح اسکی بیوی کے بھی وارث اور مالک مانے جاتے تھے۔ چاہیں تو وہ خود ان سے نکاح کرلیں، یا دوسرے کسی سے مال لیکر اسکا نکاح کردیں۔ شوہر کا لڑکا جو دوسری بیوی سے ہوتا وہ خود بھی باپ کے بعد اسکو اپنے نکاح میں لاسکتا تھا اور جب عورت کی جان ہی اپنی ملک سمجھ لی گئی تو مال کا معاملہ ظاہر ہے اور اس ایک بنیادی غلطی کے نتیجہ میں عورتوں پر طرح طرح کے صدہا مظالم ہوا کرتے تھے۔ مثلاً ایک یہ ظلم تھا کہ جو مال عورت کو کہیں سے وراثت میں ملتا --- یا اس کے میکہ والوں کی طرف سے بطور ہدیہ وتحفہ ملتا، اس مال سے بیچاری عورت محروم و بے تعلق رہتی، اور یہ سب مال سسرال کے مرد ہضم کرلیتے تھے۔ دوسرا ظلم یہ ہوتا تھا کہ اگر عورت نے اپنے حصہ مال پر کبھی قبضہ کر ہی لیا تو مرد اس کو نکاح کرنے سے اس لئے روکتے تھے کہ یہ اپنا مال باہر نہ لے جاسکے بلکہ یہیں مرجائے اور مال چھوڑ جائے۔ اور ہمارے قبضہ میں آجائے۔ تیسرا ظلم کہیں کہیں یہ ہوتا تھا کہ بعض اوقات بیوی کا کوئی قصور نہ ہونے کے باوجود محض طبعی طور پر وہ شوہر کو پسند نہ ہوتی تو شوہر اس کے حقوق زوجیت ادا نہ کرتا مگر طلاق دے کر اسکی خلاصی بھی اسلئے نہ کرتا کہ یہ تنگ آکر زیور اور زر مہر جو وہ اسے دے چکا ہے واپس کردے۔ یا اگر ابھی نہیں دیا تو معاف کردے۔ تبھی اسے آزادی ملتی۔ اور بعض اوقات شوہر طلاق بھی دے دیتا لیکن پھر بھی اپنی اس مطلقہ کو کسی دوسرے سے نکاح کرنے نہیں دیتا تھا تاکہ وہ مجبور ہو کر اس کا دیا ہوا مہر واپس کردے یا واجب الاداء مہر کو معاف کردے۔ چوتھا ظلم بعض اوقات یوں ہوتا تھا کہ شوہر مرگیا تو اس کے وارث اسکی بیوی کو نکاح نہیں کرنے دیتے تھے۔ یا تو جاہلانہ عار کی وجہ سے یا اس طمع میں کہ اس کے ذریعہ کچھ مال وصول کریں گے۔

ایسا ہی ایک واقعہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہوا کہ ابوقیس بن سلت انصاری یا قیس بن ابی قیس کا جب انتقال ہوگیا اور اپنے پیچھے اپنی بیوی کبیشہ بنت معن انصاریہ کو چھوڑ گیا تو اس کا لڑکا حصن جو اسکی دوسری بیوی سے تھا کھڑا ہوا اور اسپر ایک کپڑا ڈالدیا اور اس سے نکاح کرکے دستور جاہلیت کے مطابق وارث ہوگیا۔ پھر اسے چھوڑ دیا اس سے

نہ قربت کی اور نہ ہی نان ونفقہ دیا اور مقصد اس سے یہ تھا کہ اس سے کچھ مال حاصل کرے۔ کبیشہ جب بہت زیادہ کلفتوں اور مشقتوں سے دوچار ہوئی، اور بہت زیادہ بیزار ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور سارا ماجرا آنحضرتؐ سے کہہ سنایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ جب تک اللہ کا حکم نازل نہ ہوجائے اس وقت تک صبر وضبط سے کام لو اور گھر چلی جاؤ اس وقت مذکورہ آیت اتری۔ [1]

۱۳۳۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گذر گئی۔ گذر گئی۔ بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

شان نزول: جاہلیت کے زمانے میں اس میں کوئی باک نہیں کیا جاتا تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا باپ کی بیوی سے نکاح کرلے۔

مذکورہ آیت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ حصن بن ابی قیس جسکا تذکرہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔ اس نے باپ کے مرنے کے بعد باپ کی منکوحہ کبیشہ بنت معن سے نکاح کرلیا تھا۔

اسی طرح اسود بن خلف اور سفیان بن امیہ نے فاختہ بنت الاسود اور منصور بن ماذن نے ملیکہ بنت خارجہ سے نکاح کرلیا تھا جبکہ یہ عورتیں ان کے باپ کی منکوحہ تھیں، جن سے ان لوگوں نے باپ کے مرنے کے بعد نکاح کرلیا تھا۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بے شرمی اور بے حیائی کے کاموں سے منع فرمایا اور اس کو موجب مقت یعنی خدا پاک کی ناراضگی کا باعث بتایا ظاہر ہے کہ یہ کیسی اخلاق کی موت اور کردار کی خرابی ہے، کہ جن کو ایک عرصہ تک ماں کہتے رہے اسکو باپ کی موت کے بعد

[1] اسباب النزول ص:۸۳/۸۴ تفسیر بغوی ص:۴۰۸ج:۱/زادالمسیر ص:۳۹ج:۲/روح المعانی ص:۲۴۱ج:۴/پارہ ۴/معارف القرآن ص:۳۵۱ج:ص:۳۵۰ج:۲

بیوی بنا کر رکھ لیا۔[۱]

۱۳۴- وَّ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ‌ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰ لِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ‌ؕ فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً‌ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اور عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر جو کہ تمہاری مملوکہ ہوجاویں اللہ تعالیٰ ان احکام کو تم پر فرض کر رہا ہے اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے چاہو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی نکالنا نہ ہو پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے فائدہ اٹھائے ہو سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں اور مقرر ہوئے بعد بھی جس پر تم باہم رضا مند ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں۔

شان نزول: غزوۂ اوطاس میں جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت سے ہمکنار فرمایا اور مسلمانوں کو ہر طرح کا غلبہ اور بالادستی حاصل ہوئی تو مال غنیمت میں اور چیزوں کے ساتھ بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں بھی آئیں۔

ان عورتوں میں کچھ عورتیں وہ تھیں جو شوہر والی تھیں، جنکا حسب ونسب معروف ومشہور تھا، تو کچھ صحابہ کرامؓ کے حصے میں شوہر والی عورتیں آئیں تو صحابہ نے ایسی عورتوں سے جماع کرنا ناگوار سمجھا۔[۲]

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شوہر والی بیوی سے کسی دوسرے مرد کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ کوئی عورت مملوکہ یعنی باندی ہو کر آجائے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں نے

[۱] اسباب النزول للواحدی ص:۸۴/زاد المسیر ص:۲۲ ج:۲/تفسیر بغوی ص:۴۰۹ ج:۱/روح المعانی ص:۲۴۵ ج:۴/ابن کثیر ص:۴۱۳ ج:۱

[۲] اسباب النزول للواحدی ص:۸۵/۸۴ زاد المسیر للجوزی ص:۴۹، ج:۲/ تفسیر بغوی ص:۴۱۳، ج:۱

دارالحرب کے کافروں سے جہاد کیا۔ اور وہاں سے کچھ عورتیں قید کر کے لے آئے۔ ان عورتوں میں سے جو عورت دارالاسلام میں لائی گئی اور اس کا شوہر دارالحرب میں رہ گیا۔ تو اس عورت کا نکاح دارالاسلام میں آنے سے اپنے سابق شوہر سے ختم ہو گیا۔ اب یہ عورت اگر کتابیہ یا مسلمہ ہو تو اس سے دارالاسلام کا کوئی بھی شخص نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر امیر المومنین اسکو باندی بنا کر فوج کے کسی سپاہی کو مال غنیمت میں دیدے تب بھی اس سے استمتاع جائز ہے۔ لیکن یہ نکاح اور استمتاع ایک حیض آنے کے بعد ہی جائز ہے اور اگر حمل ہو تو وضع حمل ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی کافر عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے۔ اور اس کا شوہر کافر ہے تو تین حیض گذرنے کے بعد وہ اس کے نکاح سے جدا ہو جائے گی۔

(معارف القرآن ص: ۳۶۴ ج: ۲)

۱۳۵- وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَ سْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعض پر فوقیت بخشی ہے مردوں کیلئے انکے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔ اور عورتوں کیلئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کی درخواست کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- حضرت امّ سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنحضرت سے عرض کیا کہ یارسول اللہ مرد حضرات غزوہ میں جاتے ہیں اور ہم خواتین اس سے محروم ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے لئے مردوں کے بالمقابل نصف میراث ہے جبکہ مردوں کے لیے ہمارا دوگنا اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- خواتین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم خواتین تو غزوہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھی نہیں جاتی ہیں کہ جس سے ہمیں مردوں جیسا

اجروثواب ملے۔ مردحضرات جن فضیلتوں سے مشرف ہوتے ہیں ہم بھی ہوتے۔ لیکن معاملہ ایسا نہیں آخرایسا کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- جب یہ آیت کریمہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ نازل ہوئی توصحابہ کرام نے کہا کہ جس طرح اللہ نے ہمیں میراث اوراموال میں فضیلت سے نوازا ہے۔ اس سے ہمیں امید ہے کہ حسنات میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں عورتوں کے بالمقابل دوگنا عطا کریگا۔

اورعورتوں نے کہا کہ جب اللہ نے ہمارا حصہ مردوں کے بالمقابل آدھا اورنصف متعین فرمایا ہے تواس سے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا بھی اوسط مردوں کے بالمقابل نصف ہوگا۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

فائدہ: آیت میں ان غیراختیاری فضائل کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو دوسروں کو حاصل ہوں، وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے مال ودولت، آرام وعیش، حسن وخوبی، علم وفضل، وغیرہ میں کم پاتا ہے۔ توعادۃً اس کے دل میں ایک مادہ حسد کا ابھرتا ہے۔ جس کا تقاضا کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ میں بھی اس کے برابر یازیادہ ہوجاؤں۔ اوربسااوقات اس پرقدرت نہیں ہوتی، کیونکہ بہت سے کمالات ایسے ہیں جن میں انسان کی سعی وعمل کوکوئی دخل نہیں۔ وہ محض قدرت کے انعامات ہوتے ہیں، جیسے کسی شخص کا مردہونا، یاکسی اعلیٰ خاندان نبوت میں یاخاندان حکومت میں پیداہونا۔ یاحسین وخوبصورت پیداہونا۔ وغیرہ کہ جس شخص کو یہ انعامات حاصل نہیں، وہ اگرعمر بھراسکی کوشش کرے کہ مثلاً مردہوجائے یاخاندانی سید بن جائے۔ اس کاناک ونقشہ، قدوقامت حسین ہوجائے تو یہ اس کی قدرت میں نہیں، نہ کسی دوااورعلاج یاتدبیر سے وہ ان چیزوں کوحاصل کرسکتا ہے۔ اور جب دوسرے کی برابری پرقدرت نہیں ہوتی تواس کے نفس میں اب یہ خواہش جگہ پکڑتی ہے کہ دوسروں سے بھی یہ نعمت چھن جائے۔ تاکہ وہ بھی اس کے برابر یاکم ہوجائیں۔ اسی کانام حسد ہے۔ جوانسانی اخلاق میں انتہائی شرمناک اورمضرخصلت ہے۔ اوردنیا کے

[۱] اسباب النزول للواحدی ص:۸۵/زادالمسیرفی علم التفسیر ص:۳۲ج:۱/تفسیربغوی ص:۲۰۴ج:۱/ابن کثیرص:۴۳۲ج:۱

بہت سے جھگڑوں اور فسادات، قتل و غارتگری کا سبب ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت نے اس فساد کا دروازہ بند کرنے کیلئے ارشاد فرمایا وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہ تقاضائے حکمت و مصلحت جو کمالات و فضائل لوگوں میں تقسیم فرمائے ہیں، کسی کو کوئی وصف دیدیا کسی کو کوئی، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ، اس میں ہر شخص کو اپنی قسمت پر راضی اور خوش رہنا چاہیے۔ دوسرے کے فضائل و کمالات کی تمنا میں نہ پڑنا چاہئے کہ اس کا نتیجہ اپنے لئے رنج و غم اور حسد کے گناہ عظیم کے سوا کچھ نہیں ہوتا جس کو حق تعالیٰ نے مرد بنادیا وہ اس پر شکر ادا کرے جس کو عورت بنادیا وہ اسی پر راضی رہے اور سمجھے کہ اگر وہ مرد ہوجاتی تو شاید مردوں کی ذمہ داری کو پورا نہ کرسکتی۔ اور گنہ گار ہوجاتی جس کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت پیدا کیا ہے وہ اس پر شکر گذار ہو کہ اسکو ایک نعمت ملی۔ اور جو بدصورت ہو وہ بھی رنجیدہ نہ ہو اور سمجھے کہ اس میں میرے لئے کوئی خیر مقدر ہوگی اگر مجھے حسن و جمال ملتا تو شاید کسی فتنہ اور خرابی میں مبتلا ہوجاتا جو شخص نسب کے اعتبار سے سید ہاشمی ہے وہ اس پر شکر کرے کہ یہ نسبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور جس کو یہ نسبت حاصل نہیں وہ اس فکر میں نہ پڑے اور اسکی تمنا بھی نہ کرے کیونکہ یہ چیز کسی کوشش سے حاصل ہونے والی نہیں، اس کی تمنا اس کو گناہ میں مبتلا کردیگی اور بجز رنج و غم کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بجائے نسب پر افسوس کرنے کے اعمال صالحہ کی فکر میں زیادہ پڑے۔ ایسا کرنے سے وہ بڑے نسب والوں سے بڑھ سکتا ہے۔

(معارف القرآن ص:۳۸۹/۳۹۰ ج:۲)

۱۳۶- وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور ہرایسے مال کیلئے جسکو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جاویں ہم نے وارث مقرر کردئے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں ان کا حصہ دیدو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ دوشخصوں میں اس بارے میں معاہدہ ہوجاتا کہ ان میں سے اگرکوئی خیانت کریگا تو دوسرا شخص تاوان دیگااور کوئی مرے گا تو جوکوئی پہلے مریگادوسرا شخص اسکے اموال کا وارث ٹھہریگا۔اس پر یہ آیت اتری کہ ان کیلئے اصل مال میں سے میراث نہ ملے گی تاہم ان کیلئے وصیت وغیرہ کی گنجائش ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچ کرسب سے پہلا کام جوکیا ہے وہ یہ ہے کہ مہاجرین اورانصار میں مواخات قائم فرمائی اب ہوا یہ کہ مہاجرین کی جماعت میں سے کوئی مرتا تو مہاجرین کے ذورحم کے بجائے انصار اس کے متروکہ اموال کے وارث ہوتے۔اورانصار میں سے کوئی مرجاتا تومہاجرین اس کے متروکہ مال کے وارث ہوتے تواس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

فائدہ: مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا کہ **لاتحدثون حلفا من الاسلام وماکان من حلف فی الجاهلية فتمسکوا فيه فانه لم يزده الاسلام الاشدة**۔ خلاصہ حدیث شریف کا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے اندر معاہدے اورحلف کی جوصورت تم میں رائج تھی (جسکی تفصیل گذری) اسلام میں ایسے معاہدے کی کوئی گنجائش نہیں ہے ہاں معاہدے کی دوسری صوتیں ہیں یعنی آپس میں صلہ رحمی وغیرہ کرنا،اورایک دوسرے کا تعاون کرنا،اوربھلائی کے کاموں میں شانہ بشانہ ملکر چلنا وغیرہ-توان معاہدوں پرتو جمنے کی ضرورت ہے، بلکہ اسلام میں اس بارے میں تاکید آئی ہے۔مشکوٰۃ شریف ج:۲ /تفسیر بغوی ص:۴۲۱ ج:۱ / لہٰذا مذکورہ حدیث شریف کی روشنی میں معاہدہ کی ایک صورت جائزقرار پائی،اوردوسری صورت ناجائز۔

۱۳۷- اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ

[۱] اسباب النزول للواحدی ص:۸۶/زادالمسیرص:۲/۷۱ج:۲/ابن کثیر ص:۴۳۳ج:۱/ المقتطف من عیون التفاسیرص:۴۴۳ج:۱

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

ترجمہ: ''مرد حاکم ہیں عورتوں پر، اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، سو جو عورتیں نیک ہیں، اطاعت کرتی ہیں، اور مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں، اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تمکو اس کی بددماغی کا احتمال ہو، تو اسکو زبانی نصیحت کرو، اور ان کو ان کے لیٹنے کی حالت میں تنہا چھوڑ دو، اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت والے اور عظمت والے ہیں''

شان نزول: زید بن زہیر نے اپنی لڑکی حبیبہ کا نکاح حضرت سعد بن ربیع سے کردیا تھا، انکے درمیان آپس میں کچھ اختلاف پیش آیا، شوہر نے ایک طمانچہ ماردیا، حبیبہ نے اپنے والد بزرگوار سے اس کی شکایت کردی، انکے والدان کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ حبیبہ کو حق حاصل ہے کہ جس زور سے سعد بن ربیع نے حبیبہ کو طماچہ مارا ہے اتنی ہی زور سے ان کو طماچہ ماریں۔

یہ دونوں حکم نبوی سنکر چلے ہی تھے کہ اس کے مطابق سعد بن ربیعؓ سے اپنا انتقام لیں، مگر اسی وقت مذکورہ آیت نازل ہوگئی جس میں آخری درجہ میں مرد کے لئے عورت کی مار پیٹ کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ اور مرد سے قصاص، اور انتقام لینے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

آیت نازل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو بلوا کر حق تعالیٰ کا حکم سنا دیا۔ اور انتقام لینے کا پہلا حکم منسوخ فرمادیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک چیز کا ارادہ فرمایا، اور میں نے بھی ایک چیز کا ارادہ کیا، اور اللہ نے جس چیز کا ارادہ کیا وہ بہتر ہے۔ [۱]

[۱] معارف القرآن ص: ۴۰۰ ج: ۲/ اسباب النزول ص: ۸۶/ تفسیر بغوی ص: ۴۲۲ ج: ۱/ تفسیر ابن کثیر ص: ۴۳۵ ج: ۱/ زاد المسیر ص: ۷۳ ج: ۲ تفسیرات احمدیہ ص: ۱۸۱/ للشیخ احمد المعروف بملا جیون

فائدہ: ابن حبان بحر محیط میں لکھتے ہیں کہ حاکمیت رجال کی دو وجہوں کے بیان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ولایت وحکومت کا استحقاق زور وتغلب سے قائم نہیں ہوتا، بلکہ کام کی صلاحیت واہلیت ہی حکومت کی مستحق بنا سکتی ہے۔ (معارف القرآن ص:۳۹۸ ج:۲)

۱۳۸- اِلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۟ۚ﴿۳۷﴾

ترجمہ: "جو کہ بخل کرتے ہوں، اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں، اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کیلئے اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے"

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہود مدینہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ یہ لوگ بہت زیادہ مغرور تھے، انتہاء درجہ کے کنجوس تھے، مال خرچ کرنے میں بخل کرتے تھے، اور اس علم کو بھی چھپاتے تھے، جو انہیں اپنی الہامی کتابوں سے حاصل ہوا تھا، ان کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بھی بشارت تھی، اور آپ کی علامات کا بھی ذکر تھا، لیکن یہود نے ان سب کے یقین کر لینے کے بعد بخل سے کام لیا، نہ ہی خود اس علم کے تقاضے پر عمل کیا، اور نہ ہی اور کسی کو بتلایا کہ وہ عمل کرتے، چنانچہ حضرات انصار کے پاس آتے اور ان سے کہتے کہ مال خرچ کرنے سے کیا فائدہ؟ اس سے تو فقر وفاقہ کی نوبت آسکتی ہے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۱۳۹- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

[۱] اسباب النزول ص:۸۶/ تفسیر بغوی ص:۴۲۶ ج:۱/ زادالمسیر ص:۸۱ ج۲/ ابن کثیر ص:۴۴۰ ج:۱/ معارف القرآن ص:۴۱۵ ج:۲

ترجمہ: اے ایمان والوتم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو، اور حالت جنابت میں بھی باستثناء تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک کہ غسل کرلو، اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیوی سے قربت کی ہو پھر تمکو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کرلیا کرو، یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو، بلاشبہ اللہ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں۔

شان نزول: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ الخ اس ٹکڑے کا شان نزول یہ ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بعض صحابہ کرام کی دعوت کر رکھی تھی جس میں مئے نوشی اور بادہ خواری کا بھی انتظام تھا۔ جب یہ سب حضرات کھا پی چکے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، اور حضرت علیؓ کو امام بنا دیا گیا، ان سے نماز میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ کی تلاوت میں غلطی ہوگئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں تنبیہ کردی گئی کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے۔ [۱]

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ آیت کے اس ٹکڑے کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- انصار کے کچھ آدمی بیمار پڑ گئے ان میں اتنی قدرت نہ تھی کہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے، اور وضو کرتے اور انکے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا، چنانچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا، اس وقت مذکورہ ٹکڑا اخیر تک نازل ہوا۔

۲- کچھ حضرات صحابہ کرام کو زخم لگ گیا تھا، اور زخم خون اور پیپ سے بھر گیا تھا، اسی اثناء میں حالت جنابت میں بھی مبتلاء ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں وضاحت طلب کی، اور زخم کی حالت یہ تھی کہ اگر اس پر پانی پڑ جائے تو بہت نقصان دہ ثابت ہو، اور ادھر غسل جنابت بھی واجب ہو گیا ہے، ایسی صورت میں کیا کیا جائے اس

[۱] معارف القرآن ص: ۴۳۱/ ج: ۲/اسباب النزول للواحدی ص: ۸۶ زادالمسیر ص: ۸۹ ج: ۲/ وتفسیر بغوی ص: ۴۳۱ ج: ۱

وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی،

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا الخ اس ٹکڑے کا شان نزول یہ ہے کہ ایک سفر میں حضرت صدیقہ حضورؐ کے ساتھ تھیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہار اسی موقع سے گم ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تماسہ مقام پر رکنا ہوا تھا، اس مقام پر نہ پانی تھا اور نہ ان کے ساتھ پانی تھا، امام بخاری نے باب تیمم میں جو باب باندھا ہے، اسکا حاصل یہ ہے کہ آپ ایسے مقام پر تھے نہ وہاں پانی تھا اور نہ ہی مٹی تھی [1] تو حضرت عائشہؓ کے ہار کے گم ہونے کے نتیجے میں آپؐ اور حضرات صحابہ کو وہاں رکنا پڑا، اور دشواری یہ کہ پانی وغیرہ کا بالکل انتظام نہ تھا، حضرات صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا معلوم بھی ہے؟ حضرت عائشہ نے کیا کیا ہے؟ اس نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تمام صحابہ کرام کو روک رکھا ہے۔ جبکہ یہاں نہ پانی ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہ کے پاس آئے ، اس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ کی ران پر تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم نے لوگوں کو کلفت اور مصیبت میں ڈال رکھا ہے جبکہ نہ ہی ان کے ساتھ پانی ہے اور نہ یہاں پانی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے بُرا بھلا کہا۔ اور میرے کوٹھے پر ایک ہاتھ دے مارا جس کی وجہ سے میرا پورا بدن ہل گیا لیکن ران نہ ہلی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر رکھے ہوئے تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح تک سوتے رہے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے فجر کی نماز فوت ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ اسکے بعد لوگوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا، اور چہرہ اور ہاتھ کا مسح کیا، اس موقع پر اسید بن حضیر نے کہا کہ اے ابوبکر کی لخت جگر! یہ تمہاری پہلی برکت ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ جس اونٹ پر میں سوار تھی اسے اٹھایا تو ہار اس کے نیچے پایا۔

اسباب النزول ص: ۸۸/۸۷/زادالمسیر ص:۹۳/۹۴ ج:۲
تفسیر بغوی ص:۴۳۵/ تفسیرات احمدیہ ص:۱۸۶/ قال ملاجیون :

---

[1] یعنی اس وقت تیمم کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔

نزوله فی غزوة بنی المصطلق حین نزلت عسکر الاسلام لیلاً فی ارض اللّٰہ غیر ذی ماء وکان من قصدهم الراحلة وقت الصباح فاذاهی فقدت عقد عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها (احمدیه) ووقعت هذه الغزوة فی ٦ھ فی روایة والتفصیل فی زاد المعاد لابن جوزیة ص: ۲۵٦ ج:۳

تنبیه: حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہار گم ہونے کا واقعہ تاریخی اعتبار سے غزوۂ بنی مصطلق کے بعد کا ہے، اس لئے راقم الحروف ملاجیون کی وضاحت سے اتفاق نہیں رکھتا چوں کہ یہ واقعہ غزوۂ بنی مصطلق میں پیش آیا جیسا کہ تفسیرات احمدیہ ص:۱۸٦ کے حوالہ سے ان کی عبارت ماقبل میں نقل کردی گئی ہے۔

دلیل اس بات پر کہ یہ واقعہ غزوۂ بنی مصطلق کے بعد کا ہے۔ یہ ہے کہ ہار کے گم ہوجانے کے موقع سے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ ''**یابنیة فی کل سفر تکونین بلاءً وعناء ولیس مع الناس ماءً**'' یعنی غزوۂ بنی مصطق میں ہار ٹوٹ جانے کے نتیجے میں اور اس سفر میں ہار گم ہونے کے باعث تمہاری وجہ سے لوگوں نے کلفت اور مشقت اٹھائی ہے اور اس سفر کا حال بھی اس سفر سے کم نہیں ہے کہ جس میں پانی تک میسر نہیں تھا۔ یہ عبارت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ ہار کا یہ قصہ جس میں تیمم کی آیت نازل ہوئی ہے غزوۂ بنی مصطلق کے بعد کا ہے۔ وہ بنی مصطلق کہ جہاں سے واپسی پر حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں، ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا، وہ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں ۔ حمال ہودج کو اونٹ پر باندھ دیتے ۔ ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی، جسکے لئے قافلہ سے علیحدہ ہوکر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں، وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا، اسکی تلاش میں دیر لگ گئی، اور حضرت عائشہ قافلہ کیساتھ روانہ نہ ہوسکیں، بعد میں حضرت صفوان بن معطل کے ذریعہ قافلہ تک پہونچیں، اسی موقع پر حضرت عائشہ صدیقہؓ پر عبداللہ بن ابی منافق، اور کچھ بھولے بھالے مسلمانوں نے زنا کی تہمت لگادی تھی، منافقین کے مغویانہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر وہ بھی اس قسم کے تذکرے کرنے لگے، اور

عموماً مسلمانوں کو اور خود رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کے واہیات تذکرے اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا، ایک ماہ یہی چرچا رہا حضور ﷺ سنتے، بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے۔ مگر دل میں خفاء رہتے، ایک ماہ بعد حضرت عائشہؓ کو اسکی شہرت کی اطلاع ہوئی، شدت غم سے بیتاب ہوگئیں، ایک منٹ کے لئے آنسو نہ تھمتے تھے، شب وروز روتی رہتی تھیں، اسی دوران بہت سے واقعات پیش آئے، اور گفتگوئیں ہوئیں، جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں، اور پڑھنے کے قابل ہیں: آخر اللہ نے حضرت صدیقہؓ کی براءت سورہ نور میں فرمائی اور سورہ نور کی آیات إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ دور تک نازل ہوئیں، جس پر حضرت عائشہؓ فخر کیا کرتی تھیں۔

اسی واقعہ کی طرف حضرت عائشہ کے والد محترم حضرت ابوبکرؓ نے اشارہ فرمایا تھا کہ

''ہر سفر میں تمہارے ساتھ کچھ نہ کچھ دشواریاں پیش آجاتی ہیں''

غزوۂ بنی مصطلق ۶ھ میں پیش آیا ایک روایت کے مطابق ۴ھ اور ۵ھ کی بھی روایت ملتی ہے، اسی غزوہ کے موقع پر ہار ٹوٹ کر گر گیا تھا، اور افک اور حضرت عائشہ پر تہمت کا قصہ بھی پیش آیا، اور مذکورہ آیات کے ذیل میں جو قصہ مذکور ہے اس میں ہار ہی گم ہوگیا تھا، جو اونٹ کے نیچے سے ہی ملا، تفصیل کیلئے دیکھئے زاد المعاد لابن قیم الجوزیہ ص:۲۵۶/تا ۲۵۹ خلاصہ یہ ہے کہ ہار ٹوٹ جانیکا واقعہ غزوۂ بنی مصطلق کا ہے اور ہار کے گم ہوجانے کا واقعہ اس غزوۂ کے بعد کا ہے۔ افک کا تفصیلی قصہ سورہ نور کے تحت آرہا ہے۔

۱۴۰- أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُم ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٤٩﴾

ترجمہ: ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو مقدس بتلاتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو مقدس بتلادیں، اور ان پر ذرّہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

شان نزول: ایک مرتبہ کچھ یہود آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے اور عرض کیا کہ ہمارے ان بچوں کیلئے بھی کوئی گناہ ہے، آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم بھی انہی بچوں کی طرح بے گناہ ہیں، چونکہ ہم میں سے جب کسی سے کوئی گناہ ہوجاتا ہے تو اگر وہ گناہ رات میں ہوتا ہے تو دن اس کیلئے کفارہ بن

جاتا ہے، اور دن میں ہوتا ہے تو رات اس کیلئے کفارہ بن جاتی ہے، اس قول سے ان کا مقصد اپنی بڑائی اور خودستائی تھا۔ اور خود اپنی مدح سرائی کرنا تھا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ اپنی مدح اور عیوب سے پاک ہونے کا دعویٰ جائز نہیں۔ (زادالمسیر ص:۱۰۴ج:۲/ اسباب النزول ۸۸/تفسیر بغوی ص:۴۴۰ج:۱)

فائدہ: کسی کو اپنی یا دوسروں کی پاکی بیان کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ آیت کے لفظ سے ظاہر ہورہا ہے۔ اور یہ ممانعت تین وجہ سے ہے۔

۱- اپنی مدح کا سبب اکثر کبر ہوتا ہے تو حقیقت میں ممانعت کبر سے ہوئی۔

۲- خاتمہ کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت زینب بنت سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول کریمؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس وقت چونکہ میرا نام برّہ تھا، جسکے معنی گناہوں سے پاک کے ہیں، میں نے وہی بتلایا، تو آپ نے فرمایا **لاتزکوا انفسکم واللہ اعلم باھل البر منکم سموھا زینب** ''یعنی تم اپنے آپ کو گناہوں سے پاک ہونا بیان نہ کرو، کیونکہ یہ علم صرف اللہ ہی کو ہے کہ تم میں سے کون پاک ہے پھر برّہ کے بجائے آپنے زینب نام رکھا'' (مظہری)

۳- مخالفت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات اس دعوے سے لوگوں کو یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ یہ آدمی اللہ کے یہاں اس لئے مقرب ہے کہ یہ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، حالانکہ یہ جھوٹ ہے کیونکہ بہت سے عیوب بندہ میں موجود ہوتے ہیں (جو اور لوگوں سے مخفی ہوتے ہیں) (معارف القرآن ص:۴۳۱/۴۳۰ج:۲)

۱۴۱- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ: ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جن کو کتاب کا حصہ ملا ہے۔ وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں۔ اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بنسبت ان

مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنادیا ہے۔اور خدا تعالیٰ جسکو ملعون بنادے اس کا کوئی حامی وناصر نہ پاؤ گے‘‘

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہود کے سردار حی بن اخطب اور کعب بن اشرف اپنی ایک جماعت کو لیکر جنگ احد کے بعد مکہ میں قریش کے پاس ملنے آئے ۔یہود کے سردار کعب بن اشرف ابوسفیان کے پاس آیا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کرنے کا وعدہ کیا، اہل مکہ نے کعب بن اشرف سے کہا کہ تم ایک دھوکہ دینے والی قوم ہو، اور اگر واقعی تم اپنے قول میں سچے ہوتو ہمارے ان دو بتوں کو یعنی جبت اور طاغوت کو سجدہ کرو۔

چنانچہ اس نے قریش کو مطمئن کرنے کیلئے ایسا ہی کیا، اس کے بعد کعب بن اشرف نے قریش سے کہا کہ تیس آدمی ہم سے اور تیس آدمی تم میں سے سامنے آئیں، تاکہ رب کعبہ کے ساتھ اس چیز کا عہد کریں کہ ہم سب ملکر محمدؐ کے خلاف جنگ کریں گے۔

کعب بن اشرف کی اس تجویز کو قریش نے پسند کیا، اس طرح سے انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کردیا، اس کے بعد ابوسفیان نے کعب بن اشرف سے کہا کہ تم اہل علم ہو تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے لیکن ہم بالکل جاہل ہیں اس لئے آپ ہمارے متعلق بتائیں کہ ہم حق پر چلنے والے ہیں یا محمدؐ؟ کعب بن اشرف نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ ہم حج کیلئے اپنے اونٹوں کو ذبح کرتے ہیں، اور ان کا دودھ پلاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، اور اپنے خویش اور اقرباء کے تعلقات کو قائم رکھتے ہیں، اور بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کرتے ہیں، اسکے برخلاف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے، وہ اپنوں سے علیحدہ ہو چکا ہے اس نے ہمارے قدیم دین کے خلاف اپنا ایک نیا دین پیش کیا ہے۔ان باتوں کو سن کر کعب بن اشرف نے کہا کہ تم لوگ حق پر ہو۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ گمراہ ہو چکا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرما کر ان کے مکروفریب کی مذمت فرمائی۔ [1]

[1] روح المعانی ص:ج:۵/ اسباب النزول ص:۸۸/۸۹ معارف القرآن ص:۴۳۲ ج:۲ / تفسیر بغوی ص:۴۴۱ ج:۱ /مقتطف ص:۴۶۰ ج:۱

فائدہ: کعب بن اشرف یہودیوں کا ایک ممتاز عالم تھا جو خدا پر بھی عقیدہ رکھتا تھا، لیکن جب اسکے دل ودماغ پر نفسانی خواہش کا بھوت سوار ہوا تو اس نے مسلمانوں کے خلاف قریش سے الحاق کرنا چاہا۔ قریش مکہ نے اسکے ساتھ ملنے کی یہ شرط لگائی کہ وہ ہمارے بتوں کے سامنے سجدہ کرے۔ جسکی تفصیل گذر چکی ہے۔ اس نے اپنے مذہب کے خلاف قریش کی شرط کو تو پورا کیا لیکن اپنے مذہبی عقائد کو قائم رکھنے کیلئے ان سے علیحدگی اختیار کرنا گوارا نہ کیا۔

قرآن کریم نے ایک دوسرے مقام پر اسی قسم کا واقعہ بلعم بن باعوراء کے بارے میں بیان کیا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ بلعم باعوراء ایک جلیل القدر عالم اور صاحب تصرف بزرگ تھا، لیکن جب اس نے نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے موسیٰؑ کے خلاف ناپاک تدبیریں شروع کیں تو ان کا تو کچھ نہ بگڑ سکا، لیکن خود مردود و گمراہ ہوگیا، بلعم باعوراء کا قصہ تفصیلاً دیکھئے مظاہر حق میں ص: ۱۰۱ ج: ۴، مشکوٰۃ جلد ثانی ساتویں حدیث کی تشریح کے ذیل میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ محض کتاب کا علم نافع نہیں ہوسکتا کیوں کہ ایک مادّیت پرست انسان صحیح معنی میں اپنے مذہب جیسی چیز کو بھی اپنی خواہشات کے بھینٹ چڑھانے سے نہیں بچتا، وار آج کل بھی بہت سے لوگ ہیں جو مادّی اور سیاسی اغراض ومقاصد کیلئے اپنے حق مسلک کو آسانی سے چھوڑ دیتے ہیں، اور لادینی افکار ونظریات کو اسلام کا لباس پہنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں، نہ ان کو خدا کے عہد ومیثاق کی کچھ پرواہ ہوتی ہے، اور نہ آخرت کا خوف، اور یہ سب کچھ صحیح اور حق مسلک کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے سے ہوتا ہے۔

(معارف القرآن ص: ۴۳۳/۴۳۴ ج: ۲)

۱۴۲- اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمہ: یا دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء فرمائی ہیں، سو ہم نے ابراہیمؑ کے خاندان کو کتاب بھی دی

ہے۔ اور علم بھی دیا ہے۔ اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے، ان میں سے بعضے تو اس پر ایمان لے آئے، اور بعضے ایسے تھے کہ روگرداں ہی رہے، اور دوزخ کی آتش سوزاں کافی ہے۔

شان نزول: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو علم وفضل عطاء کیا تھا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اس پر یہود جلتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ دونوں آیتوں میں انکے اسی حسد وبغض کی مذمت کی ہے۔ اور ان کے حسد کو نامعقول قرار دیتے ہوئے دو وجہیں بیان کی ہیں، ایک وجہ آیت نمبر ۵۳ میں اور دوسری وجہ آیت نمبر ۵۴ میں، لیکن دونوں کا حاصل ایک ہے یعنی تمہارا حسد کس بات پر ہے، اگر اس پر ہے کہ اصل صاحب سلطنت تم ہو، اور تمہاری ہی سلطنت ان کو مل گئی ہے، تو اسکا غلط ہونا تو کھلا ہوا ہے کہ تم سلطنت سے خود محروم ہو، اور اگر تمہیں کچھ حصہ سلطنت کا مل جاتا تو تم کسی کو ایک کوڑی بھی نہ دیتے، اور اگر تمہارا حسد اس پر ہے کہ سلطنت ہمارے پاس نہیں گئی پھر بھی ان کو کیوں ملی، ان کو سلطنت سے کیا علاقہ؟ تو اسکا جواب یہ دیا کہ یہ بھی انبیاء کے خاندان سے ہیں جن میں سلطنت پہلے سے ہوتی آئی ہے۔ اس لئے کسی اجنبی جگہ سلطنت نہیں آئی، لہٰذا تمہارا حسد کرنا نامعقول۔ (معارف القرآن ص:۴۳۹ ج:۲/ زاد المسیر ص:۱۰۹ ج:۲)

۱۴۳- اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو انکے حقوق پہنچا دیا کرو، اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو، تو عدل سے تصفیہ کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے، بلاشبہ اللہ خوب سنتے ہیں، خوب دیکھتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کا ایک خاص واقعہ ہے کہ کعبہ کی خدمت اسلام سے پہلے بہت بڑی عزت سمجھی جاتی تھی، اور جو لوگ بیت اللہ کی کسی خاص خدمت کیلئے منتخب ہوتے

تھے وہ پوری قوم میں معزز ومختار جانے جاتے تھے، اسی لئے بیت اللہ کی مختلف خدمتیں مختلف لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں حجاج کو پانی پلانے کی خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباسؓ کے سپرد تھی، جسکو سقایہ کہا جاتا تھا، اسی طرح اور دوسری خدمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے چچا ابو طالب کے سپرد تھی، اسی طرح بیت اللہ کی چابی رکھنا، اور مقررہ وقت میں کھولنا، اور بند کرنا عثمان بن طلحہ سے متعلق تھی۔

عثمان بن طلحہ کا اپنا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم پیر اور جمعرات کو بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے، اور لوگ اسمیں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے، ہجرت سے ایک روز پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کیلئے تشریف لائے اس وقت عثمان بن طلحہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندر جانے سے روکا، اور انتہائی ترشی دکھائی، آپنے بڑی بردباری کے ساتھ انکے سخت کلمات کو برداشت کیا، اور پھر فرمایا، اے عثمان! شاید تم ایک روز بیت اللہ شریف کی چابی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، اس وقت مجھ کو اختیار ہوگا اور میں جسکو چاہوں گا سپرد کردوں گا، عثمان بن طلحہ نے کہا کہ اگر ایسا ہوگیا تو کیا اس دن قریش ہلاک اور ذلیل ہوں گے، آپنے فرمایا نہیں، اس وقت قریش اور عزت والے ہوجائیں گے، آپ یہ کہتے ہوئے بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہوگیا کہ آپنے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہوکر رہے گا، میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کرلیا، لیکن میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے پائے، وہ سب کے سب مجھے ملامت کرنے لگے، اس لئے میں اپنے ارادہ کو پورا نہ کرسکا، جب فتح مکہ ہوا تو رسول اللہؐ نے مجھے بلا کر کنجی طلب فرمائی، میں نے پیش کردی۔

بعض روایات میں ہے کہ عثمان بن طلحہ کنجی لیکر بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گئے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے آپکے حکم کی تعمیل کیلئے زبردستی کنجی ان کے ہاتھ سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیدی تھی، اور بیت اللہ میں داخل ہوئے، نماز ادا کرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے، تو پھر یہ کنجی مجھکو (عثمان کو) واپس کرتے ہوئے

فرمایا کہ لواب یہ کنجی قیامت تک تمہارے خاندان کے پاس رہے گی۔ جو شخص یہ کنجی تم سے لیگا وہ ظالم ہوگا، مطلب یہ تھا کہ کسی دوسرے شخص کو اس کا حق نہیں ہے کہ یہ کنجی تم سے لے لے، اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بیت اللہ شریف کی اس خدمت کے صلہ میں جو تمہیں مال مل جائے اسکو شرعی قاعدہ کے موافق استعمال کرنا۔

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ جب میں کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپ نے پھر مجھے آواز دی، اور فرمایا! کیوں عثمان جو بات میں نے کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اب مجھے وہ بات یاد آگئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ہجرت سے پہلے کہی تھی، کہ ایک روز یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے، میں نے عرض کیا بیشک آپکا ارشاد پورا ہوا، اور اس وقت میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (مظہری بروایت ابن سعد)

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اس روز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو یہ آیت آپ کی زبان پر تھی یعنی ”اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا الخ“ اور فرمایا کہ اس سے پہلے میں نے یہ آیت کبھی نہیں سنی تھی، ظاہر ہے یہ آیت اس وقت جوف کعبہ میں نازل ہوئی تھی، اسی آیت کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی ان کے سپرد کی، کیونکہ جب عثمان بن طلحہ نے یہ کنجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی، تو یہ کہہ کر کنجی خدمت اقدس میں سپرد کی کہ میں یہ ”امانت آپکے سپرد کرتا ہوں“ اگرچہ ضابطہ سے ان کا کہنا صحیح نہ تھا، بلکہ رسول کریم ہی کو ہر طرح کا اختیار تھا، کہ جو چاہیں کریں، لیکن قرآن کریم نے لفظ امانت کی بھی رعایت فرمائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی ہدایت فرمادی کہ چابی عثمان ہی کو واپس فرمادیں۔ حالانکہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے بھی آنحضرتؐ سے یہ درخواست کی تھی کہ جس طرح بیت اللہ کی خدمت سقایہ اور سدانہ ہمارے پاس ہے یہ کنجی برداری کی خدمت بھی ہمیں عطا فرما دیجئے، لیکن آیت مذکورہ کے موافق آنحضرتؐ نے درخواست رد کردی، اور چابی عثمان بن طلحہ کو واپس فرمائی۔ (تفسیر مظہری)

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ آیت امراء کے بارے میں نازل ہوئی، اور بعض

لوگوں نے فرمایااس کا نزول تمام لوگوں کے بارے میں ہوا ہے، جن میں حکم دیا گیا ہے کہ امانات کی ادائیگی ضروری ہے، ویسے بھی کسی آیت کا شان نزول گرچہ کوئی خاص واقعہ ہوتا ہے، لیکن حکم عام ہوتا ہے جسکی پابندی پوری امت کیلئے ضروری ہوتی ہے۔ [۱]

۱۴۴- يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ۞٥٩

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں، پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسکو رجوع کرو اللہ اور اس کے رسول کی طرف، اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات بہت اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اسکا انجام۔

شان نزول: آیت مذکورہ کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- ایک سریہ کا امیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ کو جو قیس سہمی کے بیٹے تھے بنا کر روانہ کیا، اور یہ ہدایت فرمائی کہ اپنے امیر کی اطاعت تمہارے لئے لازم اور ضروری ہے۔ کسی بات پر عبداللہ بن حذافہ بن قیس سہمی ناراض ہوگئے اپنے تمام شرکاء سے کہا کہ لکڑیاں جمع کرو، چنانچہ لکڑیاں جمع کی گئیں، پھر کہا کہ اسکو روشن کرو، چنانچہ وہ بھی کیا گیا، اسکے بعد حذافہ نے کہا اے رسول اللہ کے ساتھی! کیا رسول اللہؐ نے روانہ ہونے کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ اپنے امیر کی اطاعت کرنا۔ تمام شرکاء نے فرمایا ہاں! کیوں نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے، اس پر حذافہ نے کہا کہ اس لئے اب میرا حکم ہے کہ اس آگ میں کود پڑو، صحابہ نے مشورہ کیا کہ اگر ہمیں اس آگ سے بچنا ہے تو ہم تمام ساتھی بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا پہونچیں، لیکن ان لوگوں نے اس مشورہ پر عمل نہیں کیا، رکے رہے، اسکے بعد حضرت حذافہ ذرا ٹھنڈے پڑے اور آگ بھی بجھ گئی۔

---

[۱] زادالمسیر ص:۱۱۴ ج:۲/اسباب النزول ص:۹۰/تفسیر بغوی ص:۴۴۳ ج:۱/تفسیرات احمدیہ ص:۱۹۱/معارف القرآن ص:۴۴۴/۴۴۵ ج:۲

پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ سریہ واپس ہوا تو آنحضرت کی خدمت میں وہ تمام باتیں پیش کی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس وقت آگ میں کود پڑتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے۔ اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حضرت عمار بن یاسر کا حضرت خالد بن ولید کے ساتھ ایک سریہ میں جانا ہوا، دشمنوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، ہزیمت خوردہ قوم میں سے ایک آدمی گرتا پڑتا حضرت عمار کی خدمت میں حاضر ہوا، اورعرض کیا کہ میں تو مسلمان ہوگیا ہوں، تو کیا میرا اسلام میرے لئے نفع بخش ثابت ہوگا، یا یہ کہ جس طرح میری قوم کے باقی حضرات نے ہزیمت کھا کر راہ فرار اختیار کی ہے میں بھی ویسا ہی کروں۔ حضرت عمار نے کہا نہیں تم ٹھہرو! تمہیں امن وامان ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے جانے کا ارادہ ترک کردیا، اس کے بعد ہی خالد بن ولید آپہونچے، اور اس آدمی کو اپنی گرفت میں لے لیا، حضرت عمار بن یاسر نے کہا کہ اسے کچھ نہ کہا جائے، کیونکہ میں نے اسے امان دیدی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ مسلمان ہو چکا ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ میں سالار کارواں ہوں میری اجازت کے بغیر یہ بیجا مداخلت کی جرأت تمہیں کیوں کر ہوئی، جسکے نتیجہ میں دونوں حضرات میں ان بن ہوگئی۔ بالآخر لڑتے جھگڑتے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا پیش کیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول للواحدی ص:۹۱ / زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۶۰ / ۵۹ ج:۲ / تفسیر بغوی ص:۴۴۵ ج:۱)

۱۴۵- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ۚ

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جو آپ کی طرف نازل کی گئی، اور اس کتاب پر بھی جو آپ

سے پہلے نازل کی گئی، اپنے مقدمے شیطان کے پاس لیجانا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کوحکم ہوا کہ اسکو نہ مانیں، اورشیطان اسکو بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے، اورجب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جواللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، اوررسول کی طرف، توآپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلوتہی کرتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چاراقوال ہیں۔

۱-بِشر نامی ایک منافق تھا، اس کا ایک یہودی کے ساتھ جھگڑا ہوگیا، یہودی نے کہا چل! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان سے فیصلہ کروائیں، مگر بشر منافق نے اسکوقبول نہ کیا، بلکہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس جانے اوراس سے فیصلہ کرانے کی تجویز پیش کی۔

کعب بن اشرف (یہود کا ایک سردار) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا یہ عجیب بات تھی کہ یہودی اپنے سردار کو چھوڑ کر آنحضرتؐ کا فیصلہ پسند کرے، اوراپنے آپ کومسلمان کہنے والا بشرآپ کے بجائے یہودی سردار کا فیصلہ پسند کرے، اور اپنے تئیں ان دونوں کواس پر یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق اور درست فیصلہ کریں گے، اس میں کسی کی رورعایت یا غلط فہمی کا اندیشہ نہیں، اور چونکہ اس جھگڑے میں یہودی حق پر تھا، اوربشر منافق ناحق اور غلطی پر، اس لئے جانتا تھا کہ فیصلہ میرے خلاف ہوگا، اگرچہ مسلمان کہلاتا ہوں، اور یہ یہودی ہے۔ ان دونوں کی باہمی گفتگو کے بعد یہ طے ہوا کہ آنحضرتؐ ہی سے اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرائیں مقدمہ آنحضرتؐ کے پاس پہونچا، آپنے معاملہ کی تحقیق فرمائی، توحق یہودی کا ثابت ہوا، تواسی کے حق میں فیصلہ دیدیا، اوربشر کو جو بظاہر منافق تھا ناکام کردیا، اس لئے وہ اس فیصلہ پرراضی نہ ہوا، اورایک نئی راہ نکالی کہ کسی طرح یہودی کواس بات پرراضی کرلیا جائے کہ ہم فیصلہ کیلئے حضرت عمرؓ کے پاس چلیں، یہودی نے اسکوقبول کرلیا، راز اس میں یہ تھا کہ بشر نے یہ سمجھا کہ حضرت عمرؓ کفار کے معاملہ میں زیادہ سخت ہیں، وہ یہودی کے حق میں فیصلہ کرنے کے بجائے میرے حق میں فیصلہ دینگے، اورہمارا مقصد حل ہوجائیگا اوریہودی ناکام ونامراد۔

بہر کیف یہ دونوں حضرات حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہونچے، یہودی نے حضرت عمرؓ کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں، مگر یہ شخص اس پر مطمئن نہیں ہے، اور آپکے پاس مقدمہ لایا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا ذرا ٹھہرو، میں آتا ہوں، گھر میں تشریف لے گئے اور ایک تلوار لیکر آئے اور اس منافق کا کام تمام کر دیا، اور فرمایا کہ جو شخص رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اسکا فیصلہ یہی ہے۔ یہ واقعہ روح المعانی میں بروایت ثعلبی ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔ عام مفسرین نے یہاں پر یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اسکے بعد اس مقتول منافق کے وارثوں نے حضرت عمرؓ کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا کہ انہوں نے ایک مسلمان کو بغیر شرعی دلیل کے قتل کر دیا۔ اور اسکو مسلمان ثابت کرنے کیلئے اسکے کفر عملی اور قولی کی تاویلیں پیش کیں، آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے معاملہ کی اصل حقیقت اور مقتول کا منافق ہونا ظاہر فرما کر حضرت عمرؓ کو بری کر دیا۔

۲- ابو بردہ اسلمی ایک کاہن شخص تھا، یہود ہر معاملہ میں اسی کو اپنا فیصل بناتا انکا دیکھا دیکھی بعضے مسلمان بھی اپنا معاملہ ان کے پاس لیجاتے اور ان سے فیصلہ کرواتے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- یہودی اور منافق میں کسی معاملہ میں لڑائی ہوگئی، اور مخاصمت کا یہ سلسلہ اتنا طول پکڑ گیا کہ تیسرے شخص کے فیصلہ کئے بغیر اسکا ختم ہونا ممکن نہ تھا، چنانچہ یہودی نے منافق سے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلکر اس معاملہ کا حل تلاش کریں، کیونکہ یہ شخص نبی ہے اور فیصلہ دوٹوک کرتا ہے، خواہ کوئی بھی ہو، اور رشوت کے عمل کو ان کے یہاں کوئی دخل ہی نہیں ہے لیکن منافق اسے کب گوارہ کرسکتا تھا، چنانچہ منافق نے اس تجویز کو نا منظور کرتے ہوئے کہا کہ نہیں! معاملہ تو ہم اپنے سردار کعب بن اشرف کے پاس چل کر حل کریں گے، لیکن یہودی نے تجویز کو نا منظور کر دیا، کیونکہ یہ اس چیز سے باخبر تھا کہ یہ لوگ بغیر رشوت لئے کوئی کام ہی نہیں کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جدھر سے انہیں مال مل جاتا ہے ادھر ہی فیصلہ کا رخ ہوتا ہے۔ بالآخر ایک طویل بحث کے بعد یہ طے ہوا کہ معاملہ قبیلہ جہینہ کے کاہن شخص کے پاس لے جایا جائے۔ وہ جو فیصلہ کر دیں گے اسے ہم دونوں کو منظور

کر لینا چاہئے اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

۴-بنی نضیر کے ایک آدمی نے بنی قریظہ کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا، جسکے نتیجے میں ان کی آپس میں جنگ چھڑ گئی دونوں قبیلوں سے بہت سے افراد مسلمان ہو چکے تھے، لیکن بعضے ایمان کی دولت سے محروم کفر ونفاق کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، منافقین نے کہا کہ اس معاملہ کی سنگینی تصفیہ چاہتی ہے۔ اس تصفیہ کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب ابو بردہ اسلمی کاہن معلوم ہوتا ہے۔ اس معاملہ کو ان کے ہی پاس لیجایا جائے۔ لیکن اس قبیلے کے جو حضرات مسلمان ہو چکے تھے (اسلامی حقیقت ان کے قلوب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ان کے دلوں میں گھر کر چکی تھی) انہوں نے اسے نامنظور کر دیا اور کہا کہ ہمارے اس معاملے کے تصفیہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتے، لیکن منافقین نے اس تجویز کو نامنظور کر دیا۔ بالآخر کاہن کے پاس جا پہونچے، اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

واضح رہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بنو نضیر اوس کے حلیف تھے، اور قریظہ خزرج کے حلیف، بنی نضیر مضبوط سمجھے جاتے تھے۔ اور قریظہ کمزور جانے جاتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جب بنی نضیر کا کوئی فرد قرظی کو قتل کر دیتا تو اس کے عوض میں نضیری قتل نہیں کیا جاتا بلکہ دیت میں دوسو وسق کھجور دے دی جاتی، اور اس کے برعکس جب کوئی قرظی نضیری کو قتل کر دیتا تو اسکے عوض میں قاتل بھی قتل کر دیا جاتا اور مزید ایک سو وسق کھجور بھی دیت میں دینی پڑتی، چنانچہ اسلام لانے کے بعد جب ایک موقع پر ان دونوں قبیلوں میں ناچاقی پیدا ہوگئی جسکے نتیجے میں قتل وقتال تک کی نوبت آپہونچی، اور نضری نے قرظی کو قتل کر دیا، تو نضری نے قرظی سے کہا کہ ہمارے زمانہ جاہلیت میں دیت وغیرہ کے جو طریقے رائج تھے، اسے ہی اختیار کر لیا جائے کہ تم ہمارے افراد کو قتل کے عوض قتل نہ کرو، بلکہ دیت کے ذریعہ معاملہ کا تصفیہ کرلیں، میں تمہارے مقتول کے عوض سو وسق کھجور دے دیا کروں، اور تم ہمارے مقتول کے عوض میں دوسو وسق کھجور دیدیا کرو، اس پر خزرج جو قرظی کے حلیف تھے بول پڑے کہ وہ زمانہ کوئی اور تھا، اب وہ بات نہیں رہی، کیونکہ ان دنوں ہماری تعداد کم تھی، اور ہم کمزور تھے، اور اب تو ہم اور تم بھائی بھائی ہیں، اور ہمارا تمہارا دین ایک ہے، ہم

میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں، اس پر منافقین نے کہا کہ اس طرح بات بننے والی نہیں ہے، بہتر بات یہ ہے کہ معاملہ ابو بردہ کاہن کے پاس لے جانا چاہئے، مسلمانوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے ہم اپنے معاملہ کو کسی دوسری جگہ نہیں لے جاسکتے، منافق نے مسلمانوں کی اس تجویز کو نامنظور کردیا، بالآخر ابو بردہ کے پاس یہ لوگ اپنا معاملہ لے کر پہونچے، ابو بردہ کاہن نے کہا کہ رشوت پیش کرو، اس پر لوگوں نے کہا کہ دس وسق تمہارے لئے پیش کیا جاتا ہے، اس نے کہا اس سے کام نہیں چلتا مجھے تو سو وسق چاہئے۔ اس لئے کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر قرظی کے خلاف فیصلہ ہوا تو قرظی ہمیں قتل کردیں گے۔ اور نضری کے خلاف فیصلہ ہوا تو نضری ہمیں قتل کردیں گے، لیکن ان لوگوں نے دس وسق سے زیادہ دینا منظور نہیں کیا، اور اس نے بھی فیصلہ کرنے سے انکار کردیا، اس پر مذکورہ آیت اتری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد ابو بردہ کاہن کو طلب کیا، اور اسکو اسلام کی دعوت دی، لیکن اس نے انکار کیا، اور یہاں سے چلتا بنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دونوں لڑکوں سے فرمایا کہ تم اپنے والد کو پہچان لو اگر یہ اس گھاٹی کو پار کر جائیں تو کبھی ایمان نہیں لاسکتے چنانچہ وہ راہ چلتے ہی واپس ہوگیا، اور اسلام قبول کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ آواز لگائے **الاان کاھنا اسلم**۔ سنو! کاہن اسلام لاچکا ہے، لہٰذا وہ محفوظ ہوگیا، یہ تفصیل علامہ واحدی کی اسباب سے ماخوذ ہے اسباب النزول ص: ۹۳ / ۹۲ / ۹۱ / زادالمسیر ص: ۱۱۲ تا ۱۱۸ ج: ۲ / ومعارف القرآن ص: ۴۵۶ ج: ۲ / سبب نزول نمبر ۱ / اسباب النزول اور معارف سے ماخوذ ہے۔ باقی اسباب وزاد سے۔

۱۴۶- فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ: ''پھر قسم ہے آپکے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے، جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے پاس آپس میں جو جھگڑے واقع ہوں اسمیں یہ لوگ تصفیہ کراویں، پھر آپکے اس تصفیہ سے دلوں میں تنگی نہ پاویں، اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱-یہ آیت یہودی اور منافق کے بارے میں نازل ہوئی جن کا تفصیلی تذکرہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۰ / ۶۱ / کے تحت چند سطور پہلے گذرا **فلیطالع ثمہ**

۲-حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری صحابی کے درمیان پانی پٹانے کے سلسلے میں لڑائی ہوگئی زبیرؓ یہ چاہ رہے تھے کہ اولاً پانی میں پٹاؤں اور انصاری کی خواہش بھی یہی تھی کہ یہ حق پہلے مجھے ملنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب یہ مقدمہ پہونچا تو آپنے حضرت زبیرؓ سے فرمایا پہلے تم پانی پٹالو پھر اپنے پڑوسی کیلئے چھوڑ دو انصاری صحابی اس بات پر رنجیدہ خاطر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا فیصلہ اس لئے ہوا ہے کہ حضرت زبیرؓ آپکی پھوپھی کا لڑکا ہے اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور غصہ کی وجہ سے سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ زبیر!! تو پانی کو اس وقت تک روکے رکھ جب تک کہ تمہاری زمین کے ہر چہار جانب اور تمام کونے لبالب نہ ہوجائیں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۱۲۴ / ۱۲۳ / ج:۲ / اسبار النزول ۹۴)

۱۴۷-وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

ترجمہ: اور اگر ہم لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو تو بجز چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو اس کیلئے بہتر ہوتا۔ اور ایمان کو پختہ کرنے والا ہوتا اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم انکو سیدھا راستہ بتلاتے۔

شان نزول: جس واقعہ کی بناء پر یہ آیت اور اس سے پہلی آیات اتریں۔ ان میں اس بشر منافق کا معاملہ تھا جس نے اپنے جھگڑے کے فیصلہ کیلئے پہلے کعب بن اشرف یہودی کو تجویز کیا، پھر مجبور ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا، اور آپکا فیصلہ چونکہ اسکے خلاف تھا،

اس لئے اس پر راضی نہ ہوا، اور دوبارہ فیصلہ کرانے کیلئے حضرت عمرؓ کے پاس پہونچا، اس واقعہ کی جب مدینہ میں شہرت ہوئی، تو یہود نے مسلمانوں کو عار دلائی کہ تم کیسے لوگ ہو کہ جس رسول کو مانتے اور جس کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہو مگر اسی کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتے۔

اور ایک ہم ہیں کہ ہم یہودیوں کو ہمارے گناہوں کی توبہ کے سلسلے میں یہ حکم ملا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ ہم نے اس شدید حکم کی تعمیل بھی کی، یہاں تک کہ ہمارے ۷۰ ہزار آدمی مارے گئے۔ اگر تمہیں کوئی ایسا حکم دیدیا جاتا تو تم کیا کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ الخ یعنی ان منافقین کا یا عام لوگوں کا جن میں کافر مومن سب داخل ہیں، یہی حال ہے کہ اگر بنی اسرائیل کی طرح ان کو کوئی سخت حکم خودکشی، یا ترک وطن دیدیا جاتا تو ان میں سے بہت کم آدمی اس حکم کی تعمیل کرتے۔

اس میں ان لوگوں کو سخت تنبیہ ہے جو اپنے جھگڑوں کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا شریعت رسولؐ کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف لیجاتے ہیں اور یہودی کے طعن کا جواب بھی ہے۔ کہ یہ حال منافقین کا ہے پکے مسلمانوں کا نہیں، اور شاہد اس پر یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام میں سے ایک نے کہا کہ اللہ نے ہمیں اس آزمائش میں نہیں ڈالا صحابی کا یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہونچا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان مضبوط پہاڑوں سے زیادہ جما ہوا ہے، ابن وہب کا بیان ہے یہ کلمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس آیت کو سن کر کہا کہ اگر یہ حکم نازل ہوتا تو خدا کی قسم سب سے پہلے میں اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو قربان کر دیتا۔

بعض روایت میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ حکم خودکشی اور ترک وطن کا اللہ کی طرف سے آجاتا تو ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ ضرور اس پر عمل کرتے، ترک وطن پر تو صحابہ کرام نے عمل کر کے دکھلا دیا، کہ اپنے وطن مکہ، اور تمام زمین وجائداد اور جملہ سرمایہ جات اور تجارتوں، اور گھر بار مکان ودکان کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت اختیار کر لی۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ یہ کام اگرچہ مشکل ہے، لیکن اگر وہ ہمارے فرمان کے مطابق اسکو مان لیں، تو انجام کار یہی ان کے لئے بہتر ہوگا، اور یہ عمل ان کے ایمان کو اور مضبوط کردیگا، اور ہم اس پر ان کو ثواب عطاء کریں گے، اور ان کو سیدھی راہ پر چلائیں گے اس کے بعد ذیل کی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کیلئے درجات عظمہ کا بیان ہے"۔

(معارف القرآن ص:۴۶۵/ ۴۶۴ ج:۲/ زادالمسیر ص:۱۲۵ ج:۲ معالم التنزیل ص:۴۴۹ ج:۱)

۱۴۸- وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۟ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۟ع

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور رسول کا کہنا مان لیں گے تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کیساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں، یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے، اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں۔

شان نزول: ابن کثیر نے متعدد سند سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے دل میں آپکی محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ اسی طرح اپنی اولاد اور اپنی بیوی سے بھی، بعض اوقات میں اپنے گھر میں بے چین رہتا ہوں پھر جب آپکی زیارت کرلیتا ہوں تو سکون ہوجاتا ہے، اب مجھے فکر ہے کہ جب اس دنیا سے آپ کی وفات ہوجائے گی، اور میں بھی مرجاؤنگا تو میں جانتا ہوں کہ آپ جنت میں ہوں گے جس طرح اور انبیاء کرام جنت میں درجات عالیہ میں قیام پذیر ہوں گے ساتھ ہی آپ بھی۔ اور مجھے تو اوّل یہ معلوم نہیں کہ میں جنت میں پہنچوں گا یا نہیں، اور اگر پہونچ بھی گیا تو میرا درجہ آپ سے نیچے ہوگا، میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکونگا۔ اس وقت میرا کیا حال ہوگا اور میرے صبر کا طریقہ کیا ہوگا اور مجھے صبر کیسے آئیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا کلام سن کر

کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

نزول آیت کے بعد آنحضرتؐ نے ان کو بشارت سنادی کہ اطاعت گذاروں کو جنت میں انبیاء اور صدیقین اور صلحاء اور شہداء سے ملاقات کا موقع ملتا رہے گا۔

۲-حضرات صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارا کیا حال ہوگا جب آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے اور ہم سے جدا ہوتے ہی اوپر اٹھالئے جائیں گے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳-ایک انصاری صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور وہ کچھ غمزدہ سے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تجھے مغموم دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ جب آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے اور نبیوں سے جاملیں گے، تو ہماری ملاقات آپ سے نہ ہو سکے گی۔ اور ہم آپ کی صحبت سے محروم رہیں گے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

۱۴۹- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

ترجمہ: ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو، اور نمازوں کی پابندی رکھو، اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور پھر ان پر جہاد فرض کر دیا گیا، تو قصہ کیا ہوا کہ ان میں سے بعض بعض لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسا کہ اللہ سے ڈرنا چاہیے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر جہاد کیوں کر فرض کر دیا ہے، ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دیدی

[۱] زادالمسیر ص:۱۲۵ ج:۲/اسباب النزول ص:۹۵/۹۴/ابن کثیر ص:۴۶۴/ معارف القرآن ص:۴۶۷/ج:۲/لمقتطف ص:۴۷۱ ج:۱

ہوتی، آپ فرمادیجئے کہ دنیا کا تمتع محض چندروزہ ہے، اور آخرت ہرطرح سے بہتر ہے،اور تم پرتا گے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا''

شان نزول: ہجرت سے قبل کی زندگی صحابہ کرام کی بڑی کلفت ومصیبت میں گزری ہے، کفار اور مشرکین طرح طرح سے ستاتے رہتے تھے، حضرات صحابہ کرام آپ کی خدمت میں آکر شکایت کرتے، اور رخصت مانگتے، جن میں عبدالرحمن بن عوف اور مقداد بن اسعد، اور قدامہ بن مظعون سعد بن ابی وقاص وغیرہ حضرات تھے۔ کہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کفار ومشرکین سے مقاتلہ کریں اور ان سے ظلم کا بدلہ لیں، لیکن آپ نے مسلمانوں کو اسکی اجازت نہ دی، اور فرمایا کہ ابھی مجھے مقاتلہ کا حکم نہیں ملا ہے۔ بلکہ اس وقت تو ہمیں صبر اور درگذر کا حکم ہے۔ اور فرماتے تھے کہ نماز اور زکوۃ کا جو حکم تمہیں دیا جاچکا ہے، اسکو برابر کئے جاؤ، کیونکہ جب تک آدمی اطاعت خداوندی میں اپنے نفس پر جہاد کرنے اور تکالیف جسمانی کو برداشت کرنے کا خوگر نہ ہو، اور اپنا مال خرچ کرنے کا عادی نہ ہو، تو اسکے لئے جہاد کرنا اور جان قربان کرنا بہت دشوار ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان باتوں کو مسلمانوں نے بسروچشم قبول کرلیا۔ پھر ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو جہاد کا حکم ہوا، تو ان کو تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ ہماری درخواست قبول ہوئی مگر بعضے کچے مسلمان کافروں کے مقابلہ سے ایسے ڈرنے لگے کہ جیسا کہ خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہئے یا اس سے بھی زیادہ، اور آرزو کرنے لگے کہ تھوڑی مدت اور بھی قتال کا حکم نہ آتا، اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(معارف القرآن ص:۱۸۴ ج:۲ / اسباب النزول ص:۹۵ / زادالمسیر ص:۱۳۴ ج:۲ / معالم التنزیل ص:۴۵۳ ج:۱)

فائدہ: حکم جہاد پر درحقیقت مسلمانوں کی طرف سے مہلت کی تمنا کوئی اعتراض نہ تھا، بلکہ ایک لطف آمیز شکایت تھی، جسکی وجہ عادۃً یہ ہوتی ہے کہ جب آدمی کو انتہائی تنگی وتکلیف پہونچتی ہے تو اس کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں، اس لئے ایسے وقت میں انتقام لینا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ لیکن آرام وراحت کے وقت اسکی طبیعت لڑائی کی طرف زیادہ آمادہ نہیں ہوتی، یہ ایک بشری تقاضا ہے، چنانچہ یہ مسلمان جب مکہ میں تھے تو اس وقت

کفار کی ایذاءوں سے تنگ آکر جہاد کے حکم کی تمنا کر رہے تھے، لیکن مدینہ آکر جب ان کو سکون وآرام نصیب ہوا۔ تو ایسی صورت میں جب قتال کا حکم ہوا تو اس وقت انکا پرانا جذبہ کم ہو چکا تھا، اور ان کے دلوں میں وہ جوش وخروش باقی نہ رہا تھا، اس لئے انہوں نے اس وقت محض ایک تمنا کی کہ اگر اس وقت جہاد کا حکم نازل ہوتا تو بہتر تھا، اس تمنا کو اعتراض پر محمول کر کے ان مسلمانوں کی طرف معصیت کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، یہ تقریر وتفسیر اس وقت ہے جبکہ انہوں نے شکایت کا اظہار زبان سے کیا ہو، لیکن اگر زبان سے نہیں کیا محض ان کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا، تو وساوس قلبی کو شریعت نے معصیت ہی شمار نہیں کیا ہے، یہاں یہ دونوں احتمال ہیں، اور آیت کے لفظ "قالوا" سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ انہوں نے زبان سے اظہار کر دیا تھا، کیونکہ اسکے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے دل میں کہا ہو، (ملخصاً از بیان القرآن ۔ معارف ص:۴۸۲ ج:۲ تفسیر کبیر میں آیت کا تعلق منافقین سے بھی بتلایا ہے تو اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں، معارف القرآن ص:۴۸۲ ج:۲ تفسیر کبیر ص:۱۸۴ ج:۱۰/ ھ)

هذه الاية صفة للمومنين او المنافقين الاول، ان الاية نزلت فى المؤمنين قال الكلبى: نزلت فى عبدالرحمٰن بن عوف والمقداد وقدامة بن مظعون سعدبن ابى وقاص بعد الهجرة يلقون من المشركين اذى شديدا فيشكون ذالک الى رسول الله ﷺ ويقولون ائذلنا فنزلت الآية تفسير كبير ص:۱۸۴ ج:۱

۱۵۰- اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَ لَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا ﴿۷۸﴾

ترجمہ: اور تم چاہے کہیں بھی ہوں وہاں ہی تم کو موت آجائیگی اگر چہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو، اور ان کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ من

جانب اللہ پیش آ گئی اور ان کو کوئی بُری حالت پہونچتی ہے تو کہتے ہیں کہ آپکی طرف
سے ہے آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ تو ان لوگوں
کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے پاس کو نہیں نکلتے۔

شان نزول: جب اسلامی لشکر کو غزوۂ احد میں شکست کھانی پڑی، اور بہت سارے مسلمان راہ خدا میں شہید ہو گئے تو منافقین جو غزوۂ احد کے موقع سے راہ چلتے ہوئے واپس لوٹ گئے تھے۔ مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم ہماری بات مانتے، اور ہماری معیت میں رہتے تو تمہیں یہ دن دیکھنے کی نوبت نہیں آتی، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں اس شبہ کو زائل کر دیا کہ شاید جہاد سے جان بچا کر---موت سے ڈر کر بھاگ رہے ہو، اگر ایسا خیال ہے تو پھر واقعہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ موت ایک دن آ کر رہے گی خواہ جہاں کہیں بھی ہو۔ پھر جہاد سے منھ موڑنا بیکار ہے۔

(اسباب النزول ص:۹۶/ زاد المسیر ص:۱۳۷/ ج:۲)

۱۵۱- وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ
اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ
مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا
قَلِیْلًا ۝۸۳

ترجمہ: ”اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہونچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف، تو اسکو مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر یہ لوگ اسکو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اسکو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے۔ جو ان میں اسکی تحقیق کر لیا کرتے ہیں، اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے“

شان نزول: حضرت ابن عباس، اور حضرت ضحاک، اور حضرت معاذؓ کے نزدیک یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مذکورہ آیت ضعیف اور کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (روح المعانی ص: ج:۵)

علامہ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس کے شان نزول میں حضرت عمر بن خطابؓ کا واقعہ

ذکر کرنا چاہئے حضرت عمر بن خطاب کا واقعہ اس جگہ یہ ہے کہ ان کو یہ خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو طلاق دیدی ہے وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف آئے، جب مسجد نبوی کے دروازہ پر پہونچے تو آپ نے یعنی حضرت عمر نے سنا کہ مسجد نبوی میں بھی لوگوں میں یہی ذکر ہورہا ہے، یہ دیکھ کر آپنے کہا کہ اس خبر کی تحقیق ہونی چاہئیے چنانچہ آپ (عمر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچے، اور دریافت فرمایا کہ آپنے اپنی بیبیوں کو طلاق دیدی ہے۔ آپنے فرمایا نہیں، پھر حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں لوگوں میں اس بارے میں اعلان نہ کردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دیدی چنانچہ حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف لائے اور بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عورتوں کو طلاق نہیں دی ہے، لہٰذا جو واقعہ آپ حضرات نے سنا ہے وہ غلط ہے اور بے بنیاد ہے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر ص:۷۰۴ ج:۱/ زاد المسیر ص:۱۴۵ ج:۲) باقی اس خبر کے پھیلنے کی بنیاد کیا چیز بنی تو اس بارے میں مکمل تفصیل سورہ احزاب کی آیت نمبر ۲۸/ ۲۹ میں آرہی ہے، اور وہ آیت یہ ہے يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (الی قولہ) اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ جسکے نزول کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے دیکھا کہ لوگ آسودہ ہوگئے ہیں، چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں، ان میں سے بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی کہ ہمکو مزید نفقہ اور سامان دیا جائے جس سے عیش وترفہ کی زندگی بسر کرسکیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات شاق گذری قسم کھالی کہ ایک ماہ تک گھر میں نہ جاؤں گا۔ مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں علیحدہ فروکش ہوگئے جس کی وجہ سے صحابہ مضطرب ہوگئے بعض نے یہ خبر اڑادی کہ آنحضرتؐ نے اپنی عورتوں کو طلاق دیدی ہے جس کی الجھن کے باعث بالا خانہ میں فروکش ہوگئے ہیں یہ ہے مختصر وضاحت، باقی مکمل تفصیل اسی کتاب کی دوسری جلد میں سورہ احزاب کے تحت دیکھئے۔

۱۵۲- فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

ترجمہ: پس آپ اللہ کی راہ میں قتل کیجئے، آپ کو بجز آپکے ذاتی فعل کے کوئی حکم نہیں اور مسلمانوں کو ترغیب دیجئے، اللہ تعالیٰ سے امید ہیکہ کافروں کے زور جنگ کو روک دیں گے اور اللہ تعالیٰ زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں۔

شان نزول: جب غزوۂ احد شوال ۳ ھ میں ہو چکا تو رسول کریم ﷺ نے ذیقعدہ میں کفار کے وعدے کے موافق بدر میں مقابلہ کیلئے جانا چاہا، (جسکو مورخین بدر صغریٰ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں) اس وقت بعض لوگوں نے تازہ زخمی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے افواہی خبروں کی وجہ سے جانے میں کچھ تامل کیا، اس وقت اللہ نے آیت نازل فرمائی، جس میں رسول اللہ ﷺ کو یہ ہدایت کی گئی کہ اگر یہ سچے مسلمان لڑائی سے ڈرتے ہیں، تو اے رسول تنہا اپنی ذات سے جہاد کرنے میں توقف نہ کرو، اللہ تمہارا مدد گار ہے، اس ہدایت کو پاتے ہی آپ ستر ۷۰ ہمراہی کے ساتھ بدر صغری کے لئے تشریف لے گئے، جسکا وعدہ ابوسفیان کے ساتھ غزوہ بدر کے بعد ہوا تھا، حق تعالیٰ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے دل میں رعب ڈال دیا، اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا، اور وہ اپنے وعدے میں جھوٹے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد کے موافق کافروں سے لڑائی بند کردی، اور رسول کریم ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

(معارف القرآن ص: ۴۹۵ ج: ۲/ بحوالہ مظہری وقرطبی)

اسی غزوہ کو غزوۂ سویق کہا جاتا ہے اسی طرح اس غزوہ کا نام غزوۂ قرقرۃ الکدر بھی ہے مزید تفصیل اس طرح ہے کہ جب غزوۂ احد ہو چکا تو رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام اس موقع سے بہت زیادہ زخم کھا چکے تھے وہ زخم ابھی مندمل بھی نہ ہوئے تھے کہ اس ایفاء عہد کا وقت آچکا، آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم دیا۔ تو بعضے صحابہ نے اس موقع سے جہاد کیلئے جانے کو ناگوار سمجھا اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور ادھر ابوسفیان بھی پوری تیاری کے ساتھ روانہ ہوا، انکے ساتھ دوسو سواروں کا دستہ تھا، اور مسلمانوں کی تعداد کل ۷۰ تھی، معارف کی طرح یہ واقعہ معالم میں وضاحت سے ملتا ہے۔

(معالم ص: ۷۵۷ ج: ۱)

اس غزوہ کا سبب اور محرک یہ ہوا کہ بدر میں شکست کھانے کے بعد ابوسفیان نے

نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ جب کہ اس سے قبل ہی غزوہ احد میں اسے اور مشرکین کو بظاہر فتح مل چکی تھی، جسکے نتیجے میں ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور ہمت کچھ زیادہ ہی ہوگئی، جس کی وجہ سے ایک اور غزوہ کی میعاد مقرر کر لی، جس میں اسے کامیابی نہ مل سکی، یہاں تک کہ اپنے کھانے کے اسباب خورد و نوش ستو وغیرہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلے، جیسا کہ شروع مضمون سے معلوم ہوا۔

اب اس واقعہ کی مزید تفصیل زادالمعاد کے مصنف علام ابن قیم جوزیہ اور رحمتہ للعالمین کے مصنف علامہ سلیمان سلمان منصور پوری مظفرنگری کی زبانی سنئے۔

''بدر میں شکست کھانے کے بعد (مشرکین مغموم ومحزون مکہ روانہ ہوئے، اور ابوسفیان چونکہ سردار قوم تھا، اسے اوروں کی بنسبت زیادہ ہی حزن وملال تھا) اس نے نہ نہانے دھونے کی قسم کھالی تھی، کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لیا جائے اس وقت تک سر کو پانی سے قریب تک نہ ہونے دونگا۔ **نذر ابو سفیان ان لا یمسه ماء حتی یغزو رسول اللہ** ﷺ چنانچہ وہ دوسو سواروں کو لیکر مکہ سے نکلا، جب مدینہ کے قریب پہونچا تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکی شب میں مدینہ کے اندر آیا، اور سلام بن مشکم یہودی سے ملا، رات بھر بادہ خواری اور شراب نوشی ہوتی رہی غالباً دونوں کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں (یا مقابلہ کرنا اس وقت مناسب نہیں) اس لئے ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا، مسلمانوں کے پھل دار درختوں اور کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اسکے ایک حلیف کو قتل کر کے واپس چلا گیا، خبر ملنے پر قرقرۃ الکدر تک تعاقب کیا گیا، اس لئے اسکا نام غزوہ قرقرۃ الکدر رکھا گیا، اور ابوسفیان کا لشکر ستو گراتا گیا جسے مسلمانوں نے اٹھالیا تھا، اسلئے اسکا نام غزوہ سویق بھی ہوا، زادالمعاد ص:۱۸۹ ج:۳ / رحمۃ للعالمین ص:۱۰۸ ج:۱ نفس شان نزول کے مباحث زادالمسیر ص:۱۴۹ ج:۲ / میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

۱۵۳- فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

ترجمہ: پھر تم کو کیا ہو گیا کہ ان منافقین کے باب میں دو گروہ ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹا پھیر دیا ان کے عمل کے سبب کیا تم لوگ ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے، اور جس کو اللہ گمراہی میں ڈال دے، اس کیلئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں سات اقوال ہیں۔

۱- ایک قوم جب مشرف باسلام ہو چکی تو وہ مدینہ میں قیام پذیر ہو گئی، لیکن مدینہ کی آب و ہوا اسے راس نہ آسکی، اور وہ بیماری و آزاری میں گھر گئے، چنانچہ مدینہ سے اپنا اسباب و سامان باندھا، اور مدینہ سے روانہ ہو گئے، مدینہ کے لوگوں نے اور صحابہ کرام کی جماعت نے انکا اکرام کرتے ہوئے مدینہ سے جانے کی وجہ دریافت کی انہوں نے کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا ہماری طبیعت کے موافق نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم آئے دن بیماری و آزاری کی کشتی میں سوار رہتے ہیں۔ چلتے چلتے حضرات صحابہ نے ان سے کہا ایک بات غور سے سنو اور اسے گرہ باندھ لو۔ " آنحضرتؐ کی ذات اقدس ہی قابل اسوہ اور قابل تقلید ہے، اور حضورؐ کے طریقے کے اپنانے ہی میں نجات ہے۔

پھر جب یہ چلے گئے تو ان کے بارے میں مسلمانوں میں دو گروہ ہو گئے، بعضے نے یہ کہا کہ انہوں نے نفاق کیا، اور بعضے نے یہ کہا کہ نہیں وہ مسلمان ہیں، اسوقت مذکورہ آیت اتری۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ احد کے لئے روانہ ہوئے تو منافقین کی جماعت راہ چلتے ہوئے علیحدہ ہو گئی، اس کے بارے میں صحابہ کرام کی دو جماعتیں ہو گئیں، ایک نے کہا کہ ہم انہیں قتل کر دینگے، دوسری جماعت نے کہا کہ ہم قتل نہیں کرتے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- مدینہ کے اندر کچھ ایسے حضرات تھے جو اسلام کا دعویٰ تو کرتے اسکے ساتھ مشرکین کا ہر طرح سے تعاون بھی کرتے، اور ان سے دوستانہ تعلق رکھتے، ایک مرتبہ یہ حضرات مدینہ سے کسی ضرورت کے پیش نظر باہر چلے گئے، اس وقت مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کا تعاقب کیا جائے اور انہیں قتل کر دیا جائے، اس لئے کہ ان

کا یہاں سے جانے کا مقصد تمہارے دشمنوں کی حمایت کرنی ہے، اور بعضے مسلمانوں نے کہا کہ ہم انہیں کیونکر قتل کر سکتے ہیں جبکہ یہ ہماری طرح اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- مدینہ میں ایک قوم نے آکر اپنے بارے میں مسلمان ہونا ظاہر کیا، اس کے تھوڑے دنوں کے بعد سوئے مکہ روانہ ہوگئی، اور کفر وشرک ظاہر کیا، اور کافروں سے جاملے، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵- ایک جماعت نے مکہ کے اندر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا لیکن جب ان سے ہجرت کرنے کو کہا گیا، تو اس سے روگردانی کی، اور منہ موڑا، ان کے بارے میں مسلمانوں میں دو رائیں ہوگئیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۶- منافقین کی ایک جماعت نے مدینہ سے خروج کا ارادہ کیا، ساتھ ہی مسلمانوں سے یہ کہا کہ ہمیں اس لئے یہاں سے جانے کی ضرورت پڑ رہی ہے کہ یہاں پر بہت ساری مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اسکے بعد وہ جماعت روانہ ہوگئی، انکے بارے میں مسلمانوں کی مختلف رائیں ہوگئیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۷- عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی، جب اس نے غزوہ بنی مصطلق کے موقع سے واپسی پر حضرت عائشہ صدیقہ پر زنا کی تہمت لگادی تھی اور اسکے ساتھ چند بھولے بھالے مسلمان بھی شریک ہوگئے تھے، جسکا تفصیلی بیان سورہ نور کے تحت آرہا ہے، اور مختصراً بھی دوبار ذکر کیا جاچکا ہے، تو عبداللہ بن ابی کے بارے میں منافقوں کی دو جماعتیں ہوگئیں اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

(زادالمسیر ص:۱۵۳ / ۱۵۴ ج:۲ / اسباب النزول ص:۹۶)

۱۵۴- وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ

مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے، اور جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے، اور جو خون بہا ہے وہ اسکے خاندان والوں کے حوالہ کر دیا جائے، مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، اور اگر وہ ایسی قوم ہو جو تمہارے مخالف ہو، اور وہ شخص خود مومن ہے تو غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے، اور اگر اسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہو تو خون بہا ہے جو اسکے خاندان والوں کے حوالہ کر دیا جائے، اور ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا، پھر جس شخص کو نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں بطریقہ توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے، اور اللہ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں''

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱۔عیاش بن ربیعہ ہجرت نبوی سے پہلے مکہ ہی میں مسلمان اور مشرف باسلام ہو چکے تھے لیکن یہ خطرہ ہوا کہ اگر ان کی قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اسلام کے دامن میں آچکا ہے، تو انہیں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی، چنانچہ ایمان لانے کے بعد زیادہ دن مکہ میں نہ رہ سکے، بلکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مدینہ چلے گئے اس پر اسکی ماں نے اس کے ماں شریک دو بھائی حارث بن ہشام اور ابوجہل سے کہا کہ میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک تم دونوں عیاش کو میرے پاس حاضر نہ کرو گے، اس وقت تک میرے لئے کھانے پینے کی چیز اور راحت و آرام حرام ہوگا، چنانچہ حارث بن ہشام، اور ابوجہل اور اسکے ساتھ حارث بن زید عیاش کی تلاش میں نکلے، جوئندہ یابندہ ہوتا ہے یعنی ڈھونڈنے والا پانے والا ہوتا ہے چنانچہ حضرت عیاش کو پالیا، عیاش اس وقت ایک بند قلعہ میں تھے، ان لوگوں نے عیاش سے یہ کہا کہ تم میرے ساتھ چلو تمہاری والدہ نے تمہاری فرقت کی وجہ سے

خورد ونوش وراحت وآرام یکسر ترک کر دیا ہے اور جہاں تک تمہارے دین کا مسئلہ ہے تو اسمیں ہم حائل نہیں ہونا چاہتے، کسی طرح عیاش نہ چاہتے ہوئے بھی قلعہ سے باہر نکلے وہ حضرات جو قلعہ سے باہر عیاش کے انتظار میں کھڑے تھے اپنے وعدہ پر قائم نہ رہ سکے، ان کو رسیوں سے جکڑ دیا، اوران میں سے ہر ایک نے ۱۰۰/سو ۱۰۰ سو کوڑے لگائے، پھر ان کی ماں کے پاس ان کو حاضر کیا، اس وقت ان کی والدہ نے کہا کہ تمھیں اسی حالت میں رکھا جائیگا، یہاں تک کہ تم کفر اختیار کرلو، چنانچہ کڑا کے کی دھوپ اور تپتی ہوئی ریت پر ان کو ڈالدیا گیا اور اس کے ماسوا وہ اذیتیں دیں جو ان کے بس میں ہوسکتی تھیں، حارث بن زید نے کہا عیاش! تمہارا ابھی عجب حال ہے، کہ جو صحیح راستہ تھا اسے تم نے چھوڑ دیا، اور گمراہی والے راستے کو اپنا لیا حارث کی اس بات پر عیاش کو غیرت ایمانی نے للکارا چنانچہ عیاش نے کہا خدا کی قسم اب میں تجھے ضرور قتل کرونگا۔ پھر عیاش بچتے بچاتے مدینہ پہونچ گئے۔ پھر اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد حارث بھی ایمان لے آئے، اور ہجرت کی، لیکن عیاش کو اسکے اسلام لانے کا علم نہ تھا، اتفاقاً ایک دن عیاش کی حارث سے ملاقات ہوگئی، عیاش نے موقع غنیمت سمجھا اور اپنا پرانا بدلہ لینے کی غرض سے اسے وہیں ڈھیر کر دیا، اور زندگی سے محروم کر دیا، اور بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سارا ماجرا سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیاش سے فرمایا کہ ارے بھائی وہ تو مسلمان ہو چکا تھا، انہوں نے کہا کہ مجھے اسکی بالکل خبر نہ تھی، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- ابودرداء نے فرمایا جب انکا ایک موقع سے ایک سریہ میں جانا ہوا تھا، اور ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے لا الہ الا اللہ بھی کہا تھا، پھر جب وہ واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس واقعہ کو ذکر کیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۱۶۱/۱۶۳ ج:۲/ اسباب النزول ص:۹۷/ معالم التنزیل ص:۶۲۰ ج:۱)

۱۵۵- وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ: ''اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے، تو اسکی سزا جہنم ہے، کہ

ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیگا اور اس پر اللہ غضبناک ہوں گے، اور اسکو اپنی رحمت سے دور کریں گے، اور اس کیلئے بڑی سزا کا سامان کریں گے“

شان نزول: مذکورہ آیت مقیس بن ضبابہ کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ مقیس بن ضبابہ اور اس کے بھائی ہشام بن ضبابہ دونوں اسلام لا چکے تھے، ایک دن مقیس بن ضبابہ نے اپنے بھائی مقیس بن ضبابہ کو مقتول پایا، اور یہ حادثہ بنی نجار کے علاقہ میں پیش آیا، اس حادثہ کے بعد مقیس بن ضبابہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے۔ اور صورت حال ذکر کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک قاصد جو قبیلہ بنی فہد یا فہر سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کے ساتھ کر دیا اور حکم دیا کہ ان کو بنی نجار کے پاس لے جاؤ، اور ان کو میری طرف سے سلام کہنا، اور اسکے بعد یہ کہنا کہ تم میں ہشام بن ضبانہ کا قاتل ہے تم اسے سپرد کرو، تا کہ اس سے قصاص لیا جائے، اور اگر معلوم نہیں ہے تو دیت ادا کرو چنانچہ قاصد نے آنحضرتؐ کے فرمان اور حکم نامہ کو من وعن بنی نجار کی خدمت میں پیش کر دیا، اس پر بنی نجار نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سر آنکھوں پر، دل و جان سے قبول ہے، لیکن ہمیں قاتل کا علم نہیں، اور جہاں تک دیت کی بات ہے تو دیت دینے کے لئے ہم تیار ہیں، چنانچہ انہوں نے دیت میں ۱۰۰/ اونٹ پیش کئے اس کے بعد مقیس بن ضبانہ، اور قاصد رسول مدینہ روانہ ہو گئے، اثناء راہ میں مقیس بن ضبابہ کو شیطان نے وسوسہ میں ڈالا کہ فہدی [1] کو یا فہری کو قتل کر دو تا کہ نفس کے بدلہ نفس ہو جائے۔ اور دیت مفت میں رہے، چنانچہ اس نے فہدی قاصد رسولؐ کو قتل کر ڈالا، اور وہ اس طرح کہ ایک بھاری سا پتھر لیا، اور اس سے اسکا سر کچل دیا، اور تمام اونٹ کو مکہ کی طرف لیکر چلتا بنا، اور حالت اسلام سے کفر کی طرف پھر گیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی حضورؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اس سے قتل کا بدلہ لیا۔ (اسباب النزول ص: ۹۸/ زاد المسیر ص: ۲۶۶ ج: ۲/ معالم التنزیل ص: ۴۶۴ ج: ۱)

---

[1] زاد المسیر میں فہری راء کے ساتھ قاصد رسول کا نام درج ہے اور واحدی کی کتاب اسباب میں فہدی دال کے ساتھ ظاہر ہے دونوں میں ایک ہی صورت درست ہو سکتی ہے اگر فہری راء کے ساتھ درست مانا جائے تو ممکن ہے کاتب سے راء کا سرا اوپر اٹھ گیا ہو گا جس کی وجہ سے فہدی پڑھا جانے لگا اور اگر فہدی کو درست مانا جائے تو ہو سکتا ہے کہ لکھنے میں دال کا سر چھوٹ گیا ہو۔

۱۵۶- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا
تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ
الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو، تو ہر کام تحقیق کر کے کیا کرو، اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یوں مت کہہ دیا کرو کہ مسلمان نہیں، اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو، کیونکہ خدا کے پاس غنیمت کے مال ہیں، پہلے تم بھی ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، سو غور کرو بیشک اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- ترمذی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے منقول ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک آدمی صحابہ کرام سے ملا، جب کہ صحابہ کرام کی یہ جماعت جہاد کیلئے جارہی تھی یہ آدمی اپنی بکریاں چرارہا تھا، اس نے حضرات صحابہ کی خدمت میں سلام پیش کیا، جو عملاً اس کا اظہار تھا کہ میں مسلمان ہوں، صحابہ کرام نے یہ سمجھا کہ اس وقت اس نے اپنا مال اور اپنی جان بچانے کی غرض سے یہ فریب کیا ہے، کہ مسلمانوں کی طرح سلام کر کے ہم سے بچ نکلیں، چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا، اور اسکی بکریوں کو مال غنیمت سمجھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اس وقت مذکورہ آیت اتری، کہ جو شخص آپکو اسلامی طرز پر سلام پیش کرے، تو بغیر تحقیق یہ نہ سمجھو کہ اس نے محض جان بچانے کی غرض سے اپنے آپکو مسلمان ظاہر کیا ہے، اور اسکے مال کو غنیمت سمجھ کر حاصل نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر ص:۸۰۷ ج:۱)

۲- اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی ایک دوسری روایت بھی ہے جس کو بخاری نے مختصراً اور بزاز نے مفصلاً نقل کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ مجاہدین کا بھیجا جن میں مقداد بن اسود بھی موجود تھے جب وہ موقع پر پہونچے تو سب لوگ بھاگ گئے۔ صرف ایک شخص رہ گیا، جسکے پاس بہت سارا مال تھا اس نے صحابہ کرام کے سامنے کہا "اشھد ان

لا الہ الا اللہ" مگر حضرت مقدادؓ یہ سمجھ کر کہ دل سے نہیں کہا ہے بلکہ جان ومال بچانے کیلئے کلمہ اسلام پڑھا ہے، اسکو قتل کردیا، حاضرین میں سے ایک صحابی نے کہا کہ آپنے برا کیا، کہ ایسے شخص کو قتل کردیا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کے ذریعہ اپنے ایمان کی شہادت دی تھی، میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس واقعہ کا ذکر ضرور کرونگا، چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مقداد کو بلا کر سخت تنبیہ فرمائی، اور فرمایا کہ روز قیامت تمہارا کیا جواب ہوگا جب کلمہ لا الہ الا اللہ تمہارے مقابلہ میں دعویدار ہوگا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- مکہ کے کچھ لوگوں نے جب یہ سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بھیجا ہوا دستہ آرہا ہے جو ان پر حملہ کریگا تو وہ لوگ وہاں سے بھاگ نکلے ان میں کا ایک آدمی وہیں ٹھہر گیا، اور اسلام لے آیا، اس کا نام مرداس تھا، مرداس نے جب گھوڑے کے آنے کی آہٹ محسوس کی تو اللہ اکبر کہا اور سریہ کی خدمت میں آکر سلام پیش کیا، اسامہ بن زید نے جو اس میں شامل تھے اسے قتل کردیا، اور ان کی بکریاں ہانک لائے، جب یہ لوگ واپس مدینہ آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعہ بتلایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ناپسند کیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، حضرت اسامہ اس سریہ کے امیر تھے ریاض الصالحین میں اس بارے میں اچھی تفصیل ملتی ہے ریاض ص:۱۸۱ **باب اجراء الاحکام علی الظاہر وسرائرھم الی اللہ**۔

۴- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو حدرد اسلمی اور ابو قتادہ، اور مُحلِّم بن جثامہ کو ایک سریہ میں اِضم کی طرف بھیجا، ان کی ملاقات عامر بن اضبط اشجعی سے ہوگئی، اشجعی نے اہل سریہ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ لیکن اہل سریہ نے یہ سمجھا کہ اس نے جان بچانے کے خوف سے ایسا عمل کیا ہے، چنانچہ محلم بن جثامہ نے اسے قتل کردیا، اور اسکے اونٹ کو چھین لیا، اور اسکے پاس جو سامان تھا اس پر قابض ہوگئے، اس کے بعد جب یہ لوگ مدینہ پہونچے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گذرے واقعہ کی خبر دی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم نے اس کے "**امنت**" کہنے کے بعد بھی قتل کردیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۹۸ تا ۱۰۰ / زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۱۶۹ / ۱۷۱ ج:۲ معالم التنزیل ص:۴۶۶ / ج:۱)

۱۵۷- لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾

ترجمہ: ''برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں، اور وہ لوگ جو اللہ کے راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، بنسبت گھر بیٹھنے والوں کے، اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر دیا ہے''

شان نزول: حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ میں ایک روز آنحضرت ؐ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اسی وقت آیت کریمہ ''لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ نازل ہوئی، اور اس وقت غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ کا لفظ نازل نہ ہوا تھا۔ عبداللہ بن امّ مکتوم جو وہیں پاس ہی میں بیٹھے ہوئے تھے، عرض کیا یا رسول اللہ میں تو اندھا ہوں، میں دیکھتا نہیں، تو کیا میں بھی بیٹھنے والوں میں شریک ہو جاؤنگا جبکہ میں اس عارض کی وجہ سے جہاد میں شریک نہیں ہو سکتا جو من جانب اللہ ہے حضرت زید کا بیان ہے کہ اسی اثناء میں وحی نازل ہونی شروع ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ران پر ٹیک لگائی۔ اللہ کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے، میری ران پر اتنا اثر پڑا کہ مجھے یہ خدشہ ہونے لگا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے پھر جو نازل ہونا تھا نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو! لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ الخ اور بعض روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زید کو بلاؤ قلم اور دوات لاؤ، اور لکھو! غرض کہ عبداللہ بن امّ مکتوم کے استفسار پر مذکورہ ٹکڑا نازل ہوا، اس کے بعد رسول اللہ ؐ نے جس ترتیب سے اس وقت قرآن میں ہے اسی ترتیب سے لکھنے کا حکم فرمایا امام سیوطی نے کہا کہ قرآن کا سب سے چھوٹا ٹکڑا نزول کے اعتبار سے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ ہے۔ (الاتقان) (اسباب النزول ص:۱۰۱/۱۰۰/معالم التنزیل ص:۴۶۷ ج:۱/زاد المسیر ص:۱۷۳ ج:۲)

۱۵۸- اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ
كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ
اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ سَآءَتْ
مَصِیْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا
یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

ترجمہ: بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں، جنہوں نے اپنے آپ کو گنہگار کرر کھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض مغلوب تھے، وہ کہتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی، تمکو ترک وطن کر کے اسمیں چلا جانا چاہئے تھا، سوان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ جانے کیلئے بری جگہ ہے، لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ سے واقف ہیں، سوان کیلئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے، اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑے مغفرت کرنے والے ہیں۔

شان نزول: مذکورہ آیات میں سے اول آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- مکہ کے کچھ لوگوں نے اپنا مسلمان ہونا بتلایا جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لئے نکلے تاکہ کفار و مشرکین سے مقاتلہ و مقابلہ کیا جائے، اس وقت یہ حضرات مشرکین کی جماعت میں شریک ہو کر مسلمانوں کی جماعت سے میدان حق و باطل میں برسرپیکار ہوئے نتیجۃً قتل کئے گئے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- ایک جماعت نے غزوہ بدر کے دن نفاق برتا اور روگردانی کی، اور مشرکین کے ساتھ جا ملے، اور ان کے ساتھ ہو کر قتل وخون میں شریک ہوئے، اور پھر سرداران قریش کے ساتھ وہ بھی قتل کئے گئے، اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

۳- مذکورہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تخلف برتا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے، اور اس سے قبل کہ آنحضرت ؐ کے ساتھ ہوکر شریک جنگ ہوتے دنیا ہی سے رخصت ہو گئے، مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ؐ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور ہجرت سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

(زاد المسیر ص:۱۷۶ ج:۲/اسباب النزول ص:۱۰۱)

۱۵۹- اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

ترجمہ: ذکر ہو چکا۔

شان نزول: جب مذکورہ حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ ایمان کی حالت میں مکہ میں رہ گئے، اور مدینہ ہجرت نہ کر سکے، اور ہجرت نہ کرنا عذر کی وجہ سے تھا تو کیا یہ بھی انہی مقتولین کے زمرے میں آئیں گے، جو غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ قتل کئے گئے تھے، جب کہ انہوں نے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا تھا۔ اس وقت یہ آیت عفواً غفوراً تک نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا کہ انکا حکم مستثنیٰ ہے۔ (زاد المسیر ص:۱۷۸ ج:۲)

۱۶۰- وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف ہجرت کرونگا پھر اسکو موت آ پکڑے تب بھی اسکا ثواب ثابت ہو گیا اللہ کے ذمہ، اور اللہ بڑے مغفرت والے ہیں، بڑے رحمت والے ہیں۔

شان نزول: جب آیت کریمہ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ الی قولہ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ نازل ہوئی۔ تو مکہ میں وہ حضرات مسلمان جو اب تک ہجرت نہ کر سکے تھے ان کے نام عبدالرحمن بن عوف نے ایک خط لکھا جس میں اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ

الْمَلٰٓئِكَةُ الخ کے نازل ہونے کے بارے میں بتلایا ساتھ ہی ان لوگوں کے انجام کی بھی وضاحت کردی کہ جو مسلمان ہونے کے بعد مکہ ہی میں رہے اور ہجرت نہ کرسکے، اور غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ نہ چاہتے ہوئے شریک جنگ ہوئے، بالآخر مسلمانوں کی یہ جماعت مشرکین کے ساتھ ہوکر قتل کردی گئی جوان کے حق میں ٹھیک نہ ہوا۔

مکی مسلمانوں کے پاس جو ابتک ہجرت نہ کرسکے تھے، جب خط پہونچا اور مسلمانوں کے سامنے خط کا مضمون پڑھا گیا، تو خط سنتے ہی فوراً حبیب بن ضمرہ لیثی نے اپنے لڑکے سے کہا۔ جبکہ لیثی اس وقت بوڑھاپے کو پہونچ چکے تھے، کہ مجھے جتنا جلد ہوسکے مدینہ لے چلو، چنانچہ اس کے فرماں بردار لڑکے نے اسے ایک سریر اور چارپائی پر بٹھایا اور مدینہ کے لئے روانہ ہوا، ابھی مدینہ کے راستے ہی میں تھے کہ مقام تنعیم میں موت کے فرشتے نے آگھیرا، اس وقت لیثی نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور حضور باری جل سبحانہ میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ ہاتھ میرے لئے ہے اور یہ ہاتھ تیرے رسولؐ کیلئے اور اسی طرح بیعت ہوا جس طرح تیرے رسول کے ہاتھ پر بیعت ہوتا، اس کے بعد ہی روح پرواز کرگئی اور حمد اور ثناء کرتے ہوئے اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہوئے۔

صحابہ کرام کو جب اسکی اطلاع ملی تو فرمایا کہ اگر یہ مدینہ آکر وفات پاتے تو انہیں پورا اجر ملتا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی یعنی وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ۔

دوسری روایت میں مذکورہ آیت کا سبب نزول بنی بکر کے ایک آدمی کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ جب ان کو خط ملا تو انہوں نے کہا جبکہ وہ اس وقت بیمار تھے ''کہ مجھے روحاء لے چلو'' مقصد اس سے مدینہ جانا تھا، چنانچہ ان کو لے کر مدینہ روانہ ہوگئے جب مقام حصحاص میں پہنچے تو موت کے فرشتے نے دستک دی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۰۲ / زادالمسیر ص:۱۸۰ ج:۲)

یہ آیت بعض روایت کے مطابق خالد بن حزام کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ یہ مکہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کی نیت سے نکلے تھے، راستے میں ان کو سانپ نے کاٹ لیا تھا، جس سے ان کی موت واقع ہوگئی۔

بہرحال مذکورہ آیت میں دار الکفر سے ہجرت کی ترغیب اور اس کے بڑے فضائل کا بیان واضح طور پر آ گیا۔ (معارف القرآن ص: ۵۲۷ ج: ۲)

ممکن ہے سارے واقعات کے متعلق آیات کا نزول ہوا ہو، اس لئے تعارض کا اشکال کرنا بے محل ہوگا، پھر یہ کہ اگر ایک آیت کے چند سبب نزول ہوں تو اسکی جملہ وجوہات مقدمہ میں ذکر کی جا چکیں، خط پہونچنے کے بعد مکہ سے ہجرت کرنے والے حضرات کے نام میں چھ اقوال ہیں۔

(۱) ضمرہ بن عیص (۲) ضمرہ بن عیص بن زنباع الخزاعی

(۳) ضمرہ جندعی (۴) سبرہ

۵- بنی کنانہ کے ایک آدمی کے بارے میں جسکے نام کی وضاحت امام جوزی نے نہیں کی ہے۔

۶- خالد بن حزام برادر حکیم بن حزام (زاد المسیر ص: ۱۸۰/۱۸۱ ج: ۲)

۱۶۱- وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَ لْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں تو ان میں ایک گروہ تو آپکے ساتھ کھڑے ہو جائیں، اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں، پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو یہ لوگ پیچھے ہو جائیں، اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز ادا نہیں کی ہے آ جائے اور آپکے ساتھ نماز جو باقی رہی ہے پڑھ لیں، اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور ہتھیار لے لیں، کافر لوگ یونہی چاہتے ہیں کہ

اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہوجاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر بیٹھیں،
اور اگر تمکو بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تمکو اسمیں کوئی گناہ نہیں کہ ہتھیار
اتار رکھو، اور اپنا بچاؤ لے لو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے سزا اہانت آمیز
تیار کر رکھی ہے''

شان نزول: ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے جارہے تھے، اثناءراہ دشمنوں سے مڈبھیر ہوگئی، ادھر ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا، آنحضرت ﷺ نے اپنے رفقاء کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی۔ مشرکین نے جب حضرات صحابہ کرام اور آنحضرت ﷺ کو رکوع کی حالت میں مشغول دیکھا تو مشرکین نے آپس میں کہا کہ موقع غنیمت ہے کہ ان پر حملہ کر کے یکبارگی صفحہ ہستی سے ان کے وجود کو ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کر دیں، اس پر بعض مشرکین نے کہا کہ اتنی عجلت کی کیا بات ہے۔ تھوڑی دیر میں یہ لوگ ایسی نماز پڑھنے والے ہیں، جو ان کی جان و مال اور اولاد سے افضل ہے، اور وہ عصر کی نماز ہے اس وقت تیار رہنا اور حملہ کر دینا اس وقت مذکورہ آیت ظہر اور عصر کے درمیان حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر حاضر ہوئے۔

(اسباب النزول ص:۱۰۲/ ۱۰۳/ زاد المسیر ص:۱۸۵ ج:۲/ معالم التنزیل ص:۴۷۲ ج:۱)

۱۶۲- إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے آپکے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق تاکہ آپ
ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ نے آپ کو بتلایا ہے،
اور ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے۔

شان نزول: مذکورہ آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں جنہیں اولاً مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے بعض کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

۱- طعمہ بن ابیرق نے حضرت قتادہ بن نعمان کی ایک زرہ چوری کر لی تھی یعنی تلوار جو ایک چمڑے کی تھیلی میں تھی، جسمیں کچھ آٹا بھی تھا چمڑے کی اس تھیلی کا کچھ حصہ پھٹا ہوا تھا جس وقت وہ زرہ چوری کر کے لے جارہا تھا تو آٹا پورے راستہ گرتا جارہا تھا یہاں تک کہ وہ ایک یہودی کے پاس پہونچا، اور وہیں رک گیا، لیکن جب چوری کا شبہ طعمہ کے بارے میں

ہوا تو زرہ طعمہ کے پاس تلاش کی گئی تو لوگوں نے اسے نہ پایا، اور طعمہ نے کہا بخدا مجھے اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں، قتادہ کے ساتھیوں نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم اس نے ہی لیا ہے، اور ہم اسکے نشان قدم سے منزل کا سراغ لگا سکتے ہیں، چنانچہ جب نشان قدم تلاش کیا گیا تو یہودی کا گھر آخری منزل ٹھہرا اور وجہ اسکی یہ ہوئی کہ یہودی کے گھر طعمہ نے زرہ رکھدی تھی، لیکن یہودی نے یہ نہیں جانا کہ یہ مال کس نوعیت کا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ طعمہ نے مال کے چوری کرنے کے بعد یہودی کے یہاں رکھدیا، اسکے بعد معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچا، لیکن طعمہ اس گمان میں تھا کہ حضور تو ہمارے ہیں ہی، ہمارے حق میں فیصلہ کریں گے، اور یہودی پر عتاب وسزا نازل فرمائیں گے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جسمیں بتلایا گیا کہ خائن کی طرفداری بالکل نہیں ہونی چاہئے، اس واقعہ میں طعمہ بن ابیرق کو خائن کہا گیا ہے۔

۲- ایک یہودی نے طعمہ بن ابیرق کے پاس ایک امانت رکھی تھی اس میں اس نے خیانت کی اور دینے سے انکار کردیا، اس نے خیانت کا یہ طریقہ رچا کہ اس زرہ کو ابو ملیل انصاری کے گھر میں رکھدیا، چنانچہ اس کے نتیجہ میں طعمہ بن ابیرق سے ان بن ہوگئی فیصلہ کیلئے یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچے طعمہ کے ہمنوائیوں نے کہا کہ طعمہ اس واقعہ میں خیانت سے بری ہے، اور یہودی اپنے دعویٰ میں سچا نہیں ہے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- رفاعہ بن زید کے گھر میں نقب لگا کر غلے اور ہتھیار اور دیگر سامان چوری کرلیا گیا، لوگوں نے اس واقعہ کو بنو ابیرق کی طرف منسوب کیا، اور اسکی جماعت تین افراد پر مشتمل تھی جنکے نام یہ ہیں، بشر، مبشر، اور بشیر، اس کے بعد حضرت قتادہ بن نعمان آنحضرت کے پاس پہونچے، اور سارا واقعہ سنایا، اور عرض کیا کہ میرے چچا رفاعہ کے گھر میں نقب لگا کر بہت سارا سامان چرالیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس معاملہ کی تحقیق کرو، اس کے بعد بنو ابیرق کے کچھ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہونچے، اور عرض کیا کہ قتادہ اور اسکے چچا بنو ابیرق پر محض چوری کے شبہ کی بناء پر ہم تمام کو زدوکوب کریں، حالانکہ

ہم لوگ اہل اسلام میں سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ سے فرمایا کہ محض چوری کا شبہ ہونے کی بنیاد پر جبکہ اسکے چوری کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے، تم لوگ ان کو مارنا اور ہلاک کرنا چاہتے ہو، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۱۹۰ ج:۲/اسباب النزول ص:۱۰۳)

مذکورہ واقعہ کی مزید تفصیل اور وضاحت

مدینہ میں ایک خاندان بنوابیرق کے نام سے معروف تھا، ان میں ایک شخص جسکا نام ترمذی اور حاکم کی روایت میں بشیر ذکر کیا گیا ہے، اور بغوی اور ابن جریر کی روایت میں طعمہ نام بتلایا گیا ہے، اس نے قتادہ بن نعمان کے چچا رفاعہؓ کے گھر میں نقب لگا کر چوری کی۔

ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ شخص درحقیقت منافق تھا، مدینہ میں رہتے ہوئے صحابہ کرام کی توہین میں اشعار لکھ کر دوسروں کے نام سے ان کی اشاعت کیا کرتا تھا۔

اور چوری کی صورت یہ ہوئی کہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں عام مسلمان فقر وفاقہ کے ساتھ تنگی سے بسر اوقات کرتے تھے، ان کی عام خوراک جو کا آٹا تھا، یا کھجوریں یا گیہوں کا آٹا، جو بہت کم میسر تھا، اور مدینہ میں ملتا بھی نہ تھا، ملک شام سے جب آٹا آیا تو کچھ لوگوں نے مہمانوں کیلئے یا کسی خاص ضرورت کے لئے خرید کر رکھ لیا، اسی میں کچھ اسلحہ وغیرہ رکھ کر ایک چھوٹی کوٹھری میں رکھدیا، ابن ابیرق، بشیر یا طعمہ نے اسکو بھانپ لیا تو اس نے نقب لگا کر محفوظ بوری نکال لی، حضرت رفاعہ نے صبح کو جب یہ ماجرا دیکھا تو اپنے بھتیجے قتادہ کے پاس آئے اور واقعہ چوری کا ذکر کیا سب نے ملکر محلہ میں تفتیش شروع کر دی، بعض لوگوں نے بتلایا کہ آج ہم نے بنوابیرق کے گھر میں آگ روشن ہوتے ہوئے دیکھی، ہمارا خیال ہے کہ وہیں کھانا پکایا گیا ہوگا، بنوابیرق کو جب راز کے فاش ہونے کی خبر ملی، تو خود آئے اور عرض کیا کہ یہ کام لبید بن سہل کا ہے اور لبید بن سہل کو ہم جانتے تھے کہ مخلص مسلمان اور نیک بزرگ ہیں ان کو جب خبر ہوئی وہ تلوار لے آئے اور کہا کہ چوری کا الزام میرے سر لگاتے ہو، اب میں تلوار اس وقت تک نہ رکھونگا جب تک چوری کی حقیقت نہ واضح ہو جائے۔

بنوابیرق نے آہستہ سے کہا کہ آپ بے فکر رہیں آپکا نام کوئی نہیں لے گا اور نہ ہی آپکا یہ

کام ہوسکتا ہے بغوی اور ابن جریر کی روایت میں اس جگہ یہ ہے کہ بنوابیرق نے چوری کا الزام ایک یہودی کے سرلگایا اور ہوشیاری یہ کی کہ آٹے کی بوری کا تھوڑا سا حصہ پھاڑ دیا تھا جس سے رفاعہ کے مکان سے یہودی مذکور کے مکان تک اس آٹے کے گرنے کے آثار پائے گئے، نیز شہرت ہونے پر چوری کیا ہوا اسلحہ اور زر ہیں بھی اسی یہودی کے پاس رکھوادیں تھیں، چناں چہ تحقیق کے وقت سارا سامان اسکے گھر سے برآمد ہوا، یہودی نے کہا کہ بخدا زرہیں وغیرہ مجھے ابن ابیرق نے دی ہیں۔

ترمذی کی روایت میں اور بغوی کی روایت میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ بنوابیرق نے اولاً چوری کی نسبت لبید بن سہل کی طرف کی، وہاں جب بات بنتی نظر نہ آئی تو پھر چوری کا معاملہ یہودی کے سرڈالا، بہر حال معاملہ یہودی اور ابن ابیرق کا بن گیا۔

ادھر حضرت قتادہ اور حضرت رفاعہ کومختلف صورتوں سے یہ غالب گمان ہوگیا تھا کہ یہ کارروائی بنوابیرق کی ہے حضرت قتادہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر چوری کا واقعہ اور سلسلہ تفتیش بنوابیرق پر گمان غالب کا ذکر کیا۔

بنوابیرق کوخبر ملی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت رفاعہ اور حضرت قتادہ کی شکایت کی کہ بغیر ثبوت کے چوری ہمارے نام لگارہے ہیں حالانکہ مسروقہ مال یہودی کے گھر سے برآمد ہوا ہے، ان کوروکئے کہ ہمارے نام نہ لگائیں یہودی پر دعویٰ کریں۔

ظاہری حالات وآثار سے بھی آنحضرت ﷺ کا رجحان اسی طرف ہوگیا کہ یہ کام یہودی کا ہے، بنوابیرق پر الزام صحیح نہیں ہے، یہاں تک کہ بغوی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت کا ارادہ ہوگیا کہ یہودی پر چوری کی سزا جاری کردی جائے، اور اسکا ہاتھ کاٹا جائے۔

ادھر جب حضرت قتادہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ بغیر ثبوت اور دلیل کے ایک مسلمان گھرانے پر چوری کا الزام لگارہے ہیں، حضرت قتادہ اس معاملہ سے بہت رنجیدہ ہوئے، اور افسوس کیا کہ کاش میں اس سلسلہ میں کوئی بات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نہ کرتا، اگرچہ میرا مال بھی جاتا رہتا، اسی طرح جب حضرت رفاعہ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد اسطرح ہے تو انہوں نے

بھی صبر کیا اور کہا۔ **واللہ المستعان۔**

اس معاملہ پر کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ قرآن کی چند آیات (یعنی آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۱۶ نازل ہوگئیں جس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واقعہ کی حقیقت منکشف کردی گئی، اور ایسے معاملات کے متعلق عام ہدایات دی گئیں۔

قرآن کریم نے بنوابیرق کی چوری کھولدی اور یہودی کو بری کردیا، تو پھر بنوابیرق مجبور ہوئے، اور مال مسروقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا، جسے آپنے رفاعہ کو دیدیا، انہوں نے سارا اسلحہ جہاد کیلئے وقف کردیا ادھر جب بنوابیرق کی چوری کھل گئی تو بشر بھاگ کر مدینہ سے مکہ چلا گیا، اور مشرکین کیساتھ جاملا، اگروہ پہلے سے منافق تھا تو اب کھلا کافر ہوگیا، اور اگر پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہوگیا۔

تفسیر بحر محیط میں ہے کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کے وبال نے مکہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا جس عورت کے مکان پر جاکر ٹھہرا تھا اسکو واقعہ کی خبر ہوئی تو اسکو نکال باہر کیا، اسی طرح پھرتے پھرتے اس نے آخر میں ایک شخص کے مکان میں نقب لگایا تو دیوار اسکے اوپر گرگئی اور وہیں دب کر مرگیا۔

یہاں تک تو واقعہ کی تفصیل تھی اب اسکے متعلق قرآنی ہدایات پر غور کیجئے۔ پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چوری کے واقعہ کی اصل حقیقت بتلا کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن اور وحی اسی لئے نازل کی ہے کہ ہم نے علم ومعرفت جو آپکو دیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں، اور خائنوں کی یعنی بنوابیرق کی طرفداری نہ کریں، اگرچہ حالات وقرائن کی بنیاد پر چوری کے معاملہ میں یہودی کی طرف رجحان آپکا کوئی گناہ نہ تھا، مگر تھا تو واقعہ کے خلاف۔ اس دوسری آیت میں آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے، کہ انبیاءؑ کا مقام بہت بلند ہے ان سے اتنی بات بھی پسند نہیں۔

تیسری آیت یعنی آیت نمبر ۱۰۷ میں پھر اسکی تاکید فرمائی کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے آپ کوئی جواب دہی نہ کریں، کیونکہ اللہ کو پسند نہیں۔

چوتھی آیت یعنی آیت نمبر ۱۰۸ میں ان خیانت کرنے والوں کے برے حال اور بے

وقوفی کا بیان ہے کہ یہ لوگ اپنے ہی جیسے آدمی سے شرماتے اور چھپاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت ان کے ساتھ ہے، اور ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ خصوصاً اس واقعہ سے متعلق جب اس نے باہم مشورہ کر کے رائے قائم کی کہ الزام یہودی پر لگاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رفاعہ اور قتادہ کی شکایت کرو کہ یہ بلا وجہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکی درخواست کرو کہ آپ یہودی کے مقابلے میں ہماری حمایت کریں۔

پانچویں آیت یعنی نمبر ۱۰۹ میں بنی ابیرق کی مدد کرنے اور حمایت کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی گئی کہ دنیا میں تو تم نے ان کی حمایت کر لی، مگر معاملہ تو یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ قیامت میں جب حق سبحانہ کی عدالت میں معاملہ پیش ہوگا وہاں کوئی حمایت نہ کریگا اس آیت میں ان کو ملامت بھی کی، اور آخرت کا خوف دلا کر اپنے فعل سے توبہ اور رجوع کی ترغیب بھی۔

چھٹی آیت یعنی نمر ۱۱۰ میں قرآن کریم کے عام اسلوب حکیمانہ کے مطابق مجرموں، گنہگاروں کو ناامیدی سے بچانے کیلئے بتلایا گیا کہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا گناہ جب گنہگار اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پاتا ہے، اس میں ان لوگوں کو جن سے گناہ سرزد ہوا تھا، اسکی ترغیب ہے کہ اب بھی باز آجائیں، اور دل سے توبہ کر لیں، اللہ تعالیٰ سب معاف فرمائیں گے۔

ساتویں آیت یعنی آیت نمبر ۱۱۱ رمیں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ اگر یہ لوگ اب بھی ثابت نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول یا مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑتا، اسکا وبال خود انہیں پر ہے معارف القرآن ص: ۵۴۱ تا ۵۴۸ ج: ۲ / مزید آیات کے بارے میں آئندہ۔

تنبیہ: بنو ابیرق کے قصہ میں نازل ہونے والی آیات ۱۲ رہیں جن میں صرف آیت نمبر ۱۰۵ کو ذکر کیا گیا ہے، اختصار ملحوظ ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ تاکہ یکبارگی طالبین پر بار نہ ہو، جن میں کچھ آیات کی وضاحت ہو چکی ہے اور کچھ باقی ہیں جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

علامہ واحدی نیساپوری نے مذکورہ آیتوں کے بارے میں فرمایا:

نزلت فی قصة (طعمة بن ابیرق) انا انزلنا الیک الآیة (الی قوله) ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا (اسباب النزول ص: ۱۰۳)

۱۱۳- وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ
يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَ
اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ
كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: ''اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتو ان میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی میں ہی ڈال دینے کا ارادہ کرلیا تھا، اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن اپنی جانوں کو اور آپ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہونچا سکتے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کی باتیں نازل فرمائیں، اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل ہے''

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- یہ بنوابیرق کے قصہ سے متعلق ہے جسکا تفصیلی بیان گزرا۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے، کہ اگر اللہ کا فضل اور رحمت آپکے ساتھ نہ ہوتی جس نے بذریعہ وحی آپکو واقعہ کی حقیقت بتلادی ہے، ورنہ لوگ آپکو غلطی میں مبتلا کر دیتے، مگر چونکہ خدا کا فضل وکرم اور رحمت ورأفت آپکے ساتھ ہے، اسلئے وہ ہرگز آپ کو غلطی میں نہیں ڈال سکتے، بلکہ خود ہی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں، اور آپ کو یہ ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور دانشمندی کی باتیں نازل فرمائی ہیں جنکو آپ نہیں جانتے تھے۔ (زادالمسیر ص:۱۹۰ ج:۲ /تفسیر عثمانی معناً ص:۱۲۶ /سورۃ نساء)

۲- بنی ثقیف کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، جن کے بارے میں آپنے جلاوطن کردینے کا فیصلہ فرمالیا تھا، اسی طرح ان پر جزیہ کل مال کا دسواں حصہ متعین کر رکھا تھا، اس وفد نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں نہ جلاوطن کریں اور نہ ہی جزیہ لیں بلکہ ایک سال کے لئے ہمارے ساتھ سہولت کا معاملہ کریں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی (زادالمسیر ص:۱۹۱ ج:۲) جس میں بتایا گیا کہ آپ ان کے کہنے میں نہ آئیں اور حکم وہی نافذ کریں جو شرعی ہے۔

۱۶۴- لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: نہ ہی تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے، اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی برا کام کریگا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائیگا۔ اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا اور نہ کوئی مددگار۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام اور یہودیوں کے درمیان مفاخرت کی گفتگو ہونے لگی، اہل کتاب نے کہا کہ ہم تم سے افضل و اشرف ہیں، کیونکہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے، اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس پر مسلمانوں نے کہا کہ ہم تم سے افضل ہیں اور یہ اسلئے کہ ہمارے نبی خاتم النبی ہیں، اور ہماری کتاب آخری کتاب ہے جس نے پہلی سب کتابوں کو منسوخ کر دیا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(معارف القرآن ص: ۵۵۳ ج: ۲ / اسباب النزول ص: ۱۰۴ / ۱۰۳ زاد المسیر ص: ۲۰۸ ج: ۲)

۲- اہل عرب کے بارے میں نازل ہوئی چوں کہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائیگا، اور نہ ہی ہم سے کوئی حساب و کتاب کا معاملہ ہوگا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم دوزخ میں گئے بھی تو چند ہی روز اور بس، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں بتلایا گیا کہ اس طرح باتیں بنانے سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں، یہ محض واہمہ اور خیالی باتیں ہیں۔

(زاد المسیر ص: ۲۰۹ / معالم التنزیل ص: ۴۸۲ ج: ۱)

فائدہ: یعنی یہ تفاخر اور تعلق کسی کے لئے زیبا نہیں، محض خیالات اور تمناؤں اور دعووں سے کوئی کسی پر افضل نہیں ہوتا بلکہ مدار اعمال پر ہے۔ کسی کا نبی اور کتاب کتنی ہی افضل ہو اگر وہ غلط عمل کریگا تو اسکی ایسی سزا پائیگا کہ اس سے بچانے والا اسکو کوئی نہ ملے گا۔

(معارف القرآن)

۱۶۵- وَ مَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَ لَا يُظۡلَمُوۡنَ نَقِيۡرًا ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: اور جو شخص کوئی نیک کام کریگا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اوران پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

شان نزول: جب آیت کریمہ لَيۡسَ بِاَمَانِيِّكُمۡ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ ؕ نازل ہوئی تو اہل کتاب نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم اورتم ایمان میں برابر ہیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں بتلایا گیا کہ کامیابی کیلئے محض ایمان کافی نہیں بلکہ عمل صالح بھی ضروری ہے منطق کا مشہور ضابطہ ہے **والبسیط لایکون کاسباً ولا مکتسباً** یعنی صرف ایک چیز سے کسی چیز کا وجود نہیں ہوسکتا۔ (کذا فی سلم العلوم وزاد المسیر ص:۲۱۱ ج:۲)

۱۶۶- وَ يَسۡتَفۡتُوۡنَكَ فِى النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِيۡهِنَّ ۙ وَ مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فِى الۡكِتٰبِ فِىۡ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىۡ لَا تُؤۡتُوۡنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ وَ الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الۡوِلۡدَانِ ۙ وَ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡيَتٰمٰى بِالۡقِسۡطِ ؕ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيۡمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: اورلوگ آپ سے عورتوں کے باب میں حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم فرماتے ہیں، اوروہ آیات بھی جوکہ قرآن میں تمکو پڑھ کرسنائی جاتی ہیں جوکہ ان یتیم عورتوں کے باب میں ہیں کہ جو ان کا حق مقرر ہے، نہیں دیتے ہو، اوران کے ساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو، اور کمزور بچوں کے باب میں اوراس باب میں کہ یتیموں کی کارگذاری انصاف کے ساتھ کرو، اور جو نیک کام کروگے سو بلاشبہ اللہ اسکو خوب جانتے ہیں‘‘

شان نزول: (شروع سورت میں یتیموں اورعورتوں کے خاص احکام اوران کے حقوق ادا کرنے کا وجوب مذکور تھا کیونکہ جاہلیت میں بعضے ان کو میراث ہی نہیں دیتے تھے، اوربعضے جو مال میراث یا اور کسی طور سے ان کوملتا اس کو ناجائز طور پر کھاجاتے، بعضے ان کو اپنے نکاح میں رکھ لینے کے بعد بھی ان کو پورا مہر نہیں دیتے، اوپر کی آیات میں ان سب

کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اس پر مختلف واقعات پیش آئے بعض کو تو یہ خیال پیدا ہوا کہ عورت اور بچے قابل میراث کے ہیں ہی نہیں، کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے یہ حکم چند لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے امید ہے کہ منسوخ ہو جائیگا۔ اور بعض اس کے منتظر رہے اور جب نسخ نہ ہوا تو یہ مشورہ ٹھہرا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنا چاہیے چنانچہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اور پوچھا، ابن جریر اور ابن المنذر نے آیت کا سبب نزول اسی سوال کو نقل کیا ہے، اور اسکے بعد کی آیتوں میں عورت سے متعلق چند اور مسائل بیان فرما دیئے گئے۔

(بیان القرآن ص:۱۶۰ ج:۲)

علامہ جوزی نے مذکورہ آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ذکر کیے ہیں۔

۱- زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو مرنے والے کے مال سے میراث نہ ملتی تھی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے میراث کی آیت نازل فرمائی، اور عورتوں اور بچوں اور مختلف لوگوں کے حصے اور میراث کو فرض فرمایا، تو یہ حکم ان پر بڑا شاق گزرا، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارہ میں دریافت کیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، یعنی یَسْتَفْتُوْنَكَ

۲- جو لوگ یتیم بچیوں کے ولی بنتے تھے تو اگر یتیم بچیاں خوبصورت ہوتیں تو ان سے شادی کر لیتے، اور ان کے مال کو بے جا خرچ کرتے، اور اگر قبول کی صورت نہ ہوتی تو نہ ہی خود نکاح کرتے اور نہ ہی کسی اور جگہ نکاح کراتے، اور دشواریوں اور مشقتوں میں اسکو رکھتے، پھر جب وہ مرجاتیں تو اسکے مال کے وارث ہو جاتے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو جو مہر ملتا وہ عورتوں کو سپرد نہ کیا جاتا، اور اس پر خود ہی مالک ہو بیٹھتے چنانچہ جب آیت کریمہ ''وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً'' نازل ہوئی تو انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- ایک آدمی کے پاس ایک بوڑھی بیوی تھی، اور اس سے بہت سارے لڑکے اور لڑکیاں تھیں، اس شخص نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کیا، اسپر اس عورت نے یہ کہا یہ ارادہ ترک کر دیں، اور آپ سے میں یہ عہد کرتی ہوں کہ ہر ماہ اتنی مقدار بلکہ اس سے زیادہ ہی

نقد روپے دے دیا کرونگی اس شخص نے کہا کہ اگر یہ معاملہ درست ہے تو میں اسے پسند کرتا ہوں پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اور سارا ماجرا سنایا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵-یتیم بچیوں کا ولی جب یہ دیکھتا تھا کہ وہ صاحب مال اور صاحب جمال ہے تو اسے مہر نہ دیتا تھا، اور بغیر مہر ہی کے نکاح میں رکھتا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۱۶۷- وَ اِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَ الصُّلۡحُ خَيۡرٌ ؕ وَ اُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بد دماغی یا بے پرواہی کا ہو تو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صُلح کر لیں، اور یہ صُلح بہتر ہے اور نفوس کو حرص کیساتھ اقتران ہوتا ہے، اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو حق تعالیٰ بلا شبہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱-حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے طلاق نہ دیکر مجھے اپنے نکاح میں ہی باقی رہنے دیجئے اور میں اپنی باری حضرت عائشہ کو دیتی ہوں، آنحضرت ﷺ نے اسے منظور فرمالیا، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- رافع بن خدیج کے نکاح میں محمد بن سلمہ کی بیٹی تھی لیکن رافع بن خدیج اسے پسند نہ کرتے تھے جسکے نتیجے میں انہوں نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کرلیا، اسپر اسکی بیوی نے کہا مجھے طلاق نہ دو اور میری طرف سے کچھ مالی معاوضہ قبول کرلو، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ یہ آیت ایک ایسی عورت کے بارے میں نازل ہوئی جسے اسکا شوہر ناپسند کرتا تھا، اور جسکی وجہ سے اسے جدا کرنا چاہتا تھا، لیکن بیوی کے دل میں شوہر کی محبت والفت اور عقیدت بھری ہوئی تھی، وہ اپنے تئیں یہ سمجھتی تھی کہ اس محبت

[۱] زاد المسیر ص: ۲۱۳ تا ۲۱۵ ج: ۲/اسباب النزول مختصراً ص: ۱۰۵ معالم التنزیل ص: ۴۸۵ ج: ۱/مختصراً المقتطف ص: ۵۰۸ ج: ۱

کے نتیجے میں ممکن ہے کہ اللہ اولاد عطا فرمائے، اور فراق کو ناپسند کرتی تھی، چنانچہ اس نے شوہر سے یہ درخواست کی کہ مجھے طلاق نہ دیکر اپنے پاس ہی رہنے دو، اور میری طرف سے کچھ مالی معاوضہ بخوشی قبول کرلو۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر فی علم التفسیر ص: ۲۱۶ / ۲۱۷ ج: ۲ / اسباب النزول ص: ۱۰۵ معالم التنزیل ص: ۴۸۶ ج: ۱)

فائدہ: یعنی اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے لڑائی جھگڑا یا بے رخی کا خطرہ محسوس کرے، تو دونوں میں سے کسی کیلئے کوئی گناہ نہ ہوگا اگر آپس میں خاص شرائط پر صلح کرلیں، اور اس کو گناہ نہ ہونے کے عنوان سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس معاملہ کی صورت بظاہر رشوت کی سی ہے، کہ شوہر کو مہر وغیرہ کی معافی کا لالچ دے کر ازدواجی زندگی کا تعلق باقی رکھا گیا ہے، لیکن قرآن کے اس ارشاد نے یہ واضح کردیا کہ یہ رشوت میں داخل نہیں، بلکہ مصلحت میں داخل ہے، جس میں فریقین اپنے حق مطالبہ کو چھوڑ کر کسی درمیانی صورت پر رضامند ہوجایا کرتے ہیں، اور یہ جائز ہے۔ (معارف القرآن ص: ۵۶۳ ج: ۲)

۱۶۸ - يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کیلئے گواہی دینے والے رہو، اگرچہ یہ اپنی ہی ذات پر ہو، یا والدین یا دوسرے رشتے داروں کے مقابلے میں ہو، وہ شخص امیر ہے یا غریب ہے دونوں ہی کیساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے، سو تم خواہش نفس کا اتباع نہ کرنا کبھی تم حق سے ہٹ جاؤ، اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلوتہی کروگے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی خبر رکھتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- ایک مرتبہ کسی فقیر اور مالدار کا کسی معاملہ میں نزع ہوگیا، دونوں لڑتے جھگڑتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیں یہ سمجھا کہ فقیر کے ساتھ

مالدار نے ظلم کیا ہوگا، کیونکہ فقیر مالدار پر ظلم نہیں کرسکتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- یہ آیت بنوابیرق کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تفصیلی قصہ بنوابیرق کا ذکر کیا جا چکا ہے۔(زادالمسیر ص:۲۲۲ج:۲/اسباب النزول ص:۱۰۶)

۱۶۹- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝۱۳۶

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھواللہ کیساتھ، اوراسکے رسول کے ساتھ، اوراس کتاب کے ساتھ جواس نے اپنے نبی پر نازل فرمائی، اوران کتابوں کیساتھ جوکہ پہلے نازل ہوچکیں، اورجوشخص اللہ تعالیٰ کاانکار کرے، اوراسکے فرشتوں کا، اور اسکی کتابوں کا، اوراس کے رسولوں کا، اورروز قیامت کاتووہ شخص گمراہی میں بہت دورجاپڑا۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول میں دوقول ہیں۔

۱- عبداللہ بن سلام، اسید، اورثعلبہ بن قیس اورسلام اورسلمہ اوریامین یہ تمام مومنین اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اورعرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ پر، اورآپکی کتاب پراورموسیٰؑ اورموسیٰؑ کی کتاب پر، اورعزیر پرایمان رکھتے ہیں، اوراسکے علاوہ جوانبیاء اوررسول اورجوکتابیں ہیں اسکوہم نہیں مانتے ہیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- مومنین اہل کتاب اوریہودیوں کے درمیان تعلقات اوررواداری اوروضعداری تھی، اسلام لانے کے بعدیہ آیت نازل ہوئی، اس آیت میں مومنین اہل کتاب اوریہود یوں کے درمیان تعلقات ورواداری باقی رکھنے سے منع کیا گیاہے، (کیونکہ اہل کتاب اگرچہ اللہ پراورحضرت موسیٰؑ پرایمان رکھتے ہیں لیکن جملہ شرائع اور جملہ انبیاءؑ اور جملہ رسولوں، اوردوسری تمام آسمانی کتابوں پرایمان نہیں رکھتے جبکہ ایمان کیلئے یہ تمام چیزیں ضروری ہیں توجب ایمان میں جملہ وجوہ سے تمہارے ساتھ شریک نہیں جواصل الاصول

ہےتوپھرمعاملات جوفروعات ہیں ان میں بھی روابط نہ ہونے چاہئیں۔

(زادالمسیر ص:۲۲۳ج:۲/اسباب النزول ص:۱۰۶)

۱۷۰- اِلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ: وہ ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں، پھر اگر تمہاری فتح منجانب اللہ ہوگئی تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، اور اگر کافروں کو کچھ مل گیا تو کہتے کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے، اور کیا ہم نے تمکو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا، سو اللہ تعالیٰ تمہارا اور انکا قیامت میں فیصلہ فرمائیں گے، اور ہرگز اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غالب نہ فرمائیں گے۔

شان نزول: مذکورہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، مضمون سبب نزول ترجمہ میں مذکور ہے۔(زادالمسیر ص:۲۲۹ج:۲)

۱۷۱- لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے، بجز مظلوم کے، اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں اور خوب جانتے ہیں۔

شان نزول: ۱- ایک صحابی نے ایک قوم کی ضیافت کی، مہمان نے میزبان کے بارے میں شکایتی کلمات کہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی ایک مرتبہ ایک شخص سے باتا باتی ہوگئی وہ شخص حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے جارہا تھا، لیکن حضرت ابوبکر صدیق ؓ اسکا جواب خاموشی سے دے رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں موجود تھے، اس شخص کے باربار ناگوار کلمات کے کہنے پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ برداشت نہ کرسکے، اور اسکی باتوں کا جواب دینے لگے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلدیئے، اس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے

کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص مجھے نازیبا کلمات برابر کہے جارہا ہے لیکن آپ نے اس سے کچھ نہ کہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے، تو تمہاری طرف سے فرشتے جواب دے رہے تھے، لیکن جب تم خود ہی جواب دینے لگے، تو فرشتے چلے گئے اور شیطان چلا آیا، تو پھر میں ہی رک کر کیا کرتا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۲۳۶ / ۲۳ / ۷ج:۲ / اسباب النزول ص:۱۰۶)

۱۷۲- يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: ''آپ سے اہل کتاب درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوادیں سو انہوں نے موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی، اور یوں کہا تھا کہ ہمکو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دو، جس پر ان کی اس گستاخی کے سبب کڑک بجلی آپڑی پھر انہوں نے گوسالہ کو تجویز کیا تھا، بعد اس کے بہت سے دلائل ان کو پہونچ چکے تھے، پھر ہم نے ان سے درگذر کردیا تھا، اور موسیٰ کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا''

شان نزول: یہود کے کچھ سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور آپ سے مطالبہ کیا کہ جس طرح موسیٰ پر لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل ہوئی تھی، اسی طرح ایک کتاب آپ بھی آسمان سے لائیں، تو پھر ہم ایمان لے آئیں گے، انکا مطالبہ اسلئے نہیں تھا کہ وہ دل سے ایمان لانا چاہتے تھے، اور یہ ان کی ایک شرط تھی، بلکہ وہ ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے کوئی نہ کوئی عذر کرتے ہی رہتے تھے، اس وقت مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کردی کہ درحقیقت یہ قوم ہی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو ستاتی ہی رہتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کرنے کیلئے بڑی سے بڑی حرکت بھی کرگزرتی ہے، ان کے آباء واجداد نے حضرت موسیٰ سے اس سے بھی زیادہ بڑی بات کا

مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دیا جائے، ان کی اس گستاخی پر آسمان سے بجلی آئی، اوران کو ہلاک کر دیا، پھر توحید اور خدائے وحدہ لاشریک کے براہین وبینات کو اچھی طرح جان لینے کے بعد اور سمجھ لینے کے بعد بھی خالق حقیقی کے بجائے بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے تھے، پھر ان سب کچھ کے باوجود ہم نے عفوودرگذر سے کام لیا ورنہ تو موقع اسکا تھا کہ اسکا قلع قمع کیا جاتا، اوراپنے پیغمبر موسیٰؑ کو ہم نے غلبہ عطا کیا۔

(معارف القرآن زادالمسیر ص:۲۵۳ ج:۲/اسباب النزول ص:۱۰۶)

۱۷۳- لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ جسکو آپکے پاس بھیجا ہے، اور بھیجا بھی اپنے علمی کمال کے ساتھ، شہادت دے رہے ہیں اور فرشتے تصدیق کررہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت کافی ہے۔

شان نزول: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہودیوں کی ایک جماعت کیساتھ جانا ہوا، کچھ گفت وشنید کے بعد یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بخدا ہم آپ کو آپکے کہنے کے مطابق کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اسے تسلیم کرتے ہیں، اور آپ کو رسول سمجھتے ہیں لیکن جہاں تک آپکی رسالت کا تعلق ہے تو اس پر یقین کا جو درجہ ہونا چاہئے وہ نہیں ہے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا سبب نزول آیت کریمہ کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اہل مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم نے آپ سے متعلق یہودیوں سے پوچھا تو ان کی طرز گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ آپکو نہیں جانتے، لہٰذا آپ ایسے شخص کو شہادت میں پیش کیجئے جو ہمارے لئے یہ واضح کردے کہ اللہ نے آپ کو ہمارے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب النزول ص:۱۶۰/زادالمسیر ص:۲۵۷ ج:۲)

۱۷۴- يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ

اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ: ''اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو، اور خدا کی شان میں غلط بات مت کہو، مسیح عیسیٰ بن مریمؑ تو اور کچھ بھی نہیں، البتہ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے مریمؑ تک پہونچایا تھا، اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں، سو اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمالاؤ، اور یوں مت کہو کہ تین ہیں، باز آجاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا، معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے، وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے، سب اسکی ملک ہیں، اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہیں،''

شان نزول: یہ آیت نجران کے نصاریٰ سید اور عاقب کے بارے میں نازل ہوئی جس وقت انہوں نے یہ کہا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے لڑکے ہیں، ان کے درمیان اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان طویل مباحثہ ہوا سورۃ آل عمران کے شروع میں انکا تفصیلی مباحثہ نقل کردیا گیا ہے، اور اسکے علاوہ بھی دوسرے مقامات پر سابق میں اس بارے میں وضاحت آچکی ہے۔ وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔ (زاد المسیر ص:۲۶۵ ج:۲/ اسباب النزول ص:۱۰۷)

۱۷۵- لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ: مسیح ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے، اور نہ مقرب فرشتے، اور جو شخص خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کریگا، اور تکبر کرے گا، تو خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے۔

شان نزول: نجران کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ہمیں یہ سننے میں آیا ہے کہ ہمارے ایک ساتھی کا ذکر آپ کچھ اچھے انداز سے نہیں کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی کون ہیں، انہوں نے کہا عیسیٰؑ حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان سے متعلق کیا کہتا ہوں، انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں، بلکہ وہ تو اللہ ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا اللہ کا بندہ ہونا ان کیلئے عیب کی بات ہے؟ اس پر وفد نے کہا ہاں کیوں نہیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی تفصیل سورۃ آل عمران کے شروع میں دیکھئے۔

(زادالمسیر فی علم التفسیر ص:۲۶۳ ج:۲/ اسباب النزول ص:۱۰۷/صفوۃ التفاسیر ص:۳۲۰ ج:۱)

۱۷۶- يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَ هُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَ اِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

ترجمہ: لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمکو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے اور اگر کوئی شخص مرجائے، جسکو اولاد نہ ہو، اور اس کی ایک بہن ہو، تو اسکو اسکے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ شخص اسکا وارث ہوگا، اور اسکی اولاد نہ ہو، اور اگر بہن ہو تو ان کو کل ترکہ ہی میں سے دو تہائی ملیں گے، اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں، مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ تم سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ گمراہی میں نہ پڑو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول میں دو قول ہیں۔

۱- صحابہ کرام نے کلالہ کے بارے میں یعنی جنکے نہ اصول (ماں باپ) اور نہ فروع (اولاد وغیرہ) ہوں دریافت فرمایا کہ ان کی میراث کی کیا صورت ہے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حضرت جابر بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا، اور اس بیماری میں مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی تھی، چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ اس وقت میں بے ہوشی میں مبتلا تھا، حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور وضوء کیا اور وضوء سے بچے ہوئے پانی کو میرے چہرے پر چھڑک دیا، جس سے میری بے ہوشی کا اثر جاتا رہا، اور افاقہ ہوگیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس بہت سارا مال ہے، اور میرے پاس نو بہنیں ہیں جیسا کہ علامہ جوزی نے بیان کیا ہے، اور میرے پاس سات بہنیں ہیں جیسا کہ علامہ واحدی نیساپوریؒ نے بیان کیا ہے، اور میرے پاس نہ ہی کوئی اولاد ہے، تو پھر ان مالوں کو ان پر کیسے تقسیم کروں؟

ان کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہ دیا، اور میرے پاس سے تشریف لے گئے کچھ دیر کے بعد واپس تشریف لائے، اور فرمایا اے جابر! میرا گمان یہ ہے کہ ابھی تو زندہ رہیگا، اور اللہ تعالیٰ نے تیری بہنوں کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ ان کیلئے کل مال کا دوثلث ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی چنانچہ حضرت جابرؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت میرے بارے میں نازل فرمائی ہے۔ [۱]

---

[۱] فتح الباری ص: ۲۶۸ ج:۸/زادالمسیر ص:۲۶۵ ج ۲/ اسباب النزول ص:۱۰۷/ تفسیرات احمدیہ ملا جیون ص:۲۱۵

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ المائدۃ

سورت سے متعلق شان نزول

سورۂ مائدہ: باالاتفاق مدنی سورت ہے۔ اور مدنی سورتوں میں بھی آخری سورت ہے۔ یہاں تک بعض حضرات نے اس سورت کو قرآن کی آخری سورت کہا ہے۔ مسند احمد میں بروایت حضرت عمرؓ اور اسماء بنت زید سے منقول ہے کہ سورہ مائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جسوقت آپ سفر میں تھے اور عضباء نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ نزول کے وقت جو غیر معمولی ثقل اور بوجھ ہوا کرتا تھا وہ حسب دستور اس وقت بھی ہوا یہاں تک کہ اونٹنی عاجز آ گئی، تو پھر آپ اس سے نیچے اتر آئے۔ یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر ہے جیسا کہ روایات سے اسکی تائید ہوتی ہے حجۃ الوداع ہجرت کے نویں سال ہوا، اور اس سے واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات تقریباً اسی ۸۰ر دن رہی ابن حبان نے بحر محیط میں لکھا ہے کہ سورہ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں، اور بعض مکہ کے سفر میں، اور بعض حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ سورت قرآن کے آخری مراحل میں نازل ہوئی ہے، اگرچہ بالکل آخری سورت نہ ہو۔

روح المعانی میں بحوالہ ابو عبیدہ حضرت حمزہ بن حبیب اور عطیہ بن قیس کی یہ روایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے **المائدة من آخر القرآن تنزيلاً فاحلوا حلالا وحراماً**۔ یعنی سورۃ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے تو اس سورت میں جو چیزیں حلال کی گئی ہیں اسے ہمیشہ کیلئے حلال سمجھو اور جو چیزیں اس سورت میں حرام کی گئی ہیں اسے ہمیشہ کیلئے حرم سمجھو، اسی طرح کی ایک روایت

ابن کثیر نے مستدرک حاکم کے حوالہ سے جبیر بن نظیرؓ سے نقل کی ہے کہ وہ حج کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا جبیر! تم سورہ مائدہ پڑھتے ہو انہوں نے عرض کیا ہاں پڑھتا ہوں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک کی آخری سورت ہے، اس میں جو احکام حلال وحرام کے آئے ہیں اس میں نسخ کا احتمال نہیں اسکا خاص اہتمام کرو، سورہ مائدہ بھی سورۂ نساء کی طرح فروعی احکام، معاملات، معاہدات، وغیرہ پر مشتمل ہے اسی طرح صاحب روح المعانی علامہ آلوسی نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ اور سورہ آل عمران باعتبار مضامین کے متحد ہیں کیونکہ ان میں زیادہ تر احکام اصول وعقائد وتوحید ورسالت وقیامت وغیرہ کے آئے ہیں اور فروعی احکام ضمنی ہیں اور سورہ مائدہ اور سورۂ نساء باعتبار مضامین کے متحد ہیں ان دونوں سورتوں میں زیادہ تر احکام فروعی، اصولی کا بیان ضمنی، سورۂ نساء میں باہمی معاملات، اور حقوق العباد کی تفصیل بیان کی گئی ہے، سورہ مائدہ کی پہلی آیت میں بھی ان تمام معاملات اور معاہدات کی پابندی اور انکے پورا کرنے کی ہدایت آئی ہے يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِۚ اسی لئے سورۂ مائدہ کا دوسرا نام سورۂ عقود بھی ہے جیسا کہ بحر محیط میں ہے۔ معاہدات ومعاملات کے بارے میں یہ سورت بالخصوص اسکی ابتدائی آیت ایک خاص حیثیت رکھتی ہے اسی لئے جب رسول کریمؐ نے عمرو بن حزمؓ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا اور فرمان لکھ کر اسکے حوالہ کیا تو اس فرمان کے سرنامہ پر یہ آیت تحریر فرمائی یعنی ءَامَنُوٓاْ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِۚ تفصیل تفسیر میں دیکھئے۔ تفسیری وضاحت میرے مقصد سے خارج ہے۔ (معارف القرآن ص ۹/۱۰ ج ۳)

۱۷۷- يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُحِلُّواْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ وَلَا ٱلشَّهۡرَ ٱلۡحَرَامَ وَلَا ٱلۡهَدۡيَ وَلَا ٱلۡقَلَٰٓئِدَ وَلَآ ءَآمِّينَ ٱلۡبَيۡتَ ٱلۡحَرَامَ يَبۡتَغُونَ فَضۡلٗا مِّن رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَٰنٗاۚ وَإِذَا حَلَلۡتُمۡ فَٱصۡطَادُواْۚ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَـَٔانُ قَوۡمٍ أَن صَدُّوكُمۡ عَنِ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ أَن تَعۡتَدُواْۘ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ۝٢

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو خدا کی نشانیوں کی، اور نہ حرمت والے مہینے کی، اور، نہ حرم میں قربان ہونے والے جانوروں کی، اور نہ ان جانوروں کی جنکے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت الحرام کے قصد سے جارہے ہوں، اپنے رب کے فضل ورضامندی کے طالب ہوں اور جس وقت تم احرام سے باہر آجاؤ شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم پر کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا وہ تمہارے لئے اسکا باعث ہوجائے کہ تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔''

شان نزول: تفسیر کی کتابوں میں مذکورہ آیت کے سبب نزول میں چند واقعات تحریر ہیں۔ایک واقعہ حدیبیہ کا ہے جسکی مکمل وضاحت سورہ فتح میں آرہی ہے اور بھی دوسرے مقامات پر مختصراً اور کہیں قدرے تفصیل سے بیان آرہا ہے، واقعہ حدیبیہ کا یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے ارادہ کیا کہ عمرہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار سے زائد صحابہ کے ساتھ احرام باندھ کر بقصد مکہ معظمہ روانہ ہوئے مکہ کے قریب مقام حدیبیہ میں پہنچ کر مکہ والوں کو اطلاع دی کہ ہم کسی جنگ یا جنگی مقصد کی غرض سے نہیں آئے ہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کیلئے آرہے ہیں اسلئے اسکی اجازت مطلوب ہے مشرکین مکہ نے اسکی اجازت نہ دی اور بڑی سخت اور کڑی شرطوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا کہ اس وقت سب اپنا احرام کھولدیں اور واپس چلے جائیں، اور آئندہ سال عمرہ کیلئے اس طرح آئیں کہ ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور صرف تین روز ٹھہریں اور عمرہ کر کے چلے جائیں اور بھی بہت سی شرائط تھیں جنکا تسلیم کرنا مسلمانوں کے وقار اور عزت کے منافی تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر سب مطمئن ہوکر واپس ہوگئے پھر ےھ میں دوبارہ ماہ ذیقعدہ میں اپنی شرائط کی پابندی کے ساتھ یہ عمرہ قضا کیا گیا۔ بہرحال واقعہ حدیبیہ نے اور ان توہین آمیز شرائط نے صحابہ کرامؓ کے قلوب میں مشرکین مکہ کیطرف سے انتہائی نفرت

وعداوت کا بیج بو دیا تھا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ مشرکین مکہ میں سے حطیم بن ہند اپنا مال تجارت لیکر مدینہ منورہ آیا، اور مال فروخت کرنے کے بعد اپنا سامان اور آدمی مدینہ سے باہر چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور منافقانہ طور پر اپنا اسلام لانا ظاہر کیا تا کہ مسلمان اس سے مطمئن ہوجائیں لیکن آنحضرت ﷺ نے اسکے آنے سے پہلے ہی بذریعہ وحی فرمایا کہ ہمارے پاس ایک شخص آنے والا ہے جو شیطان کی زبان سے کلام کریگا اور جب یہ شخص واپس چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص کفر کے ساتھ آیا ہے اور دھوکہ اور غداری کے ساتھ واپس لوٹا ہے یہ شخص آنحضرت ﷺ کی مجلس سے نکل کر سیدھا مدینہ سے باہر پہنچا جہاں اہل مدینہ کے جانور چر رہے تھے انکو ہنکا کر ساتھ لے گیا صحابہ کرامؓ کو اسکی اطلاع کچھ دیر میں ہوئی تعاقب کیلئے نکلے تو وہ انکی زد سے باہر نکل چکا تھا پھر جب ہجرت کے ساتویں سال آنحضرت ﷺ صحابہؓ کے ساتھ عمرہ حدیبیہ کی قضاء کیلئے جا رہے تھے، تو دور سے تلبیہ کی آواز سنی اور دیکھا کہ وہی حطیم بن ہند اہل مدینہ کے ان جانوروں کو جیسے وہ ہنکا کر مدینہ سے لایا تھا بطور قربانی کے اپنے ساتھ لئے ہوئے عمرہ کرنے جا رہا ہے، اسوقت صحابہ اکرامؓ کا مقصد ہوا کہ اسپر حملہ کر کے اپنے جانور چھین لیں، اور اسکو یہیں ختم کر دیں۔

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ فتح ہوا اور تقریباً پورے عرب پر اسلام کا قبضہ ہوگیا، اور مشرکین مکہ کو رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی انتقام کے آزاد فرمایا وہ آزادی کیساتھ اپنے سب کام کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے جاہلانہ طرز پر اپنے حج وعمرہ کے رسوم بھی ادا کرتے رہے اس وقت بعض صحابہ کرام کے دل میں واقعہ حدیبیہ کا انتقام لینے کا خیال پیدا ہوا، کہ انہوں نے ہمیں جائز اور حق طریقے پر عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، ہم ان کو غلط طریقے پر حج وعمرہ کرنے پر آزاد کیوں چھوڑیں، ان پر حملہ کیا جائے، اور ان کے جانور چھین لئے جائیں اور ان کو ختم کر دیا جائے۔

یہ واقعات ابن جریر نے بروایت عکرمہ وسدی نقل کئے ہیں، یہ وہ چند واقعات تھے کہ جن کی بناء پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ شعائر اللہ کی

تعظیم تمہارا اپنا فرض ہے کسی دشمن کے بغض وعداوت کی وجہ سے اس میں خلل ڈالنے کی قطعاً اجازت نہیں اور اشہر حرم میں قتل وقتال جائز نہیں قربانی کے جانوروں کو حرم تک جانے سے روکنا، یا انہیں چھین لینا بھی جائز نہیں، اور مشرکین احرام باندھ کر اپنے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کی فضل ورضاء حاصل کرنے کے قصد سے چلے ہیں (اگرچہ بوجہ کفران کا یہ خیال خام ہے تاہم شعائر اللہ کی حفاظت واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے کوئی مزاحمت نہ کی جائے) نیز وہ لوگ جنہوں نے عمرہ کرنے سے روکدیا تھا ان کے بغض وعداوت کا انتقام لینا درست نہیں کیونکہ یہ انکے ظلم کے بدلہ میں ہماری طرف سے ظلم ہو جائیگا، جو اسلام میں روا نہیں۔ [ا]

واقعہ دوم فقط علامہ موصوف نے حطیم بن ھند کے بجائے شریح بن حنیفہ سے لکھا ہے ممکن ہے یہ شخص بھی آیا ہو اور دونوں کا واقعہ قریب قریب پیش آیا ہو اس لئے اس کے واقعہ کو بھی نزول کا سبب قرار دے دیا ہو، چونکہ یہ شخص بھی شقاوت میں مشہور تھا، تفسیر کبیر ص:۱۲۸ ج:۱۱، سبب نزول نمبر ۳ اور واقعہ نمبر سوم میں مذکورہ سبب نزول کے علاوہ دوسرا سبب نزول بھی علامہ رازی نے ذکر فرمایا ہے ھو ھذا.

الاول قال ابن عباس: ان المشركين كانوا يحجون البيت ويهدون الهدايا ويعظمون المشاعر وينحرون فاراد المسلمون ان يغيروا عليهم فانزل الله لاتحلوا شعائر الله۔ الثاني: قال الفراء: كانت عامة العرب لا يرون الصفا والمروة من شعائر الحج ولا يطوفون بهما فانزل الله: لاتحلوا شعائر الله- ترک بشئ من مناسک الحج وأتوبجميعا على سبيل الكمال والتمام۔ الثالث: قال بعضهم: الشعائرهي الهدايا تطعن فى السنامها وتقلد ليعلم انه هدى، وهوقول ابى عبيده۔ تفسير كبير ص: ۱۲۸ ج: ۱۱/صفوة التفاسير ص:۳۲۵ ج: ۱ طبرى ص:۶۳ ج: ۹)

۱۷۸- اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ

[ا] معارف القرآن ص:۱۵/۱۶/۱۷ ج:۳/اسباب النزول میں اول واقعہ ص:۱۰۸/۱۰۷/اول، سوم واقعہ زاد المسیر ص:۲۷۱/۲۷۰ ج:۲ تفسیرات احمدیہ ص:۲۱۸

لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کردیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا۔

شان نزول: اس آیت کے نزول کی خاص شان ہے۔ عرفہ کا دن ہے جو تمام سال کے ایام میں سید الایام ہے اور اتفاق یہ کہ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا، جسکے فضائل معروف ہیں، تمام میدان عرفات جبل رحمت کے قریب ہے جو عرفہ کے دن نزول رحمت کا خاص مقام ہے۔ وقت عصر کے بعد کا ہے جو عام دنوں میں مبارک وقت ہے خصوصاً یوم جمعہ میں قبولیت کی گھڑی بہت سی روایت میں اسی وقت آئی ہے۔

حج کیلئے مسلمانوں کا سب سے بڑا پہلا اجتماع ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرامؓ شریک ہیں رحمۃ للعالمین صحابہ کرام کے ساتھ جبل رحمت کے نیچے اپنی ناقہ عضباء پر سوار ہیں، اور حج کے ایک بڑے رکن وقوف عرفات میں مشغول ہیں۔

ان فضائل و برکات اور رحمتوں کے سایہ میں مذکورہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتی ہے صحابہ کرام کا بیان ہے کہ جب مذکورہ آیت بذریعہ وحی نازل ہوئی تو حسب دستور وحی کا ثقل اور بوجھ اتنا محسوس ہوا کہ اونٹنی اس سے دبی جارہی تھی، یہاں تک کہ مجبور و عاجز ہوکر بیٹھ گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن کی آخری آیت ہے۔ اس کے بعد کوئی آیت احکام سے متعلق نازل نہ ہوئی، صرف ترغیب و ترہیب کی چند آیتیں ہیں جنکا نزول اس آیت کے بعد بتلایا گیا ہے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں صرف اکاسی دن بقید حیات رہے کیونکہ ۱۰ھ کی نوین ذی الحجہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور ۱۱ھ کی بارہویں ربیع الاول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

ایک مرتبہ چند علماء یہود حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اسکے نزول کے دن کو جشن کے طور پر مناتے۔ فاروق اعظمؓ نے دریافت کیا کہ وہ کونسی آیت ہے؟

انہوں نے یہی آیت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ پڑھی۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی۔ اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لئے دہری عید کا دن تھا۔ ایک عرفہ، دوسرے جمعہ۔--- اس آیت کے سلسلہ میں نزول کے اعتبار سے کچھ سوال و جواب ہیں جو مقدمہ میں ذکر کردیئے گئے ہیں۔ [۱]

۱۷۹- یَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۞

ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں ے کہ کیا کیا جانوران کیلئے حلال کئے گئے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لئے کل جانور حلال رکھے گئے ہیں، اور جس شکار کرنے والے جانور کو تم تعلیم دو، اور تم اسکو چھوڑو بھی اور تم اس کو اس طرح تعلیم دو جو تم کو اللہ نے تعلیم دی ہے۔ تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں، اسکو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ جلد ہی حساب لینے والے ہیں۔

شان نزول: اس کے سبب نزول میں دو واقعے بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے کتے کے قتل کا حکم فرمایا تو صحابہ کرام نے آنحضرت سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہؐ اپنی اس امت کے لئے کیا یہ حلال نہیں ہے؟ اس وقت مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ پاک اور طیب چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں، اسی طرح ان کتوں کا شکار کیا ہوا جانور کہ جسکا گوشت کھایا جاتا ہے کہ وہ کتا

[۱] معارف القرآن ص:۳۲/۳۳ج:۳ / زادالمسیرص:۲۸۶ج:۲ اسباب النزول ۱۰۸/ ابن اکثیرص:۱۳ج:۲/ تفسیرکبیرص:۱۳۸ ج:۱۱/ قد نزلت یوم الجمعة وکان یوم عرفة بعد العصرفی حجة الوداع سنة عشروالنبیؐ واقف بعرفات علی ناقته العضباء تفسیرکبیر، فتح الباری للحافظ عسقلانی ص:۲۷۰ج:۸

معلم اور تعلیم یافتہ ہو۔ ایسا کتا اگر شکار کر کے لائے اور وہ شکار زخم خوردہ ہو جائے تو ایسے شکار کے کھانے کی تمہیں اجازت ہے۔

تفصیل اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے، اور اجازت طلب کی، لیکن اجازت ملنے کے بعد بھی رکے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے اللہ کے پیغمبر اجازت ملنے کے بعد بھی اندر آنے سے کونسی چیز مانع بنی، اس پر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ واقعہ تو ایسا ہی ہے کہ آپ کی طرف سے ہمیں اجازت مل گئی ہے۔ لیکن ہم فرشتوں کی جماعت ہر ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتیں کہ جس مکان میں کتے، یا تصویر ہوں، جب دیکھا گیا تو گھر کے ایک کونے میں کتے کا ایک بچہ تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمادیا کہ مدینہ اور اسکے اطراف ونواح میں جہاں کہیں بھی کتا مل جائے اسے قتل کردیا جائے، اسکے بعد صحابہ کرام جہاں کہیں کتا پاتے قتل کردیتے، اسی دوران ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا جسکے پاس ایک کتا تھا جو اس عورت کی دیکھ ریکھ کرتا تھا، صحابہ کرام نے اسے قتل نہ کیا۔ اور واپس آکر اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسکے بارے میں دریافت کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے بھی قتل کردو، چنانچہ اسے بھی قتل کردیا گیا۔

اس کے بعد صحابہ کرام کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی، اور دریافت فرمایا کہ جسکے قتل کے بارے میں آپ نے حکم فرمایا ہے۔ تو کیا اس امت کیلئے اسکے رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور آیا اس امت کے لئے اسکا رکھنا حلال نہیں ہے؟ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ وہ کتا جو سودمند اور فائدہ رساں اور تربیت یافتہ ہو، اور معلم ہو، اور اس سے صاحب مکان اور دوسرے کا ضرر نہ ہو تو اسے رکھنے اور پالنے اور مباح کاموں میں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً شکار وغیرہ کیلئے پہرہ دینے کے لئے۔

البتہ ہر ایسا کتا جو غیر تربیت یافتہ ہو، اور اس سے خود کا بھی اور دوسرے کا بھی ضرر ہو رہا ہو، تو پھر ایسے کتے کے رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ مذکورہ آیت کے سبب نزول کے بارے میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ عدی بن حاتم طائی اور زید بن مہلہل یعنی زید خیل جسکا نام رسول اللہؐ زید خیر رکھدیا تھا، یہ دونوں

حضرتؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم لوگوں کا زیادہ تر مشغلہ شکار کرنا ہے۔ اور کتے اور باز وغیرہ کے ذریعہ ہم لوگ شکار کرتے ہیں تو کچھ حلال جانور جنہیں ہم لوگ پکڑ کرلاتے ہیں کہ زخم خوردہ ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو پکڑنے کے بعد فوراً ہی مرجاتے ہیں۔تو مردار تو حلال نہیں ہے۔لیکن کیا ایسا جانور جسکا خون بہہ جاتا ہے حلال ہے؟اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔[1]

۱۸۰- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کیلئے پوری پابندی کرنے والے، انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو، کسی خاص گروہ کی عداوت تمکواس پر باعث نہ ہوجائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کوتمہارے سب اعمال کی خبر ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱-مشرکین مکہ اور کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی، ان لوگوں کا تذکرہ مذکورہ آیت لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے تحت تفصیلاً آچکا ہے۔

۲-قریش نے ایک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے لئے بھیجا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس سے آگاہ کر دیا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور اسی کے ساتھ اسکے بعد والی آیت بھی یعنی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کیلئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

۳-ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کے پاس اس غرض سے تشریف لے گئے کہ

[1] اسباب النزول ص:۱۰۹/۱۰۸/ زادالمسیر ص:۲۹۱/۲۹۰ج:۲ معالم التنزیل ص:۲۰۹ج:۲/تفسیرات احمدیہ بعضاًص:۲۲۲

ان سے دیت کے سلسلہ میں تعاون حاصل کریں، بنی نضیر نے موقع غنیمت جانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۳۰۷ ج:۲)

۱۸۱- يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے اس انعام کو یاد کرو، جو تم پر ہوا، جب ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کرے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر چلنے نہ دیا، اور اللہ سے ڈرو، اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہیئے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ قبیلہ بنی محارب کا ایک آدمی جسکا نام غورث بن حارث تھا اس نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا کہ کیا میں تمہاری خوشنودی کیلیے محمد کو قتل نہ کر دوں، ان لوگوں نے کہا ہاں کیوں نہیں، لیکن تم اسکو قتل کس طرح کرو گے، اس پر اس نے کہا کہ بس قتل کر دونگا جس طرح بھی ہو، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپکی تلوار آپکے گھر میں لٹکی ہوئی تھی اس شخص نے کہا کہ اے محمد تم اپنی اس تلوار کو دیکھ رہے ہو! آپنے فرمایا ہاں! کہو کیا بات ہے، پھر اس شخص نے تلوار ہاتھ میں لیکر سونت لی۔ اور کہا اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا، اور مزید کہا کہ تو مجھ سے نہیں ڈرتا حالانکہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے۔ آنحضرت ؐ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ مجھے تیری جانب سے اللہ کی ذات کافی ہے چنانچہ پھر اس شخص کو آگے کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، اور تلوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دی اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

۲- یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کرنے کی ناپاک سازش کی، لیکن اللہ نے آنحضرت کو انکے شر سے محفوظ رکھا، ابن عباس ؓ کی روایت کے مطابق تفصیل اسطرح ہے کہ یہودیوں نے ایک مرتبہ ایک کھانا تیار کیا جس میں زہر ملا دیا تھا، اور رسول اللہ کو مدعو کیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ان ناپاک سازشوں سے آپ کو مطلع فرمایا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی چنانچہ آیت کے نزول کے بعد رسول اللہؐ وہاں جانے سے رک گئے۔

حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ کی روایت کے مطابق تفصیل اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں سے دیت کے سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے بظاہر پرتپاک استقبال کیا اور کہا کہ ضرور جس مقصد کیلئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں ممکن حد تک اس بارہ میں تعاون کریں گے۔ مگر پہلے آرام تو کرلیں اور ذرا مطمئن تو ہوجائیں، خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام جو آپکی معیت میں تھے بیٹھ گئے، ادھر ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بخود ہم سے قریب تر ہو گئے ہیں لٰہذا یہی موقع غنیمت ہے ان کو ختم کرنے کا اور اسکی صورت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی اس مکان کی چھت پر چڑھ جائے اور اوپر سے پتھر گرادے عمرو بن جحّاش نے کہا کہ میں اس کام کو انجام دینے کیلئے تیار ہوں چنانچہ وہ ایک بھاری پتھر لے کر اوپر چڑھا جسے نیچے گرا کر رسول اللہؐ کو گزند پہونچانا چاہ رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شریر کے شر سے آپ کو اس طرح محفوظ رکھا کہ حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ آپ کو اسکی شرارت سے آگاہ کردیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے فوراً ہی ہٹ گئے اور وہاں سے تشریف لے آئے اسی موقع سے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- جس وقت بنی ثعلبہ اور بنی محارب نے آنحضرت اور صحابہ کرام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام بطن نخلہ میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کا اب موقع معرکہ کا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ اب ایسی نماز پڑھنے والے ہیں کہ وہ نماز ان کے یہاں مال اور اسباب سے بھی زیادہ محبوب ہے لٰہذا جب وہ سجدہ میں ہوں گے تو ہم ان پر یکبارگی حملہ کرڈالیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشوں سے باخبر کیا اس موقع سے صلاۃ خوف والی آیت اور صلاۃ خوف کا حکم اور مذکورہ آیت نازل ہوئی صلاۃ خوف کی آیت سورہ نساء میں ذکر کی جا چکی ہے۔

۴- یہود کے بارے میں نازل ہوئی کہ جس وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مشرکین مکہ وغیرہ کی مدد کی۔ (زاد المسیر ص:۳۰۸ تا ۳۱۰ ج:۲/ اسباب النزول ص:۱۱۰)

سببِ نزول نمبر ۲ کی مزید تفصیل یہ ہے کہ ایک صحابی رسول نے بنی سلیم کے دو آدمیوں کو قتل کردیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی سلیم کے درمیان معاہدہ اور مولات تھے۔ چنانچہ بنی سلیم کے لوگ دیت طلب کرنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اس دیت کی وصولیابی کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن اشرف یہود کے سردار کے پاس پہونچے اور پھر بنی نضیر کے پاس پہونچے۔ ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ اے ابوالقاسم! آپ کو جب بھی اس طرح کی ضرورت پیش آئے تو آپ بلا تکلف ہم سے اپنی ضرورت کی چیزیں طلب کرلیا کریں، لیکن ابھی تشریف رکھئے چائے ناشتہ کیجئے باقی جس غرض سے آئے ہیں وہ بھی لے لیں، اسکے بعد باقی تفصیل وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۱۰)

۱۸۲-فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کردیا، اور ہم نے ان کے قلوب کو سخت کردیا۔ وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں اور وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی اس میں سے اپنا ایک حصہ فوت کر چکے۔ اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے۔ جو ان سے صادر ہوتی رہتی ہے بجز ان میں کے معدودے شخصوں کے سو آپ ان کو معاف کیجئے۔ اور ان سے درگذر کیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

شانِ نزول: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک قوم سے معاہدہ تھا، اس نے نقضِ عہد کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے درپے ہوگئے لیکن کامیابی نہ مل سکی، اور اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر غلبہ عطاء فرمایا، پھر اللہ نے اسکے بعد مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

مثلاً بنی قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قتل وقتال نہ کرنے کے سلسلہ میں، اور اسلام

دشمنوں کی حمایت نہ کرنے کے سلسلہ میں عہد کیا تھا، لیکن پھرانھوں نے عذر کیا اور ایفاء عہد میں پورے طور پر نہ اتر سکے، اسی طرح کعب بن اشرف کا مکہ والوں کے پاس جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اہل مکہ کو ابھارنا جبکہ یہ عہد و معاہدہ کے خلاف تھا۔
(زادالمسیر ص:۳۱۴ ج:۲)

۱۸۳- يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آپہونچے، جو کہ تمکو صاف صاف بتلاتے ہیں، ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا، تا کہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا، سو تمہارے پاس بشیر و نذیر آپہونچے ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔

شان نزول: معاذ بن جبل اور سعد بن عبادہ، اور عقبہ بن وھب نے یہودیوں سے کہا کہ اے یہود کی جماعت اللہ تعالیٰ سے ڈرو- بخدا تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور حضورؐ کی بعثت سے قبل تم اسکا تذکرہ کرتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وصفات بیان کرتے تھے اس پر وہب بن یہودا نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اسی طرح کی باتیں رافع یہودی نے بھی کہی تھیں۔ اور مزید کہا کہ اس بارے میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے بعد کوئی نبی ہی مبعوث نہیں فرمایا، اور نہ کوئی کتاب نازل فرمائی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زادالمسیر ص:۳۱۹ ج:۲)

۱۸۴- اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں، اور ملک میں

فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہ سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں، یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں یہ ان کیلئے دنیا میں سخت رسوائی ہے۔ اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔

شان نزول: حضرت انس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ عُکل کے کچھ لوگ آئے اور اسلام قبول کیا لیکن ان کو مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی (جسکی وجہ سے وہ اس مرض میں مبتلا ہوگئے کہ ان کے پیٹ پھول گئے اور رنگ زرد ہوگیا) آنحضرت نے انہیں حکم دیا کہ وہ (شہر سے باہر) زکوۃ کے اونٹوں کے رہنے کی جگہ چلے جائیں، اور وہاں ان اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیا کریں چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا، اور اچھے ہوگئے، پھر وہ ایسی گمراہی میں مبتلا ہوگئے کہ مرتد ہوگئے، اور اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کرکے، اونٹوں کو ہانک کرلے گئے (جب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکا علم ہوا تو آپنے ان کے پیچھے کئی سواروں کو بھیجا جو ان سب کو پکڑ کر لائے ان کے اس جرم کی سزا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے انکے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے گئے، ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کو گرم تیل میں داغا بھی نہیں گیا (یعنی جیسا کہ قاعدہ ہے کہ اعضاء کے کاٹنے کے بعد گرم تیل میں داغ دیا جاتا ہے، تاکہ خون بند ہوجائے۔ لیکن ان کے ساتھ یہ بھی نہیں کیا گیا۔ آخرکار وہ سب مر گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیں ڈالی گئیں، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاخیں گرم کئے جانے کا حکم دیا جب وہ گرم ہوگئیں تو ان سلاخوں کو ان کی آنکھوں میں پھیرا گیا، اس کے بعد ان لوگوں کو مدینہ کی پہاڑیوں میں ڈلوا دیا گیا، جہاں وہ پانی مانگتے تھے لیکن پانی نہیں دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔ اسی واقعہ کے بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

[1] زاد المسیر ص:۳۴۳ ج:۲/ اسباب النزول ص:۱۱۱ مشکوۃ شریف ص:۳۰۷ ج:۲/ مظاہر حق جدید ص:۳۴۳ ج:۳ فتح الباری شرح بخاری للحافظ ابن حجر عسقلانی ص:۲۷۴ ج:۸/ تفسیرکبیرص:۲۱۴ ج:۱۱/ انهانزلت فی قصة عرینةوالتفصیل سیاتی بینما وقع التعارض بین الواقعتین صفوة التفاسیر ص:۳۳۸ ج:۱/ قرطبی ۱۴۸ ج:۶/ عن انس ان رهطا من عرینة تفسیرات احمدیة ص:۲۳۰/عن انس بن مالک ان قومامن عرینة۔

تنبیہ: بعض روایت میں یہ مذکور ہے کہ عرینہ کے لوگ آئے تھے اور مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ عکل کے لوگ آئے تھے، دراصل دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، راوی نے شک کے واقع ہونیکی وجہ سے کبھی عرینہ کا تذکرہ کیا اور کبھی عُکل کا (مرقات شرح مشکوٰۃ) چنانچہ امام بخاری سے دونوں طرح کی روایت منقول ہے- اور اگر یہ کہا جائے کہ عُکل اور عرینہ دونوں جگہ کے لوگ آئے تھے تو پھر کوئی تعارض ہی نہیں جیسا کہ علامہ واحدی نے اسی طرح وضاحت کی ہے فرمایا: **عن انس ان رهطا من عُكل و عرينة اتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ** یعنی عُکل اور عرینہ کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئی۔ (اسباب النزول ص:۱۱۱)

۲- اہل کتاب میں سے ایک جماعت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عہد و پیمان تھا، لیکن پھر اس نے نقض عہد کیا اور اسکے علاوہ بہت سارے فتنے فساد پھیلائے اور خوب پھیلائے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ اختیار دیا کہ اگر چاہیں تو ان کو قتل کر دیں، اور چاہیں تو ان کے ہاتھ پیر خلاف کر کے کاٹ ڈالیں۔

۳- ابو بردہ اسلمی کے ساتھی نے ایک ایسی جماعت کو راہ چلتے ہوئے قتل کر دیا تھا جو جماعت اسلام لانے کی غرض سے مدینہ آرہی تھی، جبکہ ابو بردہ اسلمی کہ جنکا نام ہلال بن عویمر تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ نہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کریگا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف کسی کی مدد کریگا۔ لیکن بنی کنانہ کی ایک جماعت جو اسلام لانے کی غرض سے مدینہ آرہی تھی ابو بردہ (ہلال) کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا، اور ان کے اموال کو لے لیا، اور ہلال اس وقت موجود نہ تھا ان کی غیر موجوگی میں ان کی قوم نے نقض عہد کیا! اور خوب کیا کہ قتل ہی سے شروعات کی۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- مشرکین کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی، کہ انہوں نے اسلام، اور پیغمبر اسلام اور دین اسلام کے خلاف جنگ وحرب کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑ رکھا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ حکم دیا کہ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ یا ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں۔ (زاد المسیر ص:۳۷ ج:۲/تفسیر کبیر ص:۲۱۴ ج:۱۱)

تفسیر کبیر میں ایک اور سبب نزول آیت کریمہ کا بتلایا ہے اور وہ یہ ہے:

ان هذه الآية فی هولاء الذين حكى الله تعالىٰ عنهم من بنی اسرائيل انهم بهذا ان غلظ الله عليهم عقاب القتل العمد (فی ذبح البقرة وقد مضت القصه فی سورة البقرة) العدوان فهم مسرفون فی القتل مفسدون فی الارض، فمن اتی منهم بالقتل والفساد فی الارض فجزاء هم كذا كذا۔ تفسير كبير ص:۲۱۴ ج:۱۱/وقال فخر الدين من قبل هذه العبارة-هذالو عيد مختص بالكفار، ومنهم من قال: انه فی فساق المؤمنين ص:۲۱۴ ج:۱۱۔

۱۸۵- وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور جو مرد چوری کرے، اور جو عورت چوری کرے، سو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو، ان کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ بڑے قوت والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

شان نزول: مذکورہ آیت طعمہ بن ابیرق کے بارے میں نازل ہوئی، طعمہ بن ابیرق کا تفصیلی قصہ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۰۵ تا نمبر ۱۱۶ کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ [۱]

۱۸۶- يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ

---

[۱] زادالمسير ص:۳۴۸ ج:۲/اسباب النزول ص:۱۱۱ تفسيرات احمديه ص:۲۳۳ هذه الآية فی بيان حدالسرقه وقد نزلت فی حق طعمه بن ابيرق- وهی عامة فی حق الناس علی مانص به امام الزاهد (احمديه ص:۲۳۳)

شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: ''اے رسول جولوگ کفر میں دوڑ پڑتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں، خواہ وہ ان لوگوں میں ہوں جو اپنے منھ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل یقین نہیں لاتے، اور خواہ وہ ان لوگوں میں ہوں جو کہ یہودی ہیں یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر سنتے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں کہ وہ آپکے پاس نہیں آئے، کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے موقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر تمکو یہ حکم ملے تب تو اسکو قبول کر لینا، اور اگر یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا، اور جس کا خراب ہونا اللہ ہی کو منظور ہو تو اسکے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا، یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو انکے دل کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا، ان لوگوں کیلئے دنیا میں رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کیلئے سزائے عظیم ہے''

شان نزول: مذکورہ آیت نمبر ۴۱/اور اسی کیساتھ آیت نمبر ۴۲ اور آیت نمبر ۴۳ ایک ہی موقع سے نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے ص: ۵۴ ج: ۲/اور علامہ واحدی نے اسباب النزول کے ص: ۱۱۱/میں ذکر کیا ہے، اب سبب نزول مذکورہ آیت اور اس سے متصل تین آیات کا دو طرح بیان کیا جاتا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ کے قرب وجوار میں رہنے والے یہودی قبائل کے بارے میں پیش آئے، ایک واقعہ قتل وقصاص کا ہے دوسرا واقعہ زنا اور اسکی سزا کا ہے۔

یہ بات تو کسی تاریخ جاننے والے سے مخفی نہیں کہ اسلام سے پہلے ہر جگہ ہر خطہ اور ہر طبقہ میں ظلم وجور کی حکومت تھی، قوی ضعیف کو، اور عزت والا بے عزت کو غلام بنائے رکھتا تھا، قوی اور عزت والے کے لئے قانون اور تھا، اور کمزور و بے عزت والے کیلئے قانون دوسرا تھا، جیسے آج بھی اپنے آپکو مہذب اور متمدن کہنے والے بہت سارے ممالک ایسے ہیں کہ انکے یہاں قانون کالے اور گورے کا علیحدہ علیحدہ ہے۔

محسن انسانیت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرق وامتیاز کو مٹایا، اولاد آدم کے لیے

برابر حقوق کا اعلان کیا اور انسان کو انسانیت اور آدمیت کا سبق دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے حوالی مدینہ میں یہود کے دو قبیلے آباد تھے یعنی نبوقریظہ اور بنونضیر، ان میں سے بنونضیر قوت وشوکت اور دولت وعزت میں بنوقریظہ سے زیادہ تھا یہ لوگ آئے دن بنوقریظہ پر ظلم کرتے رہتے تھے، اور وہ چارونا چار اسکو سہتے تھے، یہاں تک کہ نبونضیر نے نبوقریظہ کو اس ذلت آمیز معاہدہ پر مجبور کیا کہ اگر بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے آدمی کو قتل کردے تو اسکا قصاص یعنی جان کے بدلے جان لینے کا اسکو حق نہ ہوگا، بلکہ صرف ۷۰ / وسق کھجوریں اس کے خون بہا کے عوض ادا کی جائیں گی، وسق عربی اوزان کا ایک پیمانہ ہے جو ہمارے اوزان کے حساب سے تقریباً پانچ من دس سیر کا ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اگر بنوقریظہ کا کوئی آدمی نضری کو قتل کردیتا ہے تو قانون یہ ہوگا کہ اسکے قاتل کو قتل بھی کیا جائیگا۔ اور ان سے خوں بہا بھی لیا جائیگا۔ اور وہ بھی بنونضیر کے خون بہا سے دوگنا یعنی ایک سو چالیس وسق کھجوریں اور صرف یہی نہیں بلکہ اسکے ساتھ مزید یہ کہ ان کا مقتول اگر عورت ہوگی، تو اسکے بدلہ میں بنوقریظہ کے ایک مرد کو قتل کیا جائیگا، اور اگر مقتول مرد ہی ہے تو اسکے عوض میں بنوقریظہ کے دو مرد قتل کئے جائیں گے اور اگر نبونضیر کے غلام کو قتل کیا ہے تو اسکے عوض میں بنوقریظہ کے آزاد کو قتل کیا جائیگا، اور اگر بنونضیر کے آدمی کا قرظی نے ایک ہاتھ کاٹا ہے تو قرظی آدمی کے دو ہاتھ کاٹے جائیں گے، الغرض یہ تھا وہ قانون جو اسلام سے قبل دونوں قبیلوں میں رائج تھا، اور نبوقریظہ اپنی کمزوری کی بنیاد پر اسکو ماننے پر مجبور تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، اور مدینہ ایک دارالاسلام بن گیا یہ دونوں قبائل ہنوز اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے، اور نہ کسی معاہدہ کی رو سے اسلامی احکام کے پابند تھے، مگر اسلامی قانون کی عدل گستری اور عام سہولتوں کو دور سے دیکھ رہے تھے، اس عرصہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ بنوقریظہ کے ایک آدمی نے بنونضیر کے ایک آدمی کو مار ڈالا، تو بنونضیر نے معاہدہ مذکورہ کے مطابق دوگنی دیت اور خون بہا کا مطالبہ کیا۔ بنوقریظہ اگرچہ اس وقت تک نہ اسلام میں داخل ہوئے تھے، اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت تک کوئی معاہدہ ہوا تھا۔ لیکن یہ لوگ یہودی تھے، ان میں بہت سارے لکھے پڑھے

لوگ تھے۔ جو تورات کی پیشین گوئیوں کے مطابق جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نبی آخرالزماں ہیں جنکے آنے کی خوشخبری توریت نے دی ہے، مگر تعصب مذہبی اور دنیوی حرص ولالچ کی بنیاد پر ایمان نہ لائے تھے۔ اور یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ آپ کا مذہب مساوات انسانیت اور عدل وانصاف کا علم بردار ہے۔ اس لئے بنونضیر کے ظلم سے بچنے کیلئے ان کو ایک سہارا ملا، اور انہوں نے دوگنی دیت دینے سے یہ کہکر انکار کردیا تھا کہ ہم تم ایک ہی خاندان سے ہیں، ایک ہی وطن کے باشندے ہیں اور ہم دونوں کا مذہب بھی ایک یعنی یہودیت ہے۔ یہ غیر منصفانہ رویہ جو آج تک تمہاری زبردستی اور ہماری کمزوری کے سبب ہوتا رہا ہے اب ہم اسکو گوارا نہ کریں گے۔

اس جواب پر بنونضیر میں اشتعال پیدا ہوا، اور قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے، مگر کچھ بڑے بوڑھوں کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ اس معاملہ کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروایا جائے بنوقریظہ کی تو یہ عین مراد تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کے ظلم کو برقرار نہیں رکھیں گے، بنی نضیر بھی باہمی گفتگو اور باہمی گفت وشنید اور صلح کی بناء پر اسکے لئے مجبور تو ہو گئے، مگر اس نے یہ سازش کی کہ آپ کے پاس مقدمے لیجانے سے پہلے کچھ ایسے لوگوں کو آگے بھیجا جو اصل میں انہی کے ہم مذہب تھے، مگر منافقانہ طور پر اسلام کا اظہار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے جاتے تھے، اور مطلب ان کا یہ تھا کہ یہ لوگ کسی طرح مقدمے اور اسکے فیصلے سے اس معاملہ میں آنحضرت کا عندیہ اور نظریہ معلوم کرلیں، اور یہی تاکید ان لوگوں کو بھی کردی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے مطالبے کے مطابق فیصلہ فرمادیا تو اسکو قبول کرلینا، اور اس کے خلاف کوئی حکم آئے تو ماننے کا وعدہ نہ کرنا۔

سبب نزول کا یہ واقعہ تفصیل سے بغوی نے نقل کیا ہے، اور مسند احمد اور ابوداؤد میں اسکا خلاصہ مذکور ہے۔ (مظہری)

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ زنا کا ہے جسکی تفصیل بغوی نے اس طرح نقل کی ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں زنا کا واقعہ پیش آیا، اور تورات کی مقرر کردہ سزا کے موافق ان دونوں کو سنگسار کرنا لازم تھا، مگر یہ دونوں کسی بڑے خاندان کے آدمی تھے، یہودیوں نے اپنی

قدیم عادت کے موافق یہ چاہا کہ ان کیلئے سزا میں نرمی کی جائے ان کو یہ معلوم تھا کہ مذہب اسلام میں بڑی سہولتیں دی گئیں ہیں، اس بناء پر اپنے نزدیک یہ سمجھا کہ اسلام میں اس سزا میں تخفیف ہوگی، خیبر کے لوگوں نے اپنی برادری بنی قریظہ کے لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ اس معاملہ کا فیصلہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروائیں، اور دونوں مجرموں کو بھی ساتھ بھیج دیا منشاء ان کا یہ تھا کہ اگر آپ کوئی ہلکی سزا جاری کر دیں، تو مان لیا جائے ورنہ انکار کر دیا جائے، بنو قریظہ کو پہلے ہی ڈر ہوا کہ نہ معلوم آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں، ممکن ہے کہ وہاں جانے کے بعد ہمیں ماننا پڑے، مگر کچھ دیر گفتگو کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ انکے چند سردار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان مجرموں کو لے جاویں، اور آپ ہی سے انکا فیصلہ کرائیں۔

چنانچہ کعب بن اشرف کا ایک وفد ان کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا اور سوال کیا کہ شادی شدہ مرد و عورت اگر بدکاری میں مبتلا ہوں تو ان کی کیا سزا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم میرا فیصلہ مانو گے؟ انہوں نے اقرار کیا، اس وقت حضرت جبرئیلؑ یہ حکم لیکر حاضر ہوئے کہ ان کی سزا سنگساری ہے، ان لوگوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو بوکھلا گئے، اور ماننے سے انکار کر دیا، حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ ان لوگوں سے کہیں کہ میرے اس فیصلہ کو ماننے یا نہ ماننے کے سلسلہ میں ابن صوریا کو حکم بنا دو، اور ابن صوریا کے حالات و صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا دیئے گئے تھے، آپ نے آنے والے وفد سے کہا کہ کیا تم اس نوجوان کو پہچانتے ہو، جو سفید رنگ مگر آنکھ سے معذور ہے اور فدک میں رہتا ہے جسکو ابن صوریا کہا جاتا ہے، سب نے اقرار کیا، آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ اسکو کیسا سمجھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ علماء یہود میں سے ہے روئے زمین پر اس سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے، آپ نے فرمایا اسکو بلاؤ، چنانچہ وہ آ گیا، آپ نے اسکو قسم دے کر پوچھا کہ اس مسئلہ سے متعلق تورات میں کیا حکم ہے؟ اس پر اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم آپ نے مجھ کو دی ہے، اگر آپ قسم نہ دیتے، اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ غلط کہنے کی صورت میں تورات مجھے جلا ڈالے گی، تو میں یہ حقیقت ظاہر نہ کرتا تو سنو! حقیقت یہ ہے کہ حکم اسلام کی طرح تورات میں بھی یہی حکم ہے کہ ان دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم پر کیا آفت آئی کہ تم تورات کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہو، ابن صوریا نے کہا کہ اصل بات تو یہ ہی ہے کہ زنا کی سزائے شرعی ہمارے مذہب میں بھی یہی ہے، مگر ہمارا ایک شہزادہ اسی جرم میں مبتلا ہوگیا، ہم نے اسکی رعایت کرکے اسے چھوڑ دیا، سنگسار نہیں کیا، پھر یہی جرم ایک معمولی آدمی سے سرزد ہوا، اور ذمہ داروں نے اسکو سنگسار کرنا چاہا، تو مجرم کے جتھہ نے احتجاج کیا کہ اگر اسکو شرعی سزا دینی ہے، تو اس سے پہلے شہزادے کو سزا دو، ورنہ ہم اس پر سزا جاری نہ ہونے دیں گے یہ بات جب بہت بڑھ گئی تو سب نے صلح کرلی کہ سب کیلئے ایک ہی ہلکی سزا تجویز کرلی جائے اور تورات کا حکم چھوڑ دیا جائے چنانچہ ہم نے کچھ مار پیٹ اور منھ کالا کرکے جلوس نکالنے کی سزا تجویز کی، اب یہی سب میں رائج ہوگئی۔ [1]

علامہ جوزیؒ نے آیات مذکورہ سے متعلق مزید اور بھی سبب نزول بیان فرمائے ہیں۔

(۱) ابن صوریا نے ایمان لانے کے بعد بھی کفر اختیار کیا اسوقت مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

(۲) منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔

(۳) حضرت ابولبابہ بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود میں سے بنی قریظہ کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حملہ کرنے کی غرض سے پہونچے، تو یہ لوگ قلعہ بند ہوگئے، مسلمانوں کی جماعت نے ۲۵ رشب وروز انکا محاصرہ کیا، اسکے بعد بھی یہ لوگ جب قلعہ سے باہر نہیں نکلے، تو ان کے سردار کعب بن اشرف کے سامنے تین چیزیں پیش کی گئیں۔

(الف) یا تو اسلام قبول کریں، اور دین محمدی میں داخل ہوجائیں۔

(ب) یا مقاتلہ اور مقابلہ ہی کیلئے تیار ہوجائیں، جسکا ایک ہی نتیجہ سامنے آسکتا ہے

---

[1] معارف القرآن ص:۱۳۹ تا ۱۴۲ ج:۳/ زادالمسیر ص:۳۵۶ تا ۳۵۷ ج:۲ معالم التنزیل ص:۲۵۴ ج:۲/ اسباب النزول ص:۱۱۲/ ۱۱۱/ تفسیر کبیر ص:۲۳۲ ج:۱۱ صفوۃ التفاسیر ص:۲۴۴

یا تو ہزیمت وشکست ہوگی ورنہ ظفر وفتح۔

(ج) یا اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے، جسکے نتیجے میں انہیں تہ تیغ کر دیا جائے اور ان کا قلع قمع کر دیا جائے۔

سردار بنی قریظہ کعب بن اشرف نے مذکورہ تینوں شرطوں میں سے ایک کو بھی منظور نہ کیا، اسکے بعد بنوقریظہ نے اپنے ایک قاصد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارے پاس ابولبابہ بن منذر بن عبدالمنذر کو بھیج دیں، کہ ہم اس سے کچھ مشورہ کرنا چاہتے ہیں، ابولبابہ جب ان کے پاس پہونچے تو وہ انکے سامنے کھڑے ہو گئے، اور زار وقطار رونے لگے، اور عرض کیا کہ اے ابولبابہ تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بارے میں کیا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں، ابولبابہ نے کہا کہ ہاں بتاہی دیتا ہوں، چناں چہ اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی ذبح کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کو پھر فوراً تنبہ ہوا کہ ہم نے اللہ اور اسکے رسول کی خیانت کی ہے، چنانچہ وہ اپنے اس عمل سے بہت نادم اور شرمندہ ہوئے، اور واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ جا کر مسجد نبوی میں آئے، اور مسجد نبوی کے کھمبے سے اپنے آپ کو باندھ دیا، اور قسم کھائی کہ اللہ کی قسم میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی اپنے دست مبارک سے کھول دیں، اور انہوں نے یہ بھی قسم کھائی کہ بنی قریظہ کی آبادی میں اب نہیں جاؤں گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اسکی اطلاع ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء کی جسکے نتیجے میں ان کی توبہ قبول ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے کھولدیا اسی موقع سے مذکورہ آیت اور اس سے متصل چند آیات نازل ہوئیں۔(زاد المعاد ص:۱۳۳ ج:۳/زاد المسیر ص:۳۵۷ ج:۲)

۱۸۷- وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں بھیجی ہوئی کتاب

کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے، اوران کی خواہشوں پرعمل درآمد نہ کیجئے، اوران سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کوخدا کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بچلادیں، پھراگر یہ لوگ اعراض کریں توسمجھ لیجئے کہ بس خدا ہی کومنظور ہے کہ ان کے بعض اعمال پران کوسزادیں اورزیادہ آدمی توبے حکم ہی ہوتے ہیں۔

شان نزول: یہود کی ایک جماعت (جن میں کعب بن اسید، عبداللہ بن صوریا، اور شاش بن قیس تھے) کے بارے میں نازل ہوئی، کہ ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلنا چاہئے اوران سے دین کے سلسلہ میں کچھ تفصیلات معلوم کرنی چاہئیں، چنانچہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اورعرض کیا کہ کیا آپ کومعلوم ہے کہ ہم لوگ یہود کے علماء اوران کے باعزت لوگ ہیں اگرہم آپ کی اتباع کرلیتے ہیں، تویہود بھی آپکی اتباع کریں گے، اوراس وقت آنے کی غرض یہ ہے کہ ہماری آپس میں لڑائی ہوگئی ہے، ہم اسکے فیصلہ کی غرض سے آئے ہیں اگرآپ ہمارافیصلہ فرمادیں توہم آپ پرایمان لے آئیں گے، اورتصدیق کریں گے، آنحضرتؐ نے فیصلہ کرنے سے انکار کردیا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زادالمسیر ص: ۳۷۴ ج: ۲ / اسباب النزول ص: ۱۱۳)

۱۸۸- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کودوست نہ بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اورجوشخص تم میں سے ان سے دوستی کریگا بیشک وہ انہی میں سے ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں کوجواپنا نقصان کررہے ہیں۔

شان نزول: امام تفسیر ابن جریر نے بروایت حضرت عکرمہ بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ آیت ایک خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی ہے، وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں تشریف لاکرحوالی مدینہ کے یہود اورنصاریٰ سے معاہدہ اس شرط پرکرلیا تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف نہ خود جنگ کریں گے، اورنہ کسی جنگ کرنے والی قوم کی امداد کریں

گے، بلکہ مسلمانوں کیساتھ ملکر جنگ کریں گے، اور مخالف کا مقابلہ کریں گے کچھ عرصہ تک یہ معاہدہ جانبین سے قائم رہا لیکن یہودی اپنی فطرت اور اسلام دشمن طبیعت کی وجہ سے اس معاہدہ پر زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے، اور انھوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ سے ساز باز کر کے ایک تدبیر کی کہ ان کو خط کے ذریعہ اپنے قلعہ میں جمع کیا جائے، چنانچہ مشرکین کی خدمت میں خطوط روانہ کئے گئے، رسول اللہؐ پر جب اس سازش کا انکشاف ہوا، تو آپنے ان سے مقابلہ کیلئے ایک دستہ مجاہدین کا بھیج دیا۔

بنوقریظہ کے یہ یہودی ایک طرف تو مشرکین مکہ سے یہ خفیہ سازش اور ساز باز کر رہے تھے تو دوسری طرف مسلمانوں میں گھسے ہوئے تھے، اور بہت سے مسلمانوں سے دوستی قائم کئے ہوئے تھے۔ اور اس طرح مسلمانوں کے خلاف مشرکین کیلئے جاسوسی کا کام انجام دیتے تھے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس نے مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی گہری دوستی سے روک دیا، تاکہ مسلمانوں کی خاص چیزیں معلوم نہ کر سکیں، اس وقت بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت عبادہ بن صامت وغیرہ نے تو کھلے طور پر ان لوگوں سے اپنا معاہدہ ختم کرنے کا اور ترک موالات کا اعلان کر دیا، اور بعض لوگ جو منافقانہ طور پر مسلمانوں سے ملے ہوئے تھے یا ابھی ایمان ان کے دلوں میں رچا نہیں تھا، ان لوگوں سے قطع تعلق کرنے میں یہ خطرہ محسوس کیا کہ ممکن ہے کہ مشرکین ویہود کی سازش کامیاب ہو جائے، اور مسلمانوں کی جماعت مغلوب ہو جائے، اس لئے ایسے حالات میں ہمیں ان لوگوں سے بھی روابط وتعلقات رکھنے چاہئیں، تاکہ یہ ہمارے لئے مصیبت نہ بن جائیں، عبداللہ بن سلول نے کہا کہ ان لوگوں سے ہمیں تعلق کرنے میں خطرہ ہے، اسلئے میں ایسا نہیں کرسکتا۔ اس پر دوسری آیت فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ الخ نمبر ۵۲/نازل ہوئی۔

(معارف القرآن ص:۱۷۰ج:۳/زاد المسیر ص:۳۷۷ج:۲/اسباب النزول ص:۱۱۳/تفسیر بغوی ص:۲۶۶ج:۲)

تفسیر کبیر ص:۱۵ ج:۱۲/وروی ان عبادۃ بن صامت جاء الی رسول اللہ ﷺ فتبرأ عنده من موالات اليهود فقال عبد الله بن أبي: لكن لاأتبرأ منهم لانى اخاف الدوائر فنزلت هذه الآية۔ومعنى لاتتخذوا اولياء:اى

لاتعتمدوا علی الاستنصار بھم ولا تتودوا الیھم۔

(الـذین فی قـلـوبھم مرض) المنافقون: مثل عبداللہ بن ابی وأصحابہ، وقولہ (یسارعون فیھم) أی یسارعون فی مودۃ الیھود والنصاریٰ نجران، لأنھم کانوا أھل بثروۃ وکانوا یعینونھم علی مھماتھم ویقرضونھم، ویقول المنافقون: انما نخالطھم لأنا نخشی أن تصیبنا دائرۃ۔

قال الواحدی: الدائرۃ من دوائر الدھر کالدولۃ وھی التی تدور من قوم الی قوم ھی التی تخشی کالھزیمۃ والحوادث المخوفہ، فالدوائر، والدوائل تدول، قال الزجاج أی نخشی أن لایتـم الأمر لـمحمد ﷺ فـیدور الأمر کما کان قبل ذلک تـفسیـر کبیـر ص:۱۵ ج:۱۲/ صفوۃ التـفـاسیـر ص:۳۴۹ ج:۱۲ القرطبی ص:۲۳۳ ج:۶/مجمع البیان ص:۲۱۴ ج:۳۔

۱۸۹- اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمه: تمہارے دوست تو اللہ اور اسکے رسول اور ایمان دار لوگ ہیں، جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اسکے رسول سے، اور ایمان دار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلا شبہ غالب ہے۔

شان نزول: ایک مرتبہ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے، اور عرض کیا کہ ہماری قوم اور ہماری برادری کے لوگوں نے ہمارے بارے میں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے جینا مشکل کر دیا ہے، اور ہر طرح کی عداوت ہم سے مول لے رکھی ہے، اور اسی طرح سے مختلف طریقے سے ستانا ان کا شیوہ بن چکا ہے، اسی طرح نہ ہی وہ لوگ ہم سے بات چیت کرتے ہیں، اور نہ ہی اپنی کسی مجلس اور پروگرام میں شریک ہونے دیتے ہیں، اور نہ ہی کسی تقریب اور شادی بیاہ کے موقع سے

بلاتے ہیں، اور نہ ہی ہم لوگوں سے رشتہ داری کرنا چاہتے ہیں ان جملہ امور اور ان تمام تر دشواریوں کے پیش نظر بڑی دقتوں کی زندگی گذر رہی ہے، اور ہماری زندگی اجیرن بن گئی ہے، اور جہاں تک آپکے ساتھ رہنے کا تعلق ہے اور صحابہ کی مجلس میں شرکت کی بات ہے تو ہمارے گھر دور ہونے کی وجہ سے بار بار آنے جانے میں بڑی دشواری اٹھانی پڑتی ہے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت ان کے سامنے تلاوت کی، تو عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھیوں نے کہا **رضینا باللہ و برسولہ و بالمؤمنین**، اس کے بعد حضرت بلال نے نماز کیلئے اذان دی، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کیلئے مسجد تشریف لیجاتے ہیں، وہاں ایک فقیر کو پاتے ہیں جو لوگوں سے کچھ مانگتا ہوا ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے خدا کے بندے! تمہیں کسی نے کچھ دیا بھی ہے؟ فقیر نے کہا ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا دیا؟ فقیر نے کہا کہ ایک سونے کی انگوٹھی پھر حضورؐ نے فرمایا کس نے دی؟ فقیر نے کہا یہ شخص جو (نماز میں) کھڑا ہے، اور وہ حضرت علیؑ تھے، جسوقت انہوں نے اپنی یہ انگوٹھی دی ہے اس وقت وہ حالت رکوع میں تھے، اور اسی حالت میں اپنے ایک ہاتھ کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی، حضرت علیؑ نے فقیر کی حاجت روائی میں اتنا دیر کرنا بھی پسند نہیں فرمایا کہ نماز سے فارغ ہو کر اسکی ضرورت پوری کریں، یہ مسابقت الی الخیرات اللہ کو پسند آئی، اس وقت مذکورہ آیات میں سے **مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ** الخ نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی اسی وقت تلاوت فرمائی۔

(اسباب النزول ص:۱۱۳ / ۱۱۴ / زاد المسیر ص:۳۸۲ ج:۲ / معالم التنزیل ص:۲۷۲ ج:۲ / تفسیر کبیر ص:۲۵ ج:۱۲)

في هذه الآية قولان الاول: ان المراد عامة المؤمنين وذلك لأن عبادة بن الصامت لما تبرأ من اليهود وقال: انا برئ الى الله من حلف قريظة والنظير، والولي الله ورسوله نزلت هذه الآية على وفق قوله، وروى ايضاً ان عبدالله بن سلام قال: يارسول الله ان قومنا قد هجرونا واقسموا ان لايجالسونا، ولانستطيع مجالسة اصحابك لبعد المنازل، فنزلت هذه الآية فقال رضينا بالله ورسوله وبالمؤمنين اولياء فعلى هذا: الآية عامة في حق كل المؤمنين،

فکل من کان مؤمنا فھو ولی کل المؤمنین ونظیرہ قولہ تعالیٰ (والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض) وعلی ھذا فقولہ (الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکاۃ) صفۃ لکل المؤمنین (تفسیر کبیر ص:۲۵ ج:۱۲/صفوۃ التفاسیر ص:۳۵۰ ج:۱ معناً)

۱۹۰- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۵۷ وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ۝۵۸

ترجمہ: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے، جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ اور جب تم نماز کیلئے اعلان کرتے ہو، تو وہ لوگ اس کے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے۔

شان نزول: مذکورہ ہر دو آیت کا شان نزول جدا جدا ہے، اسلئے اولا آیت نمبر ۵۷ کا سبب نزول پیش کیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ رفاعہ بن زید بن ثابت اور سعید بن حارث نے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا تھا، پھر نفاق اختیار کرلیا، اور مسلمانوں میں بعضے ان دونوں سے دوستانہ تعلق رکھتے تھے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، جس میں ان سے دوستانہ تعلق رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

(اسباب النزول ص:۱۱۴/زاد المسیر ص:۳۸۵ ج:۲/معالم التنزیل ص:۳۷۲ ج:۲/صفوۃ التفاسیر ص:۳۴۹ ج:۱)

علامہ فخر الدین رازی نے فرمایا کہ: اس آیت کے نزول کا سبب بھی وہی ہے جو اس سے قبل ذکر کردہ آیت کا ہے جس میں یہود اور انصاریٰ سے اسی طرح کفار و مشرکین سے موالاتی تعلق قائم نہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، فرمایا:

اعلم انہ تعالیٰ نھی فی الآیۃ المتقدمۃ عن اتخاذ الیھود والنصاریٰ اولیاء

وساق الکلام فی تقریرہ، ثم ذکر ھھنا النھی العام عن موالاۃ جمیع الکفار وھو ھذہ الآیۃ (التفسیر الکبیر للامام فخر الدین رازی ص: ۳۲ ج: ۱۲)

۱۹۱- وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: ذکر کیا جا چکا ہے۔

شانِ نزول: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منادی نماز کیلئے جمع ہونے کا اعلان کرتے تو اس وقت کچھ یہود کہتے۔ **قاموا الاقاموا صلوا الاصلوا** اور اس جملہ سے خالص استہزا ہوتا تھا اور بس اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

دوسرا واقعہ اس آیت کے نزول کا یہ ہے کہ کفار اور مشرکین نے جب ''اذان'' کے الفاظ سنے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے حسد کی وجہ سے بے چین رہنے لگے، اور آخر یہ کہہ دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو نے ایسی نئی چیز ایجاد کی ہے، جسے ہمارے کانوں نے کبھی نہیں سنا، اور امم سابقہ کی تاریخ اس سے خالی ہے، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے اور تم نے اپنی اس اذان کے ذریعہ اپنے سے پہلے والے نبیوں کی مخالفت کی، اور بہت بری ہے وہ آواز جسے تم پکارتے ہو، اور بہت قبیح ہے وہ حکم جو تم کرتے ہو اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے ایک تیسرا واقعہ نقل کیا ہے جسے آیت کا سبب نزول بتلایا گیا ہے، اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک نصرانی جو مدینہ میں رہتا تھا۔ جب وہ اذان کے الفاظ میں سے **اشھد ان محمدا رسول اللہ** کو سنتا تو کہتا۔ کاذب جل جائے، کاذب ہلاک ہو جائے، برباد ہو جائے، ایک دن اتفاق سے ایسا ہوا کہ اس نصرانی کی خادمہ آگ لیکر گھر میں آئی سارے لوگ سو رہے تھے، آگ کا انگارہ گھر میں گر گیا جسکے نتیجے میں تمام گھر والے اور وہ شخص خود بھی جل گیا (یہودی کو موقع اچھا ہاتھ آ گیا، چنانچہ اس شخص کی خوب مذاق اڑائی گئی، اس وقت مذکورہ آیت **و اذا نادیتم الی الصلوٰۃ- الخ آیت نمبر: ۵۸**/ نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص: ۱۱۴/ زاد المسیر ص: ۳۸۶ ج: ۲/ معالم التنزیل ص: ۲۷۲ ج: ۲/ تفسیر کبیر ص: ۳۳ ج: ۱۲)

قیل: کان رجل من النصاریٰ بالمدینة اذاسمع الموذن بالمدینة یقول: اشهدان محمد رسول الله یقول: احرق الکاذب:فدخلت خادمته بنارذات لیلة فتطایرت منهاشرارة فی البیت فاحترق البیت واحترق واهله۔ وقیل: کان منادی رسول الله ﷺ ینادی للصلاة وقام المسلمون الیهافقالت الیهود:قاموا لاقامو صلوا- لاصلوا- علی طریق الاستهزاء فنزلت الآیة، وقیل:کان المنافقون یضاحکون عندالقیام الی الصلاة تنفیراللناس عنها، وقیل: وقالوا ابدعت یامحمد شیئالم یسمع فیما مضی فان کنت نبیاً فقدخالفت فیما احدثت جمیع الانبیاء فمن این لک صیاح کصیاج الغیر- فانزل الله هذه الآیة (تفسیر کبیر ص:۳۳ ج:۱۲ صفوة التفاسیر ص:۳۵۱ ج:۱،البحرالمحیط ص:۵۱۵ ج:۳، تفسیرات احمدیة ص:۲۳۷ بعضاً (ف) دلت الآیة علی ثبوت الاذان بنص الکتاب لابالمنام وحده تفسیر کبیر ص:۳۳ج،۱۲۔)

۱۹۲- قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: آپ فرمادیجئے اے اہل کتاب تم۔ہم میں کونسی بات معیوب پاتے ہو بجزاس کے کہ ایمان لائے ہیں اللہ پراوراس کتاب پر جوہم پر بھیجی گئی ہے، اوراس کتاب پر جو پہلے بھیجی جاچکی ہے، باوجودیکہ تم میں سے اکثرلوگ ایمان سے خارج ہیں، آپ کہئے کہ کیا میں تمکو ایسا طریقہ بتلادوں کہ جواس سے بھی زیادہ خدا کے یہاں سزا ملنے میں زیادہ ہے اوروہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن کواللہ تعالیٰ نے دور کر دیاہو،اوران پرغضب فرمایاہو، اوران کو بندر اورخنزیر بنادیئے ہوں، اورانہوں

نے شیطان کی پرستش کی ہو، ایسے اشخاص مکان کے اعتبار سے بھی بہت برے ہیں اور وہ راہ راست سے بھی بہت دور ہیں۔

شان نزول: مذکورہ ہر دو آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور دریافت کیا کہ کن کن نبیوں اور رسولوں پر ایمان لایا جائے، چنانچہ اسکے جواب میں آنحضرت ﷺ نے تمام نبیوں کا ذکر کیا، لیکن جب حضرت عیسیٰؑ کا ذکر فرمایا تو انہوں نے عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مزید یہ کہا کہ میں اپنے تئیں آپ کے مذہب سے برا مذہب اور آپ کے دین سے برا دین کسی اور دین و مذہب کو نہیں سمجھتا ہوں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ص:۳۸۶ ج:۲)

علامہ واحدی نے بیان فرمایا کہ جب یہود کی اس جماعت نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمیں یہ بتائیں کہ کن کن نبیوں اور رسولوں پر ایمان لائیں، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا، اور اس پر جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل اسحاق اور حضرت یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا، اور اسپر جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا، اور اسپر بھی جو کچھ انبیاءؑ کو دیا گیا ان کے پروردگار کی طرف سے، اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے، اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

تو حضرت عیسیٰؑ کا نام سنتے ہی یہودیوں نے وہ کچھ کہا جو مذکور ہوا- اسباب النزول ص:۱۱۵ / اس جماعت میں جو خاص خاص فرد تھے انکے نام یہ ہیں، ابو یاسر ابن اخطب، رافع بن ابی رافع، اور باقی تفصیل حسب سابق معالم التنزیل ص:۲۷۴ ج:۲/ قال

الامام فخر الدین رازی فی تفسیرہ الکبیر قال ابن عباس :ان نفرا من الیھود اتوا رسول اللہ ﷺ فسالوہ عمن یومن بہ من الرسول، فقال: اومن باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسماعیل (الی قولی) نحن لہ مسلمون فلما ذکر عیسیٰ جحدوا نبوتہ وقالوا: واللہ مانعلم:اھل دین اقل حظافی الدنیا والآخرۃ منکم والادینا شرا منکم فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الآیۃ وبعدھا- ذکر الشیخ فخر الدین الرازی ھذہ العبارۃ تحت قولہ تعالیٰ: قل یااھل الکتاب ھل تنقمون- الی قولہ فاسقون (۵۹) والآیۃ ومابعدھا- قل ھل أنبئکم بشر من ذالک(الی قولہ)لسواء السبیل (۶۰) فنزلتافی قصۃ واحدۃ تفسیر کبیر ص: ۳۴ ج: ۱۲/ صفوۃالتفاسیر ص: ۳۵۱ ج: ۱/معناًبحوالہ ابن کثیر ص: ۵۳ ج: ۱)

۱۹۳- یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۞

ترجمہ: ’’اے رسول جو کچھ آپکے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا آپ سب پہونچا دیجئے، اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے، تو آپنے اللہ کا ایک پیغام بھی نہیں پہونچایا، اور اللہ آپکو محفوظ رکھے گا لوگوں سے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے‘‘

شان نزول: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے بعثت سے سرفراز فرمایا تو مجھے یہ امر بڑا اہم معلوم ہوا۔ اور میں نے جان لیا کہ میری قوم کے افراد کچھ ایسے بھی ہوں گے جو میری تکذیب کریں گے، لیکن اسکے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فریضہ کے ادا کرنے میں لگے رہے۔ اور قریش و یہود اور نصاریٰ کو گاہے گاہے اور موقع موقع سے ڈراتے رہے، اس موقع سے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۱۵/ معالم التنزیل ص:۲۹۶ ج:۲/تفسیر کبیر ص:۴۸ ج:۱۲)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پیغامات میں

سے بعضے پیغام نہیں پہونچائے ہیں جو اللہ کی طرف سے آپکے پاس بھیجے گئے تو اس نے جھوٹ کہا۔ (فتح الباری ص:۲۷۵ ج:۸)

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو میں نے باادب عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی خاص بات ہے؟ فرمایا ہاں ایک صالح مرد میرا پہرا دے رہا ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اسی اثناء میں میں نے تلوار کی جھنکار سنی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کون؟ جواب ملا کہ ہم سعد اور حذافہ ہیں، ہم آپ کی حفاظت اور پہرہ داری کیلئے آئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خراٹے کی آواز کو سنا۔ اسی اثناء میں مذکورہ آیت اتری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے بعد فرمایا کہ اب تم لوگ چلے جاؤ۔ اللہ نے میری حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کچھ حفاظتی دستہ رہتا تھا، اور ابوطالب نے کچھ حفاظتی دستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے متعین کر رکھا تھا، تا کہ دشمنوں سے کسی طرح کی کوئی گزند نہ پہونچے۔

پھر جب مذکورہ آیت يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ (الی قولہ) لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ نازل ہوئی تو آپنے حضرت خواجہ ابوطالب سے فرمایا کہ اے چچا اب آپکی طرف سے حفاظتی دستہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اللہ نے میری حفاظت کا خود ہی وعدہ فرمالیا ہے

(زادالمسیر ص: ۳۹۶/۳۹۷ ج:۲/اسباب النزول ص:۱۱۶/۱۱۵

تفسیر کبیر ص:۴۸ ج:۱۲/قال الامام الرازی روی الحسن عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان اللّٰہ بعثنی برسالته فضقت بھاذرعاً وعرفت ان الناس یکذبونی والیھودوالنصاریٰ وقریش یخوفونی، فلمانزلت ھذہ الآیة زال الخوف بالکلیة" وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان ایام اقامته بمکة یجاھربعض القرآن ویخفی بعضه اشفاقاعلی نفسه من تسرع المشرکین الیه والی اصحابه، فلمااعز اللّٰہ الاسلام وایدہ بالمؤمنین قال له (یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک

من ربک) ای لا تراقبین احدا، ولاتترک شیئا ممانزل الیک خوفامن ان ینالک مکروہ تفسیر کبیر ص:۴۸ج:۱۲ صفوۃالتفاسیر ص:۳۵۵ج:۱، مختصرا روی ان رسول اللہ ﷺ کان یحرص حتی نزلت فخرج من قبۃ أدم وقال:انصرفواایھاالناس فقد عصمنی اللہ عزوجل(کشاف ص:۵۱۴ ج:۱/ للامام زمخشری علیہ الرحمہ بعضاومختصراً)

۱۹۴- لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہوداوران مشرکین کو پاویں گے اوران میں سے مسلمانوں کیساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو اپنے کونصاری کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست ہیں، اور بہت سے تارک الدنیا ہیں، اوراس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبرنہیں ہیں اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی پاتے ہیں، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ کر لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔

شان نزول: ان آیات میں مسلمانوں کے ساتھ عداوت یا مؤدت کے معیار سے ان اہل کتاب کا ذکر فرمایا گیا ہے، جو اپنی حق پرستی اور خداترسی کی وجہ سے مسلمانوں سے بغض وعداوت نہیں رکھتے تھے، مگران اوصاف کے لوگ یہود میں بہت کم تھے، جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ نصاریٰ میں ایسے لوگوں کی تعداد نسبتاً زیادہ تھی، خصوصاً آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ملک حبشہ کا بادشاہ اور وہاں کے حکام وعوام میں ایسے لوگوں کی بڑی تعداد تھی، اوراسی سب سے جب مکہ مکرمہ کے مسلمان قریش کے مظالم سے تنگ آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کا مشورہ دیا تھا، اور فرمایا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ حبشہ کا بادشاہ نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو کسی پر ظلم کرنے دیتا ہے، اسی لئے مسلمان کچھ عرصہ کیلئے حبشہ چلے جائیں۔

اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے پہلی مرتبہ گیارہ حضرات حبشہ کی طرف نکلے، جن میں حضرت عثمان غنی اوران کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ بھی شامل تھیں، اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک بڑا قافلہ جو عورتوں کے علاوہ بیاسی مردوں پر مشتمل تھا حبشہ پہونچ گیا، شاہ حبشہ اور وہاں کے باشندوں نے انکا شریفانہ استقبال کیا۔اور یہ لوگ امن وعافیت سے وہاں رہنے لگے۔

قریش مکہ کے غیض وغضب نے ان کو یہاں پر بھی چین سے نہ رہنے دیا کہ یہ لوگ کسی دوسرے ملک میں عافیت وچین کی زندگی گذار لیں۔انہوں نے اپنا ایک وفد بہت سارے ہدیئے اور تحفے دیکر شاہ حبشہ کے پاس روانہ کیا اور یہ درخواست کی کہ ان مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکالدیں مگر شاہ حبشہ نے حالات کی تحقیق کی، اور جعفر بن ابی طالب اورانکے رفقاء سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے حالات معلوم کئے، ان حالات اور تعلیمات اسلام کو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کے مطابق پایا جس میں حضرت خاتم الانبیاءؑ کی بعثت کا ذکر، اوران کی تعلیمات کا مختصر خاکہ اوران کا اورانکے صحابہ کا حلیہ وغیرہ مذکور تھا، اس سے متاثر ہو کر شاہ حبشہ نے قریشی وفد کے ہدیئے اور تحفے واپس کردیئے اوران کو صاف جواب دے دیا کہ میں ان لوگوں کو اپنے ملک سے نکلنے کا کبھی حکم نہیں دے سکتا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں اسلام اوراسکی تعلیمات کا مختصر مگر جامع خاکہ پیش کیا پھر ان حضرات کے قیام نے نہ صرف اس کے دل میں بلکہ وہاں کے حکام وعوام سب کے دل میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت وعظمت پیدا

کردی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، اور وہاں شاہ حبشہ کو آپکا اور صحابہ کرام کا مطمئن ہوجانا معلوم ہوا اور مہاجرین حبشہ نے بھی مدینہ طیبہ جانے کا عزم کیا تو نجاشی شاہ حبشہ نے ان کے ساتھ اپنے ہم مذہب نصاریٰ کے بڑے بڑے علماء و مشائخ کا ایک وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا جو ستر آمیوں پر مشتمل تھا، جن میں باسٹھ حضرات حبشہ کے، اور آٹھ آدمی شام کے تھے۔

یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک درویشانہ اور راہبانہ لباس میں ملبوس حاضر خدمت ہوا، رسول اللہؐ نے ان کو سورہ یٰسین پڑھ کر سنائی، یہ لوگ سنتے جاتے تھے، اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، سب نے کہا کہ یہ کلام اس کلام کے کتنا مشابہ ہے، جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا، چناں چہ یہ سب کے سب مسلمان ہوگئے۔

ان کی واپسی کے بعد شاہ حبشہ نجاشی نے بھی اپنے اسلام کا اعلان کردیا، اور اپنا ایک خط دیکر اپنے صاحبزادے کو ایک دوسرے وفد کا قائد بنا کر بھیجا۔ مگر سوئے اتفاق کہ یہ کشتی دریا میں غرق ہوگئی الغرض حبشہ کا بادشاہ اور حکام وعوام نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف شریفانہ اور عادلانہ سلوک کیا بلکہ بالآخر خود بھی مسلمان ہوگیا۔

جمہور مفسرین نے کہاہے کہ آیت جو ذیل میں موجود ہے انہیں حضرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى اور بعد کی آیات میں انکا خوف حق تعالیٰ سے رونا، اور حق کو قبول کرنا، بیان فرمایا گیا ہے، اسپر بھی جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ اگرچہ یہ آیات نجاشی اور اس کے بھیجے ہوئے وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن الفاظ میں عموم ہے۔ اسلئے اسکا حکم ان تمام نصاریٰ کو عام اور شامل ہے، جو اہل حبشہ کی طرح حق پرست اور انصاف پسند ہوں، یعنی جو اسلام سے پہلے انجیل کے متبع تھے، اور اسلام لانے کے بعد اسلام کے پیرو ہوگئے۔

یہود میں بھی اگرچہ چند حضرات اسی شان کے موجود تھے۔ جو عہد موسیٰؑ ہی سے تورات پر عامل رہے پھر اسلام لانے کے بعد اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، لیکن یہ اتنی کم تعداد تھی کہ امتوں اور قوموں کے ذکر کے وقت اسکو ذکر نہیں کیا جاسکتا ہے، باقی یہود کا حال

کھلا ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کی عداوت میں اور بیخ کنی میں سب سے آگے تھے اسی لئے صدر آیات میں یہود کا یہ حال بیان فرمایا: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ یعنی مسلمانوں کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں نصاریٰ کی ایک خاص جماعت کی مدح سرائی کی گئی ہے جو خداترسی اور حق پرستی کی حامل تھی، اسمیں نجاشی اور اسکے اعوان وانصار بھی داخل ہیں، اور دوسرے نصاری بھی، جو ان اوصاف کے حامل تھے، یا آئندہ زمانے میں داخل ہوں، لیکن یہ معنی نہ آیات سے ماخوذ ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں، کہ نصاریٰ خواہ کیسے بھی گمراہ ہوجائیں اور اسلام دشمنی میں خواہ کتنے ہی سخت اقدام کریں، ان کو بہر حال مسلمانوں کا دوست سمجھا جائے، اور مسلمان ان کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں، کیونکہ یہ بداہۃً غلط اور حقیقت کے قطعاً خلاف ہے، اسی لئے امام ابوبکر حصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ بعض جاہل جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ان آیات میں مطلقاً نصاری کی مدح ہے اور وہ علی الاطلاق یہود سے بہتر ہیں، یہ سراسر جہالت ہے، کیونکہ عام طور پر جب دونوں جماعتوں کے مذہبی عقائد کا موازنہ کیا جائے تو نصاریٰ کا مشرک ہونا زیادہ واضح ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے عام معاملات کو دیکھا جائے تو آج کل کے عام نصاریٰ نے بھی اسلام دشمنی میں یہودیوں سے کم حصہ نہیں لیا، ہاں یہ صحیح ہے کہ نصاریٰ میں ایسے لوگوں کی کثرت ہوئی ہے، جو خداترس اور حق پرست تھے، اسکے نتیجے میں ان کو قبول اسلام کی توفیق ہوئی، اور یہ آیات ان ہی دونوں جماعتوں میں واضح فرق بیان کرنے کیلئے نازل ہوئی ہیں، خود اسی آیت کے آخر میں قرآن نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا: ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ یعنی جن نصاریٰ کی مدح ان آیات میں کی گئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ علماء اور خداترس اور تارک الدنیا حضرات ہیں، اور ان میں تکبر نہیں کہ دوسروں کی بات پر غور کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ مقابلہ سے معلوم یہ ہوا کہ یہود کے یہ حالات نہ تھے، ان میں خدا پرستی اور خداترسی نہ تھی، ان کے علماء نے بجائے ترک دنیا کے اپنے علم کو صرف ذریعہ معاش بنالیا تھا، اور طلب دنیا میں ایسے مست ہوگئے

تھے کہ حق وناحق اور حرام وحلال کی بھی پرواہ نہ تھی۔ [۱]

ابن کثیر ص: ۵۳۹ ج: ۱ / نزلت هذه الآيات في النجاشي وأصحابه الذين حين تلاعليهم "جعفربن ابی طالب" بالحبشة القرآن بكواحتى خضلو الحاهم (ابن كثير)

۱۹۵- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں، ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو، اور حدود سے آگے مت نکلو! بے شک اللہ تعالیٰ حد سے آگے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے، اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمکو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے وعظ فرمایا، اور قیامت کی ہولنا کی کو بیان کیا، جسکی وجہ سے حضرات صحابہ کرامؓ مارے غم کے رونے لگے۔ اس کے بعد جب وعظ ختم ہو گیا تو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حضرت عثمان ابن مجیؓ کے گھر میں جمع ہوئی، جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوذرؓ، حضرت سالم مولیٰ ابی حذافہ، اور مقداد بن اسودؓ اور سلمان فارسیؓ اور معقل بن مضرؓ تھے، ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ قیامت کی خوفنا کیوں سے بچنا یہ اس وقت ہوسکتا ہے کہ ہم عبادت میں کثرت کریں، اور اسکی صورت یہ ہے کہ دن بھر تو ہم لوگ روزہ رکھیں، اور رات میں قیام کریں اور بستر اور عورت کے بالکل قریب نہ جائیں،

---

[۱] معارف القرآن ص:۲۱۸تا۲۱۶ ج:۳/معالم التنزيل ص:۲۹۰تا۲۸۸ ج:۲ زادالمسير ص:۴۰۸ ج:۳/ مختصراً زادالمعاد ص:۳۳تا۲۹ ج:۳ رحمة للعالمين ص:۵۹/۵۷ ج:۱/ تفسير كبير ص:۶۸تا۶۶ ج:۱۲/صفوة التفاسير ص:۳۶۲ ج:۱

اور گوشت اور لذیذ چیزوں کو چھوڑ دیں، اوراذکار واوراد کولازم پکڑلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان حضرات کی باتیں پہونچیں تو آپنے ان تمام کو جمع فرمایا اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتلادوں جسکے کرنے کا تم نے فیصلہ کیا ہے۔ اور سنو! وہ باتیں یہ ہیں، ان لوگوں نے کہاہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لیکن ہمارا مقصداس سے صرف خیراور بھلائی حاصل کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم لوگوں کے اوپر تم لوگوں کے نفس کا بھی حق ہے۔ لہٰذا روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو، اور قیام بھی کرو، اور سوؤ بھی، اور سنو! میں قیام بھی کرتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور روزہ بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں، اور گوشت بھی کھاتا ہوں، جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اوران کو جمع کیا، اوران کے سامنے تقریر فرمائی، تقریر کے خاص خاص جملے یہ تھے، کہ نہ جانے لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اپنے اوپر عورتوں کو، اور کھانے کو، اور پاکیزہ چیزوں کو، اور دنیا کی لذات کو بلاکسی وجہ کے حرام کر لیتے ہیں، اور سنو! میری طرف سے بالکل یہ حکم نہیں ہے کہ تم رہبانیت اور قسیسین کی صفت اختیار کرلو کیونکہ ہمارے دین اور ہماری شریعت میں گوشت کا چھوڑنا، اور عورت سے ترک تعلق وغیرہ بالکل روا نہیں ہے۔ توتم بھی اپنے آپکو غیر معمولی مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ تم سے پہلی قومیں ان ہی چیزوں کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں، کہ انہوں نے اپنے سلسلہ میں تشدد برتا، اللہ نے بھی اس کیساتھ سختی کا معاملہ کیا۔ اور تمہارے لئے جو کام کرنے کے ہیں وہ یہ ہیں کہ تم حج کرو، اور عمرہ ادا کرو، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو۔ اور رمضان شریف کا روزہ رکھو، اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، ایک مرتبہ حضرات صحابہ نے آنحضرتؐ سے یہ دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ اپنی قسموں کا کیا کریں، یعنی ہم تو اپنی قسم میں حانث ہوگئے، تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یعنی۔

۱۹۶- لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ

يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَ
احْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر، لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ جن قسموں کو تم نے مستحکم کر دیا۔ سو اسکا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کیلئے دیا کرتے ہو، یا ان کو کپڑا دینا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے، اور جسکو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھالو، اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان کرتے رہتے ہیں، تاکہ تم شکر کرو''

شان نزول: ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب میں گوشت کھالیتا ہوں تو عورتوں کی طرف رغبت زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس لئے میں نے گوشت کو اپنے لئے حرام کرلیا ہے، (ممکن ہے اس وقت ان کی شادی نہ ہوئی ہو یا ہوئی بھی ہو تو بیوی کے ساتھ اسقدر مشغول ہوجاتے ہوں کہ دوسری عبادات واجبہ میں کوتاہی ہوتی ہو) اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی یعنی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (الی قولہ) مُؤْمِنُوْنَ

۲-عبداللہ بن رواحہ کے پاس ایک دن مہمان آیا اتفاق سے عبداللہ بن رواحہ حاضر نہ تھے، تھوڑی دیر کے بعد جب وہ تشریف لائے تو بیوی سے دریافت کیا کہ کیا مہمان نے کھانا کھالیا؟ تو بیوی نے عرض کیا کہ آپکے انتظار میں ابتک مہمان کو کھانا نہ کھلاسکی، اس پر عبداللہ بن رواحہؓ برہم ہوئے، اور کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی، بیوی نے کہا کہ تم نہیں کھاؤ گے تو مجھ پر بھی کھانا حرام ہے۔ اس پر مہمان نے کہا کہ تم دونوں کھانا نہیں کھاؤ گے تو مجھ پر بھی کھانا حرام ہے، عبداللہ بن رواحہؓ نے جب یہ صورت دیکھی تو بیوی سے عرض کیا کہ کھانا حاضر کرو۔ اور اللہ کا نام لیکر شروع کرو۔ پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ سے باخبر کیا آپنے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا، اس وقت یہ آیت یعنی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تُحَرِّمُوْا - إلى قوله تعالیٰ مومنون- آیت نمبر ۸۷ / ۸۸ / نازل ہوئیں پھر اسکے بعد لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَيْمَانِكُمْ الخ کی تلاوت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ دونوں آیات اسی موقع سے نازل ہوئیں۔

زادالمسیر ص:۴۱۰/۴۱۱ ج:۲/اسباب النـزول ص:۱۱۷ معالم التنزیل ص:۲۹۲، ۲۹۳/اسباب النزول میں صرف سبب نزول نمبر ۱/نمبر ۲/ بیان کیا گیا ہے،اورزادالـمسیـر اورمعالم التنـزیل میں مکمل تـفسیـرات احمدیه ص:۲۳۸/قال الشیخ ملاجیون المسمی بشیخ احمد ، وکانوا حلفوا علی تحریم الطیبات علی ظن انه قربة فلما نزلت تلک الآیة یعنی قوله تعالیٰ لاتحرموا طیبات ماحل الله - قالو فکیف بأیماننافنزلت لایواخذکم الله باللغوفی ایمانکم-الی قوله- تشکـرون-(احمدیه) صفوة التـفاسیـر ص: ۳۶۲ ج:۱/طبری ص:۵۱۴ ج:۱/التفسیر الکبیر ص:۷۰ ج:۱۲/ وایضًا فی الکبیر ص:۷۳ کلام واضح بین الآیتین هو هذا-قال الامام فخر الدین الرازی: ان سبب نزول الآیة الاولی هذا: ان قومامن الصحابة حرموا علی انفسهم المطاعم والملابس واختاروا الرهبانیة وحـلفـواعلی ذالک فلما نهـاهم الله تـعالیٰ عـنها بقوله لاتـحرموا- قالوا یارسول الله فکیف نصنع بأیماننا انزل الله هذه الایـة (لایواخذکم الله باللغو- الخ تـفسیـرکبیـر ص:۷۳ ج:۱۲/والتفصیل ماحرمواعلی انفسهم علی ص:۷۰ ج:۱۲ فی هذاالکتاب.

۱۹۷- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمه: ''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل دور رہو کہ تم کو نجات حاصل ہو''

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- سعد بن ابی وقاص کا ایک مرتبہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے پاس آنا ہوا، وہاں کچھ کھانے پینے کا دور چلا، اور مئے نوشی اور بادہ خواری بھی ہوئی اس وقت شراب کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی، حضرت سعد بن ابی وقاص نشہ میں سرشار ہوکر بول پڑے کہ مہاجرین انصار سے بہتر ہیں، پھر اونٹ کے جبڑے کی ایک ہڈی ایک آدمی کو دے ماری، جس سے اسکی ناک زخمی ہوگئی، اور ظاہر ہے کہ یہ جو کچھ ہوا شراب کے نشہ میں ہوا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا، اور ساری باتیں بتائی گئیں، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کہا کہ اے اللہ ہمارے لئے شراب کے باب کو واضح فرما۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- مسلمانوں کی اور صحابہ کرام کی ایک جماعت نے ایک مرتبہ مئے نوشی کی جسکے نتیجے میں آپس میں خوب کشا کشی ہوئی۔ اور معاملہ اتنا بڑھا کہ قتل وقتال تک کی نوبت آگئی، اور ہر طرف تلواروں کی جھنکار سنائی دی جانے لگی، اور وہ تمام چیزیں پیش آگئیں جسے اللہ ناپسند کرتے ہیں اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

۴- انصار کے دو قبیلوں نے مئے نوشی کی مجلس سجائی جس میں ہر ایک نے مزے لے کر شراب پی، اور پلائی، اور سب نشے میں مست ہوگئے، جسکے نتیجے میں بیہودہ گوئی اور فضول بکواس، اور مار دھاڑ میں مبتلا ہوگئے اور اس کے نتیجے میں آپس میں حسد، بغض، نفرت، عداوت جیسے فاسد امراض پیدا ہوگئے، حالانکہ وہ آپس میں سب بھائی بھائی تھے، نہ ان میں کدورت تھی نہ ہی عداوت ودشمنی۔ بس تھوڑی دیر پہلے کچھ تھے اور تھوڑی دیر بعد کچھ ہوگئے، چناں چہ اسلامی اخوت کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اور یہ تمام چیزیں شراب پینے اور پلانے کے نتیجے میں ہوئیں۔

(اسباب النزول ص:۱۱۸/ زاد المسیر ص:۴۱۷/۱۶۴ ج:۲/ تفسیرات احمد ص:۲۴۲ معالم التنزیل ص:۲۹۸/ مختصراً)

روح المعانی ص:۱۷ ج:۷ ابن کثیر مختصراً ص:۸۷ ج:۲، ابن کثیر نے کہا ہے کہ مذکورہ آیت نمبر ۹۰ اور اس سے متصل آیت نمبر ۹۱ دونوں ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہیں

نزول کا سبب مذکور ہوا۔ نیز علامہ واحدی نے مذکورہ سبب نزول کے علاوہ مزید سبب نزول بیان کیا ہے اسباب ص:۱۱۸ دیکھئے تفسیر کبیر ص:۸۱ ج:۱۲، بعضا هو هذا: **روی انه لما نزل قوله تعالى (یاایها الذین أمنو الاتقربو الصلوة وانتم سکاری) قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه: اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا فلما نزلت هذه الآیة قال عمر انتهینا یا رب (کبیر)**

۱۹۸- **لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾**

ترجمہ: نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں، جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں، اور ایمان رکھتے ہوں، اور نیک کام کرتے ہوں، پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں، اور ایمان رکھتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں، اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوں کاروں سے محبت رکھتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱- حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جس دن شراب کی حرمت نازل ہوئی، اس سے کچھ پہلے میں لوگوں کو ابوطلحہ کے گھر میں شراب پلا رہا تھا، اور وہ شراب تر کھجور اور خشک کھجور، اور انگور کی بنی ہوئی تھی، اسکے بعد اچانک ایک آواز لگانے والے نے ایک آواز لگائی کہ **ان الخمر قد حرمت** یعنی قطعی طور پر شراب کو حرام قرار دیدیا گیا ہے، چنانچہ یہ آواز سنتے ہی عاشقان نبیؐ نے محبوب ترین چیز شراب کے دریا بہادیئے۔ ابوطلحہؓ نے کہا کہ شراب کے مٹکے باہر لے جاؤ اور اسے بہادو۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی، اور بہادیا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بہت سارے حضرات صحابہ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوگئے کہ اخیر زندگی اور آخری سانس تک شراب پیتے

رہے، پھر جب حرمت کی آیت نازل ہوئی یعنی اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ -الخ - تو کچھ صحابہ کرام کے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ ہمارے وہ احباب جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہو چکے ہیں کہ جو آخری سانس تک شراب پیتے رہے، آخر انکا کیا ہوگا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۲۰ / زادالمسیر ص:۱۹۴ ج:۲ / بعضاً اعنی الثانی معالم التنزیل ص:۳۰۰ ج:۲)

علامہ بغوی نے معالم میں اس اضافہ کیساتھ بیان کیا ہے کہ حضرات صحابہ نے شراب کی حرمت والی آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوگا جو اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ شراب بھی پیتے تھے، اور جوا بھی کھیلتے تھے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی،

تفسیر کبیر ص:۸۳ ج:۱۲ قال الامام الرازی: قالت الصحابة : ان اخواننا كانوا قد شربوا الخمر يوم احدثم قتلو فكيف حالهم فنزلت هذه الآية والمعنى ليس على الذين أمنو -اى لا اثم عليهم فى ذالک لانهم شربوها حال ماكان محللة- (ف) وهذه الآية مشابهة لقوله تعالىٰ فى نسخ القبلة من بيت المقدس الى الكعبة (وما كان الله ليضيع ايمانكم) اى انكم حين استقبلتم بيت المقدس فقد استقبلوه بأمرى فلا اضيع ذالک، كماقال (فاستجاب لهم ربهم انى لااضيع عمل عامل منكم من ذكراوانثى) تفسير كبير ص:۸۳ ج:۱۲ صفوة التفاسير ص:۳۶۴ ج:۱ ،بحواله التسهيل لعلوم التنزيل ص:۱۸۷ ج:۸/بعضاً الثانى فتح البارى شرح بخارى للحافظ بن حجر عسقلانى ص:۲۷۸ ج:۲/سبب نزول اول، عن انس الخ حديث نمبر ۴۶۲۰

۱۹۹- قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰

ترجمہ: ’’آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تمکو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم کامیاب ہو‘‘

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول سے متعلق بعض روایت میں ہے کہ جب اسلام میں شراب کو حرام قرار دے دیا گیا، اسی طرح اسکی خرید وفروخت کو بھی یکسر حرام قرار دیدیا گیا، تو ایک شخص نے جسکا کاروبار ہی شراب فروشی تھا، اور اسکے ذریعہ اس نے کچھ مال جمع کر رکھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ یہ اموال جو شراب کی تجارت کے نتیجے میں میرے پاس جمع ہوئے ہیں، اگر میں ان کو کسی نیک کام میں خرچ کروں تو کیا میرے لئے مفید ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اسکو حج اور جہاد جیسی عبادت میں بھی خرچ کروگے تو بھی وہ اللہ کے یہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی قیمت نہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ پاک اور حلال چیز کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کرتے، اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۴۲۳ ج:۲/ اسباب النزول ص:۱۲۰/ معارف القرآن ص:۲۴۲ ج:۳/ روح المعانی ص:۳۷ ج:۷)

۲۰۰- يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو، اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم پر ظاہر کردی جاویں گی، سوالات گذشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیئے، اور اللہ بڑی مغفرت والے ہیں اور بڑے حلم والے ہیں۔

شان نزول: مذکورہ آیت کا شان نزول مسلم کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو اقرع بن حابس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت فرمایا کہ کیا ہر سال ہمارے ذمہ حج فرض ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے سوال کا جواب نہ دیا تو پھر دوبارہ سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرتبہ بھی سکوت فرمایا، انہوں نے تیسری بار پھر سوال کیا تو اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب کے ساتھ تنبیہ فرمائی کہ اگر میں تمہارے سوال کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ ’’ہاں‘‘ ہر سال حج فرض ہے تو ایسا ہی ہوجاتا،

اور پھر تم اسکو پورا نہ کر سکتے پھر ارشاد فرمایا کہ جن چیزوں کے متعلق میں تمہیں کوئی حکم نہ دوں، ان کو اسی طرح رہنے دو، ان میں کھود کرید کر کے سوالات نہ کرو۔ تم سے پہلے بعض امتیں انہیں کثرت سوالات کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں کہ جو چیزیں اللہ اور اسکے رسول نے فرض نہ کی تھیں، سوال کر کر کے ان کو فرض کرا لیا، اور پھر اسکی خلاف ورزی میں مبتلا ہو گئے تمہارا وظیفہ تو یہ ہونا چاہئے کہ جس کا میں حکم دوں اس کو مقدور بھر پورا کرو۔ اور جس چیز سے منع کروں اسکو چھوڑ دو۔ (مراد یہ ہے کہ جن چیزوں سے سکوت کیا جائے ان کے متعلق کھود کرید نہ کرو)

دوسرا واقعہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ کچھ اسلام دشمن منافقین وغیرہ آپ سے استہزاءً بے معنی سوال کرتے تھے۔ چنانچہ ایک آدمی نے یہ کہا جب کہ اس کا اونٹ غائب ہو گیا تھا کہ ہمارا اونٹ کہاں ہے؟ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، کبھی کوئی دریافت کرتا کہ میرا باپ کون ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن حذافہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کو یہ واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ لوگ ان کو ان کے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کر کے پکارتے ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ اور کوئی یہ سوال کرتا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا جہنم میں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

نوٹ: آخر کے دو سوال صرف زاد المسیر و فتح الباری میں ہیں۔

۲۰۱ - يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے، وہ تمکو بتلا دیں گے جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

[1] روح المعانی ص:۳۹ ج:۷/زاد المسیر ص:۴۳۴/۴۳۵ ج:۲/اسباب النزول ص:۱۲۰/۲۱۲ معارف القرآن ص:۳۴۵ ج:۳/معالم التنزیل ص:۳۱۰/۳۱۱ ج:۲/فتح الباری ص:۲۸۰ ج:۸/ بعضاً تفسیر کبیر ص:۱۰۶ ج:۱۲/تفصیلاً

۱-آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ہجر کی جانب ایک ہدایت نامہ لکھا، اور منذر بن ساویؓ کو یہ ہدایت نامہ دیکر انکے پاس روانہ کیا، ہدایت نامہ کا حاصل یہ تھا کہ- وہ اسلام قبول کریں، اور اگر اسلام سے انکار کریں تو جزیہ ادا کریں، چنانچہ جب ہدایت نامہ ان کے پاس پہونچا تو انہوں نے اس ہدایت نامہ کو عرب اور یہود اور نصاریٰ اور مجوس کے خاص آدمی پر پیش کیا، چنانچہ ان لوگوں نے جزیہ دینے کو منظور کرلیا، اور اسلام کا انکار کردیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کی خدمت میں دوسرا ہدایت نامہ بھیجا جس کا خاص مضمون یہ تھا کہ عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا جائیگا، بلکہ عرب کیلئے لازم ہے کہ یا تو اسلام قبول کریں، یا تلوار، اور جزیہ تو صرف اہل کتاب اور مجوسی کیلئے ہے، چنانچہ وہ ہدایت نامہ جب ان کے پاس پہونچا۔ تو عرب نے اسلام قبول کرلیا، اور یہود و مجوس نے جزیہ دینا منظور کرلیا، اس پر منافقین مکہ نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عجیب آدمی ہیں، ایک جماعت کے بارے میں تو یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ اسلام نہ لے آئیں اس وقت تک قتل وقتال کیا جائیگا اور مجوسی اور یہود وغیرہ سے جزیہ قبول کرتے ہیں، حالاں کہ انہیں بھی اسلام پر مجبور کرسکتے تھے چناں چہ یہ بات مسلمانوں پر بہت شاق گزری، کیونکہ ابھی تک مکہ میں بہت سارے وہ لوگ تھے جو کسی نہ کسی درجہ میں مسلمانوں کے رشتے دار اور قرابت دار تھے، اس وقت مذکورہ آیت اتری۔

۲-ایک آدمی جب اسلام قبول کر چکا تو منافقوں نے اس سے کہا کہ تو نے اپنے آباء واجداد کو بے وقوف بنایا ہے۔ اور ان کے بتلائے ہوئے راستے سے ہٹ گیا ہے، گویا تو نے ان کو گمراہ سمجھا جبکہ تیرے لئے مناسب یہ تھا کہ ان کی مدد کرتا، ان کے طریقہ کے مطابق زندگی بھر عمل کرتا، اور ان کے طریقہ نماز کی ترویج واشاعت کرتا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۲۱/ زادالمسیر ص:۴۴۱ ج:۲/ روح المعانی ص:۳۶ ج:۷/ مختصراً وبعضاً تفسیر کبیر ص:۱۱۲/۱۱۱ ج:۱۲)

۲۰۲- يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ

اَنۡتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَاَصَابَتۡكُمۡ مُّصِیۡبَةُ الۡمَوۡتِ ؕ تَحۡبِسُوۡنَهُمَا
مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِیۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوۡ
كَانَ ذَا قُرۡبٰی ۙ وَ لَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو، وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں، اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اور اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو، پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے، اور اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو- پھر دونوں قسم کھاویں خدا کی، کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے، اگر چہ کوئی قرابت دار بھی ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کی بات کو ہم پوشیدہ نہیں کریں گے، ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے۔

شان نزول: ایک شخص بدیل نامی جو مسلمان تھا، دو شخصوں یعنی تمیم اور عدی کیساتھ جو اس وقت نصرانی تھے، بغرض تجارت ملک شام کی طرف گیا تھا، شام پہونچ کر بدیل بیمار پڑ گیا، اس لئے اپنے اسباب و اموال کی فہرست لکھ کر سامان میں رکھدی، اور اپنے دونوں رفیقوں کو اطلاع نہ کی، مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے اپنے دونوں نصرانی رفقاء کو وصیت کی کہ کل سامان میرے وارثوں کو پہونچا دینا، انہوں نے سامان بدیل کے وارثوں کے حوالہ کر دیا مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا ملمع اور نقش ونگار تھا، اس میں سے نکال لیا، وارثوں کو فہرست اسباب میں سے دستیاب ہوئی، انہوں نے اوصیاء سے یعنی ان شخصوں سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا، یا کچھ زیادہ بیمار پڑا کہ معالجہ وغیرہ میں خرچ ہوا ہو، ان دونوں نے اسکا جواب نفی میں دیا۔ آخر کار معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے، تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں سے کسی طرح خیانت نہیں کی ہے، نہ ہی کوئی چیز اسکی چھپائی ہے آخر قسم پر فیصلہ ہوا، اور ان کی راہ چھوڑ دی گئی کچھ مدت کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں کسی سنار کی معرفت فروخت کیا۔ جب سوال ہوا تو کہنے

لگے کہ میں نے میت سے خرید لیا تھا، چونکہ خریداری کے وقت گواہ موجود نہ تھے، اس لئے پہلے ہم نے اسکا ذکر نہ کیا مبادا ہماری تکذیب کردی جائے۔

میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا، اب پہلی صورت کے برعکس اوصیاء خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے، شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا، اور یہ دونوں نصرانی اپنی سابق قسم میں جھوٹے ہیں چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم پر) وہ وارثوں کو دلائی گئی۔

(معارف القرآن ص:۲۵۴ ج:۳/اسباب النزول ص:۱۲۲/۱۲۱ زاد المسیر ص:۴۴۴ ج:۲)

علامہ جوزی نے میت کا نام بزیل بن ابی ماریہ لکھا ہے، جو عاص بن وائل کا غلام تھا، جسے عاص نے آزاد کردیا تھا، جبکہ پچھلی عبارت میں بدیل دال کے ساتھ نام گزرا ہے۔ ممکن ہے بزیل ہی ہو، لیکن نقطہ کے ہیر پھیر کی وجہ سے ذال کا سرا اوپر کے بجائے نیچے کی جانب لکھا گیا ہو جسکی وجہ سے بزیل ہو گیا ہو اور ممکن ہے کہ بدیل ہی ہو، اور بدیل ہی زیادہ قرین قیاس ہے، کیونکہ معالم میں علامہ بغوی نے اور روح المعانی میں علامہ آلوسی نے بدیل ہی لکھا ہے، معالم ص:۳۱۶-۳۱۵ روح المعانی ص:۵۳ ج:۷ اسی طرح علامہ امام فخر الدین رازی نے بھی بدیل ہی لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بدیل ہی درست ہے۔ علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اتفقوا علی ان سبب نزول هذه الآیة ان تمیما الداری واخاه عدیا کا نا نصرانیین خرجا إلی الشام ومعهما مولیٰ عمرو بن العاص وکان مسلماً مهاجراً خرجو للتجارة فلماقدموا الشام مرض بدیل فکتب کتابا-الخ ماتقدم التفسیر الکبیر ص:۱۱۴ ج:۱۲۔

۲۰۳- فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: ''پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں ہی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں جہاں وہ دنوں کھڑے ہوئے تھے۔ یہ دو اور کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے، اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا کہ ہم اس حالت میں ظالم ہوں گے''

شان نزول: حضرات مفسرین نے بیان فرمایا کہ جب پہلی آیت یعنی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ -الخ آیت نمبر ۱۰۶/ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی اور تمیم کو طلب فرمایا اور ان دونوں سے منبر کے پاس قسم لی کہ وہ اس طرح سے قسم کھائیں کہ ان دونوں نے ان میں سے کسی بھی چیز کے اندر خیانت نہیں کی ہے جو چیزیں ان دونوں کے حوالہ کی گئی تھیں چنانچہ ان دونوں نے قسم کھالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا، اور مزید کوئی اور قانون دونوں پر نافذ نہیں کیا- پھر جب برتن یعنی چاندی کا وہ پیالہ جسے ان دونوں نے ایک سنار کے سپرد کردیا تھا، اور بدیل کے ورثہ کو معلوم ہوگیا تو پھر معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچا چنانچہ دونوں کو دوبارہ حاضر خدمت ہونا پڑا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، یعنی فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓی اَنَّھُمَا اسْتَحَقَّآ

زادالمسیر ص: ۴۴۹ ج: ۲/لابن جوزی قال الشیخ فخرالدین الرازی فی تفسیرہ الکبیر ص: ۱۱۹ ج: ۱۲ ھکذا-والتفصیل، قیل: لمّا طالت المدۃ اظہر الاناء فبلغ ذالک بنی سہم فطالبوھما فقالا کنا قد اشتریناہ منہ فقالوا الم نقل لکم ھل باع صاحبکما شیئا فقلتما لا، فقالا لم یکن عندنا بینۃ فکرھنا ان نعتر فکتمنا فرفعوا القصۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانزل اللہ تعالیٰ فان عثر علی انھما-الی آخرہ-الآیۃ۔

فائدہ: بعدنزول ھذہ الأیۃ-قام عمرو بن عاص والمطلب بن ابی رفاعہ السھمیان فحلفنا باللہ بعد العصر فدفع الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاناء الیھما والی اولیاء المیت وکان تمیم الداری یقول بعدما اسلم: صدق اللہ ورسولہ اذا اخذت الاناء فاتوب الی اللہ تعالیٰ، وعن ابن عباس انہ بقیت تلک الواقعۃ مخفیۃ الی ان

اسلم تمیم الداری فلما اسلما اخبر بذالک وقال: حلفت کاذبا وأنا وصاحبی بعنا الاناء بالف وقسمنا الثمن ثم دفع خمسمائة درهم من نفسه ونزع من صاحبه خمسمائة اخری ودفع الالف الی موالی المیت تفسیر کبیر ص: ۱۲۰ /۱۱۹ ج:۱۲۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الانعام

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورہ انعام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ پوری سورت بجز چند آیات کے بیک وقت مکہ میں اسطرح نازل ہوئی ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے جلو میں تسبیح پڑھتے ہوئے آئے تھے، ائمہ تفسیر میں سے مجاہدؒ کلبیؒ قتادہؒ وغیرہ کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔

ابواسحاق اسفرائنی نے فرمایا کہ یہ سورت توحید کے تمام اصول وقواعد پر مشتمل ہے۔اس سورت کو کلمہ الحمدللہ سے شروع کیا گیا جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور مراد اس خبر سے لوگوں کو حمد کی تعلیم دینا ہے، اور تعلیم کے اس طرز خاص میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ کسی کی حمد وتعریف کا محتاج نہیں، کوئی حمد کرے یا نہ کرے وہ اپنے ذاتی کمال کے اعتبار سے خود بخود محمود ہے اس جملے کے اندر آسمان اور زمین اور اندھیرے، اجالے کے پیدا کرنے کا ذکر فرما کر اس کے محمود ہونے کی بھی دلیل بتادی کہ جو ذات اس عظیم قدرت وحکمت کی حامل ہے وہی حمد وتعریف کی مستحق ہوسکتی ہے۔(معارف القرآن)

۲۰۴-وَ لَوۡ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ كِتٰبًا فِىۡ قِرۡطَاسٍ فَلَمَسُوۡهُ بِاَيۡدِيۡهِمۡ لَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۷

ترجمہ: اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اسکو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔

شان نزول: مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم آپ پر اس

وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک آپ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب نہ لے آئیں اور اس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس بات کی شہادت دیں کہ وہ کتاب اللہ کی جانب سے ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۷ ج:۳ / اسباب النزول ص:۱۲۲ معالم التنزیل ص:۷۳۳ ج:۲)

۲۰۵- وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸

ترجمہ: اور یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا، اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیجدیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا، پھر ان کو ذرا مہلت نہ دیجاتی۔

شان نزول: مذکورہ آیت نضر بن حارث، عبداللہ بن ابی امیہ، نوفل بن خویلد کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ کیوں نہ نازل کئے گئے ان پر فرشتے جس کے نتیجے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتے۔ (زاد المسیر ص:۸ ج:۳)

۲۰۶- وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۳

ترجمہ: اللہ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں اور وہی بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

شان نزول: ایک مرتبہ کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر یہ عرض کیا کہ، ہم اپنے تئیں یہ سمجھتے ہیں کہ آپ جو کچھ بھی تگ ودو اور دوڑ بھاگ کر رہے ہیں اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں اس کی وجہ آپکی معاشی تنگی ہے اور کچھ بھی نہیں لہٰذا ہم آپ کیلئے مال کا ایک خاصہ حصہ اکٹھا کئے دیتے ہیں جس سے آپ مالدار شخص کہے جانے لگیں گے، لیکن آپ جس چیز کے درپے ہیں اس سے بعض آجائیں۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۲۲)

۲۰۷- قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: آپ کہئے کہ سب سے بڑھ کر گواہی دینے کیلئے کون سی چیز ہے۔آپ کہئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس کو یہ قرآن پہونچے سب کو ڈراؤں کیا تم سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں، آپ کہد یجئے کہ میں تو گواہی دیتا ہوں آپ کہد یجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

شان نزول: کفار مکہ اور روسائے مکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد! جس چیز کے تم دعویدار ہو اس سلسلے میں ہم کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتے کہ جو تمہاری تصدیق کرتا ہو اور اس سلسلے میں ہم نے یہود و نصاریٰ سے بھی دریافت کیا ہے ان کے جواب کا حاصل بھی یہی رہا ہے کہ تمہارے پاس کوئی واضح حقیقت نہیں ہے اور نہ اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی ذکر و نصیحت نازل ہوئی ہے، تو اب ہمیں تم ایسا کوئی آدمی بھی تو دکھاؤ جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۱۳ ج:۳/اسباب النزول ص:۱۲۲/المقتطف ص:۱۰۴ ج:۲/معالم التنزیل ص:۴۴۳ ج:۲)

۲۰۸-وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ‌ۚ وَجَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا‌ ؕ وَاِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا‌ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوۡكَ يُجَادِلُوۡنَكَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۲۵﴾

۲۰۹-وَهُمۡ يَنۡهَوۡنَ عَنۡهُ وَيَنۡـــَٔوۡنَ عَنۡهُ‌ۚ وَاِنۡ يُّهۡلِكُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اور ان میں بعضے ایسے ہیں کہ آپکی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اسکو سمجھیں اور ان کے کانوں

میں ڈانٹ دے رکھی ہے اور اگر وہ لوگ دلائل کو دیکھ لیں اس پر بھی ایمان نہ لاویں یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہے۔

ترجمه: اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور دور رہتے ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کررہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔

شان نزول: وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ (الی قوله) إِنْ هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِين

ایک مرتبہ مشرکین میں سے چند افراد جن میں عتبہ، شیبہ، نضر بن حارث، امیہ اور ابی بن خلف تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو غور سے سننے لگے اسی اثناء میں یہ لوگ نضر بن حارث کی طرف مخاطب ہوئے اور عرض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کہتے ہیں نضر بن حارث نے کہا اس کعبہ کی قسم! مجھے کچھ پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ کیا کہتا ہے اتنا تو ضرور محسوس کرتا ہوں کہ اسکے دونوں ہونٹ ہلتے رہتے ہیں جب وہ کچھ کہتا ہے اور سنو یہ جو کچھ بھی کہتا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ گذرے ہوئے لوگوں کے قصے ہیں جیسا کہ میں تم سے گذرے ہوئے لوگوں کے قصے بیان کرتا تھا، اور نضر بن حارث زمانہ ماضیہ کے واقعات پر گہری نگاہ رکھتا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُّهْلِكُوْنَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمه: ذکر کیا جاچکا۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ آیت رسول اللہ کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کی ایذا رسانی سے آپ کو روکتے اور آپ کی حمایت کرتے تھے مگر نہ قرآن پہ ایمان لاتے اور نہ اس پر عمل کرتے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ یہی عمرو بن دینار اور عطا بن دینار اور قاسم بن مخیرہ کا قول ہے، اور امام تفسیر حضرت مقاتل

نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے محترم چچا ابو طالب کو دعوت اسلام دے رہے تھے اسی اثناء میں قریش کی ایک جماعت خواجہ ابو طالب کے پاس حاضر ہوئی جنکا مقصد رسول اللہ ﷺ کو گزند پہونچانا تھا۔ اس جماعت نے ابو طالب سے یہ مطالبہ کیا کہ حضور ﷺ کو ان کے سپرد کردیں تا کہ انہیں قتل کر کے اس نئے فتنے کا قلع قمع کر دیا جائے جس میں محمد ﷺ روز بروز آگے بڑھتا جا رہا ہے ابو طالب نے کہا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے اور میں اس بات کو کیونکر برداشت کرسکتا ہوں اس پر قریش کی جماعت نے کہا آپ کے برادر زادہ اور بھتیجے کے عوض میں ہم ایک بہترین جوان دینا چاہتے ہیں، لیکن خواجہ ابو طالب نے یہ کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا اور حضور ﷺ کی طرف مخاطب ہوکر یہ عرض کیا یہ لوگ کبھی بھی تمہیں گزند نہیں پہونچا سکتے ہیں ہاں یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مٹی مجھ کو ڈھانپ لے۔ آپ اپنا کام کئے جائیں آپ پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور خوشخبری ہے اور اپنی آنکھ کو ٹھنڈی کئے جائیں اور آپ نے جو دین پیش کیا یہ یقیناً تمام ادیان میں بہتر اور سب سے اچھا دین ہے اگر مجھے اپنی ملامت کا خوف نہ ہوتا تو مجھے بھی آپ اپنے ساتھ پاتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- کفار مکہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے روکتے اور خود اپنے آپ کو بھی-----اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

۲۱۰- قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

شان نزول: ایک مرتبہ کفار قریش کے دو سردار اخنس بن شریق اور ابو جہل کی ملاقات ہوئی تو اخنس نے ابو جہل سے پوچھا کہ اے ابو الحکم (عرب میں ابو جہل ابو الحکم کے نام سے پکارا جاتا تھا اسلام میں اسکے کفر و عناد کے سبب ابو جہل کا لقب دیا گیا) یہ تنہائی

[1] اسباب النزول ص:۱۲۳/۱۲۲/زادالمسیر ص:۱۸/۲۱/۲۰ ج:۳ المقتطف ص:۱۰۶/۱۰۷ ج:۲/معالم التنزیل ص:۳۴۸/۳۴۷ ج:۲ روح المعانی ص:۱۲۷ ج:۷ پارہ نمبر ۷

کا موقع ہے اور میرے اور تمہارے کلام کو کوئی تیسرا نہیں سن رہا ہے مجھے محمد بن عبداللہ کے متعلق اپنا خیال صحیح صحیح بتلاؤ کہ ان کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا۔ ابوجہل نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں انہوں نے عمر بھر جھوٹ نہیں بولا لیکن بات یہ ہے کہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنوقصی میں ساری خوبیاں اور کمالات جمع ہو جائیں باقی قریش خالی رہ جائیں اسکو ہم کیسے برداشت کریں؟ جھنڈا بنی قصی کے ہاتھ میں ہے حرم میں حجاج کو پانی پلانے کی اہم خدمت ان کے ہاتھ میں ہے بیت اللہ کی دربانی اور اسکی کنجی ان کے ہاتھ میں ہے اگر نبوت بھی ہم انہیں کے اندر تسلیم کرلیں تو باقی قریش کے پاس کیا رہ جائے گا۔

ایک دوسری روایت ناجیہ ابن کعب سے منقول ہے کہ ابوجہل نے ایک مرتبہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ کا کوئی گمان نہیں ہے اور نہ ہم آپکی تکذیب کرتے ہیں ہاں ہم اس کتاب اور دین کی تکذیب کرتے ہیں جسکو آپ لائے ہیں (مظہری)

ان روایات کی بنا پر آیت کو اپنے حقیقی مفہوم میں بھی لیا جاسکتا ہے کہ یہ کفار آپؐ کی نہیں بلکہ آیت اللہ کی تکذیب کرتے ہیں اور اس آیت کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کفار ظاہر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں مگر درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کا انجام خود اللہ تعالیٰ اور اسکی آیات کی تکذیب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھے ایذا پہونچاتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا پہونچانے کے حکم میں ہے۔

۳- تیسرا واقعہ مذکورہ آیت کے نزول کا یہ ہے کہ قریش کے ایک آدمی نے جس کا نام حارث بن عامر تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم سے آپ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا ہے اگر ہمیں اپنے نفس کے ضائع ہو جانے کا خوف نہ ہوتا اور اپنی برادری والوں کی طرف سے اچک لئے جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم ضرور بالضرور آپؐ پر ایمان لے آتے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۴- مشرکین مکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تو آپس میں یہ تذکرہ کرتے کہ یقیناً یہ اللہ کے نبی ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

نوٹ: آخر الذکر دو واقعے اس سے قبل کے دو واقعوں کے ساتھ زاد المسیر میں ہیں علامہ واحدی نے اول الذکر دو واقعوں کا صرف تذکرہ کیا ہے، اور اس میں کوئی تعارض بھی

نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ سارے واقعات مذکورہ آیت کے نزول کا سبب بنے ہوں۔ [1]

۲۱۱-وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور اگر آپ کو ان کا اعتراض گراں گزرتا ہے تو آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ اور آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر کوئی معجزہ لے کر ان کے پاس آؤ، اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ پر جمع کر دیتا۔ سو آپ نادانوں میں سے نہ ہوئیے۔

شان نزول: حارث بن عامر کا قریش کی ایک جماعت کیساتھ رسول اللہ کے پاس آنا ہوا اسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی لائیے جیسا کے پچھلے انبیاء نے اپنی قوموں کے سامنے نشانیاں پیش کی تھی اگر آپ ؐ ایسا کر گزریں تو پھر ہم آپ ؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر ص:۳۲ ج ۳/ المقتطف من عیون التفاسیر ص:۱۱۳/ج ۲)

۲۱۲-وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بے شک اس پر پوری قدرت ہے کہ وہ معجزہ نازل فرما دیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں۔

شان نزول: رؤسائے مکہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس بارے میں وضاحت سورۂ نساء میں آ چکی ہے سبب نزول آیت کے مضمون سے بھی ظاہر ہے۔ (زاد المسیر)

۲۱۳-قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ

[1] زاد المسیر ص:۲۸/۲۷ ج:۳/اسباب النزول ص:۱۲۳/معارف القرآن ص: ۳۱۵/۱۶ ۳ بحوالہ تفسیر مظہری معالم التنزیل ص:۳۵۳/۳۵۲ ۳۵۳ج:۲/ المقتطف من عیون التفاسیر ص:۱۱۱ ج:۲

اَقُوۡلُ لَكُمۡ اِنِّیۡ مَلَكٌ‌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ‌ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ‌ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوۡنَ ۝۵۰

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اسکا اتباع کرتا ہوں، آپ کہیئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتے ہیں سو کیا تم غور نہیں کرتے۔

شان نزول: اہل مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ پر بہت سارا خزانہ نازل فرماتا تو آپ معاشی تنگی سے بے نیاز ہو جاتے کیونکہ میں آپ کو محتاج پاتا ہوں یا اللہ تعالیٰ آپ کیلئے ایک بہت بڑا باغ عطا کرتا جس سے آپ کھاتے اور عیش وعشرت کرتے اور بھوک مٹاتے کیونکہ ہم لوگ آپ کو بھوک سے نڈھال دیکھتے ہیں اس پر مذکورہ آیت اتری۔ (زاد المسیر ص: ۴۳ج: ۳/ والمقتطف ص: ۱۲۰/ ج: ۲)

۲۱۴- وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ‌ ؕ مَا عَلَيۡكَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ وَّمَا مِنۡ حِسَابِكَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَتَطۡرُدَهُمۡ فَتَكُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝۵۲

ترجمہ: اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اسکی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنیوالوں میں سے ہو جائیں گے۔

شان نزول: ابن کثیر نے امام ابن جریرؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ کفار قریش کے چند سردار عتبہ، شیبہ، ابن ربیعہ اور مطعم بن عدی اور حارث بن نوفل وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سننے اور ماننے سے ہمارے لئے ایک رکاوٹ یہ بھی ہے کہ ان کے اردگرد ہر وقت وہ لوگ رہتے ہیں جو یا تو ہمارے غلام تھے جن کو ہم نے آزاد کر دیا تھا، اور یا وہ لوگ ہیں جو ہمارے ہی

رحم وکرم پر زندگی گذارتے تھے، ان حقیر وذلیل لوگوں کے ہوتے ہوئے ہم ان کی مجلس میں شریک نہیں ہوسکتے آپ ان سے کہدیں کہ اگر ہمارے آنے کے وقت وہ ان لوگوں کو مجلس سے ہٹادیا کریں تو ہم انکی بات سنیں اور غور کریں۔

ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی بات نقل کی تو فاروق اعظمؓ نے یہ رائے دی کہ اس میں کیا حرج ہے، کچھ دنوں کیلئے آپ یہ بھی کرکے دیکھ لیں چوں کہ یہ لوگ تو اپنے بے تکلف محبین ہیں، ان لوگوں کے آنے کے وقت وہ مجلس سے ہٹ جایا کریں۔

اس وقت آیت مذکورہ نازل ہوئی اس میں سختی کے ساتھ ایسا کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منع فرمادیا گیا نزول آیت کے بعد فاروق اعظمؓ کو معذرت کرنا پڑی کہ میری رائے غلط تھی اور یہ غریب لوگ جن کے بارے میں یہ گفتگو ہوئی اسوقت حضرت بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ، عمار بن یاسرؓ سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ صبیحؓ مولیٰ اسیدؓ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، مقداد بن عمروؓ مسعود بن القاریؓ، ذوالشمالینؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ تھے جنکی عزت وشرافت کا پروانہ آسمان سے نازل ہوا اور قرآن میں اسی کے متعلق دوسری جگہ اس کی تاکید ان الفاظ میں آئی۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝۲۸

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ آپؐ اپنے نفس کو ان لوگوں میں باندھ رکھیں جو صبح وشام یعنی ہر وقت اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اخلاص کے ساتھ آپ اپنی نظریں ان کے سوا اس پر نہ ڈالیں جس کی غرض یہی ہوسکتی ہے کہ حیات دنیا کی زینت مقصود ہو۔ اور ایسے لوگوں کی بات نہ مانئے جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غفلت میں ڈالدیا اور جو اپنی نفسانی خواہشات کے پیرو ہوگئے۔ اور جن کا کام ہی حدود سے نکل جانا ہے۔

آیت مذکورہ میں ان غریب لوگوں کی صفت یہ بتلائی کہ وہ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس میں صبح وشام سے مراد محاورہ کے مطابق روز وشب کے تمام اوقات

ہیں۔اور پکارنے سے مراد عبادت کرنا ہے اور روز وشت کی اس عبادت کے ساتھ یہ قید بھی لگادی کہ يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ جس سے بتلادیا کہ عبادت میں جب تک اخلاص نہ ہواس کا کوئی اعتبار نہیں۔[1]

۲۱۵- وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جب آپکے پاس آویں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمائی اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔

شان نزول: مذکورہ آیت ان حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے اپنی مجلس سے ہٹانے سے منع فرمایا تھا۔کہ ان سے جب آپ کی ملاقات ہو تو ان کو سلام کرنے میں پہل کریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان حضرات کو دیکھتے تو ابتداء بالسلام کرتے اور فرماتے کہ ’’تمام تعریف اللہ ہی کے لئے جس نے میری امت میں ایسے افراد بنائے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان سے جب ملاقات ہو تو سلام پیش کروں وہ حضرات کون ہیں اس بارے میں تفصیل اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے‘‘۔

۲- کچھ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہم بڑی بڑی مصیبتوں کے شکار ہو گئے ہیں اور ہمیں بے پناہ مصیبتوں پریشانیوں کلفتوں دقتوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اس سے چھٹکارے کی کیا صورت ہوسکتی ہے چناں چہ جب یہ لوگ چلے گئے تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

[1] معارف القرآن ص:۳۳۴/۳۳۵ ج:۲/ معالم التنزیل ص:۳۶۲ ج:۲ تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۴۴ ج:۳/ ابن کثیر ص:۱۲۵ ۱۲۶ ج:۲/ المقتطف ص:۱۲۱ ج:۲ / اسباب النزول ص:۱۲۴/۱۲۵

۳- مذکورہ آیت حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ حضرت جعفرؓ حضرت عثمان بن مظعون حضرت ابوعبیدہ اور مصعب بن عمیرؓ حضرت سالم حضرت ابوسلمہؓ حضرت ارقمؓ ابن ابی الارقم حضرت عمار اور حضرت بلالؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

۴- حضرت عمر بن خطابؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مشورہ دیا کہ صحابہ کرامؓ کی یہ جو فقراء کی جماعت ہے ان کیلئے پیغام ہدایت کو ذرا مؤخر کر دیا جائے۔ اور پہلے رؤساء اور عمائد قریش کی طرف توجہ کی جائے۔ پھر جب یہ آیت کریمہ **وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ** الخ نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جو مشورہ دیا تھا اس سے معذرت چاہتے ہوئے توبہ و استغفار کی اس وقت مذکورہ آیت **وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ** نازل ہوئی۔

۵- حضرت عمرؓ جب اسلام لے آئے تو جس شخص نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی خوش خبری دی تھی اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

۲۱۶- قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اسکی تکذیب کرتے ہو جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔

شان نزول: مذکورہ آیت نضر بن حارث اور روسائے مکہ کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگ کہتے تھے کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ عذاب تم لا کر دکھلاؤ اور مقصود

---

[1] **زادالمسیر ص:۴۸/۴۹ ج:۳**/اسباب النزول میں صرف اوّل الذکر دو سبب نزول ہیں **ص:۱۲۵ معالم التنزیل بعضاً ص:۳۶۵ ج:۲**

اس سے حضور ﷺ کا تمسخر کرنا ہوتا تھا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ جوزی نے یہ وضاحت کی ہے کہ ان کی جانب سے عذاب کا مطالبہ کرنے کے بعد نضر بن حارث کعبہ کے پاس کھڑا ہوا اور کہا کہ اے اللہ محمد ﷺ اگر سچ کہتے ہیں تو ہم پر عذاب نازل فرما۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۵۱ ج:۳/ اسباب النزول ص:۱۲۵ معالم التنزیل ص:۲۶۶ ج:۲)

۲۱۷- وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَ لَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: اوران لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جبکہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی آپ کہئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جسکو موسیٰ لائے تھے جسکی یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کیلئے ہدایت ہے جسکو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن میں سے کچھ کو ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو۔ اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم دی گئیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگے رہنے دیجئے''

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں سات اقوال ہیں۔

۱- ایک مرتبہ یہود نے حضور ﷺ سے عرض کیا اے محمد ﷺ آپ پر بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نازل فرمائی ہے؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' اس پر یہودیوں نے کہا اللہ کی قسم کوئی کتاب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ پر آسمان سے نازل نہیں فرمائی ہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- یہودیوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا اے محمد ﷺ! موسیٰ اللہ کے پیغام کو تختیوں کی شکل میں لائے تھے آپ بھی موسیٰ کی طرح کوئی نشانی لایئے اس وقت درج ذیل

آیت يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (الی قولہ) عَظِيْمًا (سورہ نساء ۱۵۳ تا ۱۵۶) نازل ہوئی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اعمال خبیثہ کی وضاحت فرمائی تو یہودیوں نے کہا اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور نہ موسیٰؑ پر اور نہ عیسیٰؑ پر اور نہ اور کسی بشر پر کوئی کتاب نازل فرمائی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وافر عطا فرمایا پھر بھی اس سے متنبہ نہ ہوسکے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۴- فنحاص یہودی کے بارے میں نازل ہوئی جس وقت اس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں فرمائی۔

۵- مشرکین قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔

۶- متذکرہ آیت کا شروع حصہ مِّنْ شَيْءٍ تک اور قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى تک یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔

۷- مالک ابن سیف جو یہودیوں کا سردار تھا اور بہت بڑا عالم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم کو اس ذات کی قسم ہے جس نے توریت کو موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تم مجھے بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ رشوت خور عالم کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے مالک بن سیف نے جواب دیا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بھی اسی میں سے ہو اس بات سے مالک بن سیف بہت برہم ہوا اور بیہودہ بکواس اور فضول گوئی میں مبتلا ہوگیا اخیر میں یہ بھی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں فرمائی ہے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر ص: ۸۳ / ۸۲ ج: ۳ / اسباب النزول ص: ۱۲۶ / ۱۲۵ ابعضاً)

۲۱۸- وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ کی تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اسکے پاس کسی بھی بات کی وحی نہیں آتی اور جو شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں ۔اور اگر آپ اس وقت کو دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی بات بکتے ہو، اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے ہو۔

شان نزول: مسیلمہ کذاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ شخص سجع دار کلام پیش کرتا اور کہانت والا عمل کرتا اور نبوت کا دعویٰ کرتا اور یہ گمان کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے پاس وحی نازل فرماتا ہے بعض دوسری روایت میں یہ ہے کہ مذکورہ آیت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے بارے میں نازل ہوئی ۔جیسا کہ علامہ جوزی نے وضاحت کی ہے۔

(زادالمسیر فی علم التفسیر ص:۸۶ ج:۳ /اسباب النزول ص:۱۲۶ معالم التنزیل ص:۳۹۲/۳۹۱ ج:۲)

اسی طریقہ سے مذکورہ آیت کا سبب نزول عبداللہ بن سعد کے بارے میں ہونا بتلایا جاتا ہے چوں کہ اس نے بھی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی طرح نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔اور یہ کہا تھا سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی میں بھی اتارتا ہوں بعینہ اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے **هكذا صرحه علامه الواحدى، وبغوى، وجوزى ، فى تفسيراتهم قد تقدم۔**

۲۱۹-وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے دیا ہے حالانکہ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جنکو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

شان نزول: یہ آیت زنادقہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے یہ کہا کہ اللہ

تعالیٰ اور ابلیس دونوں بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور چوپایہ کو پیدا کیا اور شیطان نے جنات کو اور درندوں کو اور بچھوؤں کو پیدا کیا۔(اسباب النزول ص:۱۲۶)

اور ابن کثیر وغیرہ میں یہ بھی وضاحت ہے کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی اسلئے کہ وہ بہت سارے بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔اور ان کو اپنا مشکل کشا سمجھتے تھے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ حضرات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور حضرت مریمؑ اور فرشتے کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

(ابن کثیر ص:۱۴۹ / ۱۴۸ ج:۲)

۲۲۰-وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب کے پاس ہی ان کو جانا ہے۔سو وہ ان کو جتلا دیگا جو کچھ بھی وہ کرتے تھے۔

شان نزول: آیت کا شان نزول ابن جریر کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ابوطالب مرض الموت میں تھے تو قریش کے مشرک سردار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت اور ایذاء رسانی میں لگے ہوئے تھے اور قتل کی سازش کرتے رہتے تھے ان کو یہ فکر ہوئی کہ ابوطالب کی وفات ہمارے لئے ایک مشکل مسئلہ بن جائے گی کیونکہ ان کے بعد اگر ہم محمد کو قتل کریں تو یہ ہماری عزت وشرافت کے خلاف ہوگا اس لیے کہ لوگ کہیں گے کہ ابوطالب کے سامنے تو ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے ان کی موت کے بعد اکیلا پا کر قتل کر دیا اسلئے اب وقت ہے کہ ہم مل کر خود ابوطالب ہی سے کوئی فیصلہ کن بات کر لیں۔

یہ بات تقریباً ہر پڑھا لکھا مسلمان جانتا ہے کہ ابوطالب اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے

تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ صرف محبت بلکہ عظمت وجلالت بھی ان کے دل میں پیوست تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے مقابلہ میں بھی سینہ سپر رہتے تھے۔

چند قریشی سرداروں نے یہ مشورہ کر کے ابوطالب کے پاس جانے کیلئے ایک وفد مرتب کیا جن میں ابوسفیان، ابوجہل، عمرو بن العاص وغیرہ قریشی سردار شامل تھے۔ ابوطالب سے اس وفد کی ملاقات کیلئے وقت لینے کی ذمہ داری ایک شخص مطلب نامی کے سپرد ہوئی، اس نے ابوطالب سے اجازت لے کر اس وفد کو وہاں پہونچایا۔

وفد نے ابوطالب سے کہا کہ آپ ہمارے بڑے اور سرادر ہیں، اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھتیجے محمد نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کو سخت تکلیف اور ایذاء پہونچا رکھی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ انکو بلا کر سمجھا دیں کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں اگر وہ اس پر راضی ہوں تو ہم اس پر صلح کر لیں گے کہ وہ اپنے دین پر جس طرح چاہیں عمل کریں جس کو چاہیں معبود بنائیں ہم ان کو کچھ نہ کہیں گے۔

ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ آپ کی برادری کے سردار آئے ہیں جو آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں، چناں چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری خواہش یہ ہے کہ اگر آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں برا بھلا نہ کہیں تو ہم آپکو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں گے۔ اس طرح باہمی مخالفت ختم ہو جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر میں تمہاری یہ بات مان لوں تو کیا تم ایسا کہنے کیلئے تیار ہو جاؤ گے جس کے کہنے سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے۔ اور عجم کے لوگ بھی تمہارے تابع اور باج گذار ہو جائیں گے۔

ابوجہل بولا کہ ایسا کلمہ ہم ایک نہیں دس کہنے کو تیار ہیں بتلائیے وہ کیا ہے آپ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ سنتے ہی سب برہم ہو گئے ابوطالب نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میرے بھتیجے اس کلمہ کے علاوہ کوئی اور بات کہو کیونکہ آپ کی قوم اس کلمہ سے گھبرا گئی ہے۔

اس پر یہ لوگ ناراض ہو کر کہنے لگے یا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے معبودوں کو برا کہنے

سے باز آجائیں ورنہ ہم آپ کو بھی گالیاں دیں گے۔اوراس ذات کو بھی جس کا آپ اپنے آپ کو رسول بتلاتے ہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ یعنی آپ ان بتوں کو برا نہ کہیں جن کو ان لوگوں نے خدا بنا رکھا ہے۔ جسکے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں۔اپنی بے راہ روی سے اور نادانی سے، بیوقوفی سے،اس میں لَا تَسُبُّوا لفظ سبٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گالی دینا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنے فطری اخلاق کی بنا پر پہلے ہی اس کے پابند تھے۔کبھی بچپن میں بھی کسی انسان بلکہ کسی جانور کیلئے بھی گالی کا لفظ آپ کی زبان مبارک پر جاری نہیں ہوا ممکن ہے بعض صحابہ کرام کی زبان سے کبھی کوئی سخت کلمہ نکل گیا ہو۔جس کو مشرکین مکہ نے گالی سے تعبیر کر دیا ہو۔جس کی وجہ سے قریشی سرداروں کے اس وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس معاملہ کو رکھ کر یہ اعلان کر دیا ہو کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بتوں کو سب وشتم کرنے سے باز آجائیں گے تو ہم بھی آپ کے خدا کو سب وشتم نہ کریں گے۔

اس پر قرآنی حکم نازل ہوا جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا کہ وہ مشرکین کے معبودان باطلہ کے متعلق کوئی سخت کلمہ نہ کہا کریں۔

۲۲۱-وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمه: اوران لوگوں نے بڑا زور لگا کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائے تو وہ ضرور ہی اسپر ایمان لے آویں گے۔آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔اورتم کو اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آجائیں گی اس وقت بھی یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے۔

شان نزول: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

[1] معارف القرآن ص:۴۱۸/۴۱۹ ج:۳/اسباب النزول ص:۱۲۷ زادالمسیر ص ۱۰۲ ج:۳/ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے رحمت للعالمین ص:۶۰ ج:۱ سیدسلیمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل ص:۴۰۲ ج:۲

عرض کیا کہ اے محمد ﷺ آپ ہمیں یہ بتلائیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے عصا یعنی لاٹھی معجزہ کے طور پر دی تھی اور اسکے ذریعہ اللہ نے بارہ چشمے بہا دیئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ کر دیتے تھے اور حضرت صالح نے پہاڑ سے ایک حاملہ اونٹنی کو نکالا تھا تو آپ بھی ہمیں خاص خاص قسم کے معجزات دکھلائیے، اسی طرح ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے کہ قریشی سرداروں نے مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ ہمیں یہ معجزہ دکھلا دیں کہ کوہ صفا پورا سونا ہو جائے تو ہم بھی آپ کی نبوت مان لیں گے اور مسلمان ہو جائیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اچھا معاہدہ کرو کہ اگر یہ معجزہ ظاہر ہو گیا تو تم سب مسلمان ہو جاؤ گے انہوں نے قسمیں کھالیں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کیلئے کھڑے ہو گئے کہ اس پہاڑ کو سونا بنا دیجئے حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لیکر آئے کہ اگر آپ چاہیں تو ہم ابھی اس پورے پہاڑ کو سونا بنا دیں، لیکن قانون الٰہی کے مطابق اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو سب پر عذاب عام نازل کر کے ہلاک کر دیا جائیگا جیسے پچھلی قوموں میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ انہوں نے کسی خاص معجزہ کا مطالبہ کیا اور وہ دکھایا گیا اور وہ پھر منکر ہو گئے تو ان پر خدا تعالیٰ کا قہر و عذاب نازل ہو گیا۔ رحمۃ للعالمینؐ چونکہ ان لوگوں کی عادات وہٹ دھرمی سے واقف تھے بمقتضائے شفقت آپ نے فرمایا کہ اب میں اس معجزہ کی دعاء نہیں کرتا اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص: ۱۰۳ ج: ۳ / اسباب النزول ص: ۱۲۸، ۱۲۷ / معارف القرآن ص: ۴۴۲ ج: ۳)

۲۲۲- وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: اور اگر ہم انکے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کے پاس انکی آنکھوں کے روبرو لاکر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ کی ایک جماعت بغرض استہزاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ ہمارے وہ لوگ جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ہماری آپ سے درخواست ہے کہ آپ انہیں زندہ کریں۔ تاکہ ہم ان سے یہ دریافت کرسکیں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے یا باطل یا یہ کہ فرشتوں کی ایک جماعت آپ ہمارے سامنے حاضر کریں جو اس بات کی شہادت دے کہ آپ واقعتاً اللہ کے رسول ہیں یا یہ کہ آپ اللہ اور فرشتوں ہی کی ایک جماعت پیش کریں جو ہمیں یہ بتلائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو نبی بنا کر مبعوث کیا گیا ہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۱۰۶ ج:۳ / المقتطف ص:۱۵۷ ج:۲ مضموناً معالم التنزیل ص:۴۰۵ ج ۲ مختصراً)

۲۲۳- اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیجدی ہے اسکی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں۔ اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کیساتھ بھیجا گیا ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔

شان نزول: مشرکین قریش نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک حکم اور فیصل متعین کیجئے اگر چاہیں تو علماء یہود میں سے یا اگر چاہیں تو علماء نصاری میں سے تاکہ وہ ہمیں اپنی کتابوں کی روشنی میں آپ کے متعلق بتا سکیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

۲۲۴- وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ

[1] زاد المسیر ص:۱۱۰ ج:۳ / المقتطف ص:۱۵۹ ج:۲ / وروح المعانی ص:۷ ج:۸ / پارہ نمبر ۸ / معالم التنزیل ص:۴۰۷ ج:۲ / مختصراً

يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ: اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات رچتے ہیں۔ اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

شان نزول: کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے مردار کھانے کے سلسلہ میں مجادلہ ومباحثہ کرنا چاہا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ حضرات جن چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہیں اس کے کھانے کو تو روا سمجھتے ہیں اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ قتل کرتا ہے یعنی مردار اسے نہیں کھاتے ہیں اور اس کے کھانے کو ناروا سمجھتے ہیں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل ص:۴۰۹ ج:۲/زادالمسیر ص:۱۱۱ ج:۳)

۲۲۵- فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔

شان نزول: اللہ تعالیٰ نے جب مردار کو حرام قرار دیا تو مشرکین نے مومنوں پر یہ طعن کیا کہ اے مسلمانو! تم اپنے تئیں اسی بات کے دعویدار ہو کہ تم اللہ کی عبادت کرتے ہو باوجودیکہ جس چیز کو اللہ نے قتل کیا ہے اسے تم نہیں کھاتے ہو اور اپنے قتل کردہ جانور کو کھاتے ہو اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زادالمسیر ص:۱۱۲ ج:۳/المقتطف ص:۱۶۱ ج:۲)

۲۲۶- وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور پھر بلاشبہ یہ گناہ کی بات ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ وہ تم سے جدال کریں اور تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔

شان نزول: فارس والوں نے قریش کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ محمد اور اسکے

اصحاب جن چیزوں کو اللہ ذبح کرتے ہیں ان کو نہیں کھاتے ہیں اور جسکو وہ خود ذبح کرتے ہیں اسے کھانے کو روا سمجھتے ہیں، نیز مشرکوں نے بھی رسول اللہ کی خدمت میں خط لکھ کر اور خود حاضر ہو کر اس سلسلے میں حضور سے مباحثہ اور مجادلہ کیا جیسا کہ اسکی تفصیل گذر چکی ہے اس مجادلہ کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کے دل میں مشرکین کی کہی ہوئی باتوں کے مطابق کچھ یقین سا ہونے لگا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زادالمسیر ص: ۱۱۴ ج ۳)

علّامہ بغوی نے یہ لکھا ہے کہ مشرکین کی ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ آپ اُس بکری کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو خود مر جائے حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے اسکو مارا ہے اس پر انہوں نے پھر عرض کیا کہ جس چیز کو آپ ذبح کریں اور قتل کریں وہ تو آپؐ کے اور آپ کے اصحاب کے لئے حلال ہو جائے اور جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے وہ حرام ہو جائے یہ عجیب سا فلسفہ ہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(معالم التنزیل ص: ۱۲۴ ج ۲)

۲۲۷- اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا ہمنے اسکو زندہ بنادیا اور ہمنے اسکو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اسکو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جسکی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے۔ انسے نکل ہی نہیں پاتا۔ اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

(۱) حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ تفصیل اسکی اسطرح ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے رسول اللہؐ کے ساتھ بے حرمتی کی اور اونٹ کی لید وغیرہ کو آپؐ پر ڈال دیا حضرت حمزہ اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے حضرت حمزہ کو جب اسکی خبر ہوئی تو بہت برہم ہوئے یہاں تک کہ نیزے سنبھال لئے اور ابوجہل کو سخت وسست کہا اس پر ابوجہل نے

کہا یہ شخص ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمیں بیوقوفی سے تعبیر کرتا ہے۔ اسپر حمزہ نے کہا کیا غلط کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے صحیح کہتا ہے تم سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوسکتا ہے۔ تم تو پتھروں کی عبادت کرتے ہو اور وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور سنوا۔ اب میں کلمہ پڑھ ہی لیتا ہوں چنانچہ حضرت حمزہ نے شہادت کے کلمات کو بآواز بلند کہا۔

اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمداً عبدہ ورسولہ

اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲-عمار بن یاسر اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی

۳-عمر بن خطاب اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی

۴- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔

۵۔تمام مومنین اور کافروں کے بارے نازل ہوئی۔

(معالم التنزیل ص: ۱۳۴ ج ۲ / المقتطف ص ۱۶۴ ج: ۳ / مختصر أزادالمسیر ص ۱۱۶ ج: ۳ / گلا اسباب النزول ص ۱۲۸)

فائدہ: مذکورہ آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے والوں اور کفر وانکار کرنے والوں کے کچھ حالات وخیالات اور دونوں کے نیک و بد انجام کا بیان اور مؤمن وکافر اور ایمان وکفر کی حقیقت کو مثالوں سے سمجھایا گیا ہے مؤمن اور کافر کی مثال زندہ اور مردہ سے اور ایمان وکفر کی مثال روشنی اور اندھیرے سے دی گئی ہے۔ یہ قرآنی تمثیلات ہیں جن میں کوئی شاعری نہیں ایک حقیقت کا اظہار ہے۔

(ماخوذ از معارف القرآن ص ۴۳۵ ج ۳)

۲۲۸-وَ اِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕۘ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَـتَهٗ ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: اور جب ان کو کوئی آیت پہونچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی۔ اس موقع کو تو خدا ہی زیادہ جانتا ہے جہاں جہاں اپنا پیغام پہنچاتا ہے۔

عنقریب ان لوگوں کو جن لوگوں نے یہ جرم کیا خدا کے پاس پہونچ کر ذلت پہنچے گی۔
اور سزائے سخت ہے ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔

شان نزول: امام بغوی نے بروایت قتادہ نقل کیا ہے کہ قریش کے سب سے بڑے سردار ابوجہل نے ایک مرتبہ کہا کہ بنوعبد مناف (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان) سے ہم نے ہر محاذ پر مقابلہ کیا جس میں کبھی ہم ان سے پیچھے نہیں رہے لیکن اب وہ یوں کہتے ہیں کہ تم شرافت و بزرگی میں ہمارا مقابلہ اس لئے نہیں کرسکتے کہ ہمارے خاندان میں ایک نبی آئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے پھر کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم کبھی ان کی اتباع نہ کریں گے جب تک خود ہمارے پاس ایسی ہی وحی نہ آنے لگے جیسی انکے پاس آتی ہے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری روایت اس بارے میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ ولید بن مغیرہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کے تم دعویدار ہو اگر وہ صحیح ہوتا تو میں زیادہ حق دار ہوتا۔ کیونکہ میری مالی حیثیت تم سے اچھی ہے۔ اور میں عمر میں بھی تم سے بہت بڑا ہوں اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص ۱۲۵/ معالم التنزیل ص ۴۱۵/ المقتطف ص ۱۶۵ ج ۲)

۲۲۹- فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ: سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اسکے سینہ کو اسلام کیلئے کشادہ کردیتے ہیں۔ اور جسکو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اسکے سینہ کو تنگ کردیتے ہیں۔ جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانیوالوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔

شان نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔

(زادالمسیر فی علم التفسیر للجوزی ص ۱۱۸/ ۱۱۹ ج ۳)

فائدہ: حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت حضرت

عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے رسول اللہؐ سے شرح صدر یعنی سینہ اسلام کے لئے کھول دینے کی تفسیر دریافت کی آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتا ہے۔ جس سے اس کا دل حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ حق بات کو آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے اور اس کو خلاف حق سے نفرت اور وحشت ہونے لگتی ہے۔

صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا اسکی کوئی علامت بھی ہے۔ جس سے وہ شخص پہچانا جائے۔ جس کو شرح صدر حاصل ہو گیا ہے؟

فرمایا ہاں علامت یہ ھیکہ اس شخص کی ساری رغبت آخرت کی طرف اور اس کی نعمت کی طرف ہو جاتی ہے۔ دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبراتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے تیاری کرنے لگتا ہے۔

(معالم التنزیل ص ۱۰۴ ج ۲ / زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۱۲۰ / ۱۱۹ ج: ۳ / معارف القرآن ص ۴۴۴ ج ۳)

۲۳۰- قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے اور وہ اسی پر رہتا ہے تو وہ کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو بتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

شان نزول: کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا جس کام کے سلسلے میں آپ تگ ودو کرتے ہیں اور آپ کی بھاگ دوڑ جاری ہے اس سے آپ مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں تو ہم آپ کی تمام ذمہ داریوں کا اور دنیا کی تمام ضرورتوں کا بھرپور خیال رکھیں گے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ص ۱۶۲ ج: ۳)

وللہ الحمد ولہ الشکر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الاعراف

۲۳۱- يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا ؕ وَ
لِبَاسُ التَّقۡوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيۡرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے، اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ اس سے بڑھ کر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں

شان نزول: اہل عرب زمانۂ جاہلیت میں مرد ہو یا عورت طواف کعبہ ننگے ہو کر کیا کرتے تھے، چناں چہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں ننگے ہو کر طواف کرنے سے روکا گیا ہے۔ (زادالمسیر ص:۱۸۱ج:۳)

۲۳۲- يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَ
لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اے اولاد آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حدّ شرعی سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والے کو۔

شان نزول: اہل عرب جس طرح طواف ننگا ہو کر کرنا محبوب سمجھتے تھے اسی طرح سے ایام حج میں گوشت اور چربی وغیرہ کے نہ کھانے کو ثواب کی نیت سے کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ حج کا احترام اسی میں ہے کہ لذیذ چیزوں کو نہ کھایا جائے جیسا کہ کلبی کے بیان کے مطابق بنو عامر کے لوگ گوشت کے نہ کھانے کو ایام حج میں حج کے لئے قابل

تعظیم چیز سمجھتے تھے۔ کچھ مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی کیوں نہ اس جیسا عمل کریں چنانچہ رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں۔
کہ حج کے ایام کا احترام کریں۔اس وقت متذکرہ آیت نازل ہوئی۔
(المقتطف ص ۲۱۳ ج ۲ / اسباب النزول ص ۱۲۹ / زادالمسیر فی علم التفسیر ص ۱۸۷ / ۱۸۶ ج: ۳)

عورت مرد کے طواف میں فرق صرف یہ ہوتا تھا کو عورت بھی ننگے ہوکر طواف کرتی تھی مگر رات میں اس کی شرم گاہ پر معمولی سا کپڑا ہوتا تھا جس سے شرمگاہ چھپی رہتی تھی، باقی تمام اعضاء کھلے رہتے تھے۔(زادالمسیر)

۲۲۳- قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنائے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے۔آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز خالص رہیں دنیوی زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کے لئے ہیں۔ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب شان نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- مسلمانوں نے حالت طواف میں کپڑے کا استعمال کیا تو مشرکین نے مسلمانوں کو عار دلائی، اسی طرح جب مسلمانوں نے طیّبات اور پاکیزہ چیزوں مثلاً گوشت وغیرہ کو ایام حج میں استعمال کیا۔تو اس پر بھی عار دلائی اسی وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- مشرکین ان چیزوں کو حرام سمجھتے تھے جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ یعنی ایام حج میں بہت ساری وہ چیزیں جس کے کھانے پینے کی اللہ نے عام اجازت دی ہے مشرکین ناروا سمجھتے تھے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے ہوکر

کیا کرتے تھے۔(زادالمسیر ص۱۸۹ ج۳)

۲۳۴- وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ: اوران لوگوں کواس شخص کا حال پڑھ کرسنایئے جس کوہم نے اپنی آیتیں دیں۔پھروہ ان سے بالکل ہی نکل گیاپھرشیطان اسکے پیچھے لگ گیاسووہ گمراہ لوگوں میں داخل ہوگیا۔

شان نزول: جب غرق فرعون اورفتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کوقوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ملا، چناں چہ جبارین نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کالشکر لے کرپہنچ گئے، جب کہ قوم فرعون کا غرق وغارت ہونا ان کو پہلے سے معلوم ہوچکا تھا توانکوفکر ہوئی۔اورجمع ہوکربلعم بن باعوراکے پاس آئے اورکہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت آدمی ہیں۔اورانکے ساتھ بہت بڑالشکر ہےاوروہ اسلئے آئے ہیں کہ ہم کوہمارے ملک سے نکال دیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلہ سے واپس کردیں۔وجہ یہ تھی کہ بلعم بن باعوراکواسم اعظم معلوم تھاوہ اسکے ذریعہ جودعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔بلعم نے کہاافسوس ہےتم کیسی بات کرتے ہووہ اللہ کے نبی ہیں انکے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں ان کے خلاف بددعا کیسے کرسکتاہوں حالانکہ انکامقام جواللہ کےنزدیک ہے وہ بھی میں جانتاہوں اگرمیں ایسا کروں گاتومیرادین ودنیادونوں تباہ ہوجاویں گے۔

ان لوگوں نے بے حداصرارکیاتواس پربلعم نے کہا کہ اچھامیں اپنے رب سے معاملہ معلوم کرلوں کہ ایسی دعا کرنے کی اجازت ہے یانہیں اس نے اپنے معمول کے مطابق معلوم کرنے کیلئے استخارہ یاکوئی عمل کیاخواب میں اسکوبتلایاگیا کہ ایسانہ کریں۔اس نے قوم کوبتلادیا کہ مجھے بدعا کرنے سے منع کردیا گیاہے۔اس وقت جبارین قوم نے انکوکوئی بڑاہدیہ پیش کیاجودرحقیقت رشوت تھی اس نے ہدیہ قبول کرلیاتوپھراسکی قوم کےلوگ اسکے پیچھے پڑگئے کہ آپ ضروریہ کام کردو۔اورالتجااوراصرارکی حدنہ رہی بعض روایت میں یہ ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ رشوت قبول کرلیں اورانکا کام کردیں۔اس وقت بیوی

کی رضا جوئی اور مال کی محبت نے اسکو اندھا کر دیا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام او ربنی اسرائیل کے خلاف بدعا کرنا شروع کی۔ اسی وقت قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات بدعا کے حضرت موسیٰ اور انکی قوم کیلئے کہنا چاہتا تھا اسی کی زبان سے وہ الفاظ بدعا خود اپنی قوم جبارین کے بارے میں نکلے وہ چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لئے بدعا کر رہے ہو۔ بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے میری زبان اسکے خلاف پر قادر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اسکے سینہ پر لٹک گئی اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دینا اور آخرت تباہ اور برباد ہوگئی۔ اب دعا تو میری چلتی نہیں لیکن میں تمہیں ایک چال بتاتا ہوں جسکے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر غالب آسکتے ہو۔ وہ یہ کی تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزیّن کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور انکو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل کے لوگ انکے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں رکاوٹ نہ بنیں یہ لوگ مسافر ہیں اپنے گھروں سے مدت سے نکلے ہوئے ہیں اس تدبیر سے ممکن ھیکہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری بے انتہائی مبغوض چیز ہے۔ جس قوم میں یہ ہوتا ہے اس پر ضرور عذاب نازل ہوتا ہے۔ اور وہ فاتح اور کامران نہیں ہوسکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال سمجھ میں آگئی اس پر عمل کیا گیا بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی اس چال کا شکار ہوگیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس وبال سے روکا مگر وہ باز نہ آیا اور شیطانی چال میں مبتلا ہوگیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سخت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستّر ہزار اسرائیلی مر گئے یہاں تک کہ جس مرد وعورت نے یہ برا کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے قتل کر کے منظر عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اس کے بعد تمام لوگوں نے توبہ کی تب یہ طاعون رفع ہوا۔ (معارف القرآن ص ۱۲۰ / ۱۱۹ / وزادالمسیر وبغوی واسباب وغیرہ)

دوسرا قول مذکورہ آیت کے نزول کے بارے میں یہ ہے کہ یہ آیت امیہ بن ابی صلت ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ شخص تورات کو پڑھنا جانتا تھا اور اس نے تورات کے ذریعہ یہ جان لیا تھا کہ قریب ہی زمانہ میں اللہ رسول بھیجنے والا ہے اور اپنے بارے میں خوش

فہمی میں مبتلا ہوگیا کہ وہ نبی میں ہی ہونگا پھر جب وقت مقررہ پر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو حسداً اس نے انکار کر دیا۔

نزول آیت کا تیسرا سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ پچھلی امتوں میں ایک بزرگ شخص تھا جسے اللہ نے یہ اعزاز بخشا تھا کہ اس کی ۳؍دعائیں ردنہ کی جائینگی اورضرور بالضرور انہیں قبولیت کا شرف ہوگا یہ شخص صاحب اولاد تھا اس کی بیوی کا نام بسوس تھا ایک دن اسکی بیوی نے کہا کہ تین دعاؤں میں سے ایک دعا کا حق مجھے دے دیجئے اس پر اس شخص نے کہا کہہ کیا کہتی ہے عورت نے کہا آپ میرے لئے یہ دعا کیجئے کہ مجھے اللہ اس قدر خوبصورتی سے نواز دے کہ بنی اسرائیل میں کوئی عورت بھی میرے حسن وجمال کے برابر نہ ہوسکے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔اور جب عورت نے یہ جان لیا کہ بنی اسرائیل میں میری طرح کسی کے پاس حسن وجمال نہیں ہے تو اپنے شوہر سے ہی بے رغبتی برتنے لگی اور دوسروں کو محبوب رکھنے لگی۔اس شخص نے اپنی عورت کی اس حرکت سے بازنہ آنے کی وجہ سے بددعا کر دی کہ اللہ تو اسے بھونکنے والا کتا بنادے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تو تین دعاؤں میں سے دو تو پوری ہوگئی، اور باقی رہی ایک تو اس نے پھر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اسے دوبارہ اپنی اصلی حالت پر لوٹادے چنانچہ یہ دعا بھی قبول ہوئی اور تینوں دعائیں جن کی قبولیت کا اللہ نے وعدہ فرمایا تھا وہ پوری گئیں۔

حسن بن کیسان نے کہا ہے کہ مذکورہ آیت منافقین اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہ اپنی اولاد کی طرح حضور کو جانتے اور پہچانتے تھے باوجود اس کے ناری ایمان نہ لائے ان کے بارے میں یہ حکم ہوا کہ ان کے سامنے اس آیت کو پیش کر دیا جائے تاکہ انہیں اپنے انجام کی خبر لگ جائے۔(اسباب النزول ص:۱۳۰/ زادالمسیر ص:۲۸۷ج:۳/معالم التنزیل ص:۵۷۰/۵۶۹/۵۶۸ج:۳/المقتطف ص:۲۹۵ج:۲)

۲۳۵- يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ۘؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا

عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اسکے وقت پر اسکو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کریگا وہ آسمانوں اور زمین میں بھی بڑا بھاری حادثہ ہوگا وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اسکی تحقیقات کر چکے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں دو قول ہیں۔

۱-جبل بن قشیر اور شموال بن زید یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد تم اگر نبی ہو تو مجھے تو قیامت کے بارے میں بتلاؤ کہ وہ کب واقع ہوگی اور میں تو اس بارے میں خوب جانتا ہوں کہ کب واقع ہوگی اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲-قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد تمہارے درمیان قرابت داری ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے تم مجھے یہ بتاؤ کہ قیامت کب آئے گی۔ [۱]

۲۳۶-قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ‌ؕ وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۖۛۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوۡٓءُ ‌ۛۚ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا خدائے تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور کوئی مضرت بھی مجھ پر واقع نہ ہوتی میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

شان نزول: اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا رب ایسے زمانہ کے بارے میں کیوں اطلاع نہیں دے دیتا کہ جس زمانے میں اشیاء خوردنی وغیرہ سستی

---

[۱] المقتطف من عیون التفاسیر ص:۳۰۲ج:۲/معالم التنزیل ص:۵۷۸ج:۲ اسباب النزول ص:۱۱۳۰/وزادالمسیر ص:۲۹۶ج:۳

ہوجاتی تا کہ آپ انہیں خرید لیں۔ پھر مہنگا ہوجانے کے زمانے میں انہیں آپ فروخت کردیں اور اس سے آپکو بڑا فائدہ حاصل ہو۔ اسی طریقے سے آپ کا رب ایک سرسبز وشاداب زمین کی رہنمائی کیوں نہیں کرتا۔ کہ آپ وہاں جاکر کے زمین اور باغات سے خوب خوب متمتع ہوں، اور فائدہ اٹھائیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(معالم التنزیل ص:۵۷۹ ج:۲ / اسباب النزول للواحدی نیشاپوری ص:۱۳۱ زاد المسیر ص:۲۹۹ ج:۳)

۲۳۷- وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو تم اس کی طرف کان لگادیا کرو اور خاموش رہا کرو۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

۱-رسول اللہ فرض نماز میں جب قرآن شریف پڑھتے تھے تو صحابہ کرام بھی آپ کیساتھ بلند آواز سے اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہوتے تو مشرکین آتے اور ان میں سے بعض سے کہتے کہ ان آیتوں کو نہ سنو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳-ایک انصاری صحابی جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کا کچھ حصہ پڑھتے دیکھتے تو وہ بھی آپکے ساتھ پڑھتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۴-شروع زمانے میں جب نماز فرض ہوئی تو نماز میں صحابہ کرام باتیں کرتے تھے۔ چنانچہ کوئی بھی آدمی آتا اوران لوگوں میں سے کسی سے بھی جو نماز میں شریک ہوتا یہ پوچھتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ وہ کہتا اتنی اتنی رکعتیں ہوئیں اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵- جمعہ کے خطبہ میں خاموش رہنے کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۳۱۲ / ۳۱۳ ج:۳ / اسباب النزول ص:۱۳۱ / ۱۳۲ معالم التنزیل ص:۵۸۹ ج:۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الانفال

سورہ انفال جو اس وقت شروع ہو رہی ہے مدنی سورت ہے اس سے پہلی سورت یعنی سورۂ اعراف میں مشرکین اور اہل کتاب کے جہل وعناد اور کفر وفساد کا تذکرہ اور اس کے متعلقہ مباحث کا بیان تھا۔

مقابلے میں مسلمانوں کی کامیابی اور فتوحات ہیں جو مسلمانوں کیلئے احسان وانعام اور کفار کیلئے عذاب وانتقام تھا۔

اور چونکہ اس انعام کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا خلوص اور للّٰہیت اور ان کا باہمی اتفاق ہے اور یہ اخلاص واتفاق نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کا اس لئے شروع سورت میں تقویٰ اور اطاعت حق اور ذکر اللہ اور توکل وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔ (معارف القرآن ص:ج:۴)

۲۳۸- یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱﴾

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

شان نزول: یہ آیت غزوۂ بدر میں پیش آنے والے واقعہ سے متعلق ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر جو کفر و اسلام کا سب سے پہلا معرکہ تھا اس میں جب مسلمانوں کی فتح ہوئی اور کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا تو صحابہ کرام کے درمیان اس کی تقسیم میں ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جو اخلاص و اتفاق کے اس مقام کے شایان شان نہ تھا جس پر صحابہ کرام کی پوری زندگی ڈھلی ہوئی تھی۔ اس لئے پہلی ہی آیت میں اس کا فیصلہ فرما دیا گیا تا کہ اس مقدس گروہ کے قلوب میں صدق و اخلاص اور اتفاق و ایثار کے سوا کچھ بھی نہ رہے۔

اس واقعہ کی تفصیل غزوۂ بدر کے شریک حضرت عبادہؓ کی زبانی مسند احمد ترمذی ابن ماجہ مستدرک حاکم وغیرہ میں اس طرح منقول ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت سے کسی نے آیت مذکورہ میں لفظ انفال کا مطلب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ یہ آیت تو ہمارے یعنی اصحاب بدر ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا واقعہ یہ تھا کہ مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں ہمارے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا جس نے ہمارے اخلاق پر بڑا اثر ڈالا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اموال غنیمت کو ہمارے ہاتھوں سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب حاضرین بدر میں اس کو مساوی طور پر تقسیم فرما دیا۔

صورت یہ پیش آئی تھی کہ ہم سب غزوۂ بدر میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے اور دونوں فریق میں گھمسان کی جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی تو اب ہمارے لشکر کے تین حصے ہو گئے کچھ لوگوں نے دشمنوں کا تعاقب کیا تا کہ پھر وہ واپس نہ آسکیں۔ کچھ لوگ کفار کو چھوڑ کر اموال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ اور کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد اس لئے جمع رہے کہ کسی طرف سے چھپا ہوا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ نہ کر دے جب جنگ ختم ہوئی اور رات کو ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہونچا تو جن لوگوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا وہ کہنے لگے سو یہ مال تو ہم نے جمع کیا ہے۔

اس لئے اس میں ہمارے سوا کسی کا حصہ نہیں۔ اور جو لوگ دشمن سے تعاقب میں گئے تھے انہوں نے کہا کہ تم لوگ ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہو۔ کیونکہ ہم نے ہی دشمن کو پسپا کیا اور تمہارے لئے یہ موقع فراہم کیا کہ تم بے فکر ہو کر مال غنیمت جمع کر لو اور جو لوگ آنحضرتؐ کی حفاظت کیلئے آپ کے گرد جمع رہے انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے تو ہم بھی مال

غنیمت جمع کرنے میں تمہارے ساتھ شریک رہتے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت جو جہاد کا سب سے اہم کام تھا اس میں مشغول رہے اس لئے ہم بھی اس کے مستحق ہیں۔

صحابہ کرام کی یہ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچی اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی جس نے واضح کر دیا کہ یہ مال اللہ کا ہے اس کا کوئی مالک وحقدار نہیں بجز اس کے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد ربانی کے تحت اس مال کو سب شرکاء جہاد میں مساوی طور پر تقسیم فرما دیا گیا (ابن کثیر) اور سب کے سب اللہ اور رسول کے اس فیصلے پر راضی ہو گئے اور جو صورت حال باہمی مسابقت کی پیش آ گئی تھی اس پر نادم ہوئے۔

اور مسند احمد ہی میں اس آیت کے شان نزول کا دوسرا واقعہ حضرت سعد بن وقاص کا بھی منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میرے بھائی نمیر شہید ہو گئے۔ میں نے ان کے بالمقابل مشرکین میں سے سعید بن العاص کو قتل کر دیا۔ اور اسکی تلوار لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں چاہتا تھا کہ یہ تلوار مجھے مل جائے۔ مگر رسول اللہ نے حکم دیا کہ اس کو مال غنیمت میں جمع کر دو۔ میں حکم ماننے پر مجبور تھا، مگر میرا دل اسکا سخت صدمہ محسوس کر رہا تھا کہ میرا بھائی شہید ہوا۔ اور میں نے اس کے بالمقابل ایک دشمن کو مار کر اسکی تلوار حاصل کی وہ بھی مجھ سے لے لی گئی مگر بایں ہمہ تعمیل ارشاد کیلئے مال غنیمت میں جمع کرنے کیلئے آگے بڑھا، تو ابھی دور بھی نہیں گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ انفال کی مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور آپ نے مجھے بلوا کر یہ تلوار مجھے عنایت کر دی، بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ سعدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض بھی کیا تھا کہ یہ تلوار مجھے دے دی جائے، مگر آپ نے فرمایا کہ یہ نہ میری چیز ہے جو کسی کو دے دوں اور نہ آپ کی ملک ہے اسکو پورے مال غنیمت میں جمع کر دو اسکا فیصلہ جو کچھ اللہ فرمائیں گے اس کے مطابق ہوگا۔

تیسرا سبب نزول مذکورہ آیت کے بارے میں وہ ہے کہ جسے عبادہ بن صامتؓ نے بیان فرمایا ہے کہتے ہیں کہ جب غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی فتح اور دشمنوں کی شکست اور رسوائی ہوئی اور غزوۂ بدر میں جو انفال مسلمانوں کو حاصل ہوئے اس کے بارے میں مسلمانوں میں دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت

میں سرگرم تھی۔ دوسری جماعت وہ تھی جو دشمنوں کے مقابلے میں تھی ہر جماعت اپنے بارے میں انفال کا مستحق ہونا بتلارہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسی وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برابر برابر مال انفال کو ان میں تقسیم فرمادیا۔ [1]

۲۳۹- اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: اسوقت کو یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دونگا جو سلسلہ وار چلے آوینگے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی تاکہ بشارت ہو اور تمہارے دلوں کو قرار آجائے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ جو کہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

شان نزول: حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مسلمانوں کی قلیل جماعت کو لے کر جب حضورؐ مقام بدر پہونچے تو مشرکین کی جماعت کی طرف ایک نظر کی تو معلوم ہوا کہ انکی تعداد ایک ہزار ہے جبکہ مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور قبلہ رخ ہوکر بارگاہ خداوندی میں دست دعا پھیلادیا۔ اور دعاؤں میں مشغول ہوگئے کہ اے اللہ جو تم نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرما اے اللہ اگر یہ مختصر سی جماعت ہلاک ہوگئی تو اس روئے زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی بھی نہ رہے گا، اور اسلام ہمیشہ کیلئے مٹ جائیگا اور مسلسل یہی دعا کرتے رہے اسی اثنا میں حضرت عمر اور حضرت ابوبکر خیمہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ رسول اللہؐ دعاؤں میں مشغول ہیں اور اپنے ہاتھ کو بارگاہ خداوندی میں پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپکے شانوں سے چادر بھی سرک گئی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آگے بڑھ کر چادر اوڑھائی

[1] اول دوم قول از معارف القرآن بحوالہ مظہری ص:۱۷۳/۱۷۲/ج۳ والیضافی زادالمسیر ص:۳۱۶/۳۱۷ج:۳/وفی اسباب النزول ص۱۳۲ ہرسہ اقوال۔وایضافی معالم التنزیل ص۵۹۴ج:۲

اور عرض کیا یارسول اللہ آپ زیادہ فکر نہ کریں آپ کی دعا اللہ ضرور قبول فرمائیں گے اور اپنا وعدہ پورا فرمائیں گے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(معالم التنزیل ص ۶۰۳ / ۶۰۲ ج:۲ / وزادالمسیر ص ۳۲۵ ج:۲ / وابن کثیر ص:۲۶۶ ج:۲)

۲۴۰-فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: سوتم نے انکو قتل نہیں کیا لیکن اللہ نے انکو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے خوب اجر دے ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں ۔ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا۔

شان نزول: معرکہ بدر کے دن جب مکہ کے ایک ہزار جوانوں کا لشکر ٹیلہ کے پیچھے سے مسلمانوں کی قلت وضعف اور اپنی کثرت وقوت پر فخر کرتا ہوا متکبرانہ انداز سے میدان میں آیا۔ اسوقت رسول اللہؐ نے دعا کی کہ یا اللہ یہ تجھے جھٹلانے والے قریش فخر وتکبر کرتے ہوئے آرہے ہیں آپ نے جو فتح کا وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اس کو جلد پورا فرما (روح البیان) تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ایک مٹھی خاک لیکر دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دیں ۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور ابن ابی حاتم نے بروایت ابن زید نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ مٹی اور کنکریوں کی بھری مٹھی اٹھا کر ایک لشکر کے داہنے حصہ پر -- دوسری بائیں حصہ پر -- تیسری سامنے کی جانب پھینک دی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک یا تین مٹھی بھر کنکریوں کو قدرت نے معجزانہ انداز میں اس طرح پھیلا دیا کہ مخالف لشکر کا کوئی آدمی باقی نہ رہا جس کی آنکھوں میں اور چہروں پر یہ دھول اور کنکریاں نہ پہنچی ہوں جس کا اثر یہ ہوا کہ پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا فرشتے الگ سے ان کے ساتھ شریک قتال تھے۔ (تفسیر مظہری، روح المعانی)

بالآخر کچھ لوگ فریق مخالف کے قتل ہو گئے کچھ گرفتار کر لئے گئے باقی بھاگ گئے اور

میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔

بالکل مایوسی اور نا امیدی کے عالم میں یہ فتح عظیم مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہے میدان جنگ سے واپس آ کر آپس میں گفتگوئیں شروع ہوئیں، صحابہ کرام اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے، کہ کسی نے یہ کہا کہ میں نے قتل کیا ہے اور کسی نے کہا کہ نہیں میں نے قتل کیا ہے، اس وقت مذکورہ آیت **فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ** جس میں ان کو یہ ہدایت دی گئی کہ اپنی سعی وعمل پر ناز نہ کرو۔ یہ جو کچھ ہوا یہ تمہاری محنت اور کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالص حق تعالیٰ کی نصرت اور امداد کا ثمرہ تھا، جو دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے، ان کو درحقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوا: **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى** یعنی یہ مٹی اور کنکریاں جو آپ نے پھینکی وہ درحقیقت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہیں، مطلب یہ ہے کہ پھینکنے کا یہ نتیجہ کہ لشکر دشمن کے ہر فرد کی آنکھوں میں پہنچ کر سب کو سراسیمہ کر دیا یہ آپ کے پھینکنے کا اثر نہیں تھا، بلکہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا کیا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى: اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر ابی بن خلف رسول اللہؐ پر حملہ آور ہوا، لیکن کامیابی نہ ملی اور صحابہ کرام کی گرفت میں آ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حملہ کرتے وقت ایک نیزہ سے اس پر وار کیا خون تو نہ نکلا لیکن پسلی کی ہڈی گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے ٹوٹ گئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ اسے جانے دو۔ چنانچہ گرتا پڑتا جماعت میں آملا۔ پسلی کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے بے برداشت ہو کر بیل کی طرح ڈکار رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا بس اس معمولی تکلیف سے تمہاری حالت یہ ہو رہی ہے، اس نے کہا کہ تم اسے معمولی چوٹ اور تکلیف سمجھتے ہو۔ اگر یہ تکلیف تمام ذوالمجاز والوں پر تقسیم کر دی جائے تو اس سے تمام لوگ مر جائیں گے، چنانچہ مکہ پہنچنے سے قبل ہی مر گیا۔ **فسحقا لاصحاب السعیر** اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى: اس آیت کے نزول میں ایک بات یہ

بھی کہی جاتی ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام سے کمان طلب کی، چنانچہ صحابہ کرام نے آنحضرت کی خدمت میں ایک کمان لاکر پیش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کوئی دوسری کمان لاؤ، چنانچہ پھر دوسری کمان لائی گئی کہ جسکا قبضہ بڑا تھا اور قبضہ سے ہتھیلی بھر جاتی تھی، آنحضرت اس کمان سے تیر پھینک دیا جسکے نتیجے میں کنانہ بن ابی الحقیق قتل ہوگیا اور موت بستر پر ہوئی اور اسی زخم کے نتیجے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ لگا تھا بالآخر اسی کے درد و کرب سے بے چین ہوکر مرگیا اور عذاب اخروی کا مستحق قرار پایا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

نمبر۱-سبب نزول معارف القرآن، زادالمسیر ، ابن کثیر، معالم التنزیل اسباب النزول سے ماخوذ ہے اور نمبر ۲ / ۳ / اسباب انزول، زادالمسیر ، اور ابن کثیر سے ماخوذ ہیں۔ [۱]

نوٹ: مذکورہ آیت کے ہر سہ سبب نزول ذکر ہوجانے کے بعد یہ امر بھی سامنے رہے کہ علامہ جوزی نے فرمایا کہ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ نمبر ا مذکورہ آیت کا سبب نزول ہے۔ (باقی خیبر اور احد کے واقعہ مذکورہ کو آیت کا سبب نزول بتلانا جیسا کہ مذکور ہوا تو یہ اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ خیبر و احد میں بھی جب اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان دونوں موقعوں پر مذکورہ آیت کی تلاوت واقعہ کے ختم ہوجانے کے بعد فرمائی ہو جن صحابہ کو مذکورہ آیت کے نزول کے بارے میں علم نہ ہوا ہو تو انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (راقم الحروف) (زادالمسیر فی علم التفسیر ص: ۳۳۳ ج: ۳)

علامہ ابن کثیر نے فرمایا کہ- مذکورہ ہر سہ شان نزول کو آیت کا عموم شامل ہے لیکن آیت مذکورہ اور ماقبل میں ذکر کردہ آیات کے سیاق سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آیت مذکورہ جو زیر بحث ہے غزوہ بدر کے موقعہ پر نازل ہوئی، جیسا کہ صاحب فکر و نظر اس سے بخوبی واقف ہیں۔

اوانه ارادان الآية تعم هذاكله والافسياق الآ ية فى سورة الانفال "فى

[۱] اسباب النزول ص: ۱۳۳ / زادالمسیر ص: ۳۳۲/۳۳۳ ج: ۳/معالم التنزیل ص: ۶۱۰/۶۱۱ ج: ۲/معارف القرآن ص: ۲۰۱/۲۰۲ ج: ۴/ابن کثیر ص: ۲۷۱ ج: ۲

قصة بدر لا محالة وهذا مما لا يخفى على أئمة العلم والله اعلم"

(ابن اکثیر ص:۲۷۶ج:۲)

۲۴۱-اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارے سامنے آموجود ہوا اور اگر باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے۔ اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت ذرا بھی کام نہ آوے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

۱-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اللہ تعالیٰ سے مدد اور فتح طلب کی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۲-قریشی لشکر جب مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تیار ہو گیا تو مکہ سے نکلنے سے پہلے لشکر کے سردار ابوجہل وغیرہ نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر دعائیں مانگیں تھیں، اور عجب بات یہ ہے کہ اس معاملہ میں اس نے اپنی فتح کی دعاء کرنے کے بجائے عام الفاظ میں اس طرح دعاء مانگی۔

''یا اللہ دونوں لشکروں میں سے جو اعلیٰ وافضل ہے اور دونوں جماعتوں میں سے جو زیادہ ہدایت پر ہے اور دونوں پارٹیوں میں سے جو زیادہ کریم وشریف ہے اور دونوں جماعتوں میں سے جس کا دین افضل ہے اس کو فتح دیجئے''

یہ بیوقوف تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بمقابلہ مسلمانوں کے ہم ہی اعلیٰ وافضل اور زیادہ ہدایت پر ہیں اس لئے دعاء ہمارے حق میں ہے اور اس دعاء کے ذریعے وہ یہ چاہتے تھے کہ خدا کے تعاون کے ساتھ حق وباطل کا فیصلہ ہو جائے۔ اور جب ہم فتح پائیں گے تو یہ گویا اللہ کی طرف سے ہمارے حق پر ہونے کا فیصلہ ہوگا۔

مگر ان کو یہ خبر نہ تھی کہ اس دعاء میں درحقیقت وہ اپنے لئے بددعاء اور مسلمانوں کیلئے

دعاء کررہے ہیں، چناں چہ انجام جنگ سامنے آچکا کہ حق کو فتح اور باطل کو شکست ہوگئی وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ اور اگر تم اپنے کفر وعناد سے بعض آگئے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ اور اگر تم پھر اپنی شرارت اور جنگ کی طرف لوٹے تو ہم بھی مسلمانوں کی طرف لوٹیں گے۔ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ یعنی تمہاری جماعت اور جتھا کتنا ہی زیادہ ہو اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کے مقابلے میں تمہیں کچھ کام نہ دے گا وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ یعنی کوئی جماعت تمہیں کیا کام دے سکتی ہے جب کہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

۳-ابوجہل نے کہا اے اللہ آپکے نزدیک جو زیادہ پسندیدہ ہو آج اسکی مدد فرما۔

۴- مشرکین نے کہا اللہ ہم اس چیز کو نہیں جانتے ہیں جو محمد لے کر آئے ہیں۔ اور ہمارے اور ان کے درمیان حق کے ذریعہ فتح دیجئے۔ یعنی جو حق پر ہو انکو فتح و نصرت سے ہمکنار کیجئے۔

۵- کفار مکہ نے بدر کی طرف روانہ ہوتے ہوئے عین مکہ سے چلنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی اے اللہ اگر وہ دین جس کو محمد لیکر آئے ہیں اگر وہ آپکے نزدیک حق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش نازل فرمادیجئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ انہوں نے بدر کے اندر اپنا حال بھی دیکھ لیا کہ اکثر روسائے قریش اور زعماء مکہ قتل کی نذر ہو گئے اور اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا۔ (زادالمسیر ص:۳۳۵/۲۳۴ ج:۳/ اسباب النزول ص:۱۳۴/ المقتطف ص:۳۲۸ ج:۲)

۲۴۲-وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ حقیقت میں سنتے سناتے کچھ نہیں۔

شان نزول: یہ آیت جن لوگوں کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے اس بارے میں تین اقوال ہیں

۱۔عبداللہ بن قصی کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۔یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی بنو قریظہ اور بنو نضیر۔

۳۔منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔

ان تمام لوگوں کا مجموعی طور پر قول یہ تھاسَمِعۡنَا لیکن جن باتوں کو سنتے ان میں کوئی غوراور تدبر نہ کرتے۔گویا ان کا سننا نہ سننے کے برابر ہوااسی سلسلے میں ان حضرات کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔(زادالمسیر ص ۳۳۷/۳۳۶ج:۳/معالم التنزیل ص ۶۱۵ج ۲)

۲۴۳-اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: بیشک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے۔

شان نزول: بنی عبدالدار بن قصی کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ محمد جس چیز کو لے کر آئے ہیں اس سے ہم بہرے ہیں اور گونگے ہیں۔ان لوگوں کا حشر یہ ہوا کہ غزوہ احد کے موقع سے سارے کے سارے قتل کردیئے گئے۔صرف دوفرد مصعب بن عمیر اور سویط بن حرملہ باقی رہے۔

(معالم التنزیل ص ۶۱۵ج ۲/زادالمسیر ص ۳۳۶ج ۳)

۲۴۴- وَ اتَّقُوۡا فِتۡنَةً لَّا تُصِيۡبَنَّ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً ۚ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اورتم ایسے وبال سے بچو کہ جوخالص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

شان نزول: یہ آیت کن کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اس سلسلے میں چاراقوال ہیں۔

۱-حضرات صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲-قریش کے دوآدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

۳-تمام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

۴-حضرت علی،حضرت عمار اور حضرت طلحہ،حضرت زبیرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

فائدہ: امام بغوی نے شرح السنہ اور معالم میں بروایت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ وصدیقہ عائشہؓ یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص جماعت کے گناہ کا عذاب عام لوگوں پر نہیں ڈالتے ہیں جب تک کہ ایسی صورت پیدا نہ ہوجائے کہ وہ اپنے ماحول میں گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور ان کو یہ قدرت بھی ہو کہ اس کو روک سکیں اسکے باوجود انہوں نے اسکو روکا نہیں تو اسوقت اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کو گھیر لیتا ہے۔اور ترمذیؒ ابوداؤد وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور ظلم سے اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ ان سب پر اپنا عذاب عام کردیں صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیرؓ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قانونی حدود کو توڑنے والے اور گناہگار ہیں اور جو لوگ انکو دیکھ کر مداہنت کرنے والے ہیں، یعنی باوجود قدرت کے ان کو گناہ سے نہیں روکتے ان دونوں طبقوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بحری جہاز کے دو طبقے ہوں اور نیچے طبقے والے اوپر آکر اپنی ضرورت کیلئے پانی لیتے ہوں جس سے اوپر والے تکلیف محسوس کریں نیچے والے یہ دیکھ کر یہ صورت اختیار کریں کہ کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کرکے اس سے پانی حاصل کریں اور اوپر کے لوگ انکی اس حرکت کو دیکھیں اور منع نہ کریں تو ظاہر ہے کہ پانی پوری کشتی میں بھر جائیگا اور جب نیچے والے غرق ہونگے تو اوپر والے بھی ڈوبنے سے نہیں بچیں گے۔

ان روایت کی بنا پر بہت سے مفسرین نے یہ فرمایا کہ اس آیت میں فتنہ سے مراد یہی گناہ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کردینا ہے اور تفسیر مظہری میں ھیکہ اس گناہ سے مراد ترک جہاد کا گناہ ہے۔خصوصاً اسوقت جبکہ امیر المومنین کی طرف سے جہاد کی دعوت عام مسلمانوں کو دی جائے اور اسلامی شعائر کی حفاظت اسپر موقوف ہو کیونکہ اس وقت ترک جہاد کا وبال صرف تارکین جہاد پر نہیں بلکہ پورے مسلمانوں پر پڑتا ہے کفار کے غلبہ کے سبب عورتیں بچے بوڑھے اور بہت سے بے گناہ مسلمان قتل وغارت گری کا شکار ہوجاتے ہیں۔انکے جان ومال خطرہ میں پڑجاتے ہیں۔اس صورت میں عذاب سے مراد

دنیوی مصائب اور تکلیفیں ہوں گی اور قرینہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ پچھلی آیات میں ترک جہاد کرنے والوں پر ملامت کی گئی ہے۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ سے تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ تک۔ وغیرہ آیات سابقہ اسی بیان میں آئی ہیں اور غزوہ احد میں جبکہ چند مسلمانوں کو لغزش ہوئی کہ گھاٹی کی حفاظت چھوڑ کر نیچے آگئے تو اس کی مصیبت صرف غلطی کرنے والوں پر نہیں بلکہ پورے مسلم لشکر پر پڑی یہاں تک کہ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس معرکہ میں زخم آیا۔ (زادالمسیر فی علم التفسیر واسباب النزول وغیرہ)

۲۴۵- وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تمکو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں سو اللہ تعالیٰ نے تم کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔

شان نزول: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ الخ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا یہ آیت خاص طور سے مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی کہ جبکہ انکی تعداد قلیل تھی اور مکہ کی سرزمین میں مقہور و مغلوب سمجھے جاتے تھے انہیں ہمیشہ یہ خدشہ رہتا تھا کہ کہیں کفار مکہ اور روم و فارس والے انہیں اچک نہ لیں جھپٹا نہ ماریں بلکہ کفار مکہ تو انہیں پھونکوں سے بجھانے کیلئے تیار ہی رہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع سے کہا ہے کہ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ الخ تو اس آیت میں احکام الٰہی کی اطاعت کو آسان کرنے اور اس پر ترغیب دینے کیلئے مسلمانوں کی پچھلی خستہ حالی اور ضعف و کمزوری پھر اس کے بعد اپنے فضل و انعام سے حالات بدلکر ان کو قوت و اطمینان عطا فرمانے کا ذکر ہے۔

(زادالمسیر فی علم التفسیر ص: ۳۴۳ ج: ۳)

۲۴۶- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا

اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو جانتے ہو۔

شان نزول: واقعہ اسکے نزول کا اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے جو غزوہ بنوقریظہ میں پیش آیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے بنوقریظہ کے قلعہ کا اکیس روز تک محاصرہ جاری رکھا جس سے عاجز ہو کر انہوں نے وطن چھوڑ کر ملک شام چلے جانے کی درخواست کی آپ نے ان کی شرارتوں کے پیش نظر اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ صلح کی صرف یہ صورت ہے کہ سعد بن معاذؓ تمہارے بارے میں جو کچھ فیصلہ کریں اس پر راضی ہو جاؤ۔ انہوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذؓ کے بجائے ابولبابہؓ کو یہ کام سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ ابولبابہؓ کے اہل وعیال اور جائداد بنوقریظہ میں تھے ان سے یہ خیال تھا کہ وہ ہمارے معاملہ میں رعایت کریں گے آپ نے ان کی درخواست پر حضرت ابولبابہؓ کو بھیج دیا بنوقریظہ کے سب مرد وزن ان کے گرد جمع ہو کر رونے لگے اور یہ پوچھا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اتر آئیں تو کیا ہمارے معاملہ میں وہ کچھ نرمی فرمائیں گے۔ ابولبابہؓ کو معلوم تھا کہ انکے معاملہ میں نرمی برتنے کی رائے نہیں ہے۔ انہوں نے کچھ ان لوگوں کی گریہ وزاری سے اور کچھ اپنے اہل وعیال کی محبت سے متاثر ہو کر اپنے گلے پر تلوار کی طرح ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتلا دیا کہ ذبح کئے جاؤ گے، گویا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش کر دیا۔

مال واولاد کی محبت میں یہ کام کر تو گذرے مگر فوراً متنبہ ہوئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کی جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس درجہ ندامت ہوئی کہ آپ کی خدمت میں لوٹنے کے بجائے سیدھے مسجد میں پہونچے اور مسجد کے ایک ستون کیساتھ اپنے آپ کو باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی اسی طرح بندھا رہوں گا چاہے اسی حالت میں موت آجائے۔ چنانچہ سات روز مکمل اسی طرح بندھے کھڑے رہے ان کی بیوی اور لڑکی نگہداشت کرتی تھیں، انسانی ضرورت کے وقت اور نماز کے وقت

کھول دیتی اور فارغ ہونے کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔ کھانے پینے کے پاس نہ جاتے تھے یہاں تک کہ غشی طاری ہوجاتی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اول اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ اگر وہ اول ہی میرے پاس آجاتے تو میں ان کیلئے استغفار کرتا اور توبہ قبول ہوجاتی اب جب کہ وہ یہ کام کرگذرے تو اب قبولیت توبہ کے نازل ہونے کا انتظار ہی کرنا ہے۔

چنانچہ سات روز کے بعد آخر شب میں آپ پر یہ آیتیں ان کی توبہ قبول ہونے کے متعلق نازل ہوئیں بعض حضرات نے ان کو خوشخبری سنائی اور کھولنا چاہا مگر انہوں نے کہا کہ جب تک خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نہ کھولیں گے میں کھلنا پسند نہ کروں گا۔ چنانچہ جب آپ صبح کی نماز کے وقت مسجد میں تشریف لائے تو اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔ آیت مذکورہ میں جو خیانت کرنے اور مال واولاد کی محبت سے مغلوب ہونے کی ممانعت کا ذکر ہے اسکا اصل سبب یہ واقعہ ہے۔ واللہ اعلم [1]

۲۴۷- وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲

ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے کہا اے اللہ اگر یہ قرآن آپکی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کردیجئے۔

شان نزول: نضر بن حارث نے کہا کہ اے اللہ، محمد جو کچھ کہہ رہے ہیں اگر وہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش فرمادیجئے اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲۴۸- وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرینگے کہ ان میں آپکے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں وہ کہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔

---

[1] معارف القرآن ص:۲۱۵ ج:۴/ وزادالمسیر ص:۳۴۳ / ۳۴۴ ج:۳ ومعالم التنزیل ص:۶۲۰/۶۱۹ ج:۲/ واسباب النزول ص:۱۳۴ تفصیل کیلئے دیکھئے زادالمعاد ص:۱۳۳ ج:۳ اور مقتطف ص:۳۳۲/ج:۲/مختصراً

شان نزول: ابوجہل نے کہا اے اللہ اگر محمدؐ آپکے نزدیک حق پر ہیں تو ہم پر پتھر کی بارش فرما۔اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۳۵،زاد المسیر ص:۳۴۹/۳۴۸ج:۳)

۲۴۹- وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اوران کی نماز خانہ کعبہ کے سامنے صرف یہ تھی کہ سیٹیاں اورتالیاں بجانا سواس عذاب کا مزہ چکھواپنے کفر کے سبب۔

شان نزول: کفارمکہ جب خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تو سیٹیاں اورتالیاں بجاتے اوراپنے چہروں کواوراپنے رخساروں کوزمین سے رگڑتے تواس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۳۵/زاد المسیر ص:۳۵۲ج:۳معالم التنزیل ص:۶۲۷ج:۲)

۲۵۰- اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: بلاشک یہ کافرلوگ اپنے مالوں کواس لئے خرچ کررہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کوخرچ کرتے ہی رہیں گے پھروہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہوجائیں گے،پھروہ مغلوب ہوجائیں گے۔

شان نزول: آیت کریمہ کے سبب نزول کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱- بدر میں کھانا کھلانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ بارہ افراد تھے جولوگوں کوکھانا کھلاتے تھے ان میں سے ہرایک کی روزانہ کھانا کھلانے کی باری تھی۔اور ہر ایک آدمی نے ایک دن اپنے تمام شرکاء کوکھانا کھلایا[۱] اوروہ بارہ افراد یہ تھے (۱)عتبہ(۲) شیبہ[۲] (۳)منبہ(۴)نبیہ یہ دونوں حجاج کے بیٹے تھے، اور ابوالبختری (۵) جس کا نام سعید بن فیروز طائی تھا۔اور(۶)نضر بن حارث اور(۷)ابوجہل اورابو

[۱] یعنی بدر میں جن مشرکوں کے کھلانے کی دعوت تھی ان کے بارے میں مذکورہ آیت اتری۔

[۲] یہ دونوں ربیع کے بیٹے تھے۔

جہل کا بھائی (۸) حارث اور (۹) حکم بن حزام اور (۱۰) ابی بن خلف اور (۱۱) زمعہ بن الاسود اور (۱۲) حارث بن عامر بن نوفل۔

۲-سفیان بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی۔ احد کے دن یہ حضورؐ سے مقابلہ کرنے کیلئے دو ہزار حبشیوں کو اجرت پر لایا تھا۔ اور ان پر بہت سارا مال خرچ کیا۔ علامہ واحدی نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان نے مشرکوں پر احد کے دن جو مال خرچ کیا تھا اس کی مقدار چالیس اوقیہ تھی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی بدر کے دن مشرکوں نے جو مال اور سرمایہ خرچ کیا تھا۔ (اسباب النزول ص:۱۳۵ زادالمسیر ص:۳۵۵ ج:۳ معالم التنزیل ص:۶۲۸ ج:۲)

فائدہ: حاصل آیت کا یہ ہے کہ ان کا مال خرچ کرنا اسلام کی عداوت میں بے سود ہے اور زیاں سے خالی نہیں، بدر میں تو ظاہر ہے کہ ان کے سارے رؤساء اور زعماء قوم ایک ایک کر کے قتل کر دیئے گئے۔ اور احد میں ظاہری فتح یابی ان کے خسران کے منافی نہیں۔ (روح المعانی ص:۲۰۵ ج:۱۰ / پارہ-۱۰)

۲۵۱- قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸

ترجمہ: آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے اگر یہ لوگ باز آجاوینگے تو انکے سارے گناہ جو پہلے کر چکے ہیں سب معاف کردئے جائینگے۔ اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے۔

شان نزول: یہ آیت ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

فائدہ: اس آیت میں کفار کیلئے مربیانہ خطاب جس میں ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی ترغیب اس میں یہ ہے کہ اگر وہ تمام افعال شنیعہ کے بعد اب بھی توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو پیچھے کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ترہیب یہ ہے کہ اگر وہ اب بھی باز نہ آئیں تو سمجھ لیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کو کوئی نیا قانون بنانا یا سوچنا نہیں پڑیگا پہلے زمانہ کے کافروں کے لئے جو قانون ہو چکا ہے وہی ان پر بھی جاری ہوگا۔ کہ وہ دنیا میں بھی ہلاک

وبرباد ہوئے اور آخرت میں بھی عذاب کے مستحق ہوئے۔ (معارف القرآن ص:۲۳۱ ج:۴)

۲۵۲- اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

شان نزول: یہ آیت یہود بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی مثلاً کعب بن اشرف اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں۔ (زاد المسیر ص:۳۷۱ ج:۳)

۲۵۳- مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾

ترجمہ: نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلیں تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست اور بڑے حکمت والے ہیں۔

شان نزول: اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ غزوۂ بدر اسلام میں سب سے پہلا جہاد ہے اور اچانک پیش آیا ہے اس وقت تک جہاد سے متعلقہ احکام کی تفصیل قرآن میں نازل نہیں ہوئی تھی مثلاً جہاد میں اگر مال غنیمت ہاتھ آجائے تو اسے کیا کیا جائے دشمن کے سپاہی اپنے قبضہ میں آجائیں تو ان کو گرفتار کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر کافر گرفتار کرلیے جائیں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔

مال غنیمت کے متعلق پچھلے تمام انبیاء کی شریعتوں میں قانون یہ تھا کہ مسلمانوں کو اس سے فائدہ اٹھانا اور استعمال کرنا حلال نہیں تھا بلکہ حکم یہ تھا کہ پورا مال جمع کر کے کسی میدان میں رکھ دیا جائے اور دستور الٰہی یہ تھا کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور اس سارے مال کو جلا کر راکھ کردیتی۔ یہی علامت اس جہاد کے مقبول ہونے کی تھی، اگر مال غنیمت کو جلانے کیلئے آسمانی آگ نہ آئے تو یہ اس کی علامت ہوتی کہ جہاد میں کوتاہی رہی ہے۔ جس کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطاء کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں ہوئیں، ان میں سے ایک یہ

بھی ہے کہ کفار سے حاصل ہونے والا مال غنیمت کسی کے لئے حلال نہ تھا، مگر امت محمدیہ کیلئے حلال کر دیا گیا، مال غنیمت کا اس امت کیلئے مخصوص طور سے حلال ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تو تھا، مگر غزوۂ بدر کے واقعہ تک اس کے متعلق کوئی وحی آنحضرت ﷺ پر اسکے حلال ہونے کے سلسلہ میں نازل نہیں ہوئی تھی، اور غزوہ بدر میں صورت حال یہ پیش آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بالکل خلاف قیاس غیر معمولی فتح عطاء فرمائی دشمن نے مال بھی چھوڑا جو بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، اور انکے بڑے بڑے ستر افراد بھی مسلمانوں نے گرفتار کئے، مگر ان دونوں چیزوں کے جائز ہونے کی صراحت کسی وحی الٰہی کے ذریعہ ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔

اس لئے صحابہ کرام کے اس عاجلانہ اقدام پر عتاب نازل ہوا، اسی عتاب و ناراضگی کا اظہار ایک وحی کے ذریعہ کیا گیا۔ جس میں جنگی قیدیوں کے متعلق بظاہر تو مسلمانوں کو دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تھا کہ مسئلہ کے دونوں پہلوؤں میں سے اللہ کے نزدیک ایک پسندیدہ، اور دوسرا ناپسندیدہ ہے، جامع ترمذی سنن نسائی صحیح ابن حبان میں بروایت علی مرتضیٰ منقول ہے کہ اس موقع پر حضرت جبرئیل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ حکم سنایا کہ آپ صحابہ کرام کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار دے دیجئے ایک یہ کہ ان دشمنوں کو قتل کر دیا جائے جو قیدیوں کی شکل میں ہیں اور ان کی شوکت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیں، دوسرے یہ کہ ان کو فدیہ یعنی کچھ مال لیکر چھوڑ دیا جائے، لیکن اس دوسری صورت میں بامر الٰہی یہ طے شدہ ہے کہ اس کے بدلہ آئندہ سال مسلمانوں کے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے، جتنے قیدی آج مال لے کر چھوڑے دیئے جائیں گے، یہ صورت اگرچہ تخییر کی تھی، اور صحابہ کرام کو دونوں چیزوں کا اختیار دے دیا گیا تھا، مگر دوسری صورت میں ۷۰ ستر صحابہ کرام کی شہادت کا فیصلہ ذکر کرنے میں اس طرف ایک خفیف اشارہ ضرور موجود تھا، کہ یہ صورت اللہ کے نزدیک پسند نہیں کیوں کہ اگر یہ پسند ہوتی تو ۷۰ ستر مسلمانوں کا خون اس کے نتیجے میں لازم نہ آتا۔

صحابہ کرام کے سامنے جب یہ دونوں صورتیں بطور اختیار کے پیش ہوئیں تو بعض صحابہ

کرام کو خیال یہ ہوا کہ اگر ان لوگوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے کہ یہ سب یا بعض کسی وقت مسلمان ہو جائیں، جو اصلی فائدہ اور مقصد جہاد ہے، دوسرا یہ بھی خیال ہوا کہ مسلمان اس وقت افلاس کی حالت میں ہیں، اگر ۷۰ر آدمیوں کا مالی فدیہ ان کو مل گیا تو ان کی تکلیف بھی دور ہوگی اور آئندہ کیلئے جہاد کی تیاری میں مدد مل جائے گی، وہاں ۷۰ر ستر مسلمانوں کا شہید ہونا سو وہ مسلمانوں کے لئے خود ایک نعمت اور سعادت ہے اس سے گھبرانا نہیں چاہئے ان خیالات کے پیش نظر صدیق اکبرؓ اور اکثر صحابہ کرام نے یہی رائے دی کہ ان قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے صرف حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن معاذ وغیرہ چند حضرات نے اس رائے سے ختلاف کر کے ان سب کو قتل کر دینے کی رائے کو اس بنیاد پر ترجیح دی کہ یہ حسن اتفاق ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں قوت وطاقت فراہم کرنے والے سارے قریشی سردار اس وقت قابو میں آگئے ہیں، ان کا قبول اسلام تو موہوم خیال ہے۔ مگر یہ غالب گمان ہے کہ یہ لوگ واپس آکر مسلمانوں کے خلاف پہلے سے زیادہ سرگرمی کا سبب بنیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہو کر تشریف لائے تھے اور رحمت کا مجسمہ تھے صحابہ کرام کی رائیں دیکھ کر آپ نے اس رائے کو قبول کر لیا جس میں قیدیوں کے معاملہ میں رحمت اور سہولت تھی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے آپ نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو خطاب کر کے فرمایا **لو اتفقتما ما خالفتکما** یعنی اگر تم دونوں کسی ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو میں تمہاری رائے کے خلاف نہ کرتا (مظہری) اختلاف رائے کے وقت آپ کی رحمت وشفقت علی الخلق کا تقاضا یہی ہوا کہ ان کے معاملے میں آسانی اختیار کی جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور فدیہ والی رائے پر عمل کر لیا گیا جس کے نتیجے میں آئندہ سال غزوہ احد کے موقع پر ارشاد ربانی کے مطابق ۷۰ر ستر مسلمانوں کے شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ مذکورہ آیت اسی موقع سے نازل ہوئی۔ [1]

---

[1] زاد المسیر ص: ۳۸۰/۳۷۹ ج:۳/ معارف القرآن ص: ۲۸۲/۲۸۳، ۲۸۴ ج:۴/ اسباب النزول ص: ۱۳۷/۱۳۶/ معالم التنزیل ص: ۲۵۱، ۲۵۲ ج:۲/ روح المعانی ص: ۳۴ ج:۱۰ پارہ-۱۰

۲۵۴- لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی ۔

شان نزول: لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ الی آخرہ ترمذی میں بروایت حضرت ابوہریرہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مال غنیمت تم سے پہلے کسی قوم کسی امت کیلئے حلال نہیں تھا، بدر کے موقع پر جب مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے حالانکہ ابھی تک ان کیلئے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں کا یہ اقدام ایسا گناہ تھا کہ اس پر عذاب آجانا چاہئے تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا کہ اس امت کیلئے مال غنیمت حلال کیا جائیگا اس لئے مسلمانوں کی اس خطاء پر عذاب نازل نہیں کیا تھا۔ (تفسیر مظہری)

بعض روایات حدیث میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عذاب الٰہی بالکل سامنے آچکا تھا۔ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے روک دیا اور اگر عذاب آجاتا تو بجز عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے کوئی اس سے نہ بچتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سبب عتاب قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دینا تھا اور ترمذی کی روایت سابقہ سے اس کا سبب مال غنیمت جمع کرنا معلوم ہوتا ہے مگر دونوں میں کوئی تضاد نہیں قیدیوں سے فدیہ لینا بھی مال غنیمت ہی کا جز ہے۔

(معارف القرآن ص:۲۸۵ ج:۴ / معالم التنزیل فی علم التفسیر ص:۶۵۳ ج:۲ / زاد المسیر ص:۳۸۱ ج:۳)

۲۵۵- فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع

ترجمہ: سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحمت والے ہیں۔

شان نزول: جب آیت کریمہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى الخ نازل

ہوئی تو صحابہ کرام نے جو فدیہ حاصل کیا تھا جو غنیمت ہی کا ایک جز ہے اسی طرح جب آیت کریمہ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ الخ نازل ہوئی تو غنیمت کا جو حصہ بغیر اجازت کے اور بغیر حکم شریعت کے صحابہ کرام نے جسے جلدی جلدی جمع کر لیا تھا تو اس کے استعمال سے بالکل رک گئے، چوں کہ اس سے یہ واضح نہ ہوا تھا کہ آئندہ کیلئے ان معاملات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے یعنی مال غنیمت کا استعمال کیا جائے یا نہیں اس لئے اس آیت میں اللہ نے مال غنیمت کا مسئلہ صاف کر دیا ہے گویا یہ آیت مذکورہ آیت کے بعد ہی نازل ہوئی جس میں مال غنیمت کے کھانے کی عام اجازت دے دی گئی کہ جو مال غنیمت تم کو ہاتھ آ گیا ہے وہ اب کھا سکتے ہو اور آئندہ کیلئے بھی تمہارے واسطے حلال کر دیا گیا ہے۔

مگر اس میں بھی ایک شبہ یہ رہ جاتا ہے کہ مال غنیمت حلال کرنے کا حکم تو اب ملا ہے۔ اس حکم سے پہلے جو غلطی سے جمع کر لیا گیا تھا شاید اس میں کسی قسم کی کراہیت ہو اس لئے اس کے بعد حَلٰلًا طَيِّبًا فرما کر یہ شبہ بھی دور کر دیا گیا کہ اگرچہ نزول حکم سے پہلے جمع غنیمت کا اقدام درست نہ تھا مگر اب جبکہ مال غنیمت حلال ہونے کا حکم آ گیا تو پہلا جمع کیا ہوا بھی بغیر کسی کراہت کے حلال ہے۔

(المقتطف ص:۳۵۵ ج:۲ / معارف القرآن ص:۲۸۶ ج:۴ معالم التنزیل ص:۶۵۴ ج:۲)

۲۵۶- يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو دیدیگا اور تم کو بخشدیگا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔

شان نزول: اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ بدر کے قیدیوں میں شامل تھے

اوران سے بھی فدیہ لیا گیا تھا ان کی خصوصیت اس معاملے میں یہ تھی کہ یہ مکہ سے اپنے ساتھ تقریباً سات سوگنّی لے گئے تھے۔ تاکہ وہ لشکر کفار پر خرچ کی جائیں اور ابھی یہ خرچ نہیں ہونے پائی تھیں کہ وہ مع سونے کے گرفتار کر لئے گئے۔

جب فدیہ دینے کا وقت آیا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ساتھ جو سونا تھا اس کو میرے فدیہ کی شکل میں لگا دیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مال آپ کفر کی امداد کیلے لائے تھے وہ تو مسلمانوں کا مال غنیمت بن گیا۔ فدیہ اس کے علاوہ ہونا چاہیئے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی آپ ادا کریں، عباسؓ نے فرمایا کہ اگر اتنا مالی بار مجھ پر ڈالا گیا تو مجھے قریش سے بھیک مانگنا پڑے گا میں بالکل فقیر ہو جاؤنگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں آپکے پاس وہ مال موجود نہیں جو مکہ سے روانگی کے وقت آپنے اپنی زوجہ ام الفضل کے حوالہ کیا ہے۔ حضرت عباس نے پوچھا آپکو یہ کیسے معلوم ہوا جب کہ وہ میں نے رات کی تاریکی اور تنہائی میں اپنی بیوی کے سپرد کیا تھا اور کوئی تیسرا آدمی اس سے واقف نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے رب نے پوری تفصیل سے بتا دیا۔ یہ سن کر حضرت عباس کے دل میں آنحضرتؐ کے سچے رسول ہونے کا یقین ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے معتقد تھے۔ مگر کچھ شبہات تھے جو اللہ تعالیٰ نے اسوقت رفع فرما دیئے۔ اور وہ درحقیقت اسی وقت سے مسلمان ہو گئے۔ مگر انکا بہت سارو پیہ قریش مکہ کے ذمہ قرض تھا۔ اگر یہ اسی وقت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتے تو وہ روپیہ مارا جاتا اس لئے اعلان نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا فتح مکہ سے پہلے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی اجازت چاہی کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آجاؤں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہی مشورہ دیا کہ ابھی ہجرت نہ کریں۔

حضرت عباس کی اس گفتگو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت میں آیا ہوا مذکورہ وعدہ بھی یاد دلایا کہ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا اخلاص کے ساتھ مومن ہو گئے تو جو کچھ مال فدیہ میں خرچ کیا ہے اس سے بہتر اللہ تعالیٰ آپکو عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت عباس اظہارِ

اسلام کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اس وعدہ کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ مجھ سے بیس اوقیہ سونا فدیہ لیا گیا تھا اور اس وقت میرے بیس غلام مختلف جگہوں پر تجارت کا کام کررہے ہیں اور کسی کا کاروبار بیس ہزار درہم سے کم کا نہیں ہے اس پر یہ مزید انعام ہے کہ مجھے حجاج کو آب زمزم پلانے کی خدمت مل گئی ہے جو میرے نزدیک ایسا گرانقدر کام ہے کہ سارے اہل مکہ کے اموال بھی اس کے مقابلے میں ہیچ سمجھتا ہوں۔

(زادالمسیر ص:۳۸۳ ج:۳/اسباب النزول ۱۳۸/معارف القرآن ص:۲۸۹ تا ۲۹۱ ج:۴/معالم التنزیل ص:۶۵۵ ج:۲)

فائدہ: غزوۂ بدر کے قیدیوں میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے مگران کے بارے میں یہ کھٹک لوگوں کے دل میں تھی کہ شاید یہ لوگ مکہ پہونچ کر اسلام سے پھر جائیں اور پھر ہمیں نقصان پہونچائیں حق تعالیٰ نے اس کے بعد والی آیت میں اس خطرہ کو اس طرح دور فرمایا

وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾

یعنی اگر یہ لوگ آپکے ساتھ خیانت ہی کا ارادہ کریں تو اس سے آپکو کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو اس سے پہلے اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں یعنی میثاق ازل میں جو اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کا اقرار کیا تھا خود ہی اس کی مخالفت کرنے لگے تھے۔ لیکن انکی یہ خیانت خود ان ہی کیلئے مضر ثابت ہوئی کہ انجام کار ذلیل وخوار اور گرفتار ہوئے اور اللہ تعالیٰ تو دلوں کے رازوں کو جاننے والے اور بڑی حکمت والے ہیں اگر یہ لوگ اب بھی آپکی مخالفت کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ سے کہاں باہر چلے جائیں گے پھر وہ انکو اچھی طرح پکڑے گا۔ پچھلی آیت میں آزاد ہونے والے قیدیوں کو اسلام کی طرف دعوت ترغیبی انداز میں دی گئی تھی اس آیت میں ترہیب کے ذریعہ ان کو آگاہ کر دیا کہ تمہاری دنیا وآخرت کی بھلائی اسلام وایمان میں منحصر ہے۔ (معارف القرآن ص:۲۹۱ ج:۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التوبۃ

سورہ براءت شروع ہورہی ہے جسکو سورہ توبہ بھی کہا جاتا ہے۔ براءت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کفار سے براءت کا ذکر ہے اور توبہ اس لئے کہ اس میں مسلمانوں کی توبہ قبول ہونے کا بیان ہے (مظہری) اس سورت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مصاحف قرآن میں اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی اسکے سوا تمام قرآنی سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ معلوم کرنے سے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ قرآن مجید ۲۳ رتیئس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے۔ ایک ہی سورت کی آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئیں۔ جبرئیل امین جب وحی لے کر آتے تو ساتھ ہی بحکم الٰہی یہ بھی بتلا دیتے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد رکھی جائے اسی کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبین وحی کو ہدایت فرما کر لکھوا دیتے تھے۔

اور جب ایک سورت ختم ہو کر دوسری سورت شروع ہوتی تھی تو سورت کے شروع ہونے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی تھی جس سے یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ پہلی سورت ختم ہوگئی اب دوسری سورت شروع ہورہی ہے قرآن مجید کی تمام تر سورتوں میں یہی ہوا۔

سورہ توبہ نزول کے اعتبار سے بالکل آخری سورتوں میں سے ہے اسکے شروع میں عام دستور کے مطابق نہ بسم اللہ نازل ہوئی اور نہ رسول کریمؐ نے کاتبین وحی کو اس کی ہدایت فرمائی اسی حال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

جامع قرآن حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی خلافت کے عہد میں جب قرآن مجید کو کتابی صورت میں ترتیب دیا تو سب سورتوں کے خلاف سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ تھی اس

لئے شبہ ہوگیا کہ شاید یہ کوئی مستقل سورت نہ ہو۔ بلکہ کسی دوسری سورت کا جز ہو اب اس کی فکر ہوئی کہ اگر کسی دوسری سورت کا جز ہو تو وہ کونسی سورت ہوسکتی ہے چناں چہ مضامین کے اعتبار سے سورۂ انفال اس کے مناسب معلوم ہوئی۔

اور حضرت عثمانؓ سے ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ان دونوں سورتوں کو قرینتین یعنی ملی ہوئی کہا جاتا تھا (مظہری) اسی لیے سورۂ انفال کے بعد اس کو رکھ دیا گیا یہ احتیاط اس لئے کی گئی کہ اگر یہ دوسری سورت کا جز ہو تو اسکے ساتھ رہنا چاہئے مگر احتمال یہ بھی تھا کہ علیحدہ مستقل سورت ہو اس لئے لکھنے میں یہ سورت اختیار کی گئی سورۂ انفال کے ختم پر سورۂ توبہ کے شروع سے پہلے کچھ جگہ خالی چھوڑ دی گئی جیسے عام سورتوں میں بسم اللہ کی جگہ ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ج:۴)

نزولِ سورہ براءت یا سورۂ توبہ

باتفاق امت سورۂ توبہ یا سورۂ براءت مدنی ہے، صرف اخیر کی دو آیتیں مکی ہیں، امام بخاری نے حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ سب سے اخیر میں نازل ہونے والی آیت سورۂ براءت یا سورۂ توبہ ہے۔ باقی اس بارے میں اختلافی اقوال تمہیدی مضمون میں اوّل کتاب میں آچکے ہیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ سورۂ براءت میں اوّل نازل ہونے والی آیت کونسی ہے تو اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱- لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ توبہ نمبر ۲۵

۲- اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ۴۱

۳- اِلَّا تَنْصُرُوْهُ ۴۰

(زاد المسیر فی علم التفسیر للجوزی ص:۳۸۸ ج:۳)

سبب نزول سورۂ براءت

عرب سے حدیبیہ کے موقع پر جو صلح اور عہد و پیمان ہوا تھا تو انہوں نے اس میں گربڑی کی اور نقض عہد کیا اس وقت یہ سورت نازل ہوئی کہ ان سے جو معاہدہ ہوا تھا۔ اور انہوں نے

نقض عہد کر دیا اب تم ان سے براءت کا اعلان کر دو یعنی اب تمہارا بھی ان سے کوئی عہد و پیمان نہ رہا چنانچہ اس حکم ربانی کی تعمیل کیلئے رسول اللہؐ نے ۹ھ کے حج میں حضرت صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰؓ کو مکہ مکرمہ بھیج کر میدان عرفات اور منیٰ میں جہاں تمام قبائل عرب کا اجتماع تھا۔ یہ اعلان کرا دیا اور یہ بھی ظاہر تھا کہ اس عظیم الشان مجمع کی معرفت پورے عرب میں اس حکم کا مشتہر ہو جانا لازمی تھا پھر احتیاطاً حضرت علیؓ کی معرفت یمن میں بالتخصیص اس کا اعلان کرا دیا۔ (معارف القرآن ج:۴/زاد المسیر ص:۳۹۰ تا ۳۹۱ ج:۳ باقی تفصیل آئندہ)

۲۵۷- وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝۱۲

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو تو تم لوگ اس قصہ سے کہ یہ باز آ جاویں ان پیشوایان کفر سے لڑو ان کی قسمیں نہیں رہیں، ہوسکتا ہے یہ لوگ باز آ جائیں۔

شان نزول: مذکورہ آیت عبداللہ ابن عباس کے بیان کے مطابق ابوسفیان بن حرب، حارث بن ہشام، سہیل بن عمر، وعکرمہ بن ابی جہل اور اسکے علاوہ دوسرے روسائے قریش کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے بنو بکر کی بنوخزاعہ کے خلاف اعانت کی، جو نبیؐ کے حلیف تھے۔ چنانچہ رسول اللہؐ کو اپنے حلیف کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقض عہد کے ساتھ اس سے قبل رسول اللہؐ کے ساتھ بڑی زیادتیاں کیں اور وسعت بھر کوششیں صرف کر دیں۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر ص ۴۰۴ ج:۳/اسباب النزول ص ۱۳۸ وکذا فی الروح ص ۵۹ ج ۱۰)

اسکی تفصیل اسطرح ہے ۶ھ میں رسول اللہؐ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور قریش مکہ نے آپ کو مکہ میں نہ داخل ہونے دیا۔ اور پھر مقام حدیبیہ میں ان سے صلح ہوئی اس صلح کی میعاد روح المعانی کی نقل کے مطابق دس سال کی تھی۔ مکہ میں علاوہ قریش کے دوسرے قبائل میں سے جس کا جی چاہے وہ قریش کا حلیف اور ساتھی بن جائے۔ اور جس کا جی چاہے وہ رسول

اللہ کا حلیف بنکر آپکے ساتھ ہو جائے۔ چنانچہ قبیلہ خزاعہ نے آنحضرت ؐ کا حلیف بننا پسند کیا اور آپکے ساتھ ہو گئے اور قبیلہ بنی بکر نے قریش کے ساتھ ہونا اختیار کرلیا، اس معاہدے کی رو سے یہ لازمی تھا کہ دس سال کے اندر نہ باہمی جنگ ہوگی اور نہ کسی جنگ کرنے والے کو کسی جانب سے کوئی مدد دیجائیگی۔ اور جو قبیلہ جس فریق کا حلیف ہے وہ بھی اس کے حکم میں سمجھا جائیگا اس پر حملہ کرنا اور حملہ آور کو مدد دینا معاہدہ کی خلاف ورزی سمجھا جائیگا۔

یہ معاہدہ ۶ھ میں ہوا ۷ھ میں معاہدے کیمطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع صحابہ کرام کے فوت شدہ عمرہ کی قضاء کرنے کیلئے مکہ مغظمہ تشریف لے گئے اور تین روز قیام کر کے حسب معاہدہ واپس تشریف لائے۔ اس وقت تک کسی فریق سے معاہدہ صلح کی کوئی خلاف ورزی نہ ہوئی تھی۔

اسکے بعد پانچ ماہ گذر گئے تھے کہ قبیلہ بنی بکر نے خزاعہ پر رات کے وقت چھاپہ مارا اور قریش نے بھی سمجھ لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت دور ہیں اور رات کا وقت ہے آپ تک واقعہ کی تفصیل پہنچنا مشکل ہے اس حملہ میں بنی بکر کی ہتھیاروں اور اپنے جوانوں سے مدد کی۔

ان واقعات اور حالات کے مطابق جن کو بالآخر قریش نے بھی تسلیم کرلیا وہ معاہدہ صلح ٹوٹ گیا جو حدیبیہ میں دس سال کے التواء جنگ کا ہوا تھا۔

قبیلہ خزاعہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف تھے انہوں نے اس واقعہ کی اطلاع آپکو دیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی عہد شکنی کی خبر پا کر قیریش کے خلاف جنگ کی خفیہ تیاری شروع کردی۔

قریش کو بدر، احد، اور احزاب کے معرکوں میں مسلمانوں کی غیبی مدد اور ربانی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا اور ان کی اپنی قوت وطاقت کا نشہ اتر چکا تھا، اس لیے عہد شکنی کرنے کے بعد مسلمانوں کی طرف سے جنگ کا خطرہ ہو ہی چکا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع پہنچنے کے بعد مکمل خاموشی سے یہ خطرہ اور زیادہ قوی ہو گیا تھا، چناں چہ مجبور ہو کر ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ وہ خود جا کر حالات کا اندازہ لگائیں، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنگ کی تحریک کا اندازہ ہو تو پچھلے واقعہ پر عذر و معذرت کر کے آئندہ کے لئے تجدید

معاہدہ کرلیں۔

ابوسفیان کو مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی جنگ کی تیاریوں کا کچھ علم ہوا تو پریشان ہوکر اکابر صحابہ میں سے ایک ایک کے پاس گئے، کہ وہ سفارش کر کے معاہدہ کی تجدید کرا دیں، مگر سب نے ان کا سابقہ اور لاحقہ معاملات کی تلخی کے سبب انکار کر دیا، اور ابوسفیان ناکام واپس آئے، قریش مکہ پر خوف وہراس طاری ہوگیا۔

ادھر آنحضرت ﷺ نے حسب روایت بدایہ وابن کثیر ۱۰؍رمضان ۸ھ کو مدینہ سے صحابہ کرام کی بڑی جمعیت کے ساتھ مکہ پر حملہ کرنے کے قصد سے کوچ فرمایا، اور بالآخر مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔

فائدہ: فتح مکہ کے وقت بہت سے رؤساء قریش جو پہلے اسلام کی حقانیت کا یقین رکھتے تھے مگر برادری کے خوف سے اقرار نہ کرسکتے تھے، اب ان کو موقع مل گیا وہ مشرف باسلام ہوگئے اور جو اس وقت اپنے مذہب کفر پر جمے رہے ان کو بھی بجز معدودے افراد کے رسول اللہ ﷺ نے جان ومال کا امان دے کر پیغمبرانہ اور معجزانہ اخلاق کا ثبوت دیا جسکا دوسرے لوگوں سے تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ ان کی تمام گزشتہ عداوتوں اور مظالم اور بے رحمی کے واقعات کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں آج تم سے وہی بات کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے اس وقت کہی تھی جبکہ وہ والدین کیساتھ یوسفؑ کے پاس مصر پہنچے تھے **لاتثریب علیکم الیوم** یعنی تمہارے ظلم وجور کا انتقام لینا یا کوئی سزا دینا تو کیا ہم تمکو ملامت کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔

بہرحال اس وقت مکہ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہوگیا۔ مکہ اور اطراف مکہ میں رہنے والے غیر مسلموں کو جان ومال کا امان دے دیا گیا۔ لیکن اس وقت ان غیر مسلموں کے مختلف حالات تھے۔ ایک قسم کے تو وہ لوگ تھے جن سے حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ ہوا تھا، اور انہوں نے خود اس کو توڑ دیا، جو کہ فتح مکہ کا سبب ہوا، دوسرے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن سے صلح کا معاہدہ کسی خاص میعاد کے لئے کیا گیا، اور وہ اس معاہدہ پر قائم رہے، جیسے بنی کنانہ کے دو قبیلے بنی ضمرہ، اور بنی مدلج جن سے ایک مدت کیلئے صلح ہوئی تھی، اور سورۃ برائت کے

نازل ہونے کے وقت بقول خازن ان کی میعاد صلح کے نو مہینے باقی تھے۔

تیسرے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن سے معاہدہ صلح بغیر تعین مدت کے ہوا تھا چوتھے وہ لوگ تھے جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہ تھا۔

فتح مکہ سے پہلے جتنے مشرکین یا اہل کتاب تھے جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدات کئے ان سب کا یہ تلخ تجربہ مسلسل ہوتا رہا۔ کہ انہوں نے خفیہ اور اعلانیہ عہد شکنی کی اور دشمنوں سے سازش کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی مقدور بھر کوششیں کیں، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مسلسل تجربہ اور اشارۂ الٰہیہ کے ماتحت یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آئندہ ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی معاہدہ صلح نہ کیا جائیگا۔ اور جزیرۃ العرب کو ایک اسلامی قلعہ کی حیثیت سے صرف مسلمانوں کیلئے مخصوص کر دیا جائیگا جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ مکہ اور جزیرۃ العرب پر اقتدار حاصل ہوتے ہی اعلان کر دیا جاتا کہ غیر مسلم یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔ لیکن اسلام کے اصول عدل وانصاف اور رحیمانہ سلوک اور رحمۃ للعالمین کی رحمت عامہ کے ماتحت بلا مہلت کے ایسا کرنا مناسب نہ تھا۔ اس لئے سورۂ براءت کے شروع میں ان چاروں قسم کی غیر مسلم جماعتوں کے جدا جدا احکام نازل ہوئے۔

پہلی جماعت جو قریش مکہ کی تھی جنہوں نے میثاق حدیبیہ کو خود توڑ دیا تھا اب یہ کسی مزید مہلت کے مستحق نہ تھے مگر چونکہ زمانہ اشہر حرم کا زمانہ تھا جن میں جنگ وقتال منجانب اللہ ممنوع تھا اس لئے انکے متعلق تو وہ حکم آیا جو سورۂ توبہ کی پانچویں آیت میں مذکور ہے فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ الخ جسکا حاصل یہ تھا کہ ان لوگوں نے عہد شکنی کر کے اپنا کوئی حق باقی نہیں چھوڑا مگر اشہر حرم کا احترام بہرحال ضروری ہے اس لئے اشہر حرم ختم ہوتے ہی یا تو وہ جزیرۃ العرب سے نکل جائیں یا مسلمان ہو جائیں ورنہ ان سے جنگ کی جائے۔

اور دوسری جماعت جن سے کسی خاص میعاد کیلئے معاہدہ صلح کیا گیا اور وہ اس پر قائم رہے ان کا حکم سورۃ توبہ کی چوتھی آیت میں یہ آیا إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ۔ یعنی وہ مشرک لوگ جن سے تم نے معاہدہ صلح کرلیا پھرانہوں نے معاہدہ پر قائم رہنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں تمہارے کسی دشمن کی مدد کی توتم انکے معاہدہ کواس کی مدت تک پورا کردو کیونکہ اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ حکم بنوضمرہ اور بنومدلج کا تھا جس کی رو سے ان کونو مہینے کی مہلت مل گئی۔

اور تیسری اور چوتھی دونوں جماعتوں کا ایک ہی حکم آیا جوسورہ توبہ کی پہلی اور دوسری آیت میں مذکور ہے

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ۭ
فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ
وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

یعنی اعلان دست برداری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوراسکے رسول کی طرف سے ہے ان مشرکین کیلئے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا،سوتم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو۔اور یہ جان رکھوکہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے اور یہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کورسوا کریں گے۔

غرض پہلی دوسری آیتوں کی رو سے ان سب لوگوں کوجن سے بلاتعیین مدت کوئی معاہدہ تھایا جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا چار مہینے کی مہلت مل گئی۔

اور چوتھی آیت کی رو سے ان لوگوں کوتا اختتام معاہدہ کی مہلت مل گئی جن کے ساتھ کسی خاص میعاد کا معاہدہ تھااور پانچویں آیت سے مشرکین مکہ کو اشہر حرم ختم ہونے تک مہلت مل گئی۔

ان احکام کا نفاذ اورمہلت کا شروع اس وقت سے تجویز ہواجس وقت ان احکام کا اعلان تمام عرب میں ہوجائے۔اس اعلان عام کے لئے یہ انتظام کیا گیا کہ ۹ھ کے ایام حج میں منیٰ وعرفات کے عام اجتماعات میں اسکا اعلان کیا جائے جسکا ذکرسورہ توبہ کی تیسری آیت میں اس طرح آیا ’’اعلان عام ہے عام لوگوں کے سامنے اللہ اوراس کے رسول کی

طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں اس بات کا کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین سے پھر اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تم نے اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کرسکو گے۔ اور ان کافروں کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے'' آیت نمبر ۳/توبہ۔

چنانچہ اس حکم ربانی کی تعمیل کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹ھ کے حج میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ بھیج کر میدان عرفات اور منیٰ میں جہاں تمام قبائل عرب کا اجتماع تھا یہ اعلان کرادیا اور یہ بھی ظاہر تھا کہ اس عظیم الشان مجمع کی معرفت پورے عرب میں اس حکم کا مشتہر ہوجانا لازمی تھا۔ پھر احتیاطاً حضرت علیؓ کی معرفت یمن میں بالتخصیص اس کا اعلان کرادیا۔

اس اعلان عام کے بعد صورت حال یہ ہوگئی کہ پہلی جماعت یعنی مشرکین مکہ کو اشہر حرم کے خاتمہ یعنی محرم ۱۰ھ کے ختم تک اور دوسری جماعت کو رمضان ۱۰ھ تک اور تیسری چوتھی جماعتوں کو دس ربیع الثانی ۱۰ھ تک حدود سے خارج ہونا چاہئے اور جو اس کی خلاف ورزی کرے وہ مستحق قتال ہے اس طرح اگلے سال کے زمانۂ حج تک کوئی کافر داخل حدود نہ رہنے پائیگا۔ جس کا ذکر سورہ توبہ کی اٹھائیسویں آیت میں آئیگا جس میں ارشاد ہے **فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا** یعنی یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ جاسکیں گے اور حدیث میں رسول کریم ؐ کے ارشاد **لایحجن بعدالعام مشرک** کا یہی مطلب ہے۔ (ماخوذ از معارف القرآن ص:۳۰۸ تا ۳۱۲ ج:۴)

۲۵۸- مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۞ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۞

ترجمہ: مشرکین میں یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جس

حالت میں کہ وہ خود اپنے کفر کا اقرار کر رہے ہیں اور ان لوگوں کے سب اعمال اکارت ہیں۔ اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور دن رات نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈریں سوایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ اپنے مقصود تک پہونچ جائیں گے۔

شان نزول: مشرکین مکہ اپنی مشرکانہ رسوم اور بیت اللہ شریف کی خدمت بجا لانے کو عبادت کہتے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ اور مسجد حرام کے متولی ہیں اور اس کی عمارت کے ذمہ دار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عباس اسلام لانے سے قبل غزوہ بدر میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں نے ان سے کفر وشرک پر قائم رہنے سے عار دلائی تو انہوں نے جواب دیا کہ تم لوگ صرف ہماری برائیاں یاد رکھتے ہو اور بھلائیوں کا کچھ ذکر نہیں کرتے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم بیت اللہ اور مسجد حرام کو آباد رکھتے اور اس کا انتظام کرتے اور حجاج کو پانی پلانے وغیرہ خدمت کے متولی بھی ہیں۔ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ یعنی مشرکین کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مساجد کو تعمیر کرائیں کیوں کہ مسجد صرف وہی ہے جو ایک اللہ واحد کی عبادت کیلئے بنائی گئی ہے۔ شرک وکفر اس کی ضد ہے جو عمارت مسجد کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ [۱]

۲۵۹- اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۞ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ

[۱] معارف القرآن ص:۳۲۹ ج:۴/المقتطف ص:۴۷۲ ج:۲/زادالمسیر ص:۴۰۷ ج:۳/اسباب النزول ص:۱۳۹ معالم التنزیل المعروف بہ تفسیر بغوی ص:۱۷ ج:۳

لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: کیاتم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کواور مسجد حرام کوآباد رکھنے کواس شخص کی برابر قرار دے لیا جو کہ قیامت اور اللہ کے دن پر ایمان لایا ہو، اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جولوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے ترک وطن اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔ یہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور رضامندی کی اور ایسے باغوں کی کہ ان میں ان کیلئے دائمی نعمت ہوگی ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

شان نزول: مذکورہ چار آیتوں کے نزول کا سبب یہ ہے کہ بہت سے مشرکین مکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ ہم مسجد حرام کی آبادی اور حجاج کو پانی پلانے کا انتظام کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں ہوسکتا، اسلام لانے سے پہلے جب حضرت عباسؓ غزوہ بدر میں گرفتار ہوکر مسلمانوں کی قید میں آئے۔ اور انکے مسلم عزیزوں نے ان کواس پر ملامت کی، کہ آپ نعمت ایمان سے محروم ہیں توانہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ لوگ ایمان وہجرت کو اپنا بڑا سرمایہ فضیلت سمجھتے ہیں، مگر ہم بھی تو مسجد حرام کی عمارت اور حجاج کو پانی پلانے کی اہم خدمات کے متولی ہیں جن کے برابر کسی کا عمل نہیں ہوسکتا، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں (ابن کثیر بروایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس) اور مسند عبدالرزاق کی بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباسؓ کے مسلمان ہوجانے کے بعد طلحہ بن شیبہؓ اور حضرت عباسؓ اور علیؓ کی آپس میں گفتگو ہو رہی تھی، طلحہ نے کہا کہ مجھے وہ فضیلت حاصل ہے جو تم میں سے کسی کو حاصل نہیں اور وہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہے میں اگر چاہوں تو بیت اللہ کے اندر جاکر رات گذار سکتا ہوں، حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میں حجاج کو پانی پلانے کا متولی اور منتظم ہوں اور مسجد حرام میں میرے اختیار

ات ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ حضرات کس چیز پر فخر کررہے ہیں میرا حال تو یہ ہے کہ میں نے سب لوگوں سے چھ مہینے پہلے بیت اللہ کی طرف نمازیں پڑھی ہیں اور رسول اللہ کے ساتھ جہاد میں شریک رہا ہوں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، جن میں واضح کردیا گیا کہ کوئی عمل کتنا ہی اعلیٰ وافضل ہو ایمان کے بغیر اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں اور نہ حالت شرک میں ایسے اعمال کرنے والا اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے یہ واقعہ منقول ہے کہ وہ ایک روز جمعہ کے دن مسجد نبوی میں چند حضرات صحابہ کیساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے پاس جمع تھے، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اسلام وایمان کے بعد میرے نزدیک حجاج کو پانی پلانے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، اور مجھے اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے عمل کی پروانہیں ایک دوسرے صاحب نے ان کے جواب میں کہا کہ نہیں، اللہ کی راہ میں جہاد سب سے بڑا عمل ہے، ان دونوں میں بحث ہونے لگی، تو حضرت فاروق اعظمؓ نے دونوں کو ڈانٹ کر کہا کہ منبر نبویؐ کے پاس شوروشغف نہ کرو مناسب بات یہ ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد یہ بات خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرلو، اس تجویز کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، جن میں جہاد کو عمارت مسجد حرام اور سقایہ حجاج سے افضل عمل بتلایا گیا۔

اور اس میں کوئی بعد نہیں کہ اصل آیات کا نزول تو مشرکین کے فخر وتکبر کے جواب میں ہوا ہو پھر اسکے بعد جو واقعات مسلمانوں کے باہم پیش آئے ان میں بھی انہی آیات کو استدلال کے لئے پیش کیا گیا ہو جس سے سننے والوں کو یہ محسوس ہوا کہ یہ آیات اس واقعہ میں نازل ہوئیں۔

بہرحال آیات مذکورہ میں دونوں قسم کے واقعات کا یہ جواب ہے کہ شرک کیساتھ تو کوئی عمل کتنا ہی بڑا ہو مقبول اور قابل ذکر ہی نہیں، اس لئے کسی مشرک کو عمارت مسجد، یا سقایہ حجاج کی وجہ سے کوئی فضیلت وبزرگی مسلمانوں کے مقابلہ میں حاصل نہیں ہوسکتی،

اورایمان کے بعد بھی ایمان و جہاد کا درجہ بہ نسبت عمارت مسجد حرام اور سقایہ الحجاج کے بہت زیادہ ہے، جو مسلمان ایمان و جہاد میں مقدم رہے وہ ان مسلمانوں سے افضل ہیں جنہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی، صرف مسجد حرام کی تعمیر اور حجاج کے پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے رہے۔[۱]

مذکورہ شان نزول کے علاوہ بھی ایک اور شان نزول علامہ واحدی اور علامہ جوزی نے بیان فرمایا ہے وہاں دیکھ لیں۔

۲۶۰- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو مقابلہ ایمان کے عزیز رکھیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں پانچ اقوال ہیں۔

۱- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تو کچھ لوگ اہل وعیال کی محبت میں اس طرح مغلوب ہو گئے کہ ہجرت جیسی عظیم دولت سے محروم ہو گئے اور کچھ لوگوں نے ہجرت کا حکم پاتے ہی جلدی کی۔ اور ہجرت کر کے مدینہ جا پہونچے جس پر کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم آپکو اللہ کی قسم دیکر کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں تو ہمارے یہ سارے اہل وعیال ضائع اور برباد ہو جائیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہجرت نہ کر سکے۔ اور مکہ ہی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ قیام کرتے رہے۔ انہی لوگوں پر عتاباً مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲- جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم فرمایا تو بعض مسلمانوں نے رسول اللہ

---

[۱] معارف القرآن ص:۳۳۳/۳۳۴ج: زادالمسیر ص: ۴۰۹/۴۱۰ج:۳، معالم التنزیل ص:۲۰ ج:۳/اسباب النزول ص:۱۳۹

ﷺ سے عرض کیا کہ اگر ہم لوگ ان لوگوں سے جدا ہو گئے جنہوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی ہے تو یہ لوگ ہمارے اہل وعیال سے قطع تعلق کر لیں گے اور ہماری تجارت کو برباد کر دیں گے۔ اور گھروں کو خراب کر دیں گے اسلئے ہم ہجرت نہیں کر سکتے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- حضرت عباسؓ اور حضرت طلحہؓ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب ہجرت کا حکم نازل ہوا اور ان سے ہجرت کرنے کو کہا گیا تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں سقایہ کا کام کرتا ہوں یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کا کام انجام دیتا ہوں (جو ثواب و برکت میں ہجرت کے ثواب سے کم نہیں) اور حضرت طلحہؓ نے کہا کہ ہم خانۂ کعبہ کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اور کعبہ پر غلاف چڑھاتے ہیں۔ (یعنی ہجرت کرنے کے نتیجہ میں جو ثواب ہوسکتا ہے اس کا ثواب اس سے کم نہیں ہے) دونوں حضرات کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ایسے اہم اور نیک کام میں مشغول ہوتے ہوئے ہم ہجرت نہیں کر سکتے اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴- کچھ لوگ مدینہ منورہ سے مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو کر مکہ میں آگئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے موالات ربط وضبط اور رواداری باہمی میل ملاپ اور دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے منع فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

۵- جب رسول اللہﷺ نے قبیلہ خزاعہ کیلئے قریش کے خلاف سامان جہاد تیار کرنے کا حکم فرمایا (جس کا تفصیلی تذکرہ ماقبل میں گذر چکا) تو ابوبکر صدیق نے فرمایا رسول اللہ ہم تو اپنی قوم کے موافق کام کر سکتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

فائدہ: ہجرت میں وطن، اعزہ اور اقارب اور احباب، اصحاب اور اموال واملاک سب کو چھوڑنا پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب کام انسانوں پر شاق اور دشوار ہیں اسلئے مذکورہ آیت میں ان چیزوں کے ساتھ حد سے زیادہ تعلق اور محبت کی مذمت فرما کر مسلمانوں کے ذہنوں کو جہاد وہجرت کیلئے آمادہ کیا گیا ہے۔

---

[۱] **زادالمسیر ص: ۴۱۱ تا ۴۱۲ ج: ۳، اسباب النزول ص: ۱۴۰ بعضاً معالم التنزیل ص: ۲۲۳/۲ ج: ۲/۳/بعضاً المقتطف بعضاً ص: ۵۷۳ ج: ۲**

(دوسری اہم بات یہ ہے کہ) ماں باپ بھائی بہن اور تمام رشتے داروں سے تعلق کو مضبوط رکھنے اور انکے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایات سے سارا قرآن بھرا ہوا ہے مگر اس میں یہ بتلادیا کہ ہر تعلق کی ایک حد ہے، ان میں سے ہر تعلق خواہ ماں باپ اولاد کا ہو یا حقیقی بھائی بہن کا اللہ اور اس کے رسول کے تعلق کے مقابلے میں نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔ جس موقع پر یہ دونوں رشتے ٹکرا جائیں تو پھر رشتہ اور تعلق اللہ اور رسول ہی کا قائم رکھنا چاہئے۔ اسکے مقابلے میں سارے تعلقات سے قطع نظر کرنا لازم اور ضروری ہوجاتا ہے۔
(معارف القرآن ص:۳۳۷ ج:۴)

۲۶۱-قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ’’آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہونچاتا‘‘

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اہل وعیال کے ساتھ مکہ ہی میں رہے اور ہجرت نہ کرسکے۔

۲- حضرات علی بن ابی طالب نے جب وہ مکہ آئے تو ایک جماعت سے کہا کہ تم لوگوں نے ہجرت کیوں نہیں کی یعنی وہ لوگ جو مسلمان ہونے کے باوجود اب تک مکہ ہی

میں مقیم تھے اور مدینہ ہجرت نہ کی تھی ان سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تمہارے لیے ہجرت سے رکنے کا کیا سبب بنا۔ توان لوگوں نے جواب دیا ہم اپنے بھائی برادر خاندان اقرباء اور اپنے گھروں ہی میں رہنا چاہتے ہیں۔ اور ہجرت کا مطلب ہوتا ہے کہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر کے علاحدگی اختیار کرنا اور یہ ہمارے لئے ایک دشوار امر ہے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳۔ تفصیل اس کی اس سے پہلی آیت کے سبب نزول نمبر ۳ میں گذر چکی ہے۔

(زاد المسیر ص:۴۱۲ ج:۳، اسباب النزول بعضاص:۱۴۰ معالم التنزیل ص:۲۳ ج:۳، المقتطف ص:۳۷۵)

۲۶۲- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اکثر احباب ورہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقہ سے کھاتے ہیں، اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں، اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، سو آپ ان کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے“

شان نزول: یہود و نصاریٰ کے علماء کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ انکے علماء اور مشائخ کا حال یہ تھا کہ باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے، اور عوام سے رشوت لیکر نامشروع مسئلے بتلاتے، اور اللہ کے سیدھے راستے سے ان کو روکتے۔

(اسباب النزول ص:۱۷۰/ المقتطف ص:۳۸۳ ج:۲، معالم التنزیل ص:۳۸ ج:۳)

فائدہ: مسلمانوں کو مخاطب کرنے سے شاید اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ یہ حالات یہود و نصاری کے علماء اور مشائخ کے بیان ہو رہے ہیں لیکن ان کو بھی اس سے متنبہ رہنا چاہیے کہ ان کے بھی ایسے حالات نہ ہو جائیں۔ (از معارف)

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ الخ آیت مذکورہ کے اس حصہ کے نزول کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱-اہل کتاب اور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲-خاص طور پر مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

۳-خالص اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔

لیکن جب آیت کریمہ کو خالص مسلمانوں کے بارے میں نزول کا سبب قرار دیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ جو زکوۃ نہ دیتے ہوں، زکوۃ ادا کرنے کے بعد کتنا ہی مال کیوں نہ ہو کنز میں داخل نہ ہوگا، حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنے اموال کی زکوۃ ادا کرتا ہے تو ایسی صورت میں اگر اسکے قبضہ میں سات ممالک کی اراضی کیوں نہ ہو کنز میں شمار نہ ہوگا۔
(زادالمسیر ص:۴۲۸/۴۲۹ج:۳)

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے تائید ہوتی ہے کہ زکوۃ ادا کرنے کے بعد مال کی مقدار خواہ کثیر ہی تعداد ہی میں کیوں نہ ہو خزانہ اور کنز میں شمار نہیں کیا جائیگا۔

اور وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جب آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ نازل ہوئی تو صحابہ کرام پر شاق گذرا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں قریب ہی تمہارے لئے سہولت کے راستے اور کشادگی اور یسر کی صورت نکالے دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کے نزول نے تو صحابہ کرام کو مشقتوں میں ڈال رکھا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زکوۃ کی فرضیت ادائے زکوۃ کے بعد تمہارے لئے تمام مال کو پاک صاف کر دیتی ہے۔'' اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جس نے اپنے اموال سے زکوۃ ادا کر دی، اب اسکا باقی ماندہ مال کنز نہیں ہے۔ (المقتطف من عیون التفاسیر ص:۸۴ ۳ج:۲)

مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر کا مباحثہ

زید بن وہب سے مروی ہے کہ ایک دن ہمارا گزر مقام ''ربذہ'' پر ہوا یعنی جہاں حضرت ابوذر اخیر زندگی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ میں نے حضرت ابوذر سے دریافت کیا یہاں دور دراز علاقے میں آبادی سے بہت دور آنے کا سبب کیا بنا، حضرت

ابوذر نے فرمایا کہ ''میں شام میں تھا شام میں سکونت کے درمیان امیر معاویہ سے میرا اختلاف ہوگیا۔اور اختلاف کا سبب آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ ہے کہ اس آیت کے بارے میں امیر معاویہ کا کہنا یہ تھا کہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس نے یہ عرض کیا کہ اہل کتاب اور مسلمان ہر ایک کے بارے میں نازل ہوئی، نہ میں ان کی بات مان سکا اور نہ انہوں نے میری بات سے اتفاق کیا۔ آخر کار انہوں نے برہم ہوکر میرے خلاف امیر المؤمنین حضرت عثمان کی خدمت میں شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عثمانؓ کے پاس سے یہ نوٹس آیا کہ تم بہت جلد مدینہ میں حاضری دو- ارشاد کی تعمیل میں میں مدینہ حاضر ہوا لوگوں کا بڑا مجمع وہاں موجود تھا چوں کہ اتنی بڑی تعداد میں نے اس سے قبل نہ دیکھی تھی مجھ سے حضرت عثمانؓ نے معاملہ کی تحقیق چاہی میں نے سارا واقعہ عرض کر دیا حضرت عثمان نے فرمایا کہ تم یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ جو بالکل دور بھی نہ ہو اور نہ ہی بالکل قریب ہو- تو یہی واقعہ سبب بنا کہ تو مجھے اس جگہ دیکھ رہا ہے، اور اے زید بن وہب سنو! اگر حبشی غلام اور ادنی فرد بھی مجھ پر امیر بنایا جاتا تو بھی میں اسکی اطاعت کرتا اور اسکی باتیں سنتا۔ (اسباب النزول ص: ۱۴۰)

عرض احقر: آیت کریمہ کے سیاق اور مذکورہ واقعہ سے بخوبی واضح ہورہا ہے کہ مذکورہ آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اہل یہود اور نصاریٰ کے علماء کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ ان کے علماء اور مشائخ کا رشوت لینا اور غیر مشروع مسئلے بتلانا تھا، جن کا مقصد حصول زر اور مال جمع کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ مال جمع کرنے کی حرص جب سوار ہوجاتی ہے تو پھر جائز راستے کے سوا بھی تگ و دو میں مشغول و مصروف کر دیتی ہے اور آدمی بہت سارا مال جمع کرلیتا ہے جبکہ ایسے مال کا ذخیرہ جو ناحق طریقے سے حاصل کیا گیا ہو بے فائدہ اور بے سود ہے۔ سزا ایسے اموال کے نتیجے میں دردناک ہے، دوسرے اس آیت کے اہل کتاب ہی کے بارے میں نازل ہونے پر اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے سامنے صحابہ کرام کی ایک کثیر جماعت کا حاضر رہنا اور کسی کی مخالفت نہ کرنا حضرت عثمانؓ کا مقام ''ربذہ'' بھیجنا، چناں چہ یہ سب جزئیات بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ

آیت اہل یہود اور علماء نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی (راقم)

۲۶۳- اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶

ترجمہ: ''یقیناً شمار مہینوں کا کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک بارہ مہینے (قمری) ہیں جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے، ان میں چار مہینے خاص ادب کے ہیں، یہی دین مستقیم ہے، سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں اپنا نقصان مت کرنا اور ان مشرکین میں سے سب سے لڑنا جب کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے''

شان نزول: مذکورہ آیت میں کفار و مشرکین کے کفر و شرک، گمراہی، و بداعمالیوں اور عرب جاہلیت کی ایک جاہلانہ رسم بد کا بیان اور مسلمانوں کو اس سے اجتناب کی ہدایت ہے (جسکی تردید میں مذکورہ آیت نازل ہوئی)

(زادالمسیر ص: ۴۳۲ ج:۳/ وہ رسم بد ایک واقعہ سے متعلق ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ:

عہد قدیم سے تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے، اور ان میں چار مہینے بڑے متبرک اور ادب و احترام کے سمجھے جاتے تھے، تین مہینے مسلسل ذی قعدہ ذی الحجۃ، محرم اور ایک رجب کا۔

تمام انبیاءؑ کی شریعت اس پر متفق ہے کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال اور عذاب بھی زیادہ ہے، سابق شریعتوں میں ان مہینوں میں قتل و قتال کرنا ممنوع تھا۔

مکہ مکرمہ کے عرب چونکہ اسماعیلؑ کے واسطے سے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں، اس لئے یہ سب لوگ حضرت ابراہیمؑ کی نبوت و رسالت کے قائل تھے، اور ان کی شریعت کے

ماننے کا دعوی کرتے تھے اور چونکہ ملت ابراہیمؑ میں ان چار مہینوں میں قتل وقتال اور شکار ممنوع تھا، عرب جاہلیت پر اس حکم کی تکمیل اس لئے دشوار تھی کہ دور جاہلیت میں قتل وقتال ہی ان کا پیشہ بن چکا تھا اس لئے اس میں آسانی پیدا کرنے کیلئے انہوں نے اپنی نفسانی اغراض کیلئے طرح طرح کے حیلے نکالے، اگر کبھی اشہر حرم کے کسی مہینہ میں جنگ کی ضرورت پیش آتی یا لڑتے لڑتے شہر حرام آجاتا تو کہدیتے کہ اب کے سال یہ مہینہ حرام نہیں ہوا اگلا مہینہ حرام ہوگا، مثلاً محرم آگیا تو کہتے کہ اس سال محرم کا مہینہ حرام نہیں بلکہ صفر کا مہینہ حرام ہوگا، اور مزید ضرورت پڑتی تو کہتے کہ ربیع الاول حرام ہوگا، یا یہ کہتے کہ اس سال صفر کا مہینہ پہلے آگیا، محرم بعد میں آئے گا اس طرح محرم کو صفر بنادیا، غرض سال بھر میں چار مہینے تو پورے کر لیتے تھے لیکن اللہ کی متعین کردہ ترتیب اور تعیین کا لحاظ نہ کرتے تھے، جس مہینہ کو چاہیں ذی الحجہ کہہ دیں اور جس کو چاہیں رمضان کہدیں، جس کو چاہیں مقدم کردیں جس کو چاہیں مؤخر کردیں، اور کبھی زیادہ ضرورت پڑتی مثلاً لڑتے لڑتے دس مہینے گذر گئے اور سال کے صرف دو ہی مہینے باقی رہ گئے، تو ایسے موقع پر سال کے مہینوں کی تعداد بڑھادیتے اور کہتے کہ اب کے برس سال چودہ مہینوں کا ہوگا، اس طرح باقی ماندہ مہینوں کو اشہر حرم بنالیتے تھے۔

غرض دین ابراہیمی کا اتنا تو احترام کرتے تھے کہ سال میں چار مہینوں کا احترام کرتے تھے، اور ان میں قتل وقتال سے باز رہتے تھے، گرچہ اللہ تعالیٰ نے جو ترتیب مہینوں کی متعین فرمائی اسی ترتیب سے چار مہینوں کو اشہر حرم قرار دیتے، مگر اس میں طرح طرح کی تاویلیں کرکے اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس زمانے میں اس کا امتیاز دشوار ہوگیا کہ کونسا مہینہ رمضان یا شوال کا ہے اور کونسا ذیقعدہ اور ذی الحجہ کا ہے یا رجب کا ہے۔ ہجرت کے آخری سال جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور نویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر کو موسم حج میں تمام کفار ومشرکین سے براءت کا اعلان کرنے کیلئے بھیجا تو یہ مہینہ حقیقی حساب سے اگرچہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا مگر جاہلیت کے اسی پرانے دستور کے مطابق یہ مہینہ ذی القعدہ کا قرار پایا تھا۔

اوراسی سال ان کے نزدیک حج کا یہ مہینہ بجائے ذی الحجہ کے ذی القعدہ مقرر تھا پھر ۱۰ھ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کیلئے تشریف لے گئے تو قدرتی طور پر ایسا نظام بن گیا کہ جو مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا اہل جاہلیت کے حساب میں بھی وہ ذی الحجہ ہی قرار پایا اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منیٰ کے خطبے میں ارشاد فرمایا: **الاان الزمان قد استدار لهيئة يوم خلق الله السموٰت والارض** یعنی زمانہ پھر پھرا کر اسی ہیئت پر آ گیا جس پر اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی پیدائش کے وقت رکھا تھا یعنی جو مہینہ اصلی ذی الحجہ کا تھا وہی جاہلیت والوں کے نزدیک بھی اس سال ذی الحجہ کا مہینہ قرار پایا۔

یہ تھی وہ رسم جاہلیت جو مہینوں کی تعداد ترتیب اور تعین میں کمی بیشی اور ردو بدل کر کے کی جاتی تھی۔ جس کے نتیجہ میں ان تمام احکام شرعیہ میں خلل آتا تھا جو کسی خاص مہینہ یا کسی خاص تاریخ سے متعلق ہیں اور جو سال کے شروع یا ختم سے متعلق ہیں مثلاً عشرہ ذی الحجہ میں حج اور عشرہ محرم کے روزے اور ختم سال پر زکوٰۃ وغیرہ کے احکام۔

بات تو مختصر سی تھی کہ مہینہ کا نام بدل کر مقدم ومؤخر کر دیا کہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنا دیا لیکن اسکے نتیجہ میں سیکڑوں احکام شرعیہ کی تحریف ہو کر عمل برباد ہوا جس پر قرآن مجید کی آیت مذکورہ **ان عدہ الشهور عندالله اثنا عشر شهراً** نازل ہوئی۔

اس آیت میں لفظ عدۃ تعداد کے معنی میں ہے اور شہور شہر کی جمع ہے اور شہر کے معنی مہینہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ متعین ہے اس میں کسی کو کوئی کمی وبیشی کا اختیار نہیں۔ [1]

۲۶۴- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

---

[1] معارف القرآن ص: ۳۷۲/۳۷۱/۳۷۰ ج: ۴/زادالمسیر ص: ۴۳۲ /ج: ۳ مختصراً معالم التنزیل ص: ۴۴/۴۵ ج: ۳/مختصراً اصل لفظ اور مضمون مکمل معارف القرآن سے ماخوذ ہے اور نفس مضمون اسکے علاوہ مذکورہ دو کتابوں میں ہے مختصراً

ترجمہ: ''اے ایمان والوتم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو توتم زمین کو لگے جاتے ہو۔ کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کرلی سو دنیوی زندگی کی تمتع تو آخرت کے مقابلے میں بہت قلیل ہے''

شان نزول: ۹ھ میں رسول اللہ نے غزوۂ تبوک کا حکم فرمایا غزوۂ تبوک جس کا دوسرا نام جیش العسرہ یعنی صبر آزما لشکر ہے اس وقت مسلمان بے سروسامان تھے سفر دور دراز کا تھا عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی مدینہ میں میوے پک گئے تھے۔ میوے کھانے اور سائے میں بیٹھنے کے دن تھے ایسے وقت میں مسلمانوں کیلئے دشمنوں کے مقابلے کیلئے روانہ ہونا اور سامان تیار کرنا بڑا شاق گذرا اور بہت سارے مسلمانوں نے جہاد میں جانے کے بجائے مدینہ ہی میں رہنے کو پسند کیا تو اس وقت مذکورہ آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ الخ آیت نمبر ۳۸ نازل ہوئی۔

(زادالمسیر ص:۴۳۶/ ۷ ۴۳ج:۳/ معالم التنزیل ص:۹ ۴ ج:۳)

تفصیل غزوہ تبوک کی اس طرح ہے

غزوۂ تبوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقریباً آخری غزوہ ہے جو رجب ۹ھ میں پیش آیا تبوک مدینہ کے شمال میں سرحد شام میں ایک مقام کا نام ہے۔

شام اسوقت رومی مسیحیوں کی حکومت کا ایک صوبہ تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۸ھ میں جب فتح مکہ اور غزوہ حنین سے فارغ ہوکر مدینہ طیبہ پہنچے تو اس وقت جزیرۃ العرب کے اہم حصے اسلامی حکومت کے زیرنگیں آچکے تھے، اور مشرکین مکہ کی ہشت سالہ مسلسل جنگوں کے بعد اب مسلمانوں کو ذرا سکون کا وقت ملا تھا۔

مگر جس ذات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ نازل فرما کر پورے عالم کی فتوحات اور اس میں اپنے دین حق کو غالب کرنے کی بشارت دیدی تھی، اس کو اور اس کے رفقائے کار کو فرصت کہاں، مدینہ پہونچتے ہی ملک شام سے آنے والے تجارتی پیشہ لوگ جو شام سے زیتون کا تیل لاکر مدینہ وغیرہ میں فروخت کیا کرتے تھے، ان لوگوں نے یہ خبر پہونچائی کہ شاہ روم ہرقل نے اپنی فوجیں مقام تبوک

میں سرحد شام پر جمع کردی ہیں، اور فوجیوں کو پورے ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دے کر مطمئن اور خوش کر دیا ہے، اور عرب کے بعض قبائل سے بھی ان کی ساز باز ہے، ان کا تہیہ یہ ہے کہ مدینہ پر یکبارگی حملہ کریں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی اطلاع پہونچی تو آپ نے یہ ارادہ فرمالیا کہ انکے حملہ آور ہونے سے پہلے پیش قدمی کر کے وہیں، مقابلہ کیا جائے جہاں فوجیں جمع ہیں۔
(تفسیر مظہری بحوالہ محمد بن یوسف صالحی)

یہ زمانہ اتفاق سے سخت گرمی کا تھا، اور مدینہ کے حضرات عموماً زراعت پیشہ لوگ تھے، ان کی کھیتیاں اور باغات کے پھل پک رہے تھے جس پر ان کی ساری معیشت اور پورے سال کے گذارہ کا مدار تھا، اور یہ بھی معلوم رہے کہ جس طرح ملازمت پیشہ لوگوں کی جیبیں مہینہ کے آخری دنوں میں خالی ہوجاتی ہیں اسی طرح زراعت پیشہ لوگ فصل کے ختم پر خالی ہاتھ پھرتے ہیں، ایک طرف افلاس دوسری طرف قریب آمدنی کی امید، اس پر مزید موسم گرما کی شدت اس قوم کیلئے جس کو ابھی ابھی ایک حریف کیساتھ آٹھ سال مسلسل جنگوں کے بعد ذرا دم لینے کا موقع ملا تھا، ایک انتہائی صبر آزما امتحان تھا۔

مگر وقت کا تقاضا تھا، اور یہ جہاد اپنی نوعیت میں پہلی سب جنگوں سے اس لئے بھی ممتاز تھا کہ پہلے تو اپنی ہی طرح کے عوام سے جنگ تھی اور یہاں ہرقل شاہ روم کی تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ تھا، اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے پورے مسلمانوں کو اس جہاد کیلئے نکلنے کا حکم دیدیا، اور کچھ آس پاس کے دوسرے قبائل کو بھی شرکت جہاد کیلئے دعوت دی تھی۔

یہ اعلان عام اسلام کے فداکاروں کا ایک سخت امتحان تھا، اور منافقین دعویداروں کا امتیاز بھی، اس کے علاوہ لازمی نتیجہ کے طور پر اسلام کا کلمہ پڑھنے والوں کے مختلف حالات ہوگئے، قرآن کریم نے ان میں سے ہر حالت کے متعلق جدا جدا ارشادات فرمائے ہیں۔

ایک حالت ان کامل مکمل حضرات کی تھی جو بلاتردد جہاد کیلئے تیار ہوگئے دوسرے وہ لوگ جو ابتداً کچھ تردد کے بعد ساتھ ہوگئے ان دونوں طبقوں کے متعلق قرآن کریم نے

فرمایا الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ فِیۡ سَاعَةِ الۡعُسۡرَةِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا كَادَ یَزِیۡغُ قُلُوۡبُ فَرِیۡقٍ مِّنۡهُمۡ یعنی وہ لوگ قابل مدح ہیں جنہوں نے سخت تنگی کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک فریق کے قلوب لغزش کرنے لگے تھے۔

تیسری حالت ان لوگوں کی تھی جو کسی صحیح عذر کی بناء پر اس جہاد میں نہ جاسکے، اس کے متعلق قرآن کریم نے آیت لَیۡسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الۡمَرۡضٰى میں ان کی قبولیت کا اظہار فرمادیا۔

چوتھی قسم ان لوگوں کی تھی جو باوجود کوئی عذر نہ ہونے کے کاہلی کے سبب جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔ انکے متعلق کئی آیتیں نازل ہوئیں: وَ اٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ، وَ اٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰهِ، وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا الخ تینوں آیتیں ایسے ہی حضرات کے بارے میں نازل ہوئیں، جن میں ان کی کاہلی پر زجر وتنبیہ ہے اور بالآخر ان کی توبہ کے قبول ہونے کی بشارت بھی۔

پانچواں طبقہ منافقین کا تھا جو اپنے نفاق کی وجہ سے اس سخت امتحان میں اپنے نفاق کو چھپا نہ سکا اور شرکت جہاد سے الگ رہا، اس طبقہ کا ذکر بہت سی آیات میں آیا ہے۔

چھٹا طبقہ ان منافقین کا تھا جو جاسوسی اور شرارت کیلئے مسلمانوں کیساتھ ہولیا تھا ان کی حالت کا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں ہے: وَ فِیۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ، وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ وَ هَمُّوۡا بِمَا لَمۡ یَنَالُوۡا لیکن اس ساری سختی اور تکلیف کے باوجود شرکت جہاد سے باز رہنے والوں کی مجموعی تعداد پھر بھی برائے نام تھی، بھاری اکثریت انہی مسلمانوں کی تھی جو اپنے سارے منافع اور راحت کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کیلئے تیار ہو گئے، اسی لئے اس جہاد میں نکلنے والے اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی، جو اس سے پہلے کسی جہاد میں نظر نہیں آئی۔

نتیجہ اس جہاد کا یہ ہوا کہ جب ہرقل شاہ روم کو مسلمانوں کی اتنی بڑی جمعیت کے مقابلہ پر آنے کی خبر پہونچی تو اس پر رعب طاری ہو گیا، مقابلہ پر نہیں آیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرشتہ خصلت صحابہ کرام کے لشکر کے ساتھ چند روز محاذ جنگ پر قیام کر کے جب مخالف کے

مقابلہ پر آنے سے مایوس ہو گئے تو واپس تشریف لے آئے۔

جو آیتیں او پر لکھی گئیں ہیں بظاہر ان کا تعلق اس چوتھی جماعت سے ہے جو بغیر کسی صحیح عذر کے اپنی سستی اور کاہلی کی بناء پر شریک جہاد نہیں ہوئی، پہلی آیت میں ان کی اس کاہلی اور غفلت پر تنبیہ کی گئی اور اس کے ساتھ ان کے اس مرض غفلت و کاہلی کا سبب اور پھر اس کا علاج بھی ارشاد فرمایا گیا۔ (معارف القرآن ص:۴۷۶ تا ۴۷۸)

چنانچہ ایسا کرنے والوں میں مسلمانوں میں سے تین فرد تھے کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع، حضرت کعب کا امتحان سخت ترین تھا، چنانچہ حضرت کعب بن مالک ہی کا بیان ہے کہ:

''اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا ابتلاء محض تھا۔ ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ ہی کوئی عذر تھا سفر کا جملہ سامان مرتب تھا عمدہ اونٹیاں میرے پاس موجود تھیں میری حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی، اس سفر کیلئے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید لئے تھے حالانکہ اس کے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہیں ہوئے تھے لوگ سفر کی تیاری کر رہے تھے اور مجھے ذرا اثر نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا میں چل پڑونگا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے تھوڑا سا کام تھا میں نے کہا خیر میں کل جاملوں گا دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے اور لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس سے ملنا مشکل ہو گیا تھا مجھے صدمہ ہوا کہ یہ کیا ہو گیا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے کوئی بھی راستہ میں نہ ملا یہ دیکھ کر میرے تن بدن میں رنج وغم کی آگ لگ گئی، یہ دن میرے لئے اس طرح گذر گئے کہ نبی صلعم واپس بھی تشریف لے آئے اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر خدا کے رسول کے عتاب سے بچاؤ کروں لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتائے مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا تبسم خشم آمیز تھا میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کعب تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس تو سب کچھ تھا، میرے نفس نے مجھے غافل بنا دیا۔ کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا، شیطان نے مجھ پر حملہ کیا، اور مجھے حرمان وخذلان کے گرداب میں ڈال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔

بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھا! اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا میں نے کہا "وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا، اور پھر میں کہیں کا بھی نہیں رہتا معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول کے ساتھ ہے" میں نے دریافت کیا کہ "جو حکم میرے لئے ہوا ہے کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا "ہاں! ہلال بنؓ امیہ اور مرارہؓ بن ربیع کا بھی یہی حال ہے" یہ سن کر مجھے کچھ تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی مجھ جیسی حالت میں گرفتار ہیں۔

پھر رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی ان دونوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے کیوں کہ وہ بوڑھے بھی تھے، لیکن میں جوان اور دلیر تھا، گھر سے نکلتا، مسجد نبوی میں جاتا، نماز پڑھکر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے میری شکستگی ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں حضور کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضور اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا ایک روز میں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا ابو قتادہ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی سامنے اس کا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارات بنوا رہا تھا میں اس کے پاس چلا گیا۔ اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منھ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا "ابو قتادہ" "تم خوب جانتے ہو کہ میں خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق وشرک کا میرے دل پر اثر تک نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے؟ ابو قتادہؓ نے اب بھی جواب نہ دیا جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ "اللہ اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے" مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب ہی

رو یا میں شہر میں لوٹ آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی شخص ہے۔ اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا۔

''ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں ہم کو تمہارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آ کر دیکھو کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں''

خط پڑھتے ہی میں نے کہا ایک اور مصیبت مجھ پر آن پڑی۔ اس سے بڑھکر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج واندوہ چند در چند ہو گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا اور کہہ دیا ''جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوش تر ہے۔

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ''تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ'' میں نے پوچھا ''کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟'' کہا نہیں صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا ہے یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کو بھی یہی حکم پہونچا تھا، ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلال کمزور اور ضعیف ہے اور اسکی خدمت کیلئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اسکی خدمت کرتی رہوں ''فرمایا'' ہاں مگر اس کے بستر سے دور رہو'' عورت نے کہا'' یا رسول اللہ ہلال کا غم ورنج سے ایسا حال ہے کہ اسے تو اور کوئی بھی خیال نہ رہا''

اب مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج کر دیا کرے۔ میں نے کہا ''میں تو ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیا خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں اور اپنا کام خود کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس دن گذر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا، ابوبکر صدیقؓ نے آواز دی کعب کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ قبول ہوگئی'' یہ آواز سنتے ہی میرے دوست واحباب دوڑ پڑے اور مبارک باد دینے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارک باددی اور انصار خاموش رہے، میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک خوشی ومسرت سے چہاردہ کی چاند کی طرح تاباں و درخشاں ہو رہا تھا۔ اور عادت مبارکہ تھی کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا: کعب مبارک! اس بہتر ین دن کیلئے! جب تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کوئی دن تجھ پر آج تک ایسا مبارک نہیں آیا ،آؤ تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرمالیا ہے''

میں نے عرض کیا'' یارسول اللہ! اس قبولیت کے شکرانے میں میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں'' میں نے عرض کیا'' نصف'' فرمایا ''نہیں'' میں نے عرض کیا'' ثلث'' فرمایا ''ہاں'' ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔ غزوۂ تبوک کی تفصیل جو اس وقت نقل کی گئی ہے اب اسکا حوالہ دیکھئے۔

(رحمۃ للعالمین سید سلمان منصور پوری مظفر نگری یوپی ص: ۱۴۲ تا ۱۴۵ ج: ۱ واضح رہے کہ مذکورہ تفصیل کعب بن مالک کے سلسلہ میں مذکورہ کتاب سے ماخوذ ہے نیز ریاض الصالحین ص: ۱۵ تا ۲۳، زاد المعاد ص: ۵۲۶ تا ۵۴۵ ج: ۳)

۲۶۵- اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَيۡـئًا‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: ''اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دیگا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دیگا۔ اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے، اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے''

شان نزول: جن لوگوں نے غزوۂ تبوک میں جانے سے تخلف برتا تھا اور مدینہ میں رہنے کومحبوب سمجھ کر تبوک میں نہ جاسکے تھے ان کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں ان لوگوں پر وعید نازل فرمائی ہے۔(زادالمسیر ص:۴۳۷ ج:۳)

۲۶۶-اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: نکل پڑو تھوڑے سامانوں سے اور زیادہ سامانوں سے اور اللہ کی راہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو(یقین رکھتے ہو)

شان نزول: جب غزوۂ تبوک کا حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام کوفرمایا تو کچھ حضرات نے مختلف قسم کے اعذار اور کچھ اپنی مشغولیتیں اور بہت سارے دیگر کام میں مصروف ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ ان اسباب کی بناء پر ہمارے جہاد میں نہ جانے کی معذرت کو قبول کیجئے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔جس میں اللہ تعالیٰ نے کلی طور پر عذر قبول کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ ہر صورت میں تمہارے لئے جہاد میں جانا اور غزوۂ تبوک میں شرکت کرنا ضروری ہے خواہ جس قدر بھی مشغولیتیں ہوں۔اور چاہے تم میں سے کوئی مریض ہو یا کمزور ہو، ہر ایک کیلئے بہرصورت تبوک میں حاضری لابدی امر ہے۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ مقداد بن اسود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور حضرت مقداد ایک موٹے تازے آدمی تھے۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حالت کی شکایت کی کہ مجھ جیسا عظیم الجثہ آدمی جہاد میں جا کر جہاد کے صحیح مقصد میں استعمال نہیں ہوسکتا تو انہوں نے یہ درخواست کی کہ انہیں نہ جانے کی اجازت دیدی جائے۔اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ کوئی ہزیل ہو یا سمین پتلا ہو یا دبلا اسلحہ سے لیس ہو یا بغیر اسلحہ کے غرض کسی حالت یا کسی کیفیت کے ساتھ ہو بہرصورت شرکت لازمی اور ضروری ہے۔

یہ آیت صحابہ کرام پر بہت شاق گذری، پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کردیا۔ اور یہ حکم نازل فرمایا لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى الخ (سورۃ توبہ) یعنی لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا سے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ تک۔

''اگر کچھ لگے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ لوگ ضرور آپکے ساتھ ہو لیتے لیکن اسے تو مسافت بھی دور دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسم کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ اپنے آپکو تباہ کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقینا یہ لوگ جھوٹے ہیں''

اسی طرح آیت کریمہ: لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ سے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ تک۔

''وہ اگر نکلتے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش میں اور تم میں بعض جاسوس ہیں ان کے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو''

شان نزول: علامہ واحدی وجوزی وبغوی کے بیان کے مطابق ان منافقین کے بارے میں یہ دونوں آتیں نازل ہوئیں جو غزوۂ تبوک میں بہانے تلاش کر کے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور تخلف برتا تھا۔ جیسے عبداللہ بن ابی اور ان کے ساتھی راستے سے واپس ہو گئے تھے انہی لوگوں کے بارے میں لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا نازل ہوئی ہیں۔ [ا]

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ الخ کے نزول کی تفصیل اس طرح کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر تبوک کیلئے بالکل تیار ہو گئے اور اسلامی لشکر کو ثنیۃ الوداع میں جمع فرمایا، اور عبداللہ بن ابی سلول نے بھی اپنے رفقا اور ساتھیوں کو جن کا ظاہری ارادہ تبوک میں جانے کا نہ تھا مقام ذی جدہ میں جمع فرمایا جو ثنیۃ الوداع سے نشیب میں پڑتا ہے ایک حسن اتفاق یہ تھا کہ- اسلامی لشکر کی تعداد قلیل نہ تھی چناں چہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے تو اسی اثناء میں عبداللہ بن ابی بھی اپنے ساتھیوں کو لیکر سوئے مدینہ روانہ ہو گیا، اور تخلف برتا اور سرکشی کی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، جیسا کہ علامہ واحدی نیسا پوری نے اسباب النزول میں علامہ بغوی نے معالم التنزیل اور علامہ جوزی نے زاد المسیر میں تحریر فرمایا ہے حوالے گذر چکے۔

۲۶۷-وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ

[ا] اسباب النزول ص ۱۴۲/۱۴۱ زاد المسیر ص ۴۴۲ ج ۳/زاد المسیر ص ۴۴۴/۴۴۲ ج ۳/ ص ۴۴۷ ج ۳/معالم التنزیل ص ۵۷ ج ۳ ص ۶۰/۵۹ ج ۳

سَقَطُوْا ۭ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۴۹

ترجمہ: ''اوران میں بعض شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دید یجئے اور مجھکو خرابی میں نہ ڈالئے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ تو خرابی میں پڑ چکے ہیں اور یقینا دوزخ کافروں کو گھیرے گی۔

شان نزول: یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب رسول اللہؐ نے اس سے کہا کہ غزوۂ تبوک کیلئے تیاری کرو کہ رومیوں سے جنگ کرنے کے نتیجہ میں بہت ساری لونڈیاں اور باندیاں تمہیں ہاتھ لگیں گیں۔ اس نے جہاد میں جانے سے یہ عذر پیش کیا کہ میں نوجوان آدمی ہوں رومیوں کے مقابلے پر جاؤ نگا تو ان کی حسین عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ ہے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ بے وقوف ایک موہوم فتنہ کا بہانہ کر کے ایک یقینی فتنہ یعنی امر رسول سے خلاف ورزی اور ترک جہاد کے فتنہ میں فی الحال مبتلا ہو گئے۔

(معارف القرآن ص:۳۸۷ ج:۴/ زاد المسیر فی علم التفسیر ص:۴۴۹ ج:۳/ اسباب النزول ص:۱۴۲)

علامہ واحدی نے اسباب النزول میں یہ تحریر فرمایا کہ اس آیت کے بعد اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ تک جتنی آیتیں ہیں ساری کی ساری منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ (اسباب النزول ص:۱۴۲/ معالم التنزیل ص:۱۰۸ ج:۳/ المقتطف ص:۳۹۴ ج:۲)

۲۶۸- قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳

ترجمہ: '' آپ فرما دیجئے کہ خواہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے کسی طرح مقبول نہیں، بلاشبہ تم حکم عدولی کرنے والے لوگ ہو''

شان نزول: جد بن قیس کا حال ابھی معلوم ہوا کہ غزوہ تبوک نہ جانے کے بارے میں کتنا حسین اور پرفریب بہانہ پیش کیا - اور اسے جو کچھ کرنا تھا کیا اور جو کچھ فریب گھڑنا تھا گھڑا، اس کے بعد اس نے اپنی محبت اور اسلامی دوستی بظاہر جتانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ تاہم ہمارا مال غزوہ تبوک میں جانے والے

مجاہدین کی معاونت کیلئے حاضر ہے۔اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔
کہ ایسے مال کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ایسا انفاق قابل ثواب اور قابل اجر ہے۔
(زادالمسیر ص:۴۵۱ ج:۳/ وایضاًفی معالم التنزیل ص:۶۳ ج:۳)

۲۶۹- وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّلۡمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَ اِنۡ لَّمۡ یُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ یَسۡخَطُوۡنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: ''اوران میں بعض لوگ وہ ہیں جوصدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں تواگر صدقات میں سے ان کودوتووہ راضی ہوجاتے ہیں، اوراگران صدقات میں سے نہیں ملتاتووہ ناراض ہوجاتے ہیں''

شان نزول: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ؐ کے پاس تھے۔اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال فئ تقسیم فرمارہے تھے۔قبیلہ تمیم کا ایک آدمی جس کا نام ابوالخواصر یاذوی الخویصرتھا آیا۔ اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ انصاف سے کام لیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کااس کی اس بات سے چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اورفرمایاہلاکت ہوتمہارے لئے تمہارا اللہ براکرے۔اگرمیں انصاف نہیں کرونگا توکون انصاف کرےگا۔اوراگرمیں نے انصاف نہیں کیاتوخسارہ اورخسران کے سوا کچھ بھی نہیں ہےاوررسوائی وغم کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔حضرت عمرؓ نے جب حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت دیکھی توفرمایایارسول اللہ میں اسے قتل نہ کردوں اورمیں اسکی گردن نہ اڑادوں اوراسکے سر کواس کے تن سے جدانہ کردوں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایاچھوڑدوکیونکہ اسکے بہت سارے ساتھی تمہارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں اگرچہ قرآن کااثران کے حلق سے نہیں اترتااگرتم ایساکروگےتووہ اچھانہیں سمجھیں گےاس لئے ابھی کے حالات کے تناظرمیں اسے کچھ نہ کہاجائے اورسنویہ تودین سے ایسے نکلے ہوئے ہیں جیسے تیرکمان سےنکل جاتاہےاورجب آدمی اسکے پیکان کودیکھتاہےتواسمیں کچھ بھی نہیں پاتاپھراس کی پنکھڑی کودیکھتاہےتواس میں کچھ بھی نہیں پاتاہےاورتیراورپیکان کے درمیانی حصے کودیکھتا ہےتواس میں بھی کوئی نشان نظرنہیں آتااورتیرکےاوپرکےکنارےکودیکھتاہےاس میں بھی

کچھ نہیں پاتا، غرض کہ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ دین سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں اس شخص کے اس قول کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرنا تھا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

کلبی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک منافق شخص تھا جس کا نام ابوالجواظ تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور طعن عرض کیا کہ آپ برابر برابر تقسیم نہیں کرتے یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ صدقات وغیرہ جو تقسیم کرتے ہیں اسمیں عدل وانصاف سے کام نہیں لیتے جس کو چاہتے زیادہ دیتے جس کو چاہتے کم دیتے جس کو چاہتے دیتے اور جس کو چاہتے نہ دیتے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

تیسری روایت اس سلسلے میں یہ ہے جس کو ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی باتیں کہا کرتا تھا اس کا نام ثعلبہ بن حاطب تھا۔ اسکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ان سب روایات میں کوئی تعارض نہیں ممکن ہے سبھی اس میں شریک ہوں) (معالم التنزیل ص:۶۶ / ۶۵ / ج:۳ / اسباب النزول ص:۱۴۳ / ۱۴۲)

لیکن اسباب النزول میں دوسری روایت میں ابوالجواظ کا جو ذکر آیا ہے اس کی جگہ اس میں ابوالخواصر ہے (ممکن ہے کہ دونوں الگ الگ واقعہ ہوں اور سب میں اتحاد کے پیش نظر ایسا کر لیا گیا ہو المقتطف ص:۳۹۹ ج:۲)

تیسری روایت جو ثعلبہ بن حاطب سے متعلق ہے اسے علامہ بن جوزی نے روایت کیا ہے، مذکورہ اوّل روایت کا ذکر بھی زاد المسیر میں ملتا ہے مختصر اَزاد المسیر ص:۵۴۸ ج:۳۔

فائدہ: اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات میں سے منافقین کو بھی ملا کرتا تھا جواب یہ ہے کہ یہ صدقہ نفلی تھا اور اگر منافقت عملی مراد ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ اوّل صورت میں اسلام شرط نہیں ثانی میں منتفی نہیں اور اگر صدقہ فرض اور منافقت اعتقادی ہو تو وجہ اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت جمیع احکام میں منافقین کے ساتھ برتاؤ مومنین کا سا کیا جاتا تھا اس میں بھی ایسا کیا گیا خوب سمجھ لو۔

(بیان القرآن ص:۱۱۹ ج:۲)

نوٹ: جس مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم فرمایا تھا اور منافق نے طعن و تشنیع کی

تھی اس میں مقتطف کے بیان کے مطابق یہ وہ مال تھا جو غزوۂ حنین جسے غزوۂ اوطاس بھی کہا جاتا ہے کے موقع پر حاصل ہوا تھا۔ المقتطف ص:۳۹۹ ج:۲ زادالمعاد میں ہے کہ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس ہزار صحابہ کرام اور ۲/ ہزار اہل مکہ کیساتھ حملہ کیا تھا۔ اوراس موقع پر قبیلہ ہوازن سے خاص مقدار میں مسلمانوں کو مال ہاتھ آیا۔ اس موقع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں حنین کی طرف روانہ ہوتے ہوئے عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر مقرر فرمایا تھا (زادالمعاد ص:۴۶۸ ج ۳) اور جو مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا اسکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) ۶/ ہزار قیدی (۲) ۲۴/ ہزار اونٹ (۳) ۴۰/ ہزار بکریاں بلکہ اس سے بھی زائد (۴) ۴/ ہزار اوقیہ چاندی۔

(زادالمعاد لابن قیم جوزیہ ص: ۴۷۳ ج: ۳/ مکمل تفصیل کیلئے دیکھئے زادالمعاد ص: ۴۶۵ تا ۴۷۶ ج ۳)

۲۷۰- وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: اوران میں بعضے ایسے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کرسن لیتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ وہ نبی کان دے کرتو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر لاتی ہے۔ اور مومنین کا یقین کرتے ہیں، اوران لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں، اور جولوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی۔

شان نزول: مذکورہ آیت اوراس آیت کے بعدوالی آیت یعنی يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ یہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں جھوٹی کہ ہم نے خراب بات نہیں کہی ہے یا ہم غزوہ میں فلاں عذر سے نہ جاسکے تاکہ تم کوراضی کرلیں حالانکہ اللہ اوراسکے رسول زیادہ حق رکھتے ہیں

کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اسکو راضی کرلیں، منافقین کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنکے نام یہ ہیں خذام بن خالد۔ اور جلاّس بن سوید اور عبید بن ہلال اسی طرح ودیعہ بن ثابت اور عامر ابن قیس، اور نبتل بن حارث وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی ایذاء دیتے اور نامناسب باتوں سے اذیت پہونچاتے رہتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاءً یہ کہتے کہ ''وہ تو بس کان ہیں'' جو کچھ کسی سے سن لیتے ہیں اس پر یقین کر لیتے ہیں، اس لئے ہمیں کچھ فکر نہیں، اگر ہماری سازش کھل بھی گئی تو ہم پھر قسم کھا کر آپ کو اپنی برأت کا یقین دلا دیں گے جس کے جواب میں حق تعالیٰ نے ان کی اس حماقت کو واضح فرمادیا کہ وہ منافقین اور مخالفین کی باتوں کو سن کر اپنے مکارم اخلاق کی بناء پر خاموش رہتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھو کہ آپ کو حقیقت حال کی خبر نہیں اور سمجھ نہیں، صرف تمہارے کہنے پر نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ وہ سب کی پوری پوری حقیقت سے باخبر رہتے ہیں تمہاری غلط باتیں سن کر وہ تمہاری سچائی کے قائل نہیں ہوجاتے البتہ اپنی شرافت نفس اور کرم کی بناء پر تمہارے منھ پر تمہاری تردید نہیں کرتے۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں مذکورہ دونوں آیات نازل ہوئیں۔ [1]

۲۷۱- يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: منافق لوگ اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نہ نازل ہوجاوے جو ان منافقین کے مافی الضمیر پر اطلاع دیدے۔ آپ فرمادیجئے اچھا تم استہزاء کرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر کے رہیگا جس سے تم اندیشہ کرتے ہو۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں تین اقوال ہیں۔

۱- غزوہ تبوک سے واپسی پر کچھ منافقین پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر چھپ گئے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کا جب وہاں سے گذر ہو تو ان کو گزند پہونچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے

[1] معارف القرآن ص:۴۱۶ ج:۴/ زاد المسیر ص:۴۶۰ ج:۳/ معالم التنزیل ص:۷۳ ج:۳/ اسباب النزول ص:۱۴۳/ المقتطف ص:۴۰۲ ج:۲

جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے ان کی سازشوں سے باخبر کیا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲-بعض منافقین نے کہا کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں سو کوڑے لگائیں (اور ایسی اذیتیں دیں کہ ایک زمانہ تک یاد رکھیں) اور ہمارا کوئی کچھ بگاڑ بھی نہیں سکتا ہے اور نہ ہم پر کوئی مصیبت نازل ہو سکتی ہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منافقین بے بنیاد باتوں کے ذریعہ عیب لگاتے اور الزام تراشی اور افترا پردازی کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے اور اپنے تئیں یہ سمجھتے کہ ہماری ان باتوں سے اور سازشوں اور نازیبا حرکتوں سے انہیں اللہ واقف نہ کرائیگا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ص: ۴۶۴ / اسباب النزول بعضاص: ۱۴۳ / معالم ص: ۸۷ ج: ۳)

معارف القرآن میں صراحت ہے کہ منافقین کے افراد جو گھاٹی میں چھپے ہوئے تھے اور کمین گاہوں سے حملہ کرنا چاہ رہے تھے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ زاد المسیر اور معالم میں بھی اس صراحت سے حوالے گذر چکے۔

۲۷- وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہہ دینگے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے آپ کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کیساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ تم ہنسی کرتے ہو تم اب عذر مت کرو تم اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تا ہم بعض کو تو سزا دینگے بسبب اس کے کہ وہ مجرم تھے۔

شان نزول: مذکورہ دو آیت کے سبب نزول میں چھ اقوال ہیں۔

۲- جد بن قیس اور ودیعہ بن حزام اور جہیر بن خمیر کے بارے میں نازل ہوئیں تفصیل

اسطرح ہے کہ رسول اللہ جب غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو ان لوگوں نے یہ سوچا کہ موقع غنیمت ہے کہ ان لوگوں کی واپسی پر ان کے پاس چل کر کچھ ٹھٹھا اور مذاق کرلیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی پر یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، اوران میں سے دو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزا کی باتیں کرنے لگے۔ اور تیسرا ان کے ساتھ ملکر ہنسا، لیکن کچھ نہ بولا، اس وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی استہزاء کی حرکت سے آگاہ کیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ اور ان سے یہ دریافت کرو کہ کس بات سے تم لوگ ہنسے تھے اور تمسخر کیا تھا۔ اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری حرکتوں سے باز نہ آنے پر سخت سے سخت سزا دیگا تو عمار بن یاسر نے ان سے یہ بات کہی تو ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہماری ڈھکی اور چھپی باتیں قرآن کے نزول کے ذریعہ سے بتلادی گئیں ہیں چنانچہ وہ معذرت کی غرض سے رسول اللہ کے پاس حاضر ہوئے جہیر نے کہا اللہ کی قسم ہم نے آپ کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کہی ہے میں تو کچھ اپنے ساتھیوں کی تعجب خیز باتوں سے ہنسا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا قول لَا تَعْتَذِرُوْا نازل ہوا۔ جس میں جد بن قیس اور ودیعہ سے کہا گیا کہ اس طرح کا عذر نہ بیان کرو، اگر جہیر سے عذر کو معاف بھی کردیا گیا تو جد اور ودیعہ عذاب سے نہیں بچ سکتے ہیں اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے (اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ -الخ) میں بیان فرمایا ہے۔

بعضے منافقین نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ان کے بزدل اصحاب کو دشمنوں سے مقابلے کے وقت اور افترا پردازی میں بڑھے ہوئے اور غلط اور بے موزوں باتوں کو پیش کرنے میں ان حضرات سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا اور بھی دوسری نامناسب باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کی شان میں کہی، عوف بن مالک رضی اللہ عنہ وہیں پر موجود تھے اور ان کی ساری باتوں کو سن رہے تھے جب وہ کہہ کر خاموش ہوگئے تو عوف بن مالک نے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور تم لوگ منافق ہو میں ضرور بالضرور ان باتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچاؤنگا، چنانچہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس غرض سے روانہ ہوگئے کہ کہیں حضور کو ان باتوں کا علم نہ ہوجائے، مگر ان کے آنے سے قبل ہی قرآن کریم کی مذکورہ

آیتیں نازل ہو چکی تھیں جن میں ان کے مکر وفریب سے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو باخبر کر دیا تھا پھر وہ شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے تو ایسے ہی تفریحاً کہا تھا۔

۳-منافقین کی ایک جماعت رسول ﷺ کے ساتھ کہیں جا رہی تھی وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ محمد جو کچھ کہتا ہے اگر یہ حق ہے تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی اس بات سے آگاہ کر دیا جو انہوں نے کہی تھی اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۴-منافقین میں سے بعض نے کہا کہ محمد ﷺ ہم سے یہ بیان کرتا ہے کہ فلاں شخص کی اونٹنی ایک وادی میں ہے، اور اس اس کیفیت کیساتھ ہے یہ تو غیب کی باتیں ہیں۔ انہیں غیب کی کیا خبر اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۵-منافقین کے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ شخص یعنی محمد ﷺ اپنے تئیں اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ شام اور اس کی بلڈنگیں اور اس کے قلعے اس کو فتح کے ذریعہ حاصل ہو جائیں گے (قابل تعجب بات ہے کہ یہ منہ اور مسور کی دال رہنے کو گھر نہیں اور خواب محلات کا دیکھ رہے ہیں) حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار ہوئے اور ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم نے ایسا ایسا کہا ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایسے ہی تفریحاً کہا تھا۔ حقیقت مراد نہ تھی۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۶-عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کیساتھ ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اسی طرح سے صحابہ کرام کے بارے میں نامناسب باتیں کہا کرتے تھے رسول اللہ کو جب اس کی اطلاع ملی اور اللہ نے آپکو باخبر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا تو ان لوگوں نے کہا یہ تو بغرض تفریح کہا تھا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲۷۳- يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ

---

[1] زادالمسیر ص:۴۶۴/۴۶۵ ج:۳/اسباب النزول ص:۱۴۴/معالم التنزیل ص:۷۶ ج:۳/ بعضاً المقتطف ص:۴۰۴ ج:۲/ بعضاً ابن کثیر ص:۳۳۴ ج:۲/ روح المعانی ص: ۱۳۱/۱۳۰ ج:۱۰/بعضاً پارہ نمبر ۱۰

اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی حالانکہ یقینا انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رزق خداوندی سے مالدار کر دیا سو اگر توبہ کریں تو ان کیلئے بہتر ہوگا اور اگر روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دیگا اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے اور نہ کوئی مددگار۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول میں بغوی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں منافقین کی بدحالی اور انجام بد کا ذکر فرمایا حاضرین میں ایک منافق جلاس بھی موجود تھا اس نے مجلس میں جا کر کہا کہ محمد جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں اس کا یہ کلمہ ایک صحابی عامر بن قیسؓ نے سن لیا تو کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے اور تم واقعی گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہو۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ پہونچے تو عامر بن قیسؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا اور جلاس اپنے کہے ہوئے سے مکر گیا۔ اور کہنے لگا کہ عامر بن قیسؓ نے مجھ پر تہمت باندھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر نبویؐ کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھائیں جلاس نے بے دھڑک جھوٹی قسم کھائی کہ میں نے ایسا نہیں کہا عامرؓ جھوٹ بول رہے ہیں۔ حضرت عامرؓ کا نمبر آیا تو انہوں نے بھی قسم کھائی اور پھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے کہ یا اللہ آپ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی اس معاملہ کی حقیقت روشن فرما دیں ان کی دعاء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مسلمانوں نے آمین کہی ابھی یہ لوگ اس جگہ سے ہٹے بھی نہیں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہو گئے جس میں

آیت مذکورہ تھی۔

جلاس نے جب آیت سنی تو فوراً کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی اور عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے جو کہا وہ سچ تھا مگر اسی آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے مجھے توبہ کا حق بھی دیدیا ہے میں اب اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی توبہ قبول فرمالی اور بعد میں یہ اپنی توبہ پر قائم رہے ان کے حالات درست ہو گئے (مظہری)

بعض حضرات مفسرین نے اسیطرح کے دوسرے واقعات اس کے شان نزول میں بیان فرمائے ہیں خصوصاً اس لئے کہ اس آیت کا ایک جملہ یہ بھی ہے وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا یعنی انہوں نے ارادہ کیا ایک ایسے کام کا جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کسی ایسے واقعہ سے متعلق ہے جس میں منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کی تھی۔ جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے جیسے اسی غزوہ تبوک سے واپسی کا واقعہ معروف ہے کہ بارہ آدمی منافقین میں سے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں اس غرض سے چھپ کر بیٹھے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں پہونچیں گے تو یکبارگی حملہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیں گے جبرئیل امین نے آپ کو خبر دیدی تو آپ اس راستہ سے ہٹ گئے اور ان کی سازش خاک میں مل گئی۔

اور بعض دوسرے واقعات بھی منافقین کی طرف سے اس طرح کے پیش آئے ہیں، مگر ان میں تضاد یا بعد نہیں کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ سبھی واقعات اس آیت میں مراد ہوں۔ [ا]

۲۷۴- وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرماوے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم خوب

[ا] معارف القرآن ص:۴۲۶/۴۲۵ج:۴/ زادالمسیرص:۴۴۱/تفصیلاج:۳ معالم التنزیل ص:۸۳/۸۲ج:۳/اسباب النزول مختصراًص:۱۱۴۴/۴۵

خوب نیک کام کیا کریں۔

شان نزول: یہ آیت ایک خاص واقعہ سے متعلق نازل ہوئی ہے جس کو ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ ؓ باہلی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ درخواست کی کہ آپ دعا کریں کہ میں مالدار ہوجاؤں آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو میرا طریقہ پسند نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں چاہتا تو مدینہ کے پہاڑ سونا بنکر میرے ساتھ پھرا کرتے مگر مجھے ایسی مالداری پسند نہیں یہ شخص چلا گیا مگر دوبارہ پھر آیا اور پھر یہی درخواست اس معاہدہ کے ساتھ پیش کی کہ اگر مجھے مال مل گیا تو میں ہر حق والے کو اسکا حق پہونچاؤنگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کردی جسکا اثر یہ ہوا کہ اس کی بکریوں میں بے پناہ زیادتی ہوئی یہاں تک کہ مدینہ کی جگہ اس پر تنگ ہوگئی تو باہر چلا گیا اور ظہر وعصر کی دو نمازیں مدینہ میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تھا باقی نمازیں جنگل میں جہاں اس کا یہ مال تھا وہیں ادا کرتا تھا۔

پھر انہی بکریوں میں اور زیادتی ہوگئی کہ یہ جگہ بھی تنگ ہوگئی اور شہر مدینہ سے دور جاکر کوئی جگہ لی وہاں سے صرف جمعہ کی نماز کیلئے مدینہ آتا اور پنجگانہ نمازیں وہیں پڑھتا پھر اس مال کی فراوانی اور بڑھی تو یہ جگہ بھی چھوڑنا پڑی اور مدینہ سے بہت دور چلا گیا جہاں جمعہ اور جماعت سب سے محروم ہوگیا۔

کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے بتلایا کہ اس کا مال اتنا زیادہ ہوگیا کہ شہر کے قریب اسکی گنجائش ہی نہیں۔ اس لئے کسی دور جگہ پر جاکر اس نے قیام کیا ہے۔ اور اب یہاں نظر نہیں پڑتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنکر تین مرتبہ فرمایا **ویح ثعلبة** یعنی ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے۔

اتفاق سے اسی زمانے میں آیت صدقات نازل ہوگئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے صدقات کو وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (**خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً**) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مویشی کے صدقات کا مکمل قانون لکھوا کر دو شخصوں کو عاملین صدقات کی حیثیت

سے مسلمانوں کے مویشی کے صدقات وصول کرنے کیلئے بھیجدیا اوران کوحکم دیا کہ ثعلبہ ابن حاطب کے پاس بھی پہونچیں اور بنی سلیم کے ایک اور شخص کے پاس جانے کا بھی حکم دیا۔

یہ دونوں جب ثعلبہ ابن حاطب کے پاس پہونچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دکھایا تو ثعلبہ کہنے لگا کہ یہ تو جزیہ ہوگیا جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے۔اور کہا کہ اب تو آپ چلے جائیں جب واپس ہوں تو یہاں آجائیں یہ دونوں چلے گئے۔

اور دوسرے شخص سلیمی نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا تو اپنے مویشی اونٹ اور بکریوں میں جو سب سے بہتر جانور تھے نصاب صدقہ کے مطابق وہ جانور لیکر خود ان دونوں قاصدان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچ گئے انہوں نے کہا کہ ہمیں تو حکم یہ ہے کہ جانوروں میں اعلیٰ چھانٹ کر نہ لیں بلکہ متوسط وصول کرلیں اسلئے ہم تو یہ نہیں لے سکتے سلیمی نے اصرار کیا کہ میں اپنی خوشی سے یہی پیش کرنا چاہتا ہوں یہی جانور قبول کر لیجئے۔

پھر یہ دونوں حضرات دوسرے مسلمانوں سے صدقات وصول کرتے ہوئے واپس آئے تو پھر ثعلبہ کے پاس پہونچے تو انہوں نے کہا کہ لاؤ قانون صدقات مجھے دکھلاؤ پھر اسکو دیکھ کر یہی کہا کہ یہ تو ایک قسم کا جزیہ ہوگیا جو مسلمانوں سے نہیں لینا چاہئے اچھا اب تو آپ جائیں میں غور کروں گا پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔

جب یہ دونوں حضرات واپس مدینہ طیبہ پہونچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے حالات پوچھنے سے پہلے ہی پھر وہ کلمہ دھرایا جو پہلے فرمایا تھا **یاویح ثعلبہ، یاویح ثعلبہ، یاویح ثعلبہ** (یعنی ثعلبہ پر سخت افسوس ہے) یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ پھر سلیمی کے معاملہ پر خوش ہوکر اس کے لئے دعاء فرمائی اس واقعہ پر مذکورہ آیت یعنی **وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ** نازل ہوئی کہ ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو مال عطاء فرمائیں گے تو وہ صدقہ وخیرات کریں گے، اور صالحین امت کی طرح سب اہل حق اور رشتہ داروں میں اور غریبوں کے حقوق ادا کریں گے، پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے مال دیا تو بخل کرنے لگے، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے پھر گئے۔

ابن جریر نے حضرت ابوامامہ کی اس تفصیلی روایت جو ابھی ذکر کی گئی ہے کے آخر میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثعلبہ کیلئے یا ویح ثعلبہ تین مرتبہ فرمایا تو اس مجلس میں ثعلبہ کے کچھ عزیز و اقارب بھی تھے یہ سن کر ان میں سے فوراً ایک آدمی سفر کر کے ثعلبہ کے پاس پہونچا اور اسکو ملامت کی۔ اور بتلایا کہ تمہارے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوگئی ہے، یہ سن کر ثعلبہ گھبرایا اور مدینہ حاضر ہو کر درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول کرلیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، یہ سن کر ثعلبہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا، اور لعنت ملامت کرنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو تمہارا اپنا عمل ہے میں نے تمہیں حکم دیا تم نے اطاعت نہ کی، اب تمہارا صدقہ قبول نہیں ہوسکتا۔ ثعلبہ ناکام ہو کر واپس ہوگیا، اور اس کے کچھ دن بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی، اور صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ میرا صدقہ قبول کیجئے صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کرسکتا ہوں۔ [1]

پھر صدیق اکبر کی وفات کے بعد ثعلبہ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہی درخواست کی یہاں سے بھی وہی جواب ملا جو صدیق اکبرؓ نے دیا تھا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں اُن سے درخواست کی۔ انہوں نے بھی انکار کردیا۔ اور خلافت عثمانؓ کے زمانہ میں ثعلبہ مرگیا۔ **نعوذ باللہ من سیئات الاعمال** (مظہری)

علامہ جوزی نے مذکورہ آیت کا جو شان نزول ذکر کیا ہے۔ اسکے علاوہ تین سبب نزول مزید بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے ایک آدمی نے اس کی تمنا اور قسم کھائی کہ اگر اللہ اسے مال سے نواز دے تو اللہ کی راہ میں خرچ کریگا لیکن ایسا نہ کرسکا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح نبتل اور معتب بن قشیر نے اس طرح کی تمنا کی اور مقصود جب حاصل ہوگیا تو اللہ کے حق کو بھول گیا (زاد المسیر ص: ۴۷۴ ج: ۳) اور ان میں کوئی

---

[1] معارف القرآن ص ۴۲۶/ ص ۴۲۸/ ۴۲۷ ج ۴/ ایضافی اسباب النزول للواحدی ص ۱۴۵/ ۱۴۶/ و ایضافی زاد المسیر فی علوم التفسیر للجوزی ص ۴۷۲/ ص ۴۷۴/ ۴۷۳ ج ۳

تعارض نہیں ممکن ہے کہ ان سب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہو سبب میں اتحاد کے پیش نظر ان لوگوں کے واقعات کو بھی آیت کے نزول کے سبب میں شامل کرلیا گیا ہے۔ [۱]

روح المعانی میں علامہ محمود آلوسی نے فرمایا ہے کہ بعض روایت میں ہے کہ ثعلبہ مسجد نبوی کا خادم تھا اور مسجد نبوی کے امور کو انجام دیتا تھا، نماز کے ختم ہوتے ہی گھر کے لئے روانہ ہوجاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محتاج اور تنگ دست آدمی ہوں، میرے اور میری بیوی کے درمیان صرف ایک ہی کپڑا ہے میں یہاں سے نماز پڑھ کر جاتا ہوں تو وہی کپڑا پہن کر میری بیوی نماز ادا کرتی ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری فراخیٔ رزق کے لئے دعا فرمادیں تو بہتر ہوگا۔ [۲]

۲۷۵- اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: یہ منافقین ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں (تھوڑا ہونے پر) طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو بجز محنت مزدوری اور کچھ میسر نہیں ہوتا ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمسخر کا بدلہ دیگا، ان کیلئے دردناک سزا ہوگی۔

شان نزول: صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا گیا اور ہمارا حال یہ تھا کہ ہم محنت و مزدوری کرتے تھے (کوئی مال ہمارے پاس نہ تھا اسی مزدوری سے جو کچھ ہمیں ملتا تھا اسی میں سے صدقہ بھی نکالتے تھے۔ چنانچہ ابو عقیل نے ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) صدقہ پیش کیا، دوسرا آدمی آیا اس سے زائد صدقہ پیش کیا ایک صاع یا اس سے بھی زیادہ اس پر منافقین نے طعن

---

[۱] وایضًافی معالم التنزیل المعروف تفسیربغوی ص:۸۵/۸۴/ ۸۶ج:۳ وایضاً فی المقتطف ص:۲۱۴ج:۲/بعضاً ومختصراً وایضاًفی روح المعانی ص:۱۴۴/۱۴۳ج:۱۰ پارہ نمبر۱۰/توبہ

[۲] روح المعانی ص:۱۴۴ج:۱۰/پارہ نمبر۱۰/ توبہ ایضاً فی ابن کثیر للحافظ ابی الفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی ص:۳۴۰/۳۴۱ج:۲

کیا کہ اللہ اتنے حقیر صدقہ سے بے نیاز اور مستغنی ہے، اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی ضرورت نہیں، اور جس نے کچھ زیادہ صدقہ پیش کیا جیسے عبدالرحمن بن عوف ؓ نے چالیس اوقیہ سونا صدقہ میں پیش کیا ان پر الزام لگایا کہ انھوں نے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے صدقہ کیا ہے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جیسا کہ علامہ جوزی نے بیان کیا ہے۔

علامہ واحدی نے اسباب النزول میں بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو صدقہ دینے پر ترغیب دی اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے سلسلے میں بے شمار ثواب بتلایا تو عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار دراہم پیش فرمائے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ میرے پاس آٹھ ہزار دراہم تھے ان میں سے میں نے چار ہزار دراہم اپنے اہل وعیال کیلئے گھر میں چھوڑ دیئے۔ اور چار ہزار خدمت اقدس میں لیکر حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کچھ تم نے دیا اس میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے اور جو کچھ تم نے اپنے گھر میں رکھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عبدالرحمن بن عوف کے مال میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ مرتے وقت انہوں نے دو بیویاں چھوڑیں اور اس وقت ان دونوں بیویوں کا حصہ ایک سو ساٹھ ہزار دراہم نکلے جو کہ آٹھواں حصہ تھا (علامہ جوزی کی بیان کردہ روایت میں اور اس میں کوئی تعارض نہیں ایک موقع سے چالیس اوقیہ سونا صدقہ کیا ہو اور ایک موقع سے چار ہزار دراہم صدقہ کیے ہوں۔ چار ہزار دراہم کی تفصیل عبدالرحمن بن عوف کے سلسلے میں وَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کے تحت سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے یہ آیت بھی انہیں کے بارے میں اور عثمان بن عفان ؓ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ سورہ بقرہ میں مذکور ہوا۔

بعض صحابہ نے جیسے عاصم بن عدی بن عجلان نے ایک سو وسق کھجور صدقے میں پیش کی تھی ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین کلو کا اسی طرح ایک انصاری صحابی آئے جن کا نام ابوعقیل تھا اس نے ایک صاع کھجور صدقہ میں پیش فرمائی اور فرمایا یارسول اللہ میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے صدقہ کے مال میں رکھ دینے کا حکم فرمایا تو منافقین نے ان کے بارے میں بھی طعن

کیا جنہوں نے صدقہ میں کم مال پیش کیا تھا اور ان کے بارے میں بھی طعن کیا جنہوں نے صدقہ میں زیادہ مال پیش کیا تھا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص:۱۴۶تا۱۴۷/زادالمسیر للجوزی ص:۴۷۶تا۴۷۷ معالم التنزیل ص:۸۷تا۸۸/ج:۳/المقتطف ص:۴۱۳تا۴۱۴/ج:۲ روح المعانی ص:۱۴۶تا۱۴۷/ج:۱۰/روح المعانی میں یہ تفصیل ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے چارسو اوقیہ سونا صدقے میں پیش کیا (اس میں کوئی تعارض نہیں ممکن ہے بعد میں تین سوساٹھ اوقیہ کا اضافہ کردیا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر ص:۳۴۱تا۳۴۲))

۲۷۶-اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: آپ خواہ منافقین کیلئے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو بھی اللہ تعالیٰ انکو نہ بخشے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

شان نزول: جب منافقین کی طعن و تشنیع پر مذکورہ آیت یعنی اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الخ (۷۹) نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رحمت للعالمین کے جذبہ میں سرشار ہوکر فرمایا۔ کہ میں ان کیلئے عنقریب مغفرت کی دعا کرونگا اور بہت زیادہ مغفرت چاہونگا اور ستر مرتبہ سے بھی زیادہ مغفرت چاہونگا۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادے۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ کتنا ہی زیادہ آپ انکے لئے مغفرت طلب کریں اللہ بخشنے والا نہیں ہے ستر مرتبہ مغفرت سے مراد کثرت کو بتلانا ہے (زادالمسیر :ص۴۷۰۔المقتطف :ص۴۱۵ج۲) اس میں یہ وضاحت ھیکہ جب منافقین کا نفاق ظاہر ہوگیا اور اللہ نے انکے بارے میں وعید نازل فرمائی تو یہ لوگ گرتے پڑتے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور معذرت کرتے ہوئے یہ درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ

سے آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔اسوقت مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲۷۷- وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: اور ان میں کوئی مرجاوے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ اسکی قبر پر کھڑے ہوئیے انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کیساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔

شان نزول: احادیث صحیحہ سے باتفاق امت ثابت ہے کہ یہ آیت عبداللہ ابن ابیّ منافق کی موت اور اسپر نماز جنازہ کے متعلق نازل ہوئی۔اور صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ اس کے جنازہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی، پڑھنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور اسکے بعد آپؐ نے کبھی کسی منافق کی جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں واقعۂ نزول کی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرگیا تو اس کے صاحبزادے عبداللہ جو مخلص مسلمان اور صحابی تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ اپنا قمیص عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اسکا کفن پہناؤں رسول اللہؐ نے اپنا قمیص مبارک عطا فرمادیا پھر حضرت عبداللہ نے یہ بھی درخواست کی کہ آپ اسکے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں آپؐ نے قبول فرمالیا۔اور نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہو گئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے آپؐ کا کپڑا پکڑ کے عرض کیا کیا آپؐ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس منافق کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمادیا ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ میں دعاء مغفرت کروں یا نہ کروں اور آیت میں جو ستر مرتبہ استغفار پر بھی مغفرت نہ ہونے کا ذکر ہے تو میں سترّ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرسکتا ہوں آیت سے مراد ''سورہ توبہ کی'' وہی آیت ہے جو ابھی گذر چکی ہے۔

یعنی اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جنازہ کی نماز پڑھی نماز کے بعد ہی یہ

آیت نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ اَحَدٍ مِّنْهُمْ الخ (چنانچہ اسکے بعد آپؐ نے کبھی کسی منافق کی جنازے کی نماز نہیں پڑھی) [۱]

۲۷۸-وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے سے آتے ہیں کہ آپ ان کو سواری دیدیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کردوں۔ تو وہ اس حالت میں واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ انکو خرچ کرنے کو کچھ بھی میسر نہیں۔

شان نزول: غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ حضرات جن کی تعداد سات بتلائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ معقل بن یسار، صخر بن خنیس اور عبداللہ بن کعب انصاری اور ثعلبہ بن غنمہ اور عبداللہ بن مغفل وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کے ساتھ غزوہ تبوک میں جانے کیلئے دل وجان سے تیار ہیں آپ ہمیں اپنی سواریوں پر سوار فرما لیں کیونکہ ان لوگوں کی حالت ایسی نہ تھی کہ سواری کا بندوبست اور انتظام کر پاتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواریوں کا اتنا انتظام نہیں جو میں تمہیں دے سکوں اور جو سواریاں تبوک کیلئے روانہ ہونے جارہی ہیں وہ مزید سواروں کے بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں یہ لوگ کف افسوس ملتے ہوئے واپس ہوئے اور روتے ہوئے لوٹے (اسباب النزول للواحدی) تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسا سامان کردیا کہ چھ اونٹ رسول اللہؐ کے پاس اسی وقت آگئے آپ نے ان کو یہ دے دیئے اور ان میں سے تین آدمیوں کیلئے سواریوں کا انتظام حضرت عثمان غنی نے کردیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بہت بڑی تعداد کا انتظام اپنے خرچہ سے کرچکے تھے۔

[۱] معارف القرآن ص:۴۳۴ج۴/وایضاً فی زادالمسیر فی علوم التفسیر ص:۴۸۱/۴۸۰ج:۳/ المقتطف ص:۴۱۸/۴۱۷ج:۲/ اسباب النزول ص:۱۴۸/۱۴۷/وایضاً فی معالم التنزیل ص:۹۱/۹۰ج:۳/وایضاًفی ابن کثیر ص:۳۴۴ج:۲/وایضاًفی روح المعانی ص:۱۵۴/۱۵۳ج:۱۰

بعض ایسے بھی رہے کہ جن کو آخر تک سواری نہ ملی، اور مجبور ہو کر رہ گئے آیات مذکورہ میں انہی سب حضرات کا ذکر آیا ہے جن کا عذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ [1]

۲۷۹- اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ کُفۡرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑے حکمت والے ہیں۔

شان نزول: مدینہ کے دیہاتیوں کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے باخبر کیا کہ اہل مدینہ کے مقابلے میں مدینہ کے دیہاتی لوگوں کا کفر اور نفاق زیادہ بڑھا ہوا ہے جس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ یہ لوگ علم سے بالکل کورے ہوتے ہیں اور علم اور علماء سے دور رہنے کے سبب سے عموماً جہالت اور قساوت میں مبتلا ہوتے ہیں سخت دل ہوتے ہیں اَجۡدَرُ اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ الخ یعنی ان لوگوں کا ماحول ہی ایسا ہے کہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی حدود سے بے خبر ہیں کیونکہ نہ قرآن ان کے سامنے آیا ہے اور نہ اسکے معانی و مطالب اور احکام سے ان کو واقفیت ہوتی ہے۔ (اسباب النزول مختصراً ص:۱۴۸/ وایضاً زاد المسیر ص:۴۸۸ ج:۳)

۲۸۰- وَ مِمَّنۡ حَوۡلَکُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ ؕۛ وَ مِنۡ اَہۡلِ الۡمَدِیۡنَۃِ ۟ۛ مَرَدُوۡا عَلَی النِّفَاقِ ۟ لَا تَعۡلَمُہُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُہُمۡ ؕ سَنُعَذِّبُہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ ثُمَّ یُرَدُّوۡنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ۚ

ترجمہ: اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال پر پہونچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہیں ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جاویں گے۔

شان نزول: مذکورہ آیت ایسے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جنکا نفاق

[1] معارف القرآن بحوالہ مظہری ص:۴۴۲ ج:۴/وایضاً فی اسباب النزول ص:۱۴۸/ ایضاً فی معالم النزیل ص:۹۴/۹۵ ج:۳

انتہائی کمال پر ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اب تک مخفی رہا مذکورہ آیت میں ایسے ہی منافقین کے بارے میں عذاب شدید کی بشارت سنائی گئی ہے ان منافقین کے اسماء یہ ہیں جسے علامہ واحدی نے اسباب میں اور علامہ جوزی نے زادالمسیر فی علم التفسیر میں اور علامہ بغوی نے تفسیر بغوی المسمی معالم التنزیل میں بیان فرمایا ہے مزینہ، جھینہ، اشجع، اور اسلم اور غفار حوالی مدینہ میں اور منافقین کے بالمقابل ان کا نفاق اعلی درجہ کا تھا۔ ان کے بارے میں اللہ نے اپنے رسول کو مذکورہ آیت کے نزول کے ذریعہ باخبر کیا۔

(اسباب النزول ص:۱۴۸/ تفسیر بغوی ص:۱۰۰ ج:۳/ زادالمسیر فی علم التفسیر ص:۴۹۱ ج:۳)

۲۸۱- وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: اور کچھ لوگ ہیں جو اپنی خطاء کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرمادیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے اور بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

شان نزول: غزوہ تبوک کیلئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اعلان عام ہوا، اور سب مسلمانوں کو چلنے کا حکم ہوا، تو زمانہ سخت گرمی کا تھا، مسافت دور کی تھی، اور ایک بڑی حکومت کی تربیت یافتہ فوج سے مقابلہ تھا، جو اسلام کی تاریخ میں پہلا ہی واقعہ تھا، یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے اس حکم کے متعلق لوگوں کے حالات مختلف ہو گئے، اور ان کی جماعتوں میں کئی قسمیں ہو گئیں، ایک قسم ان حضرات مخلصین کی تھی جو اول حکم سنتے ہی بلاتردد جہاد کے لئے تیار ہو گئے، دوسری قسم میں وہ لوگ تھے جو ابتداً کچھ تردد میں رہے پھر ساتھ ہو لئے آیت الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ میں انہی لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو واقعی طور پر معذور تھے۔ ان کا ذکر آیت لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ میں آیا ہے، چوتھی قسم ان مومنین ومخلصین کی ہے جو عذر نہ ہونے کے باوجود کاہلی اور سستی کے سبب جہاد میں شریک نہ ہو سکے ان کا ذکر مذکور الصدر آیت زیر بحث میں ہے،

پانچویں قسم منافقین کی تھی جو نفاق کے سبب شریک جہاد نہ ہوئے، ان کا ذکر گزشتہ بہت سی آیات میں آچکا ہے خلاصہ یہ ہے کہ آیاتِ سابقہ میں بیشتر ذکر پانچویں قسم منافقین کا ہوا۔ اور مذکورہ آیت میں چوتھی قسم کے حضرات کا ذکر ہے جو مومن ہونے کے باوجود سستی اور کاہلی کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہوسکے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دس حضرات جو بلا کسی عذر کے غزوہ تبوک میں نہ گئے تھے، پھر انکو اپنے فعل پر ندامت ہوئی ان میں سے سات آدمیوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی ﷺ کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا تھا اور یہ عہد کیا کہ جب تک ہماری توبہ قبول کر کے خود رسول اللہ ﷺ ہمیں نہ کھولیں گے اسی طرح بندھے ہوئے رہیں گے ان حضرات میں ابولبابہؓ کے نام پر سب روایتیں متفق ہیں، دوسرے اسماء میں مختلف روایتیں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جب انکو بندھا ہوا دیکھا اور معلوم ہوا کہ انھوں نے عہد یہ کیا ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خود ان کو نہ کھولیں گے اسوقت تک بندھے رہیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اسوقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے انکے کھولنے کا حکم نہ دے گا کیوں کہ جرم بڑا ہے اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے کھولنے کا حکم دیا اور وہ کھول دیئے گئے۔[1]

اسباب النزول اور معالم التنزیل میں یہ بھی وضاحت ہے کہ جب رسول اللہؐ نے ابولبابہ وغیرہ کے ہاتھ سے رسی کھول دی تو ان لوگوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ ہمارے اموال آپ کے سامنے ہیں آپ ان مالوں کو ہماری طرف سے صدقہ کر دیجئے اور ہمیں گناہوں سے پاک فرما دیجیے اور ہمارے لئے دعاء مغفرت کیجئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارے اموال کے لینے کا حکم نہیں دیا گیا ہے اس وقت آیت کریمہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ الخ نازل ہوئی۔ (ابن کثیر ص:۳۵۰/۳۵۱ ج:۲)

---

[1] قرطبی معارف القرآن ص ۴۵۴ ج:۴/وایضاً فی زاد السیر ص:۴۹۳ ص:۴۹۴ ج:۳/وایضاً فی معالم التنزیل ص:۲۰۱/۱۰۱ ج:۳/وایضاً فی المقتطف ص:۴۲۸/۴۲۷ ج:۲/وایضاً فی اسباب النزول ص:۱۴۸ ۱۴۹

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت صرف ابولبابہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن کثیر اور معالم التنزیل اور زاد المسیر میں ذکر کیا گیا ہے جو غزوۂ بنوقریظہ میں پیش آیا جسکی تفصیل دو مرتبہ آچکی ہے سورۂ انفال آیت ۲۷ کے تحت بھی ابولبابہ کا پورا قصہ بیان کیا جاچکا ہے دوبارہ پھر ذکر کیا جارہا ہے اور وہ یہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بنوقریظہ کے قلعہ کا اکیس روز تک محاصرہ جاری رکھا جس سے عاجز ہوکر انہوں نے وطن چھوڑ کر ملک شام چلے جانے کی درخواست کی آپ نے ان کی شرارتوں کے پیش نظر اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ صلح کی صرف یہ صورت ہے کہ سعد بن معاذؓ تمہارے بارے میں جو کچھ فیصلہ کریں اس پر راضی ہوجاؤ انہوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذؓ کے بجائے ابولبابہ کو یہ کام سپرد کردیا جائے کیونکہ حضرت ابولبابہؓ کے اہل وعیال اور جائداد بنوقریظہ میں تھے ان کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ہمارے معاملہ میں رعایت کرینگے آپ نے ان کی درخواست پر ابولبابہ کو بھیج دیا بنوقریظہ کے سب مرد وزن ان کے گرد جمع ہوکر رونے لگے اور یہ پوچھا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اتر آئیں تو کیا وہ ہمارے معاملہ میں کچھ نرمی فرمائیں گے۔ ابولبابہ کو معلوم تھا کہ ان کے معاملہ میں نرمی برتنے کی رائے نہیں ہے، اس لیے انہوں نے کچھ ان لوگوں کی گریہ وزاری سے اور کچھ اپنے اہل وعیال کی محبت سے متأثر ہوکر اپنے گلے پر تلوار کی طرح ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتلایا کہ ذبح کئے جاؤ گے اسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش کردیا۔

مال واولاد کی محبت میں تو یہ کام کر گذرے مگر فوراً تنبہ ہوا کہ میں نے رسول اللہؐ سے خیانت کی جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس درجہ ندامت سوار ہوئی کہ آپ کی خدمت میں لوٹنے کے بجائے سیدھے مسجد میں پہونچے اور مسجد کے ایک ستون کے ساتھ اپنے آپکو باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی اسی طرح بندھا رہوں گا چاہے اسی حالت میں موت آجائے چنانچہ سات روز مکمل اسی طرح بندھے کھڑے رہے ان کی بیوی اور لڑکی نگہداشت کرتی تھیں انسانی ضرورت کے وقت اور نماز کے وقت

کھول دیتیں اور فارغ ہونے کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں کھانے پینے کے پاس نہ جاتے تھے یہاں تک کہ غشی طاری ہوجاتی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اول اسکی اطلاع ملی تو فرمایا کہ اگر وہ اول ہی میرے پاس آجاتے تو میں ان کیلئے استغفار کرتا اور توبہ قبول ہوجاتی اب جب کہ وہ یہ کام کرگزرے تو اب قبولیت توبہ نازل ہونے کا انتظار ہی کرنا ہے۔

چنانچہ سات روز کے بعد آخر شب میں آپ پر یہ آیتیں ان کی توبہ قبول ہونے کے متعلق نازل ہوئیں بعض حضرات نے ان کو خوشخبری سنائی اور کھولنا چاہا مگر انہوں نے کہا کہ جب تک خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نہ کھولیں گے میں کھلنا پسند نہ کروں گا چنانچہ جب آپ صبح کی نماز کے وقت مسجد میں تشریف لائے تو اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا، آیت مذکورہ میں جو خیانت کرنے اور مال واولاد کی محبت سے مغلوب ہونے کی ممانعت کا ذکر آیا ہے اسکا اصل سبب یہ واقعہ ہے۔ واللہ اعلم۔حوالے ذکر کئے جاچکے۔

عرض احقر: راقم الحروف کے خیال میں پہلا ہی واقعہ مذکورہ آیت کے شان نزول کا زیادہ قرین قیاس ہے جیسا کہ آیت مذکورہ کا سیاق بتلارہا ہے۔ اور سبب میں اتحاد کے پیش نظر دوسرے واقعہ کو آیت کا سبب نزول قرار دے دیا گیا ہو۔

۲۸۲- وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دیگا یا انکی توبہ قبول کریگا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔

شان نزول: کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی تفصیل اس طرح ہے کہ دس حضرات مومنین جو بلا عذر کے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے سات نے تو اپنی ندامت وافسوس کا پورا اظہار اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ کر کردیا تھا ان کا حکم پہلی آیت میں آچکا وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا۔ اس آیت سے باقی وہ تین حضرات مراد ہیں جنہوں نے یہ عمل مسجد میں قید ہونے

کانہیں کیا تھا۔ اوراسطرح کھلے طور پراعتراف نہیں کیا ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوحکم دیدیا کہ مسلمان ان کا مقاطعہ کریں ان سے سلام کلام بندکردیں یہ معاملہ ہونے کے بعدان کی حالت درست ہوگئی اوراخلاص کے ساتھ اعتراف جرم کرکے تائب ہوگئےتوان کیلئے معافی کےاحکام دیدیئے گئے (صحیح بخاری)[1]

۲۸۳- وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: اوربعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کیلئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہونچائیں اورکفر کی باتیں کریں اورایمانداروں میں تفریق ڈالیں اوراس شخص کے قیام کاسامان کریں کہ جوخدااوررسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاپہلے سےمخالف ہےاورقسمیں کھاویں گے بھلائی کی کہ ہماری کچھ نیت نہیں اوراللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔

شان نزول: منافقین کے حالات اوران کی اسلام مخالف حرکتوں کاذکراوپر بہت سی آیات میں آچکاہے مذکورۃ الصدرآیت میں بھی ان کی ایک سازش کا ذکرہے جس کاواقعہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص ابوعامر نامی زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگیاتھا اورابوعامر راہب کے نام سےمشہورتھایہ وہی شخص ہے جنکےلڑکے حنظلہ رضی اللہ عنہ مشہورصحابی ہیں جن کی لاش کوفرشتوں نےغسل دیااس لئےغسیل ملائکہ کے نام سے معروف ہوئے مگر باپ اپنی گمراہی اورنصرانیت پرقائم رہا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے توابوعامر راہب حاضرخدمت ہوا اوراسلام پراعتراضات کئےرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب پربھی اس بدنصیب کواطمینان نہ ہوابلکہ یہ کہاکہ ہم دونوں میں جوجھوٹا ہووہ مردوداوراحباب واقارب سے دور ہو کر مسافرت میں مرے اورکہاکہ آپ کے مقابلہ میں جوبھی دشمن آئیگا میں اسکی مددکروں گا

[1] زادالمسیر فی علم التفسیر ص:۴۹۷ج:۳/اسباب النزول ص:۱۴۹ وایضاً فی المقتطف ص:۴۲۹ج:۲/معالم التنزیل ص:۱۰۵ ج:۳/وایضاًفی ابن کثیرص:۳۵۲ج:۲

چنانچہ غزوۂ حنین تک تمام غزوات میں مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ قتال میں شرکت کی جب ہوازن کا بڑا اور قوی قبیلہ شکست کھا گیا تو یہ مایوس ہوکر ملک شام بھاگ گیا کیونکہ یہی ملک نصرانیوں کا مرکز تھا وہیں جا کر احباب واقارب سے دور مرگیا جو دعا کی تھی وہ اس کے حق میں پوری ہوگئی، کیوں کہ جب کسی شخص کی رسوائی مقدر ہوتی ہے تو وہ ایسے ہی کام کیا کرتا ہے خود یہ بھی اپنی ہی دعا سے ذلیل وخوار ہوا۔

مگر جب تک زندہ رہا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں لگا رہا چنانچہ قیصر ملک روم کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کردے اور مسلمانوں کو یہاں سے نکال دے۔

اس سازش کا معاملہ یہ پیش آیا کہ اس نے منافقین مدینہ کو جنکے ساتھ اس کی ساز باز تھی خط لکھا کہ میں اسکی کوشش کر رہا ہوں کہ قیصر مدینہ پر چڑھائی کردے۔ مگر تم لوگوں کی کوئی اجتماعی طاقت ہونی چاہئے جو اس وقت قیصر کی مدد کرے اسکی صورت یہ ہے کہ تم مدینہ ہی میں ایک مکان بناؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہم مسجد بنا رہے ہیں تا کہ مسلمانوں کو شبہ نہ ہو، پھر اس مکان میں تم اپنے لوگوں کو جمع کرو اور جسقدر اسلحہ اور سامان جمع کرسکتے ہو وہ بھی کرو یہاں تک کہ مسلمانوں کے خلاف آپس کے مشورہ سے معاملات طے کرو۔

اسکے مشورہ پر بارہ منافقین نے مدینہ طیبہ کے محلہ قباء میں جہاں اوّل ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا اور ایک مسجد بنائی تھی وہیں ایک دوسری مسجد کی بنیاد رکھی ان منافقین کے نام بھی ابن اسحاق وغیرہ نے نقل کئے ہیں پھر مسلمانوں کو فریب دینے اور دھوکہ میں رکھنے کیلئے یہ ارادہ کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک نماز اس جگہ پڑھوادیں۔ تا کہ سب مسلمان مطمئن ہوجائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہی ہے جیسا کہ اس سے پہلے ایک مسجد یہاں بن چکی ہے۔

ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تیار کردہ موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے ضعیف بیمار آدمیوں کو وہاں تک پہونچنا مشکل ہے، اور خود مسجد قباء اتنی وسیع بھی نہیں کہ پوری بستی کے لوگ اس میں سماسکیں اسلئے ہم نے

ایک دوسری مسجد اس کام کیلئے بنائی ہے تا کہ ضعیف مسلمانوں کو فائدہ پہونچے، آپ اس مسجد میں ایک نماز پڑھادیں تا کہ برکت ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مشغول تھے آپ نے یہ وعدہ کرلیا کہ اس وقت ہمیں سفر درپیش ہے واپسی کے بعد ہم اس میں نماز پڑھ لیں گے۔

لیکن غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت جبکہ آپ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام پر فروکش ہوئے تو آیات مذکورہ آپ پر نازل ہوئیں جن میں ان منافقوں کی سازش کھول دی گئی تھی، آیات کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چند اصحاب جن میں عامر بن مسکین، اور وحشی قاتل حمزہ وغیرہ وغیرہ شریک تھے انکو حکم دیا کہ ابھی جا کر اس مسجد کو ڈھادو اور اسمیں آگ لگا دو یہ سب حضرات اسی وقت گئے اور حکم کی تعمیل کر کے اسکی عمارت کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا، یہ تمام واقعہ تفسیر قرطبی اور مظہری کی بیان کی ہوئی روایات سے اخذ کیا گیا ہے۔

تفسیر مظہری میں محمد بن یوسف صالح کے حوالہ سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبائل سے مدینہ منورہ میں پہونچ گئے تو مسجد ضرار کی جگہ خالی پڑی تھی، آپ نے عاصم ابن عدی کو اسکی اجازت دی کہ وہ اس جگہ میں اپنا گھر بنالیں، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جس جگہ کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہو چکی ہیں میں تو اس منحوس جگہ میں گھر بنانا پسند نہیں کرتا البتہ ثابت بن اقرم ضرورت مند ہیں ان کے پاس کوئی گھر نہیں انکو اجازت دیدیجئے، مگر ہوا یہ کہ جب سے ثابت وہاں مقیم ہوئے انکے کوئی بچہ نہیں ہوا یا زندہ نہیں رہا۔

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ انسان تو کیا اس جگہ میں کوئی مرغی بھی انڈے بچے دینے کے قابل نہ رہی کوئی کبوتر اور جانور بھی اس میں پھلا پھولا نہیں چنانچہ اسکے بعد سے یہ جگہ آج تک مسجد قباء کے کچھ فاصلہ پر ویران پڑی ہے۔

(مذکورہ آیت کے ساتھ اسی سے متصل آیت لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ الخ بھی نازل ہوئی جیسا کہ ابن کثیر اور علامہ مصطفی خیری المنصوری صاحب

مقطف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے) [۱]

۲۸۴- اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور انکے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرنے میں اور قتل کئے جانے میں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کو تم نے ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

شان نزول: یہ آیت اس بیعت عقبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں انصار مدینہ سے لی گئی تھی اس لئے پوری سورت کے مدنی ہونے کے باوجود ان آیات کو مکی کہا گیا ہے۔

عقبہ: پہاڑ کے حصے کو کہا جاتا ہے اس جگہ وہ عقبہ مراد ہے جو منیٰ میں جمرۂ عقبہ کے ساتھ پہاڑ کا حصہ ہے (آجکل حجاج کی کثرت کے سبب پہاڑ کا یہ حصہ صاف کر کے میدان بنا دیا گیا ہے صرف جمرہ رہ گیا ہے) اس عقبہ پر مدینہ طیبہ کے حضرات سے تین مرتبہ بیعت لی گئی ہے۔ پہلی بعثت نبویؐ سے گیارہویں سال میں ہوئی جس میں چھ حضرات مسلمان ہو کر بیعت کر کے مدینہ واپس ہوئے تو مدینہ کے گھر گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا چرچا ہونے لگا اگلے سال موسم حج میں بارہ حضرات اسی جگہ جمع ہوئے پانچ پہلے اور سات نئے تھے سب نے

---

[۱] ماخوذ از معارف القرآن ص:۴۶۰ تا ۴۶۲ ج:۴/وایضاً فی زادالمسیر ص:۴۹۹/۴۹۸ ج:۳/ وایضاً فی اسباب النزول ص:۱۵۰/۱۴۹/ وایضاً معالم التنزیل ص:۱۰۶ تا ص:۱۰۸ ج:۳/وایضاً فی ابن اکثیر ص:۳۵۴۳۵۳ ج:۲/وایضاً فی المقتطف مختصراً ص:۴۳۰ ج:۳

بیعت کی اور مدینہ میں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہوگئی جو چالیس نفر سے زائد تھی انہوں نے درخواست کی کہ ہم میں قرآن پڑھانے کیلئے کسی کو بھیج دیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کو بھیجدیا انہوں نے موجودہ مسلمانوں کو قرآن بھی پڑھایا اور اسلام کی تبلیغ بھی کی جسکے نتیجے میں مدینہ کی بڑی جماعتیں اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئیں۔

اسکے بعد بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیرہویں سال میں ستر مرد دو عورتیں اسی جگہ جمع ہوئے یہ تیسری بیعت عقبہ ہے جو آخری ہے اور عموماً بیعت عقبہ سے یہی بیعت مراد ہوتی ہے یہ بیعت اسلام کے اصولی عقائد و اعمال کے ساتھ خصوصی طور پر کفار سے جہاد اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہونچیں، اس وقت آپ کی حفاظت وحمایت پر لی گئی اس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت معاہدہ ہورہا ہے آپؐ جو شرائط اپنے رب کے متعلق یا اپنے متعلق کرنا چاہیں وہ واضح کردی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے تو شرط رکھتا ہوں کہ آپ سب اسکی عبادت کریں گے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اپنے لئے یہ شرط ہے کہ میری حفاظت اس طرح کریں گے جیسے اپنی جانوں اور اپنے اموال و اولاد کی کرتے ہو، ان لوگوں نے دریافت کیا کہ اگر ہم یہ دونوں شرطیں پوری کردیں تو ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت ملے گی۔ ان سب حضرات نے خوش ہوکر کہا کہ ہم اس سودے پر راضی ہیں اور ایسے راضی ہیں کہ اب اسکو نہ خود فسخ کرنے کی درخواست کریں گے نہ اسکے فسخ کرنے کو پسند کریں گے۔

اس جگہ چونکہ اس بیعت میں ظاہراً صورت ایک لین دین کی بن گئی تو اس پر یہ آیت جس میں لفظ بیع وشرا ہے نازل ہوئی۔

یعنی اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یہ آیت سن کر سب سے پہلے حضرت براء بن معرور ابوالہیثمؓ اور سعدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھدیا کہ ہم اس معاملہ پر تیار ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت

اپنی عورتوں بچوں کی طرح کریں گے اور آپ کے مقابلہ پر اگر دنیا کے کالے اور گورے سب جمع ہو جائیں تو ہم ان سب کا مقابلہ کریں گے۔ [۱]

۲۸۵- وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے دعاء مغفرت مانگنا وہ صرف اس وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے کرلیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔

شان نزول: اس آیت کے سبب نزول میں چار اقوال ہیں۔

۱- واقعہ نزول اس آیت کا صحیح بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب اگر چہ مسلمان نہ ہوئے تھے مگر عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و حفاظت کرتے رہے۔ اور اس معاملہ میں برادری کے کسی فرد کا کہنا نہیں مانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کسی طرح یہ کلمۂ اسلام پڑھ لیں اور ایمان لے آئیں تو شفاعت کا موقع مل جائے گا اور یہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں گے چناں چہ مرض وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی فکر تھی کہ اس وقت بھی کلمہ شریف پڑھ لیں تو کام ہو جائے چنانچہ اس حالت میں آپ ان کے پاس پہونچے مگر ابو جہل، عبداللہ بن امیہ پہلے سے وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا کہ میرے چچا کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں تو میں آپ کی بخشش کیلئے کوشش کروں گا مگر ابو جہل بول پڑا کہ کیا آپ

[۱] معارف القرآن ص:۴۶۷ج:۳/وایضاً فی اسباب النزول ص:۱۵۰ وایضاً فی زادالمسیر ص: ۵۰۳ج:۳/وایضاً فی معالم التنزیل ص:۱۱۲۱۱ج:۳/وایضاً فی ابن کثیر ص:۳۵۶ج:۲

عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دیں گے رسول اللہؐ نے پھر کئی مرتبہ اپنا کلام دھرایا مگر ہر مرتبہ ابوجہل یہی بات کہہ دیتا یہاں تک آخری کلام میں ابوطالب نے یہی کہا کہ میں عبد المطلب کے دین پر ہوں اسی حالت میں وفات ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں آپ کیلئے برابر استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت ممانعت کی نازل ہوئی جس میں رسول اللہ اور سب مسلمانوں کو کفار و مشرکین کیلئے دعاء مغفرت کرنے سے منع فرما دیا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔

اس پر بعض مسلمانوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بھی تو اپنے کافر باپ کیلئے دعائے مغفرت کی تھی اس کے جواب میں دوسری آیت نازل ہوئی وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ الخ جسکا حاصل یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے جو اپنے والد کیلئے دعا کی تھی اس کا معاملہ یہ ہے کہ شروع میں جب تک ابراہیمؑ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آخر تک کفر ہی پر قائم رہے گا اور اسی پر مریگا تو اسکا دوزخی ہونا یقینی نہیں تھا اس وقت انہوں نے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میں آپ کیلئے دعاء مغفرت کرونگا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ پھر جب حضرت ابراہیمؑ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے یعنی کفر ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہے تو اس سے بے تعلقی اختیار کر لی اور استغفار کرنا چھوڑ دیا جیسا کہ مزید اس بارے میں آئندہ آئے گا۔

۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مرتبہ اپنی والدہ آمنہ کی قبر کے پاس سے گزر ہوا، تو وہاں رک کر وضو فرمایا، اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد رو پڑے، آپکے ہمراہی صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑے، پھر جب حضرات صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرات صحابہ نے دریافت فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کا سبب کیا بنا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ- جب میں اپنی والدہ کی قبر کے پاس سے گزرا تو دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ رب العزت سے والدہ کی مغفرت کے سلسلہ میں اجازت مانگی تا کہ میں والدہ کیلئے دعاء مغفرت کر سکوں تو اللہ نے اس سے مجھے روک دیا جس کی وجہ سے مجھے رونا آ گیا۔

دوبارہ میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اجازت طلب کی تو اللہ نے اس مرتبہ

زجر وتوبیخ فرمائی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا جو میرے رونے کا سبب بنا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری طلب فرمائی اور حزن وملال اور غم ویاس کے ساتھ وہاں سے چل دیئے کہ اسی اثناء میں اونٹنی وحی کے بارسے رک گئی اور مذکورہ آیت اوراس کے بعدوالی آیت نازل ہوئی۔(یعنی آیت نمبر ۱۱۳/ ۱۱۴ /سورۂ توبہ)

۳-ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کے مغفرت طلب کی جو حالت کفر میں تھے اور اسلام سے خالی تھے، ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم اپنے والدین کیلئے مغفرت طلب کرنے کے درپے ہو جبکہ وہ لوگ حالت شرک وکفر میں زندگی بسر کررہے تھے، اس صحابی رسول نے جواب دیا کہ ابراہیمؑ (جو نبی کے ساتھ ہم سب کے پیشوا ہیں) نے بھی اپنے والد کے حق میں مغفرت چاہی تھی، صحابی رسول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس قضیہ کو پیش کیا- اس وقت مذکورہ آیت اوراس سے متصل آیت **وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ** نازل ہوئی۔

۴-بعضے حضرات صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور گویا ہوئے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے آباد واجداد جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اب ہمارے درمیان نہ رہے جبکہ ان کے کارنامے بڑے اچھے اچھے ہیں جیسے پڑوسیوں کیساتھ حسن سلوک کرنا، صلہ رحمی، غلام آزاد کرنا وغیرہ تو پھر ہم لوگ کیوں نہ انکے لئے مغفرت کی دعا کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں کیوں نہیں! اور میں بھی اپنے والد کے لئے دعا واستغفار کرونگا جس طرح ابراہیمؑ نے اپنے والد کے لئے دعاء واستغفار چاہا تھا، اس وقت مذکورہ آیت اور بعد کی متصل آیت نازل ہوئی۔ [۱]

معارف میں صرف پہلی صورت اور پہلا واقعہ ہے۔

فائدہ: قرآن مجید کے مختلف مواقع میں جہاں حضرت ابرہیم علیہ السلام کا اپنے

---

[۱] زادالمسیرفی علم التفسیرص:۵۰۸/۵۰۷ج:۳/ معالم التنزیل ص:۱۱۴ تا ۱۱۷ ج:۳/ اسباب النزول ص:۱۵۲ تا ۱۵۰ /المقتطف ص:۴۳۶ بعضاً ومختصراً ج:۲/ابن کثیر ص:۳۵۷/ ۳۵۸ج:۲/معارف القرآن ص:۴۷۱ ۴۷۲ ج:۴

والد کیلئے دعاء مغفرت کرنا منقول ہے وہ اسی پر محمول ہونا چاہیے یعنی اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کو ایمان اور اسلام کی توفیق دے تا کہ ان کی مغفرت ہو سکے۔

غزوۂ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو کفار نے زخمی کر دیا تو آپؐ چہرہ صاف کرتے ہوئے یہ فرمارہے تھے **اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون** ''یعنی اللہ میری قوم کی مغفرت فرمادے وہ ناداں ہیں کفار کیلئے اس دعاء مغفرت کا حاصل بھی یہی ہے کہ ان کو ایمان اور اسلام کی توفیق عطا فرمادے کہ یہ مغفرت کے قابل ہو جائیں۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ زندہ کافر کیلئے اس نیت سے دعاء مغفرت کرنا جائز ہے کہ اسکو ایمان کی توفیق ہو اور یہ مستحق مغفرت ہو جائے۔

(معارف القرآن ص:۴۷۲ ج:۴)

۲۸۶- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کردے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلادے جن سے وہ بچتے رہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔

شان نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک جماعت اسلام کی غرض سے آئی پھر جب وہ مسلمان ہو چکی اور اسوقت شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تھا چناں چہ یہ لوگ چند روز کے بعد اپنے وطن واپس لوٹے پھر کافی عرصہ کے بعد ان لوگوں کا مدینہ آنا ہوا تو معاملہ کچھ اور تھا یعنی شراب حرام ہو چکی تھی اور قبلہ بھی بیت اللہ ہو چکا تھا ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جس دین پر تھے اب ویسا ہم نہیں پاتے یعنی ہمارا جس وقت یہاں آنا ہوا اس وقت شراب بھی حرام نہ ہوئی تھی اور قبلہ بھی بیت اللہ نہ ہوا تھا اور اس درمیان ہم آپ سے کافی دور

رہے اوراحکام اسلام سے واقف نہ ہوسکے چنانچہ ہمارے بہت سارے بھائی دنیا سے اس حال میں رخصت ہوگئے کہ وہ شراب بھی پی رہے تھے اور بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھ رہے تھے جبکہ یہ حکم کب ہی کا بدل چکا ہے اب ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوگا جوشریعت کے خلاف حکم پر نادانستہ طور پراور منسوخ حکم پر عمل کرتے ہوئے یہاں سے جاچکے ہیں، ان کے تو سارے اعمال ہی برباد ہوگئے اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں بتلایا گیا ہے کہ ناسخ کے نہ جاننے کی وجہ سے منسوخ پر عمل کرنے پر عمل وثواب اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتے۔(معالم التنزیل ص:۱۸۰ج:۳/ وایضاً فی زادالمسیر ص:۵۱۰ج:۳)

۲۸۷- وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقیماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور یہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔

شان نزول: اللہ تعالیٰ نے غزوہ بتوک میں نہ جانے والے منافقین کے بارے میں اورانکے تخلف برتنے کی وجہ سے عتاب اوران کے عیوب اوران کی شرارتوں اوران کی فریب کاریوں سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرمایا تو مسلمانوں نے یہ قسم کھائی کہ اب آئندہ کسی بھی غزوہ یا سریہ میں تخلف سے بالکلیہ اجتناب برتیں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ کا دشمنوں کے مقابلے میں جانے کیلئے اعلان عام فرمایا اس میں سارے صحابہ کرام چلے گئے اوراللہ کے رسول کو تنہا چھوڑ دیا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ جس میں یہ واضح کردیا کہ جہاں ایک جماعت جہاد وسرایا کیلئے روانہ ہوتو وہیں

دوسری طرف ایک جماعت رسول اللہ کے پاس رہے۔

(زادالمسیر فی علم التفسیر ص:۵۱۶/ج:۳/معالم التنزیل ص:۱۲۸ج:۳/اسباب النزول ص:۱۵۲)

فللہ الحمد ولہ الشکر

اخلاق الرحمٰن قاسمی ارریاوی
خادم مدرسہ چشمۂ فیض
ململ مدھوبنی بہار
مورخہ ۳/جون ۲۰۰۰ء